

عمران سیریز

جلد نمبر
20

کنگ چانگ

68 - کنگ چانگ

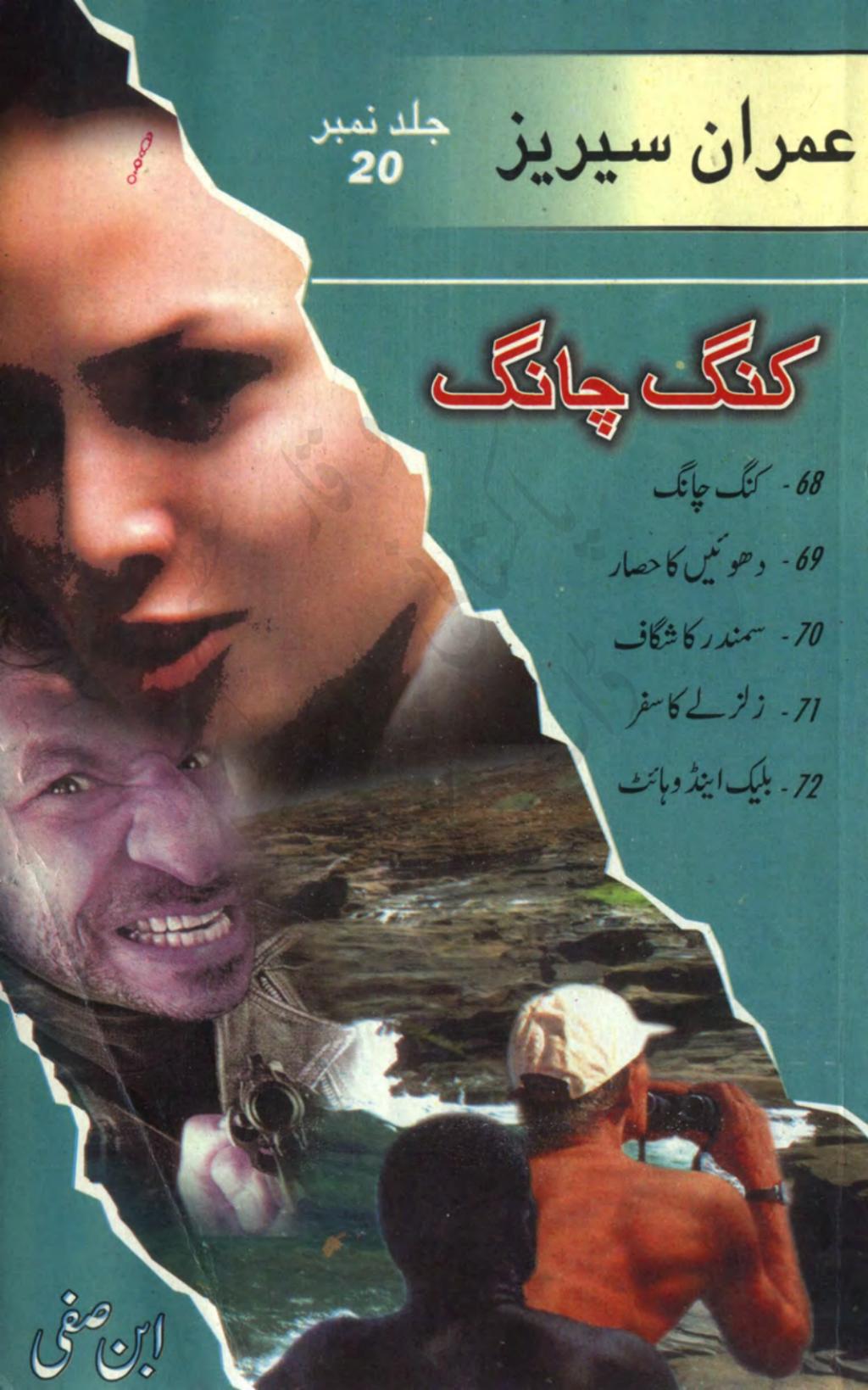
69 - دھوئیں کا حصار

70 - سمندر کا شگاف

71 - زلزلے کا سفر

72 - بلیک اینڈ وہانٹ

ابن صفحی



کے دوبارہ وہ غم پلٹ کر تمہاری طرف نہ آنے پائے۔ مسرت کو
قہقہوں کا نوالہ ہرگز نہ بناو۔ بلکہ اس انرجی کو اس تک ودو میں صرف
کر دو کہ وہ مسرت اب تم سے چھٹنے نہ پائے۔

اوہ شاید میرا الجہہ مبلغوں کا سا ہو گیا ہے اور تم کم از کم
میرے لئے اسے پسند نہیں کرتے۔ متعدد بار کہہ چکے ہو کہ تمہیں نہ
تو آئینہ دکھاؤں اور نہ نصیحت کرنے بیٹھ جاؤ۔ میرے ہاتھوں
صرف خواب دیکھنا چاہتے ہو اچھا تو دیکھو۔

”مُنگ چانگ“ حاضر ہے! بہتوں کی خواہش کے مطابق جوزف
کو اس کہانی کا مرکزی کردار بنا لیا ہے۔ لیکن اس کہانی کو ایک سو بارہ
صفحات میں سونا مشکل تھا اس لئے تمہاری ہی ہدایت کے مطابق یہ
سلسلہ آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ دوسری کتاب جلد از جلد پیش کرنے کی
کوشش کر رہا ہوں تاکہ انتظار کی زحمت سے بچ سکو۔

این صفحہ:

۲۲ ستمبر، ۱۹۷۳ء

پیشہ

یہ کتاب غم اور خوشی کے ملے جلے ماحول میں پیش خدمت
ہے۔ غم اس کا ہے کہ ہم ایک تباہ کن سیلا ب سے دوچار ہوئے ہیں
جس نے ہم سے ہمارا بہت کچھ چھین لیا اور خوشی اس پر ہے کہ اس
غم انگیز ماحول میں اپنے لاتعداد پھرے ہوئے بھائیوں سے دوبارہ
مل بیٹھنے کا مرشدہ جانفرز الملا ہے۔

خوشی اور غم کے یہی وققے ہمیں آگے بڑھتے رہنے کا حوصلہ
بجھتے ہیں۔ کامرانی کی نئی منزلوں کی طرف ہماری رہنمائی کرتے
ہیں۔

خالق کائنات، اشرف الخلوقات کو ہر آن سرگرم عمل دیکھنا
چاہتا ہے اسی لئے انہیں یکسانیت کا شکار نہیں ہونے دیتا۔
غموں کی آہ وزاری کے پرد کرنے کی بجائے مستقبل کی سوچوں

تھج کر کے رکھ دی ہے....!

”مم.... میں نے!“ جیسن کے لمحے میں حیرت تھی۔

”ہاں تم نے....! کیا میں کروڑ پتی ہوں....؟“

”میں نہیں سمجھایور مجھنی....!“

”کل میں نے صرف اتنا ہی پوچھا تھا کہ تائیتی میں کون سی زبان بولی جاتی ہے اس پر تم جوزف کو تائیتی کی تاریخ اور جغرافیہ کیوں پڑھانے بنیٹھ گئے تھے!“

”اس نے مجھ سے اس جزیرہ کا محل و قوع پوچھا تھا....؟ کیا میں نے اُسے کوئی غلط بات بتائی تھی....! یور مجھنی....!“

”تائیتی کے آخری بادشاہ پومارے پنج کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی....!“ عمران گرج کر بولا۔

”تو اس سے کیا ہوا یور مجھنی....!“

”تدکرہ کیا ہی تھا تو یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ شراب پینتے پینتے مر گیا تھا اور اس کے مقبرے کی بالائی منزل شراب کی بوتوں کی شکل میں تراشی گئی ہے!“

”آپ بیٹھ تو جائے جناب....!“ ظفر بول پڑا۔

”ہر گز نہیں....!“ عمران سر ہلا کر بولا ”بینخنے سے میراغصہ دھیما پڑ جائے گا!“

”آخر اس غصے کی وجہ کیا ہے یور مجھنی....!“ جیسن نے کھیانی کی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔ ”دانت بند کرو.... وہ شب تاریک کا پچھہ کل سے بیٹھا رہا ہے۔ رات کی نیند حرام کر دی.... کبھی چککے چککے روتا ہے اور کبھی دہازیں مارنے لگتا ہے!“

”آخر کیوں؟“ ظفر اور جیسن نے یہک زبان سوال کیا۔

”کہتا ہے پومارے پنج خوش نصیب تھا کہ پینتے پینتے مر گیا، مجھے اس کے مقبرے کی زیارت کرو اور باس....!“

”دونوں پس پڑے اور عمران چیخ کر بولا۔“ ”دانت بند کرو، ورنہ ایک ایک کاخون پی جاؤں گا!“

”دونوں یکخت سنجیدہ ہو کر عمران کو اس طرح دیکھنے لگے جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

ظفر الملک نے مینڈ لن پر ایک ذہن چھیڑ رکھی تھی اور جیسن پوربے کمرے میں تھر کتا پھر رہا تھا.... اس کی آنکھیں بند تھیں اور پورے جسم پر لرزہ ساطاری تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی مشین عمل کے تحت جسم کا ایک ایک ریشمہ پھرک رہا ہو۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا ہن دبایا اور لفٹنی کی تیز آواز کے ساتھ ہی ظفر کا ہاتھ بھی رک گیا۔ جیسن جس پوزیشن میں تھا اسی میں رہ گیا۔

”جاوہ دیکھو....! کون ہے....؟“ ظفر نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کوئی بد ذوق ہی ہو گا جس نے اس وقت میری مسر توں کو سانپ بن کر ڈلنے کی کوشش کی ہے!“

”چھوٹے چھوٹے جملے بولا کرو.... جاؤ بھاگ جاؤ!“

جیسن شانے لیکائے شرایبوں کی طرح جھومتا ہوا صدر دروازے کی طرف چل پڑا۔ لیکن دروازہ کھولتے ہی دیو تا کوچ کر گئے۔ اسامنے عمران کھڑا اسے غصیل نظروں سے گھوڑے جارہا تھا۔

”تت.... تت.... تشریف لائیے یور مجھنی....!“ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ ”عمران خاموشی سے اندر داخل ہوا۔

ظفر الملک بھی عمران کو ایسے موڑ میں دیکھ کر بوكھلا گیا تھا۔ ”کیا ہم سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے....؟“ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”ہاں....!“ عمران چھڑ کھانے والے لمحے میں بولا۔ تمہارے اس بن ماں نے میری زندگی

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی یہ بات...!" عمران انہیں گھونسہ دکھا کر بولا "وہ اپنی پچھلی خدمات کا واسطہ دیتا ہے کہتا ہے میری یہ خواہش ضرور پوری کرو دیں، ورنہ میں خود کشی کروں گا۔"

"بڑی عجیب بات ہے...!" ظفر نے پر تھیر لبھ میں کھا اور جیمسن پھر ہنس پڑا۔

"میں کہتا ہوں دانت بند کرو۔ میرے پاس قارون کا خزانہ نہیں ہے کہ اسے پومارے کے مقبرے کی زیارت کرانے کے لئے تاہیٰ کاسفر کروں گا، تمہادہ جانا نہیں چاہتا۔"

"مجھے بھجواد بجھے اس کے ساتھ... تاہیٰ جنت ہے پور مجھیں!"

"کیوں کفر بکتا ہے جہاں لوگ دن رات نشے میں رہتے ہوں وہ جنت کیسے ہو سکتی ہے؟"

"مم... میں نے مذہبی نقطہ نظر سے نہیں کہا تھا۔"

"میں محاورہ بھی ایسی بات سننا پسند نہیں کرتا۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں....! لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تاہیٰ کاذک آپ ہی نے چھیرا تھا۔"

میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہاں عام طور پر کون سی زبان بولی جاتی ہے تم دونوں وہاں جا چکے ہوئے۔ اور تمہارا جواب سن لینے کے بعد میں تو وہاں ٹھہرا بھی نہیں تھا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جوزف کو وہاں کے حالات بتانے میں جاؤ گے تو میں تمہارے سر ہی پر سوار رہتا۔"

"آپ سیریس کیوں ہو جاتے ہیں، جوزف کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کر دیجئے۔"

"میں کسی کے مذہبی جذبات کو نہیں لگانا پسند نہیں کرتا۔"

"اس کا نام ہب سے کیا تعلق؟"

"بو ٹیل ہی اس کا نام ہب ہے....! اس مسئلے پر مجھ سے بحث نہ کرو۔"

"اچھا تو پھر زیارت کر لائیے....!"

"لٹتا ہے تم دونوں کا بینک بیلنٹس....؟"

"ہمارے بینک بیلنٹس سے آپ کو کیا سروکار؟"

"اچھا تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم دونوں کو یہاں عیش کرنے کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔"

"ہمرا....." جیمسن نے اچھل کر نفرہ لگایا۔ اور ظفر کی طرف دیکھتے ہوئے دانت نکال دیئے۔!

"ہم دونوں تو بالکل ممکن ہیں!..." ظفر نے مسمی صورت بنا کر کہا۔
"چکھ بھی ہو، اگر جوزف ہوش میں نہ آیا تو تمہیں بھی ساتھ چلانا پڑے گا!"
"ویکھا آپ نے یورہائی نس....!" جیمسن نے ظفر کو مخاطب کیا۔ "ایسے ہوتے ہیں قدر دن آقا....!"

"زبان بند کر...!..." ظفر بھاگیا!

"جوزف جیسے ناکارہ آدمی کی ضد پوری کرنے کے لئے اتنا مبارکر کریں گے۔!"

"تم جوزف کو ناکارہ کہ رہے ہو....!" عمران جیمسن کو گھوڑ کر بولا۔

"اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں یور مجھیں.... آپ کے سینے میں بچ مجھ کی بادشاہ کا دل ہے۔!"

"مناسب یہ ہو گا کہ تم دونوں چل کر اسے سمجھاؤ، ورنہ یہ بادشاہ ایک دن میں بھکاری ہو جائے گا۔ اسے میں کہاں سے لااؤں گا اتنا سارا یہ۔!"

"اللہ دے گا... اللہ دے گا....!" جیمسن چک کر بولا۔ "وہ سعادت پسندوں کی مدد کرتا ہے۔!"

"میرے ساتھ چلو.... اور اسے سمجھاؤ.... ورنہ کھال کھیج لوں گا۔!" عمران نے غصیلے لبھ میں کہا۔

جیمسن نے گردن ڈال دی۔!

"مگر اب کیا سمجھائیں گے یور مجھیں....! تیر کمان سے نکل چکا ہے۔!" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"کہہ دینا پومارے بچم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔!"

"میں کسی تاریخی حقیقت کو نہیں جھلا سکتا۔!"

"اچھی بات ہے اب میں تمہارا گفرانیہ بگاڑ کے رکھ دوں گا۔!" عمران سرد لبھ میں بولا۔ "ظفر قبضی لاؤ۔!"

"نن.... نہیں...." جیمسن اپنی ٹنگان ڈاڑھی اور ہپیوں جیسے بال ہلکا تباہوا بچھے ہٹئے گا۔

"بس تو پھر چلو...!"



سلیمان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ عمران جوزف کو روشناد ہوتا چھوڑ کر باہر چلا گیا تھا اور اس کی شامت آگئی تھی۔ جوزف تھوڑی دیر بعد "سلیمان بھائی" کی ہائک لگاتا اور اسے کام چھوڑ کر اس کی طرف دوڑنا پڑتا۔

"کیا ہے... بھائی کے سے... مجھے بانڈی بھوننے دو گے یا نہیں!؟"

"ہائے سلیمان بھائی.... ہم یہست آن فارچو نیٹ ہے...!" جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔

"ہو گے... ہو گے...!" سلیمان نے بیزاری سے کہا۔ "اب یہ رونا و ہونا ختم کرو!"

"نہیں ہو سکتا... ہم جائے گا تاہمی...!"

"ابے تو کیا میں نے تمہیں ٹھی جانے سے روکا ہے...!" سلیمان نے حیرت سے کہا۔

"دینی نہیں... تاہمی...!"

"یہ کیا ہوتا ہے...؟"

"ایک آئی لینڈ ہے... جزیرہ...!"

"ہو گا... ابھی مجھے شامی کباؤں کا قیمه بھی پیشنا ہے...!"

"ہائے پومارے دی گریٹ...!" جوزف پھر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

"ابے کیا شراب میں انبوں بھی ملانے لگا ہے...!"

"ہائے سلیمان بھائی...!"

"مر گئے سلیمان بھائی... جہنم میں جاؤ۔!" کہتا ہوا سلیمان کچن کی طرف چلا گیا۔ جوزف نے بوتل اٹھا کر ہونٹوں میں بھائی، غشت غشت تین چار گھونٹ لئے اور پہلے سے بھی زیادہ دل جبی سے رونے لگا۔

اس بار سلیمان پلتا تو اس کے ہاتھوں میں بڑا سا آئینہ بھی تھا جسے جوزف کے چہرے کے قریب کرتا ہوا بولا! "زراد کیمپ اپنی شکل...!" اروتا ہوا کیسا الگتا ہے۔

دقائق جوزف اس طرح خاموش ہو گیا جیسے کسی تیز رفتار گاڑی میں فوری طور پر پورنے بریکن لگتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اسے سکتے ہو گیا ہو۔

"کیا بات ہوئی۔" سلیمان خنک لبجھ میں بولا۔ "روتا رہتا تو چب بھی دکھائی دیتی" یکاک جوزف نے نہیں انداز میں قہقہہ لگایا اور سلیمان کو گود میں اٹھا کر ناچنے لگا۔

"ابے... ابے... یہ کیا... دیکھ اس کی نہیں ہوتی... چھوڑ مجھے...!"

لیکن جوزف کا قصل اور قہقہے جاری رہے۔ سلیمان اس کی گرفت سے نکلے کے لئے کسی نکھنے پنچ کی طرح با تھہ پاؤں مار تارہا۔

ٹھیک اسی وقت عمران، ظفر اور جمیس فلیٹ میں داخل ہوئے اور سلیمان انہیں دیکھ کر چینے لگا۔ "سالا پاگل ہو گیا ہے... ارے پچاؤ... پچاؤ...!"

"یہ کیا ہو رہا ہے...!" عمران دھماڑ۔

جوزف نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور سلیمان دھم سے فرش پر آگرا۔ اس کے باوجود بھی خوشی کے مارے جوزف کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ بلا خودہ چیختی ہوئی سی آواز میں بولا۔ "مراد پوری ہو گئی باس...!"

"میں پوچھ رہا ہوں کیا ہو رہا ہے۔" عمران نے سلیمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا جو دونوں ہاتھوں سے کر دبائے فرش پر اکڑوں بیٹھا کر اے جارہا تھا۔

"میں نے اسے اپنی خوشی میں شرکیک کیا تھا باس...!"

"کسی دن مسور کی دال کے آب جوش میں زہر دے دوں گا سالے کو...!" سلیمان چھڑا کھانے والے لبجھ میں بولا۔

"تو ہی بتا کیا بات تھی...!" عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"بس رو تے رو تے ہنٹے لگا... پاگل خانے بھجوائے اسے درنہ میں چلا۔ خود ہی چولہا بانڈی کر لجئے گا۔"

"یہ بات نہیں ہے باس...! خدا اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔!" جوزف بولا "میں رو رہا تھا اس نے مجھے آئینہ دکھادیا۔!"

"اوہ...!" عمران نے فرش پر پڑے ہوئے آئینے کو دیکھ کر دیدے نچائے۔

"ہاں باس...!"

”تو اپنی روتی ہوئی شکل دیکھ کر تیر ادل باغ بانگ ہو گیا۔“

”یہ بات نہیں ہے باس...! شبائناتا کا قول ہے کہ اگر نامرادی میں خواب میں بھی آئینہ دکھائی دے جائے تو مراد پوری ہو جاتی ہے... سلیمان بھائی نے تو مجھے جاتے میں آئینہ دکھایا!“

”ہوں....!“ عمران سر بلاؤ کرولا۔ ”یہ سبائناتا کون بزرگوار ہیں....؟“

”سینکڑوں سال پہلے میرے قبیلے کا ایک بہت بڑا جادو گر تھا!“

”لیکن تیری مراد پوری نہیں ہو سکتی....!“

”کیوں باس....؟“

”پومارے کے مقبرے پر فرانس نے ایتم بم پھینک دیا۔!“

”دیکھئے یور میجٹی....! اس بچارے کا دل نہ دکھائیے....!“ جیمسن بول پڑا۔

”کیا یہ تجھے ہے باس....؟“ جوزف نے بھرا کی آواز میں پوچھا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہر میجٹی مذاق کر رہے ہیں۔!“

”میں تمہاری گردان توڑ دوں گا....!“ عمران جیمسن کو گھونساد کھا کر بولا۔ ”میں کہتا ہوں اسے سمجھاؤ....!“

”اچھا... اچھا... دیکھو پیارے جوزف، اس سفر پر ہزاروں ڈالر صرف ہوں گے....!“ جیمسن نے کہما۔

”کیا پرواہ ہے... میر امالک بادشاہ ہے....!“

”دیکھا آپ نے یور میجٹی....! حقیقت ہر حال میں حقیقت رہتی ہے۔!“

”حقیقت کے بچو....! میں کہیں ڈوب مر دوں گا....!“

”ٹائیٹی باس ناٹیٹی، مجھے یقین ہے کہ میری مراد پوری ہو گئی... میں نے آئینہ دیکھا ہے۔!“

”گلے میں لٹکا لے اس آئینے کو اور سر پت دوڑ تا چلا جانا ٹیٹی کی طرف۔!“

”میں خود کشی کر لوں گا باس....! اگر تم نے میری یہ خواہش پوری نہ کی۔!“

”ساتام نے....!“ عمران، ظفر اور جیمسن کی طرف دیکھ کر بولا۔

”تم پومارے کے مقبرے کی زیارت کر کے کیا کرو گے۔!“ جیمسن بولا۔ ”وہ تو فرانسیسیوں کی غلامی میں مرا تھا۔!“

”نہیں مسٹر... وہ صرف بوتل کا غلام تھا... میں بھی ہوں۔“ جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اچھا تو اس بوتل کے غلام اب بوتل ہی تجھے تائیتی پہنچائے گی!“ عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ ”بوتل بھی تمہارے ہی دم سے ہے باس.... اس لئے تمہارا ہی غلام ہوں۔ رحم کرو، مجھ پر....!“ جوزف نے کہا اور یک بیک پھر دہاڑی مار بار کر رونے لگا۔

”کیا کیا جا سکتا....!“ عمران مایوسانہ انداز میں بولا۔ ”کسی نہ کسی طرح بھگنا ہی پڑے گا۔!“

”زندہ باد....!“ جیمسن نے نظر لگایا۔ ”ہر میجٹی عمران دی گریٹ:... زندہ باد....!“

جوزف کی ”بھوں بھوں“ میں پھر بریک لگ گیا اور وہ حیرت سے جیمسن کی طرف دیکھنے لگا۔ ”جاوے گے.... جاوے گے.... ضرور جاوے گے.... جس کا آقاتا نادریاں ہو اسے کیا غم ہو سکتا ہے۔“ جیمسن نے کہا اور عمران نہ اسامنہ بنا کر خنک لہجے میں بولا۔ ”مکھن نہیں چلے گا۔! چنگیزی ہوں۔ نواب واجد علی شاہ کی نسل سے نہیں ہوں۔!“

پھر وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا اور جوزف نے پھر بنس کر باتیں شروع کر دیں تھیں۔ ”تائیتی میں نہری رنگت والیاں لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔!“ جیمسن نے ڈاڑھی سہلات ہوئے کہا۔ ”وہ خوبصوروں اور سر مرستی کی سرزی میں ہے۔!“

”دیکھو مسٹر....! مجھے ان باتوں سے کوئی دل چھمنی نہیں۔“ جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔ ”تم مجھے یہ بتاؤ کہ سفید فام سوروں نے اس بزریے کے باسیوں پر کیا مظلوم ڈھائے تھے۔ مجھے ناؤ.... میں رو ناچاہتا ہوں۔!“

”فرانسیسیوں نے انہیں ہر اعتبار سے ناکارہ بنا دیا۔... ان پر اتنے مظالم ہوئے کہ انہوں نے ندی اور سر مرستی کی گود میں پناہ لی۔!“

”کیوں بکواس کر رہے ہو۔“ ظفر بولا۔ ”وہ ابتداء ہی سے گانے بجانے والے لوگ تھے۔ انہیں تہذیب نہ سونے پر سہا گے کام کیا۔!“

”کچھ بھی ہو۔“ جیمسن نے ڈاڑھی سہلات ہوئے کہا ”پولی نیشی، چینی اور فرانسیسی نسلوں کے میل جوں نے بڑی نہری لڑکیاں پیدا کی ہیں۔!“

”یہ ظلم ہے.... یہ ظلم ہے۔“ جوزف بھرا کی آواز میں بولا۔

”کیا ظلم ہے....!“

جنہیں مستفسر انداز میں ظفر کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اُس نے اس طرح سر کو جبکش دی
جیسے خود بھی معاملے کی تہک تک پہنچنے سے قاصر ہو۔!
جوزف نے عمران کے پیر پکڑ کر تھے اور وہ اُس کے سر پر دھمک چاہ رہا تھا۔
ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر کال بل کا بنڈ دبایا۔

”دیکھو....!“ عمران نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”دیکھو....!“
جنہیں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر یو کھلا کر پہنچے ہٹ آیا۔

ایک لمحہ شیخ یاہ فام عورت سامنے کھڑی اُسے گھورے جا رہی تھی اور یہ جوزف ہی کی نسل
سے معلوم ہوتی تھی۔ لباس عمده تھا اور گلے میں پنج موتوں کا بیش قیمت ہار اس کی رنگت کو کچھ
اور زیادہ ابھار دینے کا سبب بنا رہا تھا۔

”اوہ... یورہائی نس...!“ عمران بوكھلائے ہوئے انداز میں آگے بڑھا اور احتراماً جھلکا چلا گیا۔
اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بلند آواز میں بولا ”جنتل میں... پرنز نالا بوب آف بکانا... پے
یور ریپکش... پلیز...!“

اس پر ظفر اور جنہیں نے بھی عمران ہی کے سے انداز میں جھک کر اس کی تعظیم بھی کی۔!
وہ کمرے میں داخل ہوئی اور اب انہوں نے بیکھا کہ اس کے پہنچے ایک سفید فام باڑی گارو
بھی تھا۔

جوزف کامنہ حیرت سے کھلا ہوا تھا، جہاں تھا وہیں رہ گیا تھا۔ نہ اٹھا تھا اور نہ دوسروں کی
طرح اس عورت کو تعظیم دی تھی۔

عورت جوزف کو گھورے جا رہی تھی، پھر عمران نے اس کی طرف دیکھا اور اُس نے اُس کی
طرف متوجہ ہو کر سر کو اثاثی جبکش دی۔

دفعتاً عمران جوزف کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور گھٹھیا نے لگا۔ ”حضور عالی! مجھے
نہیں معلوم تھا کہ آپ بکانا کے شہزادے ہیں۔ شاہ بکانا سے بھیں کے دو دھر پر اختلاف رائے
ہو جانے کی بنا پر آپ نے ریاست کو خیر باد کہہ دیا تھا۔!“

”لگ... کیا کہہ رہے ہو بس...!“ جوزف ہکلایا۔
”لب حضور...! نادانشگی میں بہت گستاخیاں کر چکا ہوں اب مجھے اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔!“

”ان بیچاری لڑکیوں کے بارے میں تمہارے اظہار خیال کا انداز۔!“
”مجھے ساری دنیا میں صرف تاہیتی کی عورتیں پسند ہیں۔ جنہیں خوشبوؤں، گیتوں اور
سرستی سے پیدا ہے۔!“

”تم کیا جانو سرستی کیا چیز ہے سرست... تم تو پیتے بھی نہیں۔!“
”یہ بھی تمہارے آقا کرم ہے... ورنہ پہلے ہم بھی پیتے تھے... ان حضرت کی نعمیات
آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی.... ہمیں ایک آدھ پیگ کی بھی اجازت نہیں اور تمہارے
لئے چھ بو تلیں یو میسا۔!“

”تم شراب کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہو...! لیکن میں مر جاؤں گا... میرا آقا عقل کا
دیوتا ہے...! بس یہ سمجھ لو کہ شوٹو شہبوز نے آدمی کے روپ میں جنم لے لیا ہے۔!
کیا کہا تو نے...؟“ دوسرے کمرے سے عمران کی آواز آئی۔ ”مجھ پر رحم کر... میرا
کارٹون نہ بننا۔!“

”تم شوٹو شہبوز ہو بس! اس پر میرا ایمان ہے....!
”گھونسہ مار کر سارے دانت پیٹ میں اتار دوں گا۔ اگر اب یہ نام لیا۔!“ اس نے کمرے سے
بر آمد ہوتے ہوئے کہا۔ ”کیا میری شکل ایسی ہے۔!
”اس کو ہوا کیا ہے...؟“ دفعتاً سلیمان پوچھ بیٹھا۔

”اس کو پوبارے چشم ہو گیا ہے...؟“
”یہ کیا ہوتا ہے...؟“
”یہ پوچھ کہ کیا نہیں ہوتا...! ہائیں... یہ بو کیسی ہے... ابے جل گنی بانڈی، بھاگ
جلدی سے۔!
سلیمان تو پکن کی طرف بھاگا اور عمران نے جوزف کا گریبان کپڑا کر جھکا دیتے ہوئے کہا ”اتنا
سرماہی نہیں ہے میرے پاس کہ میں بھی جا سکوں، یہ دونوں تجھے زیارت کرالا میں گے۔!“

”تمہارے بغیر تو میں بھی قدم نہ رکھوں بس....!
”ذکر مجھے زیادہ پریشان نہ کرو نہ بچ شادی کروں گا پھر تم سب جو تیاں کھا کر بیہاں سے
نکلو گے۔!“

”ہمیں پاگل ہو جاؤں....؟“

”نہیں میرے ساتھ چلو ڈارنگ...!“ سیاہ قام عورت بولی۔ ”اب میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی!“

نیشن اور ظفر جرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے سلیمان بھی باورپی خانے سے دوڑ آیا تھا۔ لیکن گفتگو انگریزی میں ہونے کی بنا پر اس کے ملے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔ ”یہ کیا چکر ہے باس...! میں اس عورت کو نہیں جانتا...!“ جوزف بے نبی سے بولا اور ایک ایک کی صورت دیکھنے لگا۔ چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے بری طرح جھینپ رہا ہو۔

”تم... تم...!“ عورت غصیلے لہجے میں بولی۔ ”اپنی بیوی کو نہیں پہچانتے!“

”فراؤ...!“ جوزف حلق پھاڑ کر دھاڑتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ ”میرے ساتھ کسی قسم کا فراہ کیا جا رہا ہے... اگر تم بھی دھوکے میں آگئے باس...! تو پھر میں خود کشی کر لوں گا!“

”نہیں حضور میں اب آپ کا باس نہیں رہا۔ مجھے مزید شرمندہ فرمائیے!“

”باس تمہیں کیا ہو گیا ہے...!“

عمران اسے کوئی جواب دیئے بغیر عورت کی طرف مڑ کر بولا۔ ”آپ پرنس کو لے جائیں ہیں۔ یورہائی نس...!“

”مجھے کہاں بھیج رہے ہو باس...! میں کہیں نہیں جاؤں گا!“ جوزف غصیلے لہجے میں بولا۔

”آبے مر اکیوں جا رہا ہے...!“ عمران اردو میں بولا۔ ”اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو میں اسے دیکھ لوں گا!“

”تم یکیں کیسے کیا باس...!“

”بکواس مت کرو... چپ چاپ اٹھو اور جہاں یہ لے جائے چلے جاؤ!“

”لیکن یہ تو بیوی بولی...!“

”میرا حکم مانو درنہ اسے بیوہ کر دوں گا!“

جوزف کے چہرے پر مردی چھا گئی۔ اوکھتے ہی دیکھتے ہو جوزف وہاں سے رخصت ہو گیا۔

نیشن نے کھڑکی سے سڑک پر جھاٹک کر دیکھا۔ نیچے لمبی سیاہ گاڑی کھڑی تھی اور بادی گارڈ

ان دونوں کے لئے پچھلی نشست کا دروازہ کھول رہا تھا۔

”تم دونوں ان کا تعاقب کرو گے....!“ عمران نے ظفر سے کہا۔

”قصہ کیا ہے....?“

”سنڈ بادکا... جاؤ... مجھے باخبر رکھنا!“

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظر دیں۔ دیکھا اور فلیٹ سے نکل گئے۔

”سنڈ بادکا کیا قصہ تھا صاحب....!“ سلیمان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”اچھا توب آپ بھی بور کریں گے....!“

”وہ کون تھی.... جوزف ہی کسی شکل تھی اُس کی....!“

”شہزادہ جوزف....!“ عمران نے آنکھیں نکال کر تصحیح کی....!

”کیا مطلب....?“

”جوزف یقیناً بُکانا کا شہزادہ ہے.... وہ اس کی بیوی تھی....!“

”نہیں....!“ سلیمان اچھل پڑا۔

”آبے تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔!“

”نہیں صاحب.... خدا نہ کرے.... دراصل میں ہی بد نصیب ہوں کہ زندگی بھر چو لہا
ہانڈی ہی کرنا تارہ جاؤں گا....!“

”نہیں نہیں اگر تو کہے تو میں تجھے شہنشاہ ہیل سلاسی کا فرزند اکبر بھی قرار دے سکتا ہوں۔!“

”جی نہیں....! مجھے اپنے ہی باپ کا بیٹا رہنے دیجئے، چو لہا ہانڈی ہی نہیک ہے....!“

”شabaش اندازے کی چنی بھی بنالجھ! مسور کی دال چنی کے بغیر نہیں چلتی۔!“

”تو کیا وہ اب واپس نہیں آئے گا۔!“ سلیمان نے مایوسی سے پوچھا۔

”خدا جانے....!“

”دل کڑھ رہا ہے اُس کے لئے....!“

”چل چل.... ہر وقت تو لڑتا جھگڑتا رہتا تھا اُس سے....!“

”اُس سے کیا ہوتا ہے.... صاحب....! مجت اپنی جگہ پر ہے.... کبھی کبھی کہتا تھا تم ہم کو

نہیں جانتا۔ سلیمان بھائی۔! میرے لئے جان بھی ڈے سکتا۔!“

”دیکھ پھر کچھ جل رہا ہے پکن میں۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”کہیں مارے نہ جائیں...! جو زف ویں لے جایا گیا ہے جہاں یہ ہمیں لے جا رہی ہے۔!
”شٹ آپ...!“

”لگو تج پلیز...! لڑکی لا کھ معیاری سی ہی لیکن آپ اپنا معیار برقرار رکھئے!“
”اچھا باب خاموش!“

”خیر... خیر... میں گاڑی باہر ہی روکوں یا کپاڈ میں لیتا جاؤں!“
”اندر چلو درست بات آگے کیسے چلے گی...!“

”دورہ پڑ گیا آپ پر یورہائی نس...!“
”ظفر کچھ نہ بولا۔ جیسن سفارت خانے کی کپاڈ میں گاڑی موڑ رہا تھا۔

”دونوں گاڑیاں قریب پارک ہوئیں اور لڑکی نے ہاتھ ہلاکر کہا۔ ”بہت بہت شکریہ!“
ہاں بھی عمارت ہے تم لوگ بھی اترو... میں تمہیں اپنے میزبان سے ملاؤں گی!“

”تم نے دیکھا۔ ”ظفر آہستہ سے بولا، اس کے ہونٹوں پر شرات آمیز مسکراہٹ تھی۔
”میں مناسب نہیں سمجھتا یورہائی نس...!“

”کیا مناسب نہیں سمجھتے...؟“

”یہی کہ ہم اس کے ساتھ عمارت میں داخل ہوں!“
”تم جانتے ہو کہ یہاں میرے کی شناساہیں!“

”اترو نا... کیا سوچ رہے ہو...!“ وہ گاڑی کے قریب آکر بے تکلفی سے بولی تھی۔
وہ انہیں عمارت کے ایک رہائشی حصے میں لائی۔

”کیا پوچھے...!“ اس نے جیسن سے پوچھا۔
”ٹھنڈا پانی...!“

”شکل ہی سے معلوم ہوتا ہے...!“ اس نے ظفر کی طرف دیکھ کر پوچھا ”تم بتاؤ۔“
”ضرورت نہیں محسوس کر رہا!“

”تم لوگ فرانسیسیوں کے سے لمحے میں فرچ بول سکتے ہو!“ لڑکی نے کہا۔ ”میرا نام لوکیسا
ہے...!“

”میں ظفر ہوں... اور یہ میرا سیکریٹری جیسن...!“

”دونوں خوبصورت ہو!“
جیسن کے دانت نکل پڑے۔ اٹھیک اُسی وقت باہیں جانب سے آواز آئی۔ ”تمہاری اجازت
سے!“

وہ چوک کر مڑے۔ دروازے میں وہی سیاہ قام عورت کھڑی نظر آئی جسے جو زف کی
بیوی ہونے کا دعویٰ تھا۔

”اوہ... مادام...!“ لڑکی بو کھلا کر بولی۔ یہ... یہ... میرے دوست میں!“
”میں ان دونوں سے واقف ہوں۔“ پرنز بکھانا نے پروقار لجھ میں کہا ”تم نے بہت اچھا کیا
انہیں لے آئیں... یہاں پر نس اجنبیوں میں پریشان ہو رہے ہیں۔“

”جیسن نے آہستہ سے اپنی کھوپڑی سہلائی اور مخفی خیز نظروں سے ظفر کی طرف دیکھنے لگا۔
”میں سفارت خانے کا راستہ بھول گئی تھی یہی لوگ مجھے یہاں لائے ہیں۔“ لوئیسانے کہا۔

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ کیا یہ فرچ بول سکتے ہیں...؟“
”اسی بناء پر تو میری رہنمائی کر سکے ہیں۔ درنہ میں تو بھلکتی پھر رہی تھی۔ یہ لوگ روائی سے
فرچ بول سکتے ہیں۔!“

”کیا تم لوگ کچھ دیر پر نس کی دل دھی کر سکو گے؟“ پرنز نے ظفر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
”یقیناً... یقیناً...!“

”اب سنبھالنے...!“ جیسن اردو میں بولا۔ ”آئے تھے اس پری ویش کے چکر میں اور اب
بھلکتے ملکہ تاریک... شکل کش کو...!“

”بکومت...!“

”تو آؤ... چلو میرے ساتھ شاید پر نس تمہیں دیکھ کر خوش ہو جائیں۔!“
وہ دونوں بکھانا کی شہزادی کے پیچے چل پڑے۔ جیسن جھنجلاہٹ میں اُس کی ملکتی ہوئی چال
کی نقل اُتار رہا تھا۔

ایک بڑے اور آرستہ کمرے میں پیچ کر شہزادی نالا بُو آڑک گئی۔
”تم لوگ بیٹھو... پر نس لباس تبدیل کر رہے ہیں۔“ اُس نے کہا اور انہیں وہیں چھوڑ کر
خود چلی گئی۔

”میرا خیال ہے کہ ہم پھنس گئے ہیں۔“ ظفر آستہ سے بولا۔
”اس کلوٹی سے...!“ جیسن کے لجھے میں تھیک تھی۔
”یقین کرو، معاملہ گڑ برمعلوم ہوتا ہے...!“
”کیا مطلب...؟“
”دکھ لینا...“ ظفر نے طویل سانس لی۔

دفعتاً وہنی جانب والے دروازے کا پردہ ہٹا کر جوزف اس دیت کذائی میں اندر داخل ہوا کہ اس کے جسم پر سرخ رنگ کے مخل کابند گلے والا کوٹ تھا اور ناگوں میں سفید پتلون، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ لیکن ان پر نظر پڑتے ہی ایسا لگ جیسے جی شہر گیا ہو۔

”اوہ... مشرِ مشر...!“ وہ کہتا ہوا آگے بڑھا۔
ظفر اور جیسن بڑے اوب سے اٹھ گئے۔

”خداء کے لئے تم لوگ تو سمجھنے کی کوشش کرو۔ خدا جانے باس نے مجھے کہاں جھوک مارا ہے؟“ وہ مسمی صورت بن کر بولا۔

”پچی بات ہے...!“ جیسن نے انگلی اٹھا کر کہا۔

”آسمان والے کی قسم میں جوزف ہوں... علی عمران کا ایک ادنیٰ غلام۔!“
”مرسر علی عمران کو یقین آگیا ہے کہ تم والئی بنا کتا کے فرزند ارجمند ہو۔!“
”میرا باب اپنے قبلے کا سردار ضرور تھا لیکن اس کی بسراویات کا انحصار صرف ہاتھی دانت کی فراہی تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ منہوس بنا کا کہاں واقع ہے...؟“
”افریقہ میں نہیں ہے...!“ جیسن نے پوچھا۔

”میں نے تو نہیں سنایا...! میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے!“
”چلو غلط ہی سکی!“ جیسن نہیں کہ بولا۔ ”اگر اس طرح مفت کی یہوی ہاتھ آئے تو میں شہزادہ ہی نہیں بلکہ شہنشاہ عالم بننے کو بھی تیار ہوں!“

”تم سمجھتے نہیں مشرِ اود کوئی بدر وح ہے!“
”یہوی بھی تو ہے تم فکر کیوں کرتے ہو!“
”نہیں مشر...!“ جوزف ناگواری سے سر ہلا کر بولا۔ ”یہوی کے ساتھ میں جنت میں بھی

جانا پسند نہیں کروں گا۔ آخر بار کی آسمانی ذہانت کو کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے بے چوں چڑا کتیا کی بچی کو میری یہوی تسلیم کر لیا!“

”مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے...!“

”یہ تو کوئی دلیل نہ ہوتی!“ جوزف بگز کر بولا۔ ”مفت آئی رسی سے کیا تم اپنے گلے میں پھند اگانا پسند کرو گے!“

”جمالیاتی حس کی درحقیقی بھی نہیں ہے اس میں۔“ جیسن نے ظفر سے کہا۔

”اُسے بور مت کرو۔“ ظفر بولا۔ ”تم پر اگر کبھی ایسی پہنچا پڑی ہوتی تو تمھیں احساس ہوتا۔“

”کیا شراب نہیں ملی...؟“ جیسن نے نہیں کہ جوزف سے پوچھا۔

”شراب بہت ہے لیکن میرے لئے پانی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، باس پانی نہیں کون سی پلاتے ہیں کہ پہلے ہی گھوٹ پر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں!“

”کون کی پلاتے ہیں...؟“ ظفر نے جیسن سے سوال کیا۔

”دیکی شیرہ، ورنہ وہ خود ہی بھیک مانگتے پھر رہے ہوتے!“ جیسن بولا۔

دفعتاً والا بو آپھر کمرے میں داخل ہوتی اور کڑک کر بولی۔ ”تم لوگ پر نس کو بہکار ہے ہو۔!“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہوتی یور ہائی نس...!“ ظفر نے بڑے ادب سے کہا۔ ”الا بو آنے تالی بجائی اور دوسرا ہے ہی لمحے میں دو مسلک آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

”آن دونوں کو پکڑ کر بند کر دو...!“ ”الا بو آنے نہیں حکم دیا۔

”تم یہ کر رہی ہو کلتا کی بچی...!“ جوزف غرایا۔

”جو میرا دل چاہ رہا ہے۔“ وہ سر دلچسپی میں بولی۔ ”تمہاری گالیوں کا برا نہیں مانتی کیوں کہ تم میری زندگی ہو۔!“

”میں تمہاری موت بن جاؤں گا۔ ورنہ اپنایہ حکم واپس لے لو۔!“

”مجھے یہ اختیارات ہر مجھتی بنا کتا سے ملے ہیں۔!“

”دونوں کی ہڈیاں توڑ دوں گا، ورنہ باز آ جاؤ۔!“

”مسلک آدمی ظفر اور جیسن کو کمرے سے باہر نکال لائے۔ روپ اور وہ کی تالیں ان کی کمرے لگی ہوتی تھیں۔!“

”میں نہیں سمجھی...؟“

”اب کیا بتاؤں، مجھے تو سلیمان کی طرف سے بھی تشویش ہو گئی ہے!“

”کیوں...؟ کیوں!“

”اگر وہ بھی نواب زادہ نکلا تو پھر کیا میں پنے مرمرے چاہکتا پھر وہ گا!“

”آخر قصہ کیا تھا...؟“

”پر نسز نالا بوا آ..... ساری دنیا میں اپنے شوہر کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ یہاں پہنچ کر اُس نے فرشخ ایمیسی والوں کو اپنے شوہر کی تصویر دکھائی۔ ان ناجھاروں نے کہ جوزف کو پہلے ہی دیکھے چکے تھے۔ اُس کو میرا پتہ تدایدی!“

”لیکن میں نے سنا ہے کہ جوزف نے اس کا اعتراف نہیں کیا کہ وہ شہزادہ ہے!“

”میں کب کسی کو بتاتا ہوں کہ میں مسٹر رحمان کا فرزند رشید ہوں!“

ہلکی سی مسکراہٹ جولیا کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور عمران کہتا رہا۔ ”شاہ بنکاتا یعنی اُس کے باپ سے بھیں کے دودھ پر اس کا تازہ ہم ہو گیا تھا، لہذا وہ بنکاتا سے نکل کھڑا ہوا۔“

”بھیں کے دودھ پر تازہ ہم!“ جولیا نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... جوزف کا خیال تھا کہ بھیں کا دودھ نفاخ ہے۔ اور شاہ بنکاتا کا ارشاد تھا کہ نہیں،“

کاسر ریاح ہوتا ہے.... یہ بھگر اس قدر بڑا کہ جوزف نے گھر بار چھوڑ دیا!

”چیز بات....؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”میری بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آتا۔“ عمران نے ہر امان کر کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ یہ بنکاتا ہے کہاں....؟“

”بُرِ اکاٹل کے بے شمار جزاً میں سے ایک.... فرانس کا مقبوضہ لیکن وہاں رُسی طور پر“

ایک سیاہ قام خاندان کی بادشاہت ہے۔ اور جوزف اسی خاندان کا چشم وچاغ ہے۔ موجودہ بادشاہ

کے بعد اسی کی تائی پوشی ہو گی۔ خود حکومت فرانس اس سے متعلق تشویش میں بنتا تھی۔

”تو پھر جوزف اس کا اعتراف کیوں نہیں کرتا!“

”بے حد چالاک ہے....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر شرات آمیز لمحے میں بولا۔ ”اچھی“

طرح جانتا ہے کہ اعتراف کر لینے کے بعد بھیں کا دودھ پینا پڑے گا۔“

”مگر یہ بنکاتا ہے کہاں....؟“ جولیا نے صدر سے سوال کیا۔

”میں کچھ نہیں جانتا....! ایکس ٹون کے حکم سے ان دونوں کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں!“

”اور وہ کالا پرنس اس وقت کہاں ہے!“

”فرنچ ایمیسی میں....!“

”کہاں کیا ہے....؟“

”شاید ہی عمران صاحب کے علاوہ اور کسی کو علم ہو....! جوزف کو چپ چاپ اُس عورت کے حوالے کر دینے کے بعد ظفر اور جیمسن کو ان کے پیچے لگا دیا تھا۔“

”عمران کہاں ہے....؟“

”اپنے فلیٹ میں.... بے حد معموم ہے....!“

”چلو چلتے ہیں....!“ جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔

”تم ہی جاؤ.... مجھ سے تو ان کی شکل نہیں دیکھی جاتی!“

”اتنا ہی سیر لس ہے....؟“

”سیر لس نہیں ہے....؟“

”تب تو دیکھنے کی چیز ہو گا....!“ وہ نہ کربولی۔ ”تم جاؤ نہ جاؤ.... میں جا رہی ہوں!“

ساٹیکو میشن سے نکل کر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی اور عمران کے فلیٹ کی طرف روائے ہو گئی تھی۔

وہ گھر پر ہی موجود تھا۔ صدر کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بہت ہی

عزیز شخصیت کی تدقین کے بعد گوشہ گیر ہو گیا ہو۔ جولیا نافٹر واڑا پناہلند رامڈ برقرارہ رکھ

سکی۔ غیر ارادی طور پر اس کارویہ بھی تعریت ہی کا ساہو کر رہا گیا۔

”مجھے بھی افسوس ہے....!“ وہ بھرا کی ہوئی آواز میں بولی۔

”بہت اچھا ہوا تم چلی آئیں۔ وہ تو قسمت کا سکندر تھا اُس کی ہر خواہش پوری ہوتی تھی!“

عمران نے سپاٹ لمحے میں کہا۔

"ضروری تو نہیں ہے!"

"یہ تم اس لئے کہہ رہی ہو کہ بنکاتا کے شاہی خاندان کی روایات کا تمہیں علم نہیں ہے۔ ولی عہد کی پروردش شاہی بھیں کے دودھ پر ہوتی ہے۔۔۔ بچپن جوزف پیدائش سے جوانی تک اسی بدذوقی میں مبتلا رہنے کی بنا پر اس قدر بلاؤش ہو گیا ہے کہ پانی کی جگہ بھی شراب ہی پیتا ہے۔"

"دماغ میں تو اتار دی ہے تم نے یہ بات لیکن دل تسلیم نہیں کرتا!"

"بھلا تمہارے دل کا جوزف سے کیا تعلق...؟" "عمران بگڑ کر بولا۔

"فضول باقی میں مت کرو!"

"سنو.... رس ملائی۔ اگر تمہارے چوہے ایکس ٹونے ضد نہ کی ہوتی تو میں اس شہزادے کو بھیں کا دودھ حرام ہی رہنے دیتا!"

"ایکس ٹونکیا مطلب...؟"

"ایسی نے سب سے پہلے مجھے اطلاع دی تھی کہ جوزف بنکاتا کا ولی عہد ہے۔ لہذا اس کی بیوی نالا باؤ آکے حوالے کر دیا جائے۔"

"مجھے حیرت ہے!"

"ارے تو کیا تم ایکس ٹونکی نصف بہتر ہو کہ تمہیں اس پر حیرت ہے۔۔۔ یہاں سے جاؤ اور مجھے سوگ منانے دو!"

"جیسں اور ظفر کو تم نے ان کے تعاقب میں روشنہ کیا تھا۔"

"یہ کب کی خبر ہے۔؟" "عمران چوک کر بولا۔

"کیا تم نہیں جانتے...؟"

عمران نے پر تکلر انداز میں سر کو منقی جنتش دی اور وہ اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

"ایکس ٹونکی ہدایت پر صدر انہیں خلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ دونوں...؟" "عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہو سکتا ہے تمہیں علم نہ ہوا۔ ایکس نو نے ان دونوں کو ان کے پیچے لگایا ہوا۔"

"مپری عقل ہی خط ہو گئی ہے۔؟" "عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"آدمی جو۔؟"

"میا مطلب....؟"

"سب پر خاک ڈالو....!"

"اچھا ڈال دی.... آگے چلو....!"

"میں نے دو ماہ کی رخصت کے لئے درخواست دی ہے۔۔۔ اچلو کہیں باہر چلیں۔!"

"میں کیوں چلوں....؟ مجھے یہاں کیا تکلیف ہے۔؟" عمران نے احتمان انداز میں کہا۔

"تم...؟! وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"جاوے...!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میرے رونے کا وقت قریب آ رہا ہے۔"

"شاید تم کبھی آدمی نہ بن سکو....؟" وہ بر اسمانہ بنا کر بولی۔ "اس وقت میں تمہارے پاس ایک کام سے آئی ہوں۔ مگر اب نہ کہوں گی۔!"

"کام کا معاملہ ہے تو ضرور بتاؤ۔۔۔ رونا آدھے گھنٹے کے لئے ملتی....!"

"رخصت کی منظوری تمہاری سفارش پر منحصر ہے۔ شاید اس نے آج تک تمہاری کوئی بات نہیں ثالی۔!"

"ہائے میرا جوزف....! اس کے لئے پورے فرانس کو ہلا کر رکھ دیتا۔۔۔ لیکن یہ ایکس ٹونکا بچھے.... اس سے تو میں اب بات بھی نہیں کر سکتا!"

"بچک مارنے تھے ہو....! اتم نہ چاہتے تو ایسا کبھی نہ ہو سکتا!"

"اچھا.... اچھا.... چھٹی لے کر جاؤ گی کہاں....؟"

"بنکاتا....؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کیوں دماغ خراب ہوا ہے؟"

"یقین کرو.... اگر چھٹی مل گئی تو بنکاتا ہی جاؤں گی۔!"



انہیں بھنجھوڑ کر جگایا گیا تھا۔ وہ گاڑی کی پچھلی نشست پر تھے۔ اور ان کے درمیان وہی ٹرکی لو یہسا بیٹھی ہوئی تھی جس کے چکر میں پڑ کر وہ فرانس کے سفارت خانے پہنچ تھے۔

"تم پر آخر نیند کے دورے کیوں پڑ رہے ہیں۔؟" وہ اٹھلا کر بولی۔

جیسکن نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ہونٹ ہلاتے ہوئے بھی کامی محسوس کرنے رہ گیا۔

ذہن شل ہو کر رہ گیا تھا۔ آئکھیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا جسے بھول کی صلاحیت ہی مفقوہ ہو کر رہ گئی ہو!

فضار و شنی سے نہائی ہوئی تھی۔ انہیں گاڑی سے اتارا گیا۔ جیکھن کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کب اور کیسے گاڑی میں بیٹھے تھے!

جاڑی سے اتر کر آگے بڑھتے تو معلوم ہوا کہ ایتر پورٹ پر ہیں۔ لویسا ان کے ہاتھ پکڑے ہوئے درمیان میں چل رہی تھی۔

جیکھن نے ایک بار پھر اپنے ذہن کو ٹوٹنے کی کوشش کی۔ آخر دہاتی بے بُکی سے اس کے ساتھ کیوں چل رہے ہیں!

اسی طرح وہ رن دے پر آپنے... لویسا ان سے محض مھول کرتی جا رہی تھی.... لیکن ان کی زبانیں ہنگ تھیں... ذہن میں نہ جھنجھلاہٹ تھی اور نہ احتجاج کرنے کی سکت باقی رہی تھی!

جہاز کی سیٹوں پر بھی آبیٹھے لیکن یہ تک نہ پوچھ سکے کہ جانا کہاں ہے۔ پین ایم کا دیوبیکر جبو جیٹ طیارہ تھا۔ لویسا اب بھی ان کے درمیان بیٹھی تھی۔

طیارے کے بیک آف کرتے ہی ان پر پھر غنوڈگی طاری ہونے لگی اور جب وہ بے خبر ہو گئے تو لویسا نے ان کے گرد حناظی پیٹیاں کس دیں!

پرواز کے دوران ہی میں دوبارہ بیدار ہوئے تھے... اور لویسا کو گھورنے لگے تھے!

"بیو قوئی کی کوئی حرکت نہ کر بیٹھنا! "لویسا مسکرائی! "تمہارا ملک بہت بیچھے رہ گیا ہے!"

"اتنے آدمیوں کے درمیان ہم کوئی حرکت نہیں کر سکتے!" جیکھن کی زبان پھلی بار کھلی۔ "تمہیں مطمئن رہنا چاہئے... میں تم دونوں کو پسند کرتی ہوں!"

"یہ زیادتی ہے۔" ظفر کمزوری آواز میں بولا۔ "کسی ایک کا انتخاب کرلو!"

"میرے لئے مشکل کام ہے... اس کی ڈاڑھی مجھے پسند ہے... اور تمہارا ناک...!"

"میری ڈاڑھی اکھڑا کر ان کے چہرے پر لگادو...! میں کسی فراڈ لڑکی سے محبت نہیں کر سکتا!"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو...! بھروسے بکرے، میں فراڈ ہوں!"

"یقیناً ہم نے تمہیں ایکی کار استہ بیٹایا تھا... اور تم نے ہمارے ساتھ یہ بر تاؤ کیا۔"

"لیکا بر تاؤ کیا...?"

"ہمیں تو اس کا بھی ہوش نہیں ہے کہ تمہاری قید میں کتنے دنوں سے ہیں!"

"احمقانہ باتیں نہ کرو.... تم اسے قید کہتے ہو، جبکہ اس دوران میں فیصلہ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں کہ تم میں سے کے اپنے لئے منتخب کروں۔ وہاں کی آب و ہوا فیصلہ نہیں کر سکتی تھی تو اب تاہمی لئے جا رہی ہوں!"

"تاہمی...!" دنوں بیک وقت اچھل پڑے!

"ہاں...! تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔ اکیا آج تک کسی فرانسیسی لڑکی سے سابقہ نہیں پڑا!" دنوں کچھ نہ بولے...! معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا!" لویسا پھر بولی۔

"پرانس آف بکانا کہاں ہیں...؟" دفعاً ظفر پوچھ بیٹھا۔

"اوہ پرانس...! وہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکے ہیں!"

"کہاں پہنچ چکے ہیں...؟"

"تاہمی...! اور اصل وہ پومارے پنجم کے مقبرے کی زیارت کرنا چاہتے ہیں!"

"خدا سمجھے اس شخص سے جس کا نام علی عمران ہے۔!" جیکھن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس

بدر اس نے اردو میں اظہار کیا تھا۔

"پاگل بنادینے والی حرکت ہے۔!" ظفر بڑا ہیا۔

"کیا تم دونوں میرے خلاف کچھ کہہ رہے ہو...؟" لویسا بولنے کی

"نہیں گزیا... تم میں رکھا ہی کیا ہے جس کی مخالفت ہو گی!" جیکھن کا لہجہ جھلاہٹ سے پاک نہیں تھا۔

"کیا مطلب...!"

"آخر ہم کتنے دنوں تک تمہارے ساتھ رہے ہیں!" ظفر نے سوال کیا۔

"آج آٹھویں رات ہے۔!"

"آخر کیوں...?"

"اگر ایسا نہ کیا جاتا تو تم دونوں اتنی شرافت سے تاہمی کا سفر نہ کر سکتے۔ کم از کم جہاز پر سوار

کرنا مشکل ہو جاتا۔ تم لوگ مراجحت ضرور کرتے۔!

”اب یہ بھی بتاد کہ ہماری یہ حالت کیوں ہوئی تھی....؟“

”تمہیں کتنی طرح کی ادویات استعمال کرائی جاتی رہی ہیں۔ لیکن اب ان کا اثر زائل ہو چکا ہے۔ بے فکر ہو!“

”بُس اب اور کچھ نہ پوچھئے....!“ جیس نے اردو میں کہا۔ ”تم دونوں میں سے جسے بھی پسند کرے اُسے صرف عیش کرنا چاہئے۔!

”بکومت...!“

”اچھا تو ہوائی جہاز سے چھلانگ لگادیجئے۔!
ظفر کچھ نہ بولا۔

”قہوزی دیر بعد لو یہسا بولی۔ اور کچھ پوچھتا ہے....؟“
”قطھی نہیں....!“ جیس نجدی سے بول پڑا۔ ”میرے لئے یہی اعزاز کافی ہے کہ تمہیں میری ڈاڑھی پسند آگئی ہے۔!

”لیکن میں کس سے محبت کروں....؟“

”دونوں سے نیا اور انوکھا تجربہ۔!

”بکواس ہے...! ایک وقت میں ایک ہی سے محبت کی جاسکتی ہے۔!
”کتابی باتیں ہیں، تم چاہو تو یہک وقت دس آدمیوں سے محبت کر سکتی ہو۔!

”اوہ....! تم شاہد میر انداز اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔!

”ایسی کوئی بات نہیں ہے مکھن کی ذلی....! میں تو تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔!

”اوہ.... خوب یاد آیا.... تمہارے لئے پرنس کا خط ہے....!“ اس نے کہا اور یہک کھول کر ایک لفاف نکالا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ دونوں خط پر جھک پڑے تھے۔ جوزف نے لکھا تھا۔

”میں تم دونوں سے شرمندہ ہوں.... لیکن کیا کروں.... باس نے تو مجھے دھکا دیا۔ لیکن میں ایسے لوگوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جن سے کم از کم باس کی خوشبو آرہی ہو.... اور پھر تمہیں حرمت ہوگی کہ میری اس ماہ کی سب سے بڑی خواہش اس طرح پوری ہونے جا رہی ہے۔

اب میں اس بوتل کی زیارت کر سکوں گا جو پومارے پنج کے مقبرے پر تراشی گئی ہے۔ پہلے تائیں جاؤں گا پھر بکانا۔... اب خدا میری شہزادگی پر رحم کرے۔!
خط پڑھ کر جیس نے قہقهہ لگایا اور ظفر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

✿

تائیں کے صدر مقام اپاپ اے اے تے کی ایک خوش گوار رات تھی، ساحل کی طرف سے آئے والی نم آلود ہوا میں بستی میں داخل ہونے سے پہلے ہی خوشبوؤں سے بو جھل ہو جاتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے دو شیزہ فطرت نے اپنے معطر گیسو کھول دیئے ہوں! خوشبوؤں میں بھانت بھانت کی مہکاریں، تغیب اور رغبت کی آنکھ مچوں بن کر رہ گئی تھیں...! رات کے دو بجے تھے لیکن پورا شہر جاگ رہا تھا۔ کیفے اور ریستورانوں میں قہقہے تھے۔ سازوں کی جھنکاریں تھیں اور گیتوں کے سوتے پھوٹ رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ساری دنیا میں تینیں سے مسرتیں تقسیم ہوتی ہوں۔ البتہ ساحل پر ایک خوب صورت سے بنگلے میں جوزف دھاڑیں مار مار کر رہا تھا۔ اور اس کی نور دیافت یہو نالا بُو آکھی جھنجھلاتی تھی اور کبھی خوشامدیں کرنے لگتی تھی۔

”پومارے پنج گیا جہنم میں! اب میں واپس جاؤں گا۔!“ جوزف نے بالآخر الفاظ میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔

”آخر کیوں....؟“

”وہ پیتے تھے مر گیا تھا اور مجھے نہیں ہو رہا۔ ساری دنیا میں ویسی شراب نہیں مل سکتی جیسی میرا بس مہیا کرتا تھا۔!

”میں تصویر بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تم اس حد تک شرابی ہو گئے ہو گے....؟“

”بس خاموش رہو....! میں نہیں جانتا تم کیا بلا ہو۔ جہنم میں جائے ولی عہدی اور بادشاہت... اور اب تو پومارے پنج سے بھی کوئی ہمدردی نہیں رہی۔ اگر وہ ایسی ہی گھنیاش رہیں پی کر مر آہے۔!
”یہ بہت قیمتی ہے ڈار انگ! عوام کیا خواص کی بھی بیخنے سے باہر۔!“ نالا بُو آنے میز پر رکھی ہوئی بوتل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”قیمت نئے کی ہوتی ہے بوتل کی نہیں۔ اور اس منحوس مقبرے پر جو بند کنائیں کی بوتل

تراشی گئی ہے اس پر ہزار بار لخت۔“

”میں تمہارے لئے بکری کی او جھڑی کی شراب کھاں سے مہیا کروں۔“ وہ جھنجلا کر بولی۔
دفتار جوزف چوک پڑا۔ اور اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”ابے بدجنت عورت! اس وقت بکری کی او جھڑی
کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تو چاہتی ہے کہ میرا پتہ پھٹ جائے اور میں مر جاؤں؟“
”نہیں میں تو یہ نہیں چاہتی۔“
”چل جاؤ یہاں سے!“

”تم آخر میری توہین کیوں کرتے رہتے ہو۔“

”جاو، میں تمہائی میں مرنا چاہتا ہوں۔“

ٹھیک اُسی وقت تین آدمی کمرے میں گھس آئے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوال رکھا۔
”تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔“ تالا بُو آنہیں گھورتی ہوئی بولی۔
”اس لئے کہ ہم بکانا کے شہری نہیں ہیں۔“ ریوال والے نے ہنس کر کہا انداز میکھ
اڑانے کا ساتھا۔

”واتت بند کرو، اور یہاں سے ٹپے جاؤ۔“

”صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ آخر تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں۔۔۔؟“

”تم کون ہو، یہ معلوم کرنے والے۔“

”یورہائی نس میرے ہاتھ میں ریوال ہے کھلوٹا نہیں۔“

”کیا قصہ ہے۔۔۔؟“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”تم خاموش رہو۔“ تالا بُو آنے آہستہ سے کہا، ویسے جوزف کی نظر شروع ہی سے ریوال پر
رہی تھی۔

اچانک اُس نے دھڑا کر اپنے قبیلے کا جنگی نعرہ لکھا اور کسی چیز کی طرح ریوال والے پر
چھلاگ لگادی۔ ! پھر ریوال تو اچھل کر چھت کی طرف گیا تھا اور اس کا شکار ایک لمبی بکراہ کے
ساتھ فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اُس کے دونوں ساتھی جوزف پر نوٹ پڑے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا
تھا جیسے جوزف یہ بھول گیا ہو کہ وہ آدمی ہی ہے۔۔۔ بالکل درندوں کے سے انداز میں ان پر حملہ
کر رہا تھا، اور ہلکی ہلکی غرائبیں کمرے کی فضائل گونج رہی تھیں۔

ریوال والوں کو پھر اٹھتی نہیں سکتا ہے۔۔۔ ایک اور گرا۔۔۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے تیرا
جان بچا کر نکل جانا چاہتا ہو۔۔۔ تالا بُو آدم بنود کھڑی نہیں دیکھ رہی تھی۔ دفتار جوزف نے تیرے
کو اپنی گرفت میں لے کر سر سے اوچا اٹھایا اور فرش پر دے مارا۔

پھر تالا بُو آنے بھی کسی قسم کا نعرہ لکھا تھا اور پر جوش انداز میں کہنے لگی تھی ”اے بادشاہ
گنوینڈا کے بیٹے! اے میرے شہ زور چیتے تو جیسا تھا دیا ہی اب بھی ہے۔۔۔ گھنٹے بڑھتے چاند بھی تجھے
پر اثر انداز نہیں ہو سکے تو ہی بکانا کو پوپاؤں کی غلامی سے نجات دلائے گا۔ اب یہ دیکھ کر ان میں
سے کوئی اپنی نیپاک زبان ہلانے کے لئے زندہ بھی بچا ہے یا نہیں۔۔۔؟“

”میں کیوں دیکھوں۔۔۔ تم خود یہ دیکھ لو!“ جوزف بھنا کر بولا۔ ”مجھے اپنے ہی باپ کا بینا
رہنے دو، میں کسی گنوینڈا کو نہیں جانتا۔“

وہ کچھ نہ بولی اور جھک کر ان تیوں بے ہوش آدمیوں کا جائزہ لینے لگی یہ نسل چینی معلوم
ہوتے ہیں۔۔۔ کچھ دیر بعد وہ سید ہی کھڑی ہو کر بولی ”تیوں زندہ ہیں۔ لیکن آخر کیوں۔۔۔؟“ کیا
تمہاری واپسی کا راز افشاء ہو گیا ہے۔۔۔؟“

”میں کہتا ہوں فضول باتیں مت کرو۔۔۔ میں جوزف ہوں، میں نہیں جانتا کہ گنوینڈا کون
ہے۔۔۔ میرا باپ تو پر تگالیوں سے لٹاتا ہوا را گیا تھا۔۔۔“

”میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اب ایسی کوئی بات اپنی زبان سے نہ نکالنا۔ تم ولی عہد
ہر بندزا ہو، والی بکانا کے بیٹے۔۔۔“

”اگر میں کبھی اس کو تسلیم کرلوں تو مجھے گدھے کاچھ سمجھنا۔“

”چلو یہی سکی! لیکن اب اس معاملے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔۔۔ اُو ہو وہ شاید ہو شو
میں آرہا ہے، اُس سے جو کچھ پوچھوں اس میں دخل انداز نہ ہوتا۔“

جوزف نہ اسامنہ بنائے ہوئے میز کی طرف بڑھا اور بوٹی اٹھا کر ہونٹوں سے لکھا۔ اس
دھیگا مشتی کے دوران میں بھی اس نے خیال رکھا تھا کہ اس میز پر آنچ نہ آنے پائے۔۔۔

”خدا کی پناہ۔۔۔!“ تالا بُو آبر بڑا۔۔۔ ”کیا تم یہ بھی نہیں جانتا چاہتے کہ یہ کون ہیں اور اس کا
مقصد کیا تھا۔۔۔؟“

”میں صرف تیر کرنے کی میشیں ہوں۔۔۔“ جوزف غریا۔۔۔ ”مجھے اس سے غرض نہیں کہ

”شاندوہیں کی آب و ہوامیں کسی نتیج پر پہنچ سکوں!“ یوسانے سنجیدگی سے کہا۔
 ”کیوں نہ چاقو سے تمہارے دلکھرے کر دیئے جائیں!“ جیسنے بھی سنجیدگی سے کہا۔
 وہ ہس پڑی، لیکن جیسن تلخ بچ میں بولا۔ ”اگر میں واقعی تم سے محبت کرنے لگا ہوں تو یہی کروں گا!“
 ”فضل بالتوں میں نہ پڑو۔“ ظفر اور دو میں بڑبڑا۔
 ”سوال تو یہ ہے کہ ہم اتنے احتی کیوں ہو گئے ہیں!“ جیسن بھنا کر بولا۔
 ”میا مطلب....؟“
 ”ہم اس کے اشاروں پر کیوں ناجار ہے ہیں!“
 ”اس کے علاوہ بھی کچھ اور سوچھے تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔ ہمارے جیب خالی ہیں۔ لکھ داپسی کے لئے نہیں کہ کسی طرح اسے جلدے کر اپنی راہ لیں!“
 ”تو ہم قطعی بے بس ہو چکے ہیں!“
 ”یقیناً... فی الحال ہماری یہی پوزیشن ہے!“
 اتنے میں یوسا اپنی سیٹ سے اٹھنے لگی۔
 ”کہاں چلیں....؟“ جیسن نے پوچھا۔
 ”ٹوانیست....! تم دونوں گونوں کی طرح بھانت بھانت کی آوازیں نکالتے رہو!“
 وہ چل گئی۔ ظفر اور جیسن منہ بنائے بیٹھے رہے... تھوڑی دیر بعد یوسا اپنی آگئی۔ لیکن اس کا چہرہ دہشت سے سفید ہو رہا تھا۔
 ”کیا بات ہے....؟“ ظفر چوک کر بولا۔
 ”خطرہ!“ وہ آہستہ سے بڑبڑا۔ ”ایہ ہم پاپے تے میں اتر کر پرنس کی قیام گاہ کی بجائے کسی ہوٹل کا رخ کریں گے!“
 ”اب ہم اس وقت تک تمہارے مشورے پر عمل نہیں کریں گے جب تک کہ اصل معاملات کا علم ہمیں نہ ہو جائے گا۔“ ظفر نے خشک بچہ میں کہا۔
 ”آخر کیوں....؟“
 ”اصولی بات ہے، ہم کب تک آنکھیں بند کر کے تمہارے ساتھ چلتے رہیں گے!“

بیف ہے یا مٹن، دوسری بوتل کھاں ہے....؟“
 ”میں تمہیں اتنی زیادہ نہیں پینے دوں گی!“
 ”تو پھر میں چیخ جس کر ساری دنیا کو آگاہ کر دوں گا کہ ہر بند انہیں جو زف ہوں!“
 ”اوہ.... آہستہ بولو.... وہ ہوش میں آ رہا ہے....!“
 جو زف اس کی طرف متوجہ ہو گیا، حملہ آوروں میں سے ایک اٹھ بیٹھا تھا لیکن اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپائے ہوئے تھا۔
 ”ہاتھ ہٹاؤ چرے سے!“ نالا بُو آگرچ کر بولی۔
 اس نے بوکھلا کر ہاتھ ہٹائے اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے کچھ بھائی نہ دیتا ہو۔
 پھر تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یورہائی نس! ہم کچھ نہیں جانتے، ہم سے جو کچھ کہا گیا تھا....!“
 ”کس نے کہا تھا....؟“
 جواب میں اس نے ایک بیہوش حملہ آور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں جانتا!“
 ”وہ کیا چاہتا ہے....؟“
 ”میں یہ بھی نہیں جانتا!“
 ”کیا تم گلگ چانگ کے آدمی نہیں ہو....؟“
 ”مادام، یورہائی نس پلیز.... میں کچھ نہیں جانتا!“
 ”نہیں جانتے تو جہنم میں جاؤ۔“ جزو اس کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑا۔

◆

لو یوسا ان دونوں کے لئے عذاب بن کر رہ گئی تھی۔ بھی جیسن پر جان چھڑ کتی اور بھی ظفر کے سر پر ہاتھ پھیرتی۔
 آکھنے سے تاہیت کے لئے پرداز کے آغاز پر اس نے ان سے کہا تھا۔ ”یہ ضروری نہیں کہ پرنس سے تاہیتی میں ملاقات ہو جائے۔“
 ”تو پھر تم ہمیں بھاں کیوں لے جاہی ہو۔؟“ ظفر نے پوچھا۔

ہوئی تھی۔

”اوہ... کہاں رہ گیا۔؟“ دفعنا ظفر چونک کر بولا۔
 ”ہاں خاصی دیر ہو گئی ہے۔!“
 ٹھیک اُسی وقت ایک ایرہ سر اسیمگی کے عالم میں ان کے قریب پہنچی۔
 ”یہ... یہ... وہ صاحب...!“ وہ جیمسن کی خالی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
 ”نائیک کے قریب یہوش پڑے ہیں...؟“
 ”نہیں...!“ ظفر تھیر انداز میں سیٹ سے اٹھ گیا۔
 ایرہ سر کی دی ہوئی اطلاع درست تھی۔ وہ جیمسن ہی تھا۔ افرش پر اونڈھا پڑا نظر آیا۔
 پشت پر کاغذ کا ایک ٹکڑا پس کیا ہوا تھا۔ جس پر شاید بہت جلدی میں لکھا گیا تھا۔!
 ”موت کے جزا میں فرشتِ اصل تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔!“
 تھیر فرانسیسی زبان میں تھی۔ ظفر نے لویسا کی طرف دیکھ کر پلکیں چپکائیں پھر اس
 پرچے کو جیمسن کی پشت سے الگ کر لیا۔ کچھ لوگ ان کی قریب آکھڑے ہوئے تھے۔
 ”کوئی خاص بات نہیں۔!“ ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ ”میرے ساتھی پر کبھی کبھی یہوشی کے
 دورے پڑتے ہیں، محض ابتدائی طینی امداد کافی ہو گی۔!“
 لوگ پچھے ہٹنے لگے۔ اور بازاں کا عملہ جیمسن کو دہان سے اٹھانے کی ٹکڑے دو دو میں مصروف
 ہو گیا۔ اقریباً میں پچیس منٹ بعد جیمسن کو ہوش آگیا۔
 ”اس سے براہ راست سوالات نہ کئے جائیں۔“ ظفر نے اوپری آواز میں کہا۔ یہ جیمسن کے
 لئے ایک اشارہ تھا کہ وہ حفاظت رہے۔
 ”کوئی خاص وجہ...؟“ قریب کھڑے ہوئے ایک مسافرنے کہا۔
 ”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں لہ اس پر یہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔“ ظفر نے خلک لجھے
 میں جواب دیا۔ ”براہ راست سوالات سے وہ پریشان ہو جائے گا۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کی
 کمزوری موضوع بحث بنے۔!“
 ”بات معقول تھی اس لئے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ سیٹ پر والبیں آنے کے بعد جیمسن
 آہستہ سے بولا۔ ”جب میں ٹوایاٹ کا دروازہ کھول رہا تھا کسی نے بے خبری میں میری گردن پر

”اچھا تو سنو! پرنس کے دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔!“
 ”کیا یہاں کوئی ایسا آدمی موجود ہے۔!“
 ”یقیناً...! بچھلی نشتوں میں سے ایک پر...!“
 ”کتنے آدمی ہیں...؟“
 ”صرف ایک کو پہچانتی ہوں! ہو سکتا ہے اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوں۔!“
 ”کوئی پہچان بتاؤ... میں بھی نوائیلٹ کو جاتے ہوئے اس پر ایک نظر ڈالوں گا۔!“
 ”کانوں تک اٹھے ہوئے شانوں والا بلڈاگ! شاید یہاں یوسیں نشست پر...!“
 ظفر اٹھ گیا۔ لویسا کے بیان کی تصدیق ہو گئی، بھاری جیزوں والا اس قدر کوتاہ گردن
 آدمی تھا کہ کاندھے کانوں کی لوؤں تک آپنچے تھے... اور آنکھوں کی بناوٹ اذیت پسندی کی
 نشاندہ ہی کر رہی تھی۔ بظاہر ماحول سے بے پروہ نظر آرہا تھا۔ لیکن ظفر کی چھٹی جس کہہ رہی تھی
 کہ پوری طرح باخبر آدمی ہے۔!
 وہ نوائیلٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
 یقیناً اس کی صورت ابھی ہی تھی کہ عورتیں صورت ہی دیکھ کر دہل جائیں۔!
 واپسی پر جواب طلب نظر وہ لویسا نے اس کی طرف دیکھا تھا اور وہ سر کو خفیف سی
 جبشن دے کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔
 ”کہاں کا باشندہ ہے...؟ میں اس کی قومیت کا اندازہ نہیں کر سکا۔...“ ظفر کچھ دیر بعد
 بولا۔
 ”اس کی ماں پوپیشی تھی اور باپ چینی، تپار اپو کا باشندہ ہے۔ اور وہاں زہر میں مینڈک کے
 نام سے مشہور ہے۔!
 ”یعنی ڈیملی فرگا۔!“ جیمسن ہنس پڑا۔
 ”آہستہ بولو... یہی کہلاتا ہے اصل نام کم ہی لوگ جانتے ہیں...!“ لویسا نے خوف زدہ
 لمحے میں کہا۔
 ”ذرا میں بھی زیارت کرلوں۔“ جیمسن اٹھتا ہوا بولا، اس کا لہجہ تحقیک آمیز تھا۔
 ظفر اور لویسا گفتگو کرتے ترہے۔ پھر شاید وہ منٹ گزر گئے تھے جیمسن کی واپسی نہیں

نا تھے مار اور پھر..... مجھے کچھ یاد نہیں کہ..... کیا وہ بدیعت اپنی سیٹ سے اٹھا تھا...؟
”علوم نہیں.... ہم اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔!“ ظفر نے جواب دیا اور جیب سے وہ
پرچہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جس پر کسی فرشتہ اجل کی تحریر تھی۔

”کیا مطلب....؟“ جیمسن چوک پڑا۔

”یہ تمہاری پشت پر بن کیا ہوا تھا...!“

”اوہو.... تب تو.... آپ نے اسے چھپا کر اچھا نہیں کیا....؟“

”کیوں....؟“

”ہو سکتا ہے! وہ محض اپنے شبے کی تصدیق کرنا چاہتا ہو۔! نہیں یور ہائی نس۔ اس کا اعلان
ضروری ہے۔!“

”امتنونہ بنو۔!“

”جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس کی موافقت کی کوئی دلیل بھی رکھتے ہیں۔!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ جیمسن کہتا رہا۔ ”اگر اسے ہمارے متعلق کسی قسم کا لیکن ہے تو بھی ہمارا یہ
رویہ مناسب ہو گا۔ اور اگر محض شبے میں جلا ہے تو مناسب ترین کہ لیجھے۔!“

”غایبا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!“ ظفر نے پر تھیر لیجھے میں کہا۔

دقائق جیمسن انھ کھرا ہوا۔ اور بلد آواز میں بولا۔ ”خواتین و حضرات! بھی پر بیہوشی کے
دورے ضرور پڑتے ہیں لیکن اس وقت میں اس کا شکار نہیں ہوا تھا۔!“

لوگ توجہ اور دلچسپی سے آس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”پھر کیا ہوا تھا...؟“ ایک آواز ابھری۔

”میں ٹو اسیلٹ میں داخل ہو رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میری گرون پر کرائے کا چاٹلا تھا
مار کر بیہوش کر دیا تھا۔ میرے ساتھی کو میری پشت پر ایک تحریر پن کی ہوئی ملی ہے۔ آپ بھی
ملاظہ فرمائیے۔ لکھا ہے، موت۔ جزاڑی میں فرش اجل تھیں خوش آمدید کہتا ہے۔!“

”بڑی عجیب بات ہے۔!“ ایک خوف زدہ سی آواز ابھری۔

جیمسن نے براسمنہ بن کر کہا۔ ”میں اسے نھیں مذاق بھی نہیں سمجھ سکتا تو پھر کیا یہ جہاز
جس موت کے جزاڑ کی طرف جا رہا ہے۔!“

”بکواس ہے.... بکواس ہے....!“ کنی آوازیں بیک وقت ابھریں۔!

”تو پھر خواتین و حضرات....! اب مجھے مشورہ دیجئے کہ ہم کیا کریں.... ایک خاتون بھی
ہمارے ساتھ ہے۔!“

ستاخا چھا گیا! ظفر سنتھیوں سے ڈیٹیلی فرگاگ کی طرف دیکھے جا رہا تھا لیکن اس کے پھرے پر
تھیر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا.... احقدانہ انداز میں منہ کھل گیا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی
تھیں۔! جہاز کے ذمہ دار افراد جیمسن کے قریب آکھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک نے وہ پرچہ
بھی طلب کیا۔!

”یہ رہا.... ملاحظہ فرمائیے۔!“

وہ اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”لیکن آپ کے ساتھی نے تو اس وقت کی تحریر کا تذکرہ نہیں کیا
تھا۔!“

”ڈر پوک آدمی ہے۔!“ جیمسن کا بر جستہ جواب تھا۔

”کیا آپ کو کوئی پر شہر ہے....؟“

”ہرگز نہیں....! میرے لئے سب اجنبی ہیں۔!“

”بہر حال میری دانست میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیوں کہ آپ جنت ارضی تائیقی کی
طرف پر وازا کر رہے ہیں۔“ جہاز کے ذمہ دار آدمی نے اتنی اوپنی آواز میں کہا کہ آس پاس کے
دوسرے لوگ بھی نہیں سکتیں۔

”ہم خائن فرمانیں ہیں۔!“ جیمسن نے شانوں کو جبش دی اور بیٹھ گیا۔

”یہ اچھا نہیں ہوا....!“ لوئیسا آہستہ سے بوئی۔

”جب تک ہم اندر ہیرے میں رہیں گے بھی ہوتا رہے گا۔“ جیمسن نے خنک لبھے میں
کہا۔ ”مقصود کا علم ہوئے بغیر کوئی راہ متعین نہیں کی جاسکتی۔“ ظفر الملک نے اسے ٹوٹ لئے والی
نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا اتنا بتا دینا کافی نہیں کہ تم دونوں پرنس کے لئے کام کر رہے ہو۔ اتنی بڑی بڑی تجویز
تمہیں میں گی کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے....؟“

”نہیں ہوئی بات....!“ جیمسن بول پڑا۔ ”لیکن اس انکشاف سے ہماری مشترکہ محبت خطرے

میں پڑ گئی۔

”ہرگز نہیں۔“ لوئیسا سر ہلاکر بولی۔ ”ہم تینوں جہاں بھی رہیں گے ساتھ ہی رہیں گے۔!“

”ولیکن اگر کسی ایک کے لئے فصلہ نہ کر سکیں۔!“

”تو پھر مجبور ادوانوں سے محبت کرتی رہوں گی۔!“

”تم فضول بتائیں کیوں شروع کر دیتے ہو۔!“ ظفر جیکس کو گھورتا ہوا بولا۔

”بجہ کرنے کو کچھ نہ ہو تو فضول بتائیں زندگی کا سہارا بن جاتی ہے۔!“

”خاموش رہو۔!“

”ویسے میری ایک اہم بات بھی سن لیجئے۔!“ جیکس نے اردو میں کہا۔ ”کیا آپ اب بھی بھی

سمجھتے ہیں کہ یہ محض اتفاق ہے اور عمر ان صاحب نے تائیں کا چکر یونہی بے مقصد چلایا تھا۔“

”قطعی نہیں۔!“ ظفر سر ہلاکر بولا۔ ”میں بہت پہلے سے اس پر غور کرتا رہا ہوں۔“

”تو پھر اب ہمیں مختار رہنا چاہئے۔!“

”اس طرح اٹھ کر اعلان کر دینا تو احتیاط نہیں تھی۔“

”میں صرف یہ جتنا چاہتا تھا کہ خاکہ خواہ وہ تحریر یعنی فرشتہ اجل کی کیوں نہ رہی ہو۔“

.....



تینوں حملہ آور اسی بیٹگلے کے ایک کمرے میں مقید کر دیئے گئے تھے۔ اور یہ بڑی عجیب بات تھی کہ وہاں جوزف اور تالابوآ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ تالابوآ خود اپنے ہاتھوں سے کھانا اور ناشستہ تیار کرتی تھی۔

دوسری صبح جوزف نے اُس سے پوچھا۔ ”آخر تینوں کا کیا ہو گا۔۔۔؟“

”بھوکے مر نے دو۔!“ وہ ناگواری سے بولی۔

”نہیں۔! یہ ایک غیر انسانی حرکت ہو گی۔! میں اس کی اجلذت نہیں دے سکتا۔!“

”لیکن پچھلی رات تمہاری انسانیت کہاں تھی جب تم نے انہیں اتنی بے دردی سے مارا تھا۔!“

”پچھلی رات وہ حملہ آور تھے اور اس وقت بے بس ہیں۔!“

”میں ان کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔!“

”مجھے علم ہے کہ تمہارے پاس ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی خدا بھی موجود ہے اس لئے انہیں بھوکا نہ مارو۔۔۔ کچھ ڈبے انہیں دے دو۔!“

”تم بالکل سادھو ہو گئے ہو۔۔۔! باشابت کیسے کرو گے۔!“

”باشابت تو میرے جوتے بھی کر سکتے ہیں۔۔۔ لیکن میں۔۔۔ جوزف آسان والے کا غلام اپنی کھال میں رہنا چاہتا ہوں۔!“

”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ وہ تو ہوتا ہی رہے گا۔“ تالابوآ نے گھری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کچھ دیر بعد یہاں بیکھڑا کے عماکہ میں پہنچنے والے ہیں۔ ذرا محاطر رہنا۔۔۔ تم ان سے یہ نہیں کہو گے کہ تم ولی عہد ہر بندہ نہیں ہو۔!“

”میں نہیں جانتا کہ میرے پاس نے مجھے کس جہنم میں جھوک دیا ہے۔!“

”میں تم سے استدعا کرتی ہوں۔ انسانیت کے نام پر درخواست کرتی ہوں کہ جو کچھ کہا جائے وہی کرو۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے دشمنوں نے تمہاری برین واشنگ کر دی ہو۔!“

”تم شاید یہی کہنا چاہتی ہو کہ میں شہزادہ ہر بندہ اپنی یادداشت کو بیٹھا ہوں۔“

”اس کے علاوہ اور کیا سمجھوں جبکہ تم اپنی پیاری بیوی تالابوآ کو بھی اجھی سمجھ رہے ہو۔!“

”آسان والا ہی جانے کیا چکر ہے۔“ جوزف خندی سانس لے کر بولا۔ ”یا پھر وہ جانتا ہو گا جس کی کھوپڑی میں آسان والے نے زمانے کی عقل اکٹھی کر دی ہے۔!“

”کس کی بات کرو رہے ہو۔۔۔؟“

”اپنے بس کی۔!“

”اوہ۔۔۔ وہ یو تو ف آدمی۔۔۔!“

”تالابوآ تمیز سے بات کرو، ورنہ تمہاری زبان گدی سے کھینچ دوں گا۔!“ مجھ بھی ہزار آدمی اس پر قربان۔۔۔!“

”میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔! تم سب کی سفونے گے، لیکن اپنی نہیں کہو گے۔!“

”محض اس خیال سے بات نہیں کروں گا کہ بس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی ہدایت نہیں مل تھی۔!“

پھر تالابوآ ناشستے کے انتظام کے لئے چلی گئی تھی! اور جوزف بیٹھا سوچتا رہا تھا۔ بس نے

تائیقی کی بات بے وجہ نہ چھپری ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ محض ترغیب رہی ہو۔ بہر حال وہ اس وقت تائیقی کے صدر مقام پاپ اے اے تے میں بیٹھا ہوا تھا اور پچھلے دن اس نے پوبارے پنجم کے مقبرے کی زیارت بھی کر لی تھی جو پاپ اے اے تے کی مصافتیں ہی میں واقع تھا۔... منخوس مقبرہ جس نے اسے اس کے پیاروں سے چھڑا دیا تھا۔... کاش.... اس نا معقول خواہش نے جنم ہی نہ لیا ہو تاہم ہونہ پوبارے پنجم....!

پھر سلسلہ خیال نالابوآکی آمد سے ٹوٹ گیا۔

”تمہارے دونوں ساتھی جن کے لئے تم نے خط لکھا تھا، پچھلی رات یہاں پہنچ گئے ہیں....؟“ اس نے اطلاع دی۔

”کہاں ہیں....؟“ جوزف کے دانت نکل پڑے، شاید بہت دونوں کے بعد مسکرایا تھا۔

”روانو میں مقیم ہیں....! اور وہ لڑکی لوکیماں بھی ان کے ساتھ ہے۔!“

”انہیں یہاں بلاو.... کہیں اور ٹھہر نے کی کیا ضرورت ہے۔!“ جوزف نے ناخوش گوار لجھ میں کہا۔

”فی الحال لوکیماں سے مناسب نہیں سمجھتی۔ اس لوکی نے ہماری بہت مرد کی ہے۔ میں اس کی شکر گزار ہوں۔!“

”میں ان سے جلد از جلد ماننا پا تاہوں۔!“

”وہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن اب تم لباس تبدیل کرلو.... ہو سکتا ہے بنکاتا کے عماندین۔!“

”جہنم میں جائیں بنکاتا کے عماندین.... ان کی بجائے اگر بس والی چھ با تلیں آجائیں تو بات بھی تھی۔!“

”لکھو....! ان پر یہ ظاہر نہ نہیں دیکھا۔“

”یہ بھی بتا دو کہ مجھے کب تک زندہ رہنا ہے۔“ جوزف پھاڑ کھانے والے لجھ میں بولا۔ ”اگر

میری ہی طرح سیاہ نہ ہوتیں تو تمہارا گلگھونٹ دیتا۔!“

”میرا جو چاہو حشر کرو.... لیکن بنکاتا کی بادشاہت بہر حال برقرار رکھنی ہے اسے کبھی نہ بھولنا۔!“

”جاونا شستہ لاو.... اوکھوں کا بنکاتا کی بادشاہت کو۔!“

ناشہ ختم کر کے وہ اٹھتے تھے کہ بنکاتا کے چھ بڑے آدمی وہاں آپنچے، وہ سب نالابوآ اور

جوزف ہی کی طرح سیاہ قام تھے۔!

انہوں نے ان دونوں کو غلاموں کی طرح تعظیم دی۔

”ہمیں کئی دن پہلے ہی علم ہو چکا تھا کہ آپ تائیقی پہنچ رہے ہیں۔!“ ان میں سے ایک نے کہا۔ ”لیکن میں نے تو پرسوں اطلاع بھجوائی تھی۔“ نالابوآ آخرت سے بولی۔

”آس پاس کے دوسرے جزا میں بھر مشہور ہو چکی ہے۔!“

”خوب....! توکل رات اسی وجہ سے حملہ ہوا تھا۔!“

”حملہ ہوا تھا....!“ ان سب نے یک وقت حیرت ظاہر کی۔!

”ہاں.... تین حملہ آور تھے۔ لیکن پرنس نے تینوں کو بے بس کر دیا۔... وہ ہماری قید میں ہیں۔!“ نالابوآ آچک کر بولی۔

”کس نے حملہ کرایا تھا....؟“ ان میں سے ایک نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”وہ اسے اگلے پر تیار نہیں۔!“

”ہم اگلوالیں گے....!“

جوزف نے اس شخص کو گھور کر دیکھا اور وہ نظریں چرانے لگا۔!

”نہیں یہاں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ انہیں ساتھ لے چلو۔“ نالابوآ بولی۔ ”اور اس کے لئے رات ہی کافر مناسب ہو گا۔!“

جوزف خاموشی سے سب کچھ سن تھا۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ کسی بات میں دخل اندازی رہے۔ ورنہ سامنے کی بات تھی کہ جن لوگوں کے تین آدمی کئی گھنٹوں سے غائب ہوں کیا نہیں۔ ن کے سلسلے میں تشویش نہ ہو گی اور کیا وہ اس تک میں نہ ہوں گے کہ انہیں ڈھونڈ نکالیں ظاہر فاک جہاں وہ بھیجے گئے ہوں گے وہیں سے اُن کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہو سکیں گی۔



”ہماری گمراہی ہو رہی ہے۔“ لوکیمانے ظفر کو اطلاع دی۔

”تو پھر ہم کیا کریں۔!“ ظفر جھنجھلا کر بولا۔

”مختار رہو۔!“

”نشیخت کا شکر یہ۔!“ ظفر نے نظریے لمحے میں کہا۔

”تو یہ مخالفت باہر کی ہے!“

”ایسے حالات میں یہی کہا جاسکتا ہے!“

”لیکن باہر کے آدمی کو اس سے کیا سروکار!“

”میں کہہ بچکی ہوں کہ تفصیل کا مجھے علم نہیں!“

”تمہاری کیا پوزیشن ہے....؟“

”بکانٹا کے شاہی خاندان سے ہمدردی ہے۔ کیوں کہ میرا باپ شاہ بکانٹا کا پرشل سید کڑی رہ پکا ہے....!“

”بکانٹا میں تمہارے علاوہ اور بھی سفید قام خوبصورت لڑکیاں ہوں گی!“ جیمن نے پوچھا۔

”قطیعی نہیں....! میرے علاوہ ایک بھی ایسی لڑکی تمہیں دہاں نصیب نہیں ہو گی۔“

”پھر آپ کا کیا ہو گا.... یور ہائی نس....!“ جیمن نے ظفر سے پوچھا۔

”میں صبر کر لوں گا....!“ ظفر نے مختندی سانس لے کر کہا۔

لباد آدمی سگریٹ خرید کر باہر جا چکا تھا۔

”میں دیکھتا ہوں کہ یہ کس چکر میں ہے!“ ظفر اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھ جاؤ....! میں اس کا مشورہ نہیں دے سکتی!“

”اوہ.... تو کیا تم ہم پر حکم چلاو گی۔“ ظفر نے تنخ بجھ میں کہا۔

”اے میرے پیارے کے ساتھی!“ وہ نہ کر بولی ”تم مینڈولن بہت اچھا بجاتے ہو.... جاؤ اپنے کمرے سے مینڈولین انھالاو.... میں گانا چاہتی ہوں!“

”معقول مشورہ ہے!“ جیمن سر ہلا کر بولا۔ ”تھیں یہی سوچنا چاہئے کہ ہم یہاں صرف عیش کرنے آئے ہیں!“

ظفر رہائش کمروں کی طرف چلا گیا۔

”اوہ....! تو کیا واقعی ہر ہائی نس مینڈولین لینے گئے ہیں۔“ جیمن بڑا بڑا۔

”مودو تو ایسا نہیں لگ رہا تھا!“ لو یمانے اُسے گھوتے ہوئے کہا۔ ”تم اس کی بڑی عزت لرتے ہو۔ کیا حقیقتاً کسی شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔“

”تمہیں اس میں شبہ نہ ہونا چاہتے۔ ہمارے یہاں ہر تیسرا آدمی کوئی نہ کوئی مخصوص زادہ

جمیں نہ ہے۔ اور بولا۔ ”اگر تم نے یہ اطلاع مجھے دی ہوئی تو بڑے پیار سے پیش آتا!“

”میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔“ وہ مز کراس کی آنکھوں میں دمکھتی ہوئی مسکرائی۔

”کیا فیصلہ کر لیا....؟“

”میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں.... تمہاری ڈاڑھی انسانیت کا گھیت ہے!“

”دوسرے الجملہ خطرناک ہے....!“

”کیوں....?“

”ہو سکتا ہے کچھ دنوں کے بعد کہہ بنیو کہ فصل پک کر تیار ہو گئی ہے، اب کھیت کرنا چاہئے!“

”نہیں....! اور وقت.... ڈاڑھی سمیت تمہیں چاہتی ہوں!“

ٹھیک اُسی وقت ایک طویل قامت آدمی رو داؤ کے ڈائینگ ہال میں داخل ہوا۔ اور لو یما آہستہ سے بولی۔ ”مجھے اسی پر شہر ہے!“

ناشرہ نہوں نے ڈائینگ ہال میں کیا تھا اور اس کے بعد سے یہیں پر بیٹھ رہے تھے!

اس وقت یہاں قیام کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا!

”کیا یہ یہیں مقیم ہے!“ ظفر نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ یہاں مقیم نہیں ہے۔“ پچھلی رات جب ہم مون ٹیسائیں اندر ہی لڑکی کا گیت سن رہے تھے یہ ہمارے قریب ہی موجود تھا۔ ہو سکتا ہے ڈیپلی فرگ کا آدمی ہو۔“

”وہ خود تو پھر دکھائی نہیں دیا!“

”ایک طاقت ور گروہ کا سر غنہ ہے، اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ سڑکوں پر مارا مارا پھرے، اُس کے آدمی ہی کافی ہیں!“

”غیر.... غیر.... ہمیں انجمن ہی بنے رہنا چاہئے۔“ ظفر سر ہلا کر بولا۔

”میری دانت میں بھی یہی مناسب ہے۔! لیکن غافل نہ ہو جانا چاہئے!“

لباد آدمی کاؤنٹر کے قریب کھڑی ہوئی لڑکی سے سگریٹ خریدنے لگا تھا۔

”سوال تو یہ ہے کہ آخر پر نس کی مخالفت کیوں....?“

”میں تفصیل سے نہیں جانتی....! لیکن نہ تو کوئی اُس کے تحت کاد عوے دار ہے اور نہ بکانٹا ہی میں اُس کی مخالفت ہے!“

ہے۔ شہزادہ سے لے کر فقیرزادہ تک... ہر نام کے ساتھ زادگی کا دم چھلا ضروری ہے۔!

”اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا!“

”لپک حرام زادہ!“

”یہ کیا ہوتا ہے...!“

”بہت اونچا ہوتا ہے... اس کے بارے میں اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ ہے کیا چیز...!“

”واقعی ایسے ہی معلوم ہوتے ہو۔!“

لبآ آدمی پھر کرے میں داخل ہوا... لیکن اس بار تہاں نہیں تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ ان کے جسموں پر کسی مخصوص ملکے کی وردیاں تھیں۔!

”اوہ... کشمکش کے لوگ ہیں۔“ لوئیسا بڑا بڑا۔

وہ سیدھے انہی کے پاس آئے تھے۔

”آپ کے کاغذات۔“ ان میں سے ایک نے جیمن کو مخاطب کیا۔

”ضرور... ضرور...!“ جیمن اٹھتا ہوا بولا۔ لیکن پہلے تو بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہم یہاں کے لئے بالکل اجنبی تو نہیں ہیں۔!

”حالات بدلتے رہتے ہیں موسیو...!“

لوئیسا اور جیمن رہائشی کرے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ لبآ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھہریے۔“ وہ دونوں رک کر مڑے۔

”آپ کا پورا سامان آپ کے پاس موجود ہے نا۔“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں... ہاں، کیوں نہیں۔!“ جیمن بولا۔

”شاید آپ بھول رہے ہیں، آپ کا ایک سوت کیس کشم پوسٹ پر موجود ہے۔“

”کسی اور کا ہو گا...!“

”کیا آپ کے سامان پر نشانات موجود ہیں۔!“

”ہم زر انہیں چیک کریں گے۔“ لبآ آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”تم یہیں ٹھہر و۔“ لوئیسا نے جیمن سے کہا۔ ”میں اور ظفر سامان یہیں اٹھاتے ہیں۔!“

”نہیں تکیف نہ کیجئے ہم خود کروں تک چلتے ہیں۔“ لبآ آدمی نے زم لجھے میں کہا۔ ”بی نہیں شکر یہ...! سامان یہیں آئے گا۔“ لوئیسا تلخ لجھے میں بوی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔ لبآ آدمی نے اپنے باور دی ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کیا ان محترمہ کاروویہ درست تھا۔!“

وہ کچھ نہ بولے.... تھوڑی دیر بعد صرف ظفر دکھائی دیا جس نے دو بڑے سوت کیس اٹھا کر گئے۔ ان کے قریب پہنچ کر دونوں سوت کیس فرش پر رکھ دیئے اور دوبارہ واپسی کے لئے مڑا۔

”ذر اٹھہریے۔!“ لبآ آدمی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”وہ محترمہ کہاں ہیں....!“ ”کیوں....؟“ ظفر نے جارحانہ انداز میں سوال کیا۔

”آن کا سامان....!“

”وہ بھی لا رہا ہوں.... اسی پھول سی لا کی کم از کم میری موجودگی میں وزن نہیں اٹھا سکتی۔“ ”آن کی موجودگی ضروری ہے....!“

”اپنے کمرے میں موجود ہے۔!“

”آن سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔!“

”تشریف لے جائیے کرہ نمبر سترہ....!“

لبآ آدمی اپنے ساتھ ایک باور دی آدمی کو لے گیا تھا۔ دوسرا دو ہیں کھڑا رہا۔ ”آخر قصہ کیا ہے۔“ جیمن نے اسے مخاطب کیا۔

”میں نہیں جانتا....!“ اس نے غصیلے لجھے میں کہا۔

”اس بار تاہیتی جہنم بن گیا ہے یورہائی نس....!“ جیمن ظفر کی طرف دیکھ کر بولا۔

”ہمیشہ حالات یکساں نہیں رہتے... مجھے خود بھی حرمت ہے۔ لا کیوں سے لفٹ نہیں مل رہی۔“ ظفر کا جواب تھا۔ اس بار باور دی آدمی نے اسے بڑی نفرت سے گھورا۔ پھر شاید ہمیں طور پر تھوکا بھی ہو۔ چہرے سے تو یہی مترش ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس آگئے لیکن ان کے تیور اچھے نہیں تھے۔ ”کرہ نمبر سترہ خالی ہے۔“ لبآ آدمی غریباً۔

پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر ان کا سامان جیپ میں رکھ دیا گیا۔ ظفرالملک نے صابطے کی کارروائی پر نظر کھی تھی۔

جیپ چل پڑی، ظفر اور جیمسن اس طرح بخانے گئے تھے کہ وہ لوگ ان پر چھائے رہ سکتیں۔

”کیا آپ کو علم تھا کہ وہ غائب ہو جائے گی۔“ جیمسن نے ظفر سے اردو میں سوال کیا۔!

”ہرگز نہیں...! مجھے بھی اس اطلاع پر اتنی ہی حیرت ہے جتنی تمہیں ہو سکتی ہے۔“

”پتا نہیں کیا پچکر ہے، کہیں دیارِ غیر میں بھیک ہی نہ مانگنی پڑے۔ آپ کے پرس کی کیا پوزیشن ہے یورہائی نس...!“

”کم از کم ایک ہفتے بے قلکری سے گزر جائے گا!“

کاڑی ساصل کے قریب سے گزرنے والی طویل سڑک پر نکل آئی اور جیمسن چوک کر بولا۔

”ہم ایک پورٹ کی طرف تو نہیں جا رہے۔!“

”خاموش بیٹھے رہو۔“ ایک باور دی آدمی نے گرج کر کہا۔ ساتھ ہی اُس کا روپ اور بھی ہولٹر سے نکل آیا تھا۔

”ہوں تو یہ بات ہے۔“ ظفر نے طویل سانس لی۔



لوئیسا اپنا چھونٹا سا سوت کیس اٹھائے اس عقبی دروازے سے نکل گئی تھی جو کچن کی ضرورت کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

تیز رفتاری سے اُس نے کئی گلیاں طے کیں اور بازار میں جا پہنچی جہاں چاروں طرف چینی تاجریوں کی دکانیں تھیں۔!

بہت احتیاط سے گردوبیش کا جائزہ لے کر ایک شوروم میں داخل ہو گئی۔ یہاں تاذ کے پتوں کی ہٹائی سے تکمیل دی ہوئی مصنوعات کا کارڈ بار ہوتا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچے بیٹھے ہوئے بوڑھے آدمی نے اُسے دیکھ کر سر کو جبنش دی اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر ہوا۔!

”وہ کہاں ہے....؟“ لوئیسا نے اُس کے قریب پہنچ کر اہستہ سے پوچھا۔

”اُس نے تو مجھے پاگل بنا کر کہ دیا ہے.... مادام....!“ بوڑھے چینی نے مغموم لہجے میں کہا۔

”کیوں کیا ہوا....?“

”نہیں...!“ ظفر تھیر آمیز انداز میں چوک پڑا تھا۔ جیمسن اس روئیے میں بناوٹ کا شابیہ بھی محسوس نہ کر سکا۔

”ہتاو... وہ کہاں گئی....؟“ لمبے آدمی کا لہجہ اس بار بہت بُرا تھا۔ دونوں اپنی توہین محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے۔

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔“ ظفر نے بھی لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”ہوش میں رہ کر بات کرو تم لوگ....! کیوں کہ زیرِ حرast ہو۔!“

”کیا مطلب....؟“ جیمسن آگے بڑھ کر بولا۔

”تم اپنا سوت کیس وہیں چھوڑ کر آئے تھے جس میں غیر قانونی اشیاء تھیں۔“

”یہ جھونٹا لرام ہے۔!“

”اپنا سامان اٹھاؤ اور چلو ہمارے ساتھ... وہ تو عقینی دروازے سے فرار ہو گئی۔!“

”میاچیج فرار ہو گئی۔“ جیمسن نے سوال کیا۔

لیکن ان میں سے کسی کے بولنے سے قبل ہی ظفر نے کہا۔ ”اگر فرار ہو گئی تو پھر وہ قابلی اعتراض سوت کیس اُسی کا ہو گا۔!“

”کیا مطلب....؟“

”تین چار دن قبل ہماری ملاقات نیوزی لینڈ میں ہوئی تھی۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ حقیقتاً کون ہے۔!“

”ہم کچھ نہیں جانتے... تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ ہمارے آفسر کے سامنے جواب دہی کر لینا۔!“

”ہم ضرور چلیں گے۔ لیکن تم نے اس سلسلے میں صابطے کی کارروائیاں مکمل کر لی ہیں۔!“

”کیسی کارروائیاں....؟“

”ہوٹل میں ہمارے ناموں کے ساتھ لکھو گے کہ تم کون ہو، اور ہمیں کہاں لے جا رہے ہو۔!“

”ہم یہ سب کچھ کر لیں گے، تمہیں اپنے سامان سمیت ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔!“

ظفر نے جیمسن کی طرف دیکھا، وہ مسکرا رہا تھا۔ ”کیا حرج ہے یورہائی نس، ہم یہاں تفریق ہی کے لئے تو آئے ہیں۔!“

”اُس نے مرا حاکم ہو گا!“ لوئیسا مسکرائی۔ ”چھپڑ چھاڑ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا... میں نے اُس کے ناپ کا اندازہ کر لیا ہے۔!“

”مگنگ چانگ بھی کھل نہیں ہے... آپ بھی جانتی ہیں!“
”ہاں میں جانتی ہوں.... خیر... اس پر پھر بات کریں گے... زہریلے مینڈک کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔?“

”میرے آدمیوں نے اُسے ابھی تک یہاں نہیں دیکھا!“
”ہوں....!“ لوئیسا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ لیکن بوڑھاٹونے والی نظروں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔!

”تو ہوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ ”میا آپ یہاں شہریں گی....؟“
”میں اُس کا انتظار کروں گی۔!“

ٹھیک اُسی وقت کی نے دروازے پر ٹھوکر کر ماری اور اندر گھستا چلا آیا۔ بوڑھے کے ہاتھوں سے گلاس چھوٹ گیا۔

خوفناک صورت والا ”زہریلے مینڈک“ اُن کے سامنے کھڑا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہست تھی۔

لوئیسا جس حال میں تھی اُسی طرح پڑی رہ گئی۔ بوڑھے کامنہ کھل گیا۔
”شاید ابھی یہاں میرا ہی ذکر ہو رہا تھا۔“ مسکراہست ذرا اونی آواز میں تندیل ہو گئی۔ کوئی کچھ نہ بو لا۔ ذیلی فرماگ نے لوئیسا کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ”تم میرے ساتھ چلو گی۔ ان جزاں پر میری آنکھیں مسلط ہیں.... مجھ سے کوئی بھی نہیں چھپ سکتا....!“
لوئیسا کسی سحر زدہ کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی۔!



سفر کا اختتام ایک ساحلی عمارت کے قریب ہوا۔ یہاں دور، دور تک کسی دوسری عمارت کل وجود نہیں تھا۔

”آترو....!“ لبے آدمی نے ظفر اور جیمسن کو مخاطب کیا۔
”ہیئت آفس شہر سے بہت دور ہے۔!“ جیمسن سوت کیس سنبھال کر گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔

”سبھی میں نہیں آتا کس طرح بتاؤ۔!“
”میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“
”اُس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!“
”وہ ہے کہاں....؟“

”ابھی زرادیر پہلے آیا تھا اور آپ کے لئے یہ لفاف دے کر چلا گیا ہے۔!“
اُس نے کاؤٹر کے نیچے سے ایک لفاف نکال کر لوئیسا کی طرف بڑھا دیا۔
لوئیسا نے کاپنے ہوئے ہاتھ سے لفاف چاک کیا۔ اس کے لئے پیغام تھا۔ ”تم نے ان دونوں کے ساتھ نہ جا کر غلطی کی ہے، پہلے ان لوگوں کو صرف شبہ تھا۔... اب یقین ہو جائے گا۔
بہر حال اب تمہارے لئے تین مناسب ہو گا کہ پرانس کے پاس پہنچ جاؤ۔ اس کے لئے تمہیں میری واپسی تک یہیں انتظار کرنا پڑے گا۔“
پرچے کو دوبارہ لفاف سے میں رکھتے ہوئے اُس نے طویل سائنس لی اور بوڑھے سے بولی ”میں یہیں رہ کر اس کا انتظار کروں گی۔!“

بوڑھے نے کاؤٹر کے مقابلے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ اندر چلی آئی۔
کمرہ عمده قسم کی فرنچیز سے آرائتہ تھا۔ مختلف جگہوں پر تازہ پھولوں سے سجائے ہوئے گلداں رکھے ہوئے تھے۔ اشیاء انہی پھولوں کی ملی جملی خوبیوں سے کمرے کی فضامہک اٹھی تھی۔
وہ ایک آرام کر سی پر نیم دراز ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں سے شدید ترین پریشانی جھلک رہی تھی۔
”تو ہوڑی دیر بعد بوڑھا کسی مشروب کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔
”شکریہ۔! میں خواہش نہیں محوس کر رہی۔!“ لوئیسا بولی۔

بوڑھے نے ٹرے میز پر رکھ دی اور فلاں سے گلاس میں اپنے لئے مشروب اٹھانے لگا۔
مشروب کی ایک چکلی لے کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”وہ آدمی تو بالکل الحق معلوم ہوتا ہے مادام....!“

”اس کے باوجود بھی ہم سب اُس کے چارچ میں دیئے گئے ہیں۔!“
”چھپلی رات مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کنگ چانگ تو اس بیٹھ کو کہتے ہیں جس نے اٹھے دینا بند کر دیئے ہوں۔!“

”پھر اس عورت کا کیا ہو گا جو فرار ہو گئی ہے!“
 ”وہ عورت بھی ہماری نہیں تھی۔ پتا نہیں کس کی بلا گلے پڑ گئی تھی۔ اچھا تم ہی بتاؤ...“
 ”اگر کوئی اتنی خوبصورت لڑکی تم سے دوستی کی خواہش مند ہو تو کیا تم انکار کر دو گے....؟“
 ”عقل منڈی کا تقاضا ہی ہے کہ عورت کی طرف سے بڑھا ہوا دوستی کا ہاتھ نظر انداز کر دیا جائے!“
 ”خدا کرنے میں اس دن زندگی نہ رہوں جب مجھ سے ایسی حرکت سرزد ہو!“ ظفر بولا۔
 ”بس تو پھر خیڑاہ بھکنے کی لئے تیار ہو!“
 ”کیا اسٹکنگ کا چکر ہے....؟“ جیسن نے پوچھا۔
 ”میں نہیں جانتا...!“ وہ سر جھلک کر بولا۔ ہم سے جو کچھ کہا جاتا ہے، کرتے ہیں اور بس۔!
 ظفر نے جیسن کو خاموشی اختیار کرنے کا اشارہ کیا۔
 ایک گھنٹہ گزر گیا لیکن ”باس“ کی شکل نہ دکھائی دی۔ لمبا آدمی اب بھی وہی موجود تھا اور
 دروازے پر اشین گن بھی بدستور نظر آرہی تھی۔
 ظفر نے اکٹائے ہوئے انداز میں جہاں لے کر گھری دیکھی اور لمبے آدمی کو مخاطب کر کے
 بولا۔ ”اب تو بھوک لگ رہی ہے.... دوست....!“
 ”باس کی آمد سے قبل تم مر بھی نہیں سکو گے۔“ جیسن نے لمبے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”کیا کبواس ہے....!“
 ”مجھے پسی نہ سمجھو....! میں یوگی ہوں....! تمہاری پیشانی کی لکیروں میں تمہاری موت کا
 وقت پڑھ سکتا ہوں، جواب زیادہ دور نہیں ہے۔!
 ”کیا مطلب....؟“ وہ اسے غور سے دیکھتا ہو اضطراری طور پر اٹھ گیا۔
 ”بیو قوف آدمی!“ ظفر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”تم ایک بے یقین آدمی پر اپنی صلاحیت
 کیوں ضائع کر رہے ہو۔!
 ”مجھے افسوس ہے، لیکن کیا کروں پچی باقی کہنی ہی پڑتی ہیں، خواہ ان پر یقین نہ کیا جائے۔!
 لمبا آدمی ان کے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر تدبیب کے آثار تھے۔
 ”گک... کیا تم بچ کہہ رہے ہو!“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔ اس کی آواز کا پر رہی تھی۔
 ”ہاں یہ بچ کہہ رہا ہے۔!“ ظفر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”ہندوستانی یوگیوں کا شاگرد رہا۔
 ”

لمبا آدمی اسے صرف گھور کر رہ گیا۔ وہ دونوں عمارت کے اندر لائے گئے۔
 ”یہ تو رہائشی عمارت معلوم ہوتی ہے۔!“ جیسن نے اردو میں کہا۔
 ”ہم پھنس کے ہیں اس نامقحول عورت کی وجہ سے۔!“
 ”پلیز... یور ہائی فس... یہ بات طے پاچکی ہے کہ وہ صرف مجھے چاہتی ہے۔!“ جیسن نے
 مفعکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔
 ”دفعہ لمبا آدمی ہاتھ کھا کر بولا۔“ تم فرنچ کے علاوہ اور کسی زبان میں گفتگو نہیں کرو گے۔!
 ”اپنی زبان میں گانا بھی نہیں گا سکتے۔“ جیسن نے بھول پن سے پوچھا۔
 ”زبان بند رکھو...!“ دھمکی دی گئی۔
 ”سوال تو یہ ہے کہ ہماری چینکنگ میں کتنی دیر گئے گی.... اور کیا تم ہمیں اپنی ہی گاڑی میں
 شہر پہنچاؤ گے یا ہمیں پندرہ میں میل پیدل طے کرنے پڑیں گے۔!
 ”ہم کچھ نہیں جانتے...! باس ہی بتائے گا۔!
 ”باس کتنی دیر میں بتائے گا!“
 ”میں کہتا ہوں زبان بند رکھو...!
 جیسن کی نظر دروازے کی طرف اٹھ گئی جہاں ایک آدمی اشین گن سنجھا لے کر بھی ہنگای
 حالت کے لئے تیار کھڑا تھا۔
 ”بڑی عجیب بات ہے....!“ اس نے لمبے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”کیا مطلب....؟“
 ”کیا ہم دونوں اتنے ہی خطرناک نظر آتے ہیں کہ اشین گن سے کور کئے رکھے جائیں۔“
 ”میں کہہ چکا ہوں کہ کچھ نہیں جانتا، سب باس ہی بتائے گا۔!
 خدا کے لئے اسے جلدی بلاؤ، ورنہ ہمارے دل ڈوب جائیں گے۔ ہم صرف گھیار اور
 مینڈولین کے عادی ہیں.... اشین گن خدا کی پناہ۔!
 ”تم میر اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔!
 ”یہی خیال میرا تمہارے متعلق ہے۔“ جیسن تر سے بولا۔ ”یقین کرو ہمارے پاس کوئی
 تیرساوٹ کیس نہیں تھا۔!
 ”

چکا ہے۔!

"مم.... میرا بس کبھی کبھی اپنے ملاز مول کو بے وجہ بھی مار دالتا ہے۔!"

"خوب! تو ہم وہاں نہیں لائے گے جہاں کے لئے کہا گیا تھا۔!"

"ہرگز نہیں....! ہم ذیلی فرگ کے آدمی ہیں۔!"

"اوہ.... لیکن اس بد معاش کو ہم سے کیا سرد کار۔ وہ تو یہاں کا بدنام ترین آدمی ہے۔!"

"آہستہ بولو....!" وہ مسلح آدمی کی طرف سکھیوں سے دیکھتا ہوا خوف زدہ لبھے میں

بولا۔ "اپنی اتنی وہ خود ہی جانے، ہم میں سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

ٹھیک اسی وقت باہر سے قد مول کی چاپ سنائی دی اور وہ دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

لو یسما کرے میں داخل ہو رہی تھی۔ ظفر اور جیسن کو دیکھ کر وہ ٹھکلی اور پھر آگے بڑھتی

چلی آئی۔

اس کے پیچھے وہی خوف ناک صورت والا آدمی تھا جسے وہ ہوائی جہاز پر دیکھ چکے تھے۔

"اوہ.... خوب صورت بلا.... تم نے ہمیں کس مصیبت میں پھنسادیا۔" جیسن ذیلی فرگ

کی طرف توجہ دیے بغیر لو یسما سے بولا۔

"میں نہیں جانتی....! کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے....؟"

"میں جانتا ہوں....؟" فرگ غریا۔

"آپ کی تعریف....!" جیسن نے مفعکہ اڑانے کے سے انداز میں سوال کیا۔

"اے بھی معلوم ہو جائے گا۔" فرگ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اگر کوئی سوت کیس ہو گا تو اس عورت کا ہو گا۔" ظفر نے غصیلے لبھ میں کہا۔ "ایک ہفتہ

قبل، ہم اس کی صورت سے بھی نا آشنا تھے، آکلینڈ میں خود ہی ہماری دوست بن بیٹھی تھی۔"

"تم کو اس کر رہے ہو....!" فرگ بولا۔

"ذیکر دوست.... امیں بے تکلفی پسند نہیں کرتا....!"

"ھوڑی دیر بعد تم پسند کرو گے۔" فرگ نے سرد لبھ میں کہا۔ پھر وہ مسلح آدمی کی طرف

مڑا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔!" اس نے گرج کر پوچھا۔

مسلح آدمی نے خاموشی سے لمبے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔"

وہ احتراماً لمحے تھے اور باہر چلے گئے تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔" فرگ نے ان تینوں کو مخاطب کیا۔

جیسن اور ظفر بیٹھ گئے لیکن لو یسما کھڑی رہی....!

"میں نے تم سے بھی کہا تھا....!" وہ لو یسما کو گھورتا ہوا بولا۔

"اگر یہاں کچھ دیر تھہر نے کاراہہ ہوتا تو ضرور بیٹھ جاتی۔" لو یسما نے خلافی موقع سخت لبھ میں کہا۔

"کیا مطلب....!"

"میں صرف یہ دیکھنے چلی آئی ہوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔!"

"شاید تم میری قوت سے واقف نہیں ہو....؟"

"ذیلی فرگ خاصی مشہور شخصیت ہے....!" وہ طنزیہ لبھ میں بولی۔

"دونوں ہی خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔" جیسن نے ظفر سے کہا۔

"اے.... تم خاموش رہو....!" فرگ غریا۔

"کام کی بات کرو، تم یہاں مجھے کیوں لائے ہو....؟"

"کیا تم یہاں سے زندہ والپس جاسکو گی....!"

"یہ بھی غیر ضروری بات ہے جلدی سے مدعاہیان کرو میرے پاس وقت کم ہے۔!"

ظفر نے فرگ کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔ اور پھر سنبھل کر بولا "تم لوگوں نے یہ ہر بندہ کہاں سے کپڑا ہے۔!"

"اُدب بلوڑ رہے.... ہر بندہ نس ہر بندہ اکھو ہو....!"

فرگ زہریلا ساقہ تھا لگا کر بولا۔ "تم لوگ والی بکھانا کے خلاف سازش کر رہے ہو۔ ہر بندہ تو

کب کام رکھ پچاہے....!"

"وہم ہے تمہارا۔!"

"کنگ چانگ جاتا چاہتا ہے کہ یہ ہر بندہ حقیقتاً کون ہے۔!"

گر۔ پھر کیے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے۔
 ”بھاگو....!“ لوئیسا چینی.... اور سڑک کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ ظفر اور جیمن اس کی تقلید کر رہے تھے۔
 دفعٹا کی جانب سے آواز آئی۔ ”ارے سوت کیس چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو۔!“
 جیمن اس طرح رک گیا جیسے ”چابی“ ختم ہو گئی ہو، ظفر بھی رکا۔
 ”نہیں.... ناممکن....!“ جیمن چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ یہ کس کی آواز تھی لوئیسا بھی پلٹ پڑی۔
 ”کیا بات ہے....?“
 ”کسی نے ہماری زبان میں مخاطب کیا تھا۔“ جیمن بولا۔
 ”آواز میں نے بھی سئی تھی۔!“
 ”سوت کیس تو لیتے جاؤ۔“ آواز پھر آئی اور اس بار انہوں نے سوت کا قیم کر لیا۔
 ”خدائی قسم....!“ جیمن چپکا۔ ”بزر مجھی کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی....!“
 ”اس کے بعد وہ آواز کی سوت بے تحاشا دوڑتا چلا گیا۔ پھر ان دونوں کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا۔ پھول دار جھاڑیوں کے درمیان ایک پھرہ ابھر رہا تھا۔ جیمن تھیما جھکلتا چلا گیا۔
 ”آپ....!“ ظفر کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔
 ”جی ہاں....!“ جواب ملا۔ ”آپ جیسے کنواروں کو کسی تاحرم عورت کے حوالے کر دینے کے بعد وہیں تو بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔“
 ”اوہ.... تو یہ تم تھے....!“ لوئیسا بولی۔
 ”میں نہ ہوتا تو تم کہاں ہوتیں۔!“ عمران نے کہا اور جھاڑیوں سے باہر آگیا۔... اس کے ہاتھ میں ایک عجیب وضع کی ایک چھوٹی سی رائفل تھی۔
 جیمن چلکیوں سے تال دیتا ہوا عمران کے گرد ٹوپیست کرنے لگا۔
 ”انے ہوش مند و.... تم بھاگے کہاں جا رہے تھے۔“ عمران نے اردو میں کہا۔
 ”پھر کیا کرتے....!“ ظفر بولا۔
 ”واپس چلو.... وہاں ان آٹھ آدمیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔!“

”اوہ.... تو آج کل تم کنگ چانگ کی غلامی کر رہے ہو۔!“
 ”لڑکی....!“ وہ اتنی زور سے دھاڑا کہ دیواریں چھینھنا تھیں۔!
 ”میرا الجس سریلا ہی رہے گا۔!“ لوئیسا پھر نہ پڑی۔
 ”کمال ہے....!“ جیمن اردو میں بڑیا۔ ”اسی ہی تھیں مار خال ہے تو بھاگ کیوں نہ گئی تھی۔!“
 ”خاموش بیٹھے رہو....!“ ظفر آہستہ سے بولا۔
 اچانک عالمات کے ہی کسی حصے میں ایک زور دار دھاکہ ہوا۔ زمین ہل گئی کھڑکیوں کے شیشے چھپھناتے ہوئے فرش پر آ رہے اور یہ چاروں منہ کے بل گرے تھے۔
 کئی سینڈسک گم سیم پڑے رہے۔ پھر انہوں نے شودنا۔
 ”یہ کیا ہوا.... یہ کیا ہو رہا ہے....؟“ فراگ کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔ وہ فرش سے انٹھے کی کوشش کر رہا تھا۔!
 گھرے دھو میں کا ایک ریلا کمرے کے اندر داخل ہوا۔
 ”بھاگو....!“ فراگ پھٹی پھٹی سی آواز میں چیخا اور ناک دبائے ہوئے کرنے سے نکل گیا۔
 پھیپھڑوں کو دھو میں سے بچائے رکھنے کے لئے انہوں نے بھی سافس روکی تھی اور باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ فی الحال ان کے ذہنوں سے فرار کا خیال بھی محو ہو کر رہ گیا تھا۔
 فراگ حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنے آدمیوں پر برس رہا تھا لیکن ان ساتوں میں سے کوئی بھی دھماکے کی وجہ نہ بتا سکا۔
 لمبا آدمی جیمن کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے خوف زدہ سی آواز میں ڈیڈی فراگ سے کہا۔
 ”ہمارے پاس بھی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے دھماکہ ہو سکتا۔!“
 ”تو پھر کیا یہ آسمانی دھماکہ تھا۔“ وہ مکا تان کر اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔
 لیکن پھر عجیب طرح کی آواز اس کے حلق سے نکلی اور وہ کسی جز سے اکھڑے ہوئے تناول درخت کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔
 اس کے ساتوں آدمی بوکھلا کر اس طرف بڑھے۔... ان میں سے بھی ایک نے سکلی اور اپنے باس ہی کی طرح گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے کہ تیرا

وہ پھر پڑئے اور انہوں نے عمران کو اپنی اپنی پتاشانی شروع کر دی اس عمارت میں جو گزری وہ سنائی۔

”تو یہ ڈینی فرائی کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اتنا کام کا کہ کلگ چانگ کا سراغ اسی کے توسط سے مل سکے گا۔“ لویسا بولی

”آخر آپ نے اتنی رازداری سے کام کیوں لیا تھا۔“ ظفر پوچھ بیٹھا۔

”تم سے الگ رہ کر حالات کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔“

”وہ حالات کیا ہیں....؟“

”تفصیل میں جانے کا موقع نہیں.... انی الحال جو کچھ کہا جائے کرتے جاؤ۔“

”ہر ہائی نس پر بچھلی رات حلہ ہوا تھا۔“ لویسا بولی۔

”مجھے علم ہے....!“

”اس کے باوجود تم نے ان تینوں کے رحم و کرم پر انہیں چھوڑ دیا تھا۔“

”تم پرنس کو کیا سمجھ رہی ہو۔“ وہ اس وقت مداخلت پسند فرماتے ہیں جب کمزور پڑ رہے ہوں.... جب میں نے دیکھا وہ تھا ان پر بھاری پڑ رہے ہیں۔ تو دور رہا لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ان تینوں کی کسی نے بھی خبر نہ لی.... اس وقت اگر تم لوگ نہ چھیڑے جاتے تو ان کے اس

ٹھکانے کا پتائے چلتا۔“

عمارت کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ آٹھوں اب تک وہیں پڑے تھے۔

”لیکن یہ لوگ بیوی کیسے ہوئے....؟“ لویسا عمران کو گھوڑتے ہوئے بولی۔

”یہ میری ڈارٹ گن کا کمال ہے۔“ وہ اپنی رانفل کھاتا ہوا بولا۔

”اوہ نہ.... تو یہ بیوی کر دینے والی سو یوں کاشکار ہوئے ہیں۔!“

”میرے پاس ایسی سویاں بھی ہیں جو موت کی نیزد سلاادتی ہیں، ارے تم دونوں کھڑے منہ کیا رکھ رہے ہو.... اٹھاوا پہنچ سوٹ کیس۔!“

ظفر اور جیمن اندر آئے.... دھواں غائب تھا۔ انہوں نے سوٹ کیس اٹھائے اور باہر آگئے۔ لیکن اب عمران وہاں نہیں تھا صرف لویسا کھائی دی جو بیویش آدمیوں کی طرف روپا اور

المجاہے کھڑی تھی۔

”ہر مجھنی کہاں گئے....؟“ جیمن چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”ہر مجھنی....! کیا مطلب....؟“

”مطلب نہ پوچھو.... میری بات کا جواب دو....!“

”اپنی گاڑی لینے گیا ہے....!“

”اور یہ روپا اور کہاں سے ہاتھ لگا۔!“

”انہی میں سے ایک کا ہے....!“ لویسا نے بیویش آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

جیمن اسے تھوڑی دیر تک خاموشی سے دیکھا رہا۔ پھر بولا۔ ”تو تم اسی لئے شیرنی ہو رہی ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھی، تم کیا کہا جاہتے ہو....!“

”تمہیں علم تھا کہ ہر مجھنی آس پاس ہی موجود ہیں۔!“

”اس حد تک بھی مطمئن نہیں تھی، اس نے کمال کر دیا۔... میں اسے اتنا تیز ہرگز نہیں

سمجھتی تھی۔!“

”لیں، بس زیادہ تعریف نہیں۔!“ جیمن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”کہیں تم اپنے فیصلے میں تبدیلی نہ

کرو....!“

”وہ نہ اسامنہ بنایا کر دوسرا طرف دیکھئے گلی۔!“

”دیکھو.... دیکھو.... تم ابھی سے....!“

”خاموش رہو۔... امیں تمہیں بزدل اور نکال نہیں سمجھتی تھی۔!“

”کیا مطلب....؟“

”سوٹ کیس چھوڑ کر بھاگے جارہے تھے۔!“

”تم نے کہا تھا۔!“

”ایسے مرد مجھے پسند نہیں جو عورتوں کے مشورے کے مقام رہتے ہیں۔!“

”میں عورتوں کو اتنا تحریر نہیں سمجھتا۔... اداہ ہی نہ ہوتی تو خود بھی عورت ہی ہوتا۔!“

استئنے میں کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔

”اب اپنی محبت کی بات نہ کرنا۔“ لویسا آہستہ سے بولی۔

”اوہو.... تو کیا ہر بھی کو بھی پہلے ہی سے جھانسہ دے رکھا ہے۔!

”چپ... چپ...!

ایک بڑی سی وین ان کے قریب آکر کی۔

عمران ڈرائیورگ سیٹ سے اترتا ہوا بولا۔ ”زہریلے مینڈک کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالنا ہے۔!

”کہاں لے جاؤ گے....؟“ لوئیسانے حیرت سے کہا۔

”کہیں بھی۔“ عمران نے جواب دیا۔

”نہیں.... یہ خطرناک ہو گا۔!

”پھر تم کیا چاہتی ہو۔!

”اسے بیلیں چھوڑ جاؤ۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ان معاملات میں لگ چاک کا ہاتھ ہے۔

”تو تم صرف تصدیق کرنا چاہتی تھیں۔!

”ہاں...!

”اچھی بات ہے تصدیق تھا ری اور مینڈک میرا۔ میں اسے ٹل کر کھاؤں گا چلوتا لائقہ منہ کیا دیکھ رہے ہو.... اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالو!

”میں کہتی ہوں یہ مناسب نہ ہو گا۔!

”آخر کیوں....!

”تاہی پوپاؤں کے لئے جہنم بن جائے گا۔!

”پوپاؤں.... کیا مطلب....!“ عمران نے احقدانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”مقامی لوگ سفید فام آدمی کو پوپا آکتے ہیں۔!

”اوہ.... تو تم پوپا آہو....“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”دیکھو....! سمجھنے کی کوشش کرو، اگر غائب ہو گیا تو جگہ جگہ سفید فاموں کی لاشیں پائی جائیں گی۔ میں اس کے آدمیوں کی نظر وہ میں آجھی ہوں۔ وہ مجھے ہی اس کی ذمہ دار سمجھیں گے۔!

”ارے تم اس کی فکر نہ کرو۔!

”آپ بھی ہاتھ لگائیے جتاب....!“ جیس نے عمران کو مخاطب کیا۔ ”ہم سے نہیں اٹھ رہا.... آدمی ہے یا گینڈا۔!

تمیوں نے اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا۔ اور عمران نے ظفر کو الگ لے جا کر کہا ”اب لوئیسانم لوگوں کو وہ ہیں لے جائے گی جہاں جوزف مقیم ہے۔ لیکن بہت زیادہ محاطر رہتا۔ اسے جوزف کہہ کر مخاطب نہ کرنا... پر نہ ہر گینڈا۔ کیا سمجھے۔!

”سمجھ گیا....!

”اور اپنے مورچل کو بھی سمجھا دینا۔!

”مگر آپ کہاں جا رہے ہیں....؟

”افک کے اس پار... اب یہاں رہ کر کیا کروں گا۔ میں اور ڈیٹی فرائی... اچھا... ناٹا۔!

”ارے سننے تو کہی.... کیا ہم پیدل جائیں گے۔!

”وہی جیپ استعمال کرو جس سے لائے گئے تھے۔“ عمران نے کہہ کر اجنب ایجاد کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

”سخت الجھن میں ڈال دیا ہے اس نے۔“ لوئیسانہ بنا کر بولی۔

”تم یہی تو چاہتی ہو ناکہ سفید فام محفوظ رہیں۔“ ظفر نے پوچھا۔
”یقیناً۔“

”تو پھر ان ساتوں بیہو ش آدمیوں کو قتل کر دو۔ تھہاری کہانی آگے نہیں بڑھنے پائے گی۔“

لوئیسانے ہاتھ میں دبے ہوئے روپ اور پر نظر ڈالی اور پھر جیکسن کی طرف دیکھنے لگی۔

”میری موجودگی میں یہ نامکن ہے کہ بے خبروں پر گولی چلانی جائے۔“ جیکسن بولا۔

”بکواس مت کرو۔ میں بھی ایسی نہیں ہوں۔ غیر ضروری کشت و خون مجھے بھی پسند نہیں۔!
”تو پھر چلو جیپ کی طرف۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔!



ظفر اور جیکسن کو دیکھ کر جوزف کی باخھیں کھل گئیں۔

”میں تم دونوں کے لئے بہت بے چین تھا۔!

”شکریہ یورہائی نس۔!“ ظفر نے تعطیلیا جھک کر کہا۔

”خدا کے لئے تم لوگ تو مجھے پاگل نہ بناو۔!

”ہم شرمندہ ہیں کہ ہمیں پہلے سے آپ کی حیثیت کا علم نہیں تھا۔!

”ارے میری حیثیت...!“ جوزف دانت نیں کر سر پیٹتا ہوا بولا۔ ”خدا و نما میں کیا کروں!“

”صبر کجھے، یورہائی نس!“ جیسن نے مسکرا کر کہا۔ ”اب میں اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوں!“

”میرا مناق مت اڑاؤ پیارے بھائی... یہ تباہ... باس کی بھی کچھ خبر ملی یا نہیں!“

”انہیں اب بھول جائے یورہائی نس...!“

”مرتے دم تک نہیں بھول سکتا... میں اپنے مالک کا وفادار کتار ہوں گا چاہے مجھے ساری دنیا کی بادشاہت سونپ دی جائے!“

”کہنے...! پومارے پیغم کی زیارت ہوئی یا نہیں!“

”مت نام لو...!“ جوزف نے اسمانہ بناتا کر بولا۔ ”جانے کون کی منحوس گھڑی تھی جب تم نے مجھے ناہیں کی تاریخ سنائی تھی... نہ میں خواہش کرتا اور نہ یہاں آپنچتا... اور سلیمان پرنے جانے کس بدرجہ کاسایہ ہو گیا تھا کہ ٹھیک اُسی وقت آئینہ دکھابیٹھا!“

”ماضی کو بھول جائے یورہائی نس!“ ظفر نے بڑے ادب سے کہا۔

”تم تو مجھے شرمندہ نہ کر دم اصلی شہزادے ہو۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو ہاتھیوں کا شکار کر کے پیٹ پالتا تھا!“

”خاموش...!“ ظفر چاروں طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”کان کھول کر سن لو، جس نے تمہیں شہزادگی کی راہ پر ڈالا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ تم شہزادے بنے رہو!“

”میاچیج...!“ جوزف کی آنکھیں چکنے لگیں۔

”ہاں...! اب تم جوزف نہیں پر نس ہر بندا ہو!“

جوزف نے طویل سانس لی اور پھر اظہار مسرت کے طور پر اُس کے دانت نکل پڑے۔

”اگر یہ بات پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو میں اپنا خون کیوں جلاتا!“

”اب میں اپنا خون جلاؤں گا...!“ جیسن بولا۔

”کیوں مسر کیوں...?“

”تمہاری طرح مفت کی یہوی توہاتھ آئی نہیں کہ ٹھنڈک ہی ٹھنڈک رہے۔“

”اے مسر...! میں اتنا کمیہ نہیں ہوں کہ کسی اور کی یہوی پر ہاتھ ڈالوں گا!“

”خضول بالق نہ ہونی چاہیں!“ ظفر نے جیسن کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

”لیکن آخر یہ سب کیا ہے...؟“ جوزف اپنی پیشانی مسلتا ہوا بولا۔

”قلرہ کرو... شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرنی ہے تمہیں!“

”دوسری بات...!“ جوزف پر تکل لجھے میں بولا۔ ”ٹالا بُو آمیری یہوی نہیں لیکن اس کے رویے میں اجنبیت نہیں پائی جاتی۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے!“

”فی الحال اس قصے کو ختم کر دیجئے یورہائی نس...!“ ظفر اپنی آواز میں بولا۔

”اُس نے کسی کے قدموں کی آوازنی تھی۔“

”دوسرے ہی لمحے میں لو یکسا پر دھناتا کر اندر آئی اور جوزف کے سامنے کسی تدریخ کھا کر ادب سے بولی۔“ تہرہ نے ان دونوں کو طلب کیا ہے۔ یورہائی نس!“

”اوہ...!“ جیسن بولا۔ ”اب تو تم انگریزی بھی بول سکتی ہو۔!“

”دنیا کی کئی بڑی زبانیں روانی سے بول سکتی ہوں۔!“

”تم دونوں ٹالا بُو آکے پاس جاؤ۔“ جوزف نے اپنے انداز میں خوت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”اُو کے یورہائی نس...!“ دونوں بیک وقت بولے۔

ٹالا بُو آنے سب سے پہلے اُن کی آمد پر انکھاں مسرت کیا تھا، پھر بولی تھی ”پر نس کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری تم دونوں پر ہوگی۔!“

”آپ ہمیں ہر وقت ہوشیار پائیں گی۔“ ظفر نے کہا۔ ”لیکن ہمیں کم از کم یہ تو معلوم ہونا ہی چاہئے کہ پر نس کو کس قسم کے خطرات میں۔!“

”میں نے تفصیلی گفتگو کے لئے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔!“

لو یکسا نہیں ٹالا بُو آکے کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی اور وہ بات آگے بڑھنے کے منتظر ہے۔!

ٹالا بُو آچند لمحے خاموش رہ کر یوں۔ ”شہ بنا کتا یکار ہیں...! پتا نہیں کہ ان کی آنکھیں بند ہو جائیں۔ اگر پر نس نہ ملتے تو اس خاندان کی بادشاہت کا خاتمه ہو جاتا۔!“

”پھر کس کی بادشاہت ہوتی۔!“

”موکارو کے بادشاہ کی۔!“

”موکارو کہاں ہے...؟“

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گھری سوچ میں تھا۔
بس اپنی آنکھیں کھلی رکھنا، نالا بوا آنے لئے گتگو کا انتظام کرتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اُس کمرے
میں آئے جہاں ان کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا!

”بات پلے نہیں پڑی۔“ یہیں پر تشویش لجھ میں بڑھا۔
”فضول بالتمی نہ کرو۔ میری روح سفر کے لئے بے چین تھی۔!“ ظفر مسکرا کر بولا۔
”ہو سکتا ہے یہ سفر اسے دوبارہ جسم میں واپس نہ لاسکے۔!“

”ڈر گئے ہو....؟“

”بھی نہیں....! میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مسٹر علی عمران کو بکانا کی بادشاہت سے کوئی
سر و کار ہو گا۔!“

”اچھا تو پھر....؟“

”کوئی اور ہی چکر ہے۔!“

”نالا بوا آسے عشق ہو گیا ہو گا۔!“

”میں شین قاف اور عین میم رے الف نون میں بعد المشرقین ہے۔!“

”اتی گاڑ ہی اردو نہ بولا کرو.... مجھے الجھن ہوتی ہے۔!“

”کیوں....؟“

”اس ایکشاف کے بعد لو یکسا بھی ہاتھ سے گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ ہمیں بنے وقوف بنا رہی تھی۔!“

”صرف تمہیں.... میں تو شروع ہی سے غیر مطمئن رہا ہوں۔!“

”فتا جوزف کرے میں داخل ہو۔“

”آخر بس کو یہ کیا سمجھی تھی۔!“ وہ ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔

”کوئی نئی بات۔!“ ظفر نے سوال کیا۔

”ہر بات نئی ہے مسٹر....! مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم سب بدارواں کے زندے
میں آگئے ہیں۔!“

”میں تم سے متفق ہوں۔!“ یہیں بول پڑا۔

”پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے....؟“

”وہ بھی ایک جزیرہ ہے.... بکانا سے قریباً بچاپس میل کے فاصلے پر۔!“

”لیکن بکانا تو فرانس کے زیر اثر ہے۔!“

”فرانس بھی پرانے معابدے کے تحت خود خود ختم ہو جائے گا۔!“

”میا موکارو میں کنگ چانگ کی بادشاہت ہے....؟“

”اوہ نہیں....!“ وہ ہنس کر بولی ”شاید لفظ کنگ نے تمہیں غلط فہمی میں بتلا کر دیا ہے۔
ہمارے سلسلے میں تم نے کنگ چانگ کا نام سنا ہو گا۔!“

”جی ہاں....! پرنس کے سلسلے میں ما موز نیل لو یکسانے ہمیں بتایا تھا کہ کنگ چانگ کے
آدمی پرنس کو بکانا نہیں پہنچنے دیتے۔!“

”کنگ چانگ بحر الکاہل کے جزائر کا طاعون ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”اس نام سے بیہاں کے باشندے اس قدر خائف ہیں جیسے طاعون سے ہو سکتے ہیں۔!“

”آپ سبی کہنا چاہتی ہیں کہ اس کے وجود اور حیثیت کا کوئی تاثوفی جواز نہیں ہے۔!“

”تم ٹھیک سمجھے....! لیکن وہ جزائر کے معاملات میں نانگ اڑاتا رہتا ہے یہ ممکن ہے کہ
موکارو کے والی نے معقول معاوضے پر اُس کی خدمات حاصل کر لی ہوں۔!“

”وہ رہتا کہاں ہے۔!“

”کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ صرف نام سن جاتا ہے شکل شاید ہی کسی نے دیکھی
ہو۔!“

”اس کے لئے کام کرنے والے کبھی نہ کبھی قانون کی گرفت میں ضرور آتے ہوں گے۔!“

”ہاں ایسا ہوتا ہے، لیکن وہ اس کی نشان دہی نہیں کر سکتے۔“ نالا بوا آنے کہا اور انہیں بتانے
گئی کہ کس طرح جوزف نے کنگ چانگ کے تین آدمیوں کو قابو میں کیا تھا اور وہ ابھی تک اس کی
قید میں ہیں۔

”شاید اسی لئے اپنے ان آدمیوں کی خبر نہیں لی کہ وہ اس کی نشان دہی نہیں کر سکتے۔“ نالا بوا
آنے کہا۔

”اس کی باتوں میں نہ پڑو۔ تمہیں پرنس ہر بند اکارول ادا کرتے رہتا ہے، اس وقت تک جب تک باس خود ہتی ڈر اپ سین کر دے!“

”کماش ان تک میری بھنگ ہو سکے!“

”مجھ سے کہو جو کچھ کہنا ہے!“

”میاں عورت نالا بیو آکا وجد ضروری ہے!“

”اس کے بغیر تم بنکاتا کا آئندہ وارث کیسے پیدا کر سکو گے۔“ جیسن بولا۔

”اے مشر...! میرا نبڑا چاہو... اگر وہ حق میری بیوی ہوتی تو میں کبھی کا خود کشی کرچکا ہوتا!“

”وہ اتنی نرمی تو نہیں ہے!“

”تم کیا جانو...!“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر یک بیک اسے غصہ آگیا اور پیچ جیج کر کہنے لگا۔ ”میں شراب سے شادی کرچکا ہوں اور کر سچیں ہوں اس لئے دوسرا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!“

”شورنہ چاؤ۔“ ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ورنہ بنکاتا کے عائدین دوڑے چلے آئیں گے...!“

”خدا غارت کرے!“ کہہ کر جوزف نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ بھنگ لیا!

ٹھیک اسی وقت نالا بیو اگرے میں داخل ہوئی شاید وہ جوزف کی دھمازن کر آئی تھی۔

ظفر اور جیسن مُدب کھڑے رہے!“

”میاں ہوا...؟“ نالا بیو آنے جوزف کو پر تشویش نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ نہیں... تم جاؤ یہاں سے۔“ جوزف ہاتھ ہلا کر بولا۔

”یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ تم ان لوگوں کے کمرے میں دیکھے جاؤ!“

”کیوں...؟“ جوزف غرایا۔ ”میں تو ان لوگوں کے قدموں میں پڑا رہتا ہوں۔“

”یورہائی نس پلیز... ہمیں شرمندہ نہ کیجھ!“ جیسن بولا۔

”یہ لوگ سمجھداری کی بات کر رہے ہیں۔!“ نالا بیو آنے ٹھنڈی سانس لی۔

”تم چپ رہو...!“

”یورہائی نس یاد دہانی کراؤں کہ بس...!“ ظفر جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا کیوں کہ

باس کے نام ہی پر جوزف کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

”شکریہ...!“ نالا بیو آنے ظفر کی طرف دیکھ کر کہا اور خود بھی وہاں سے چل گئی۔

”تو ہم اسے قابو میں رکھنے کے لئے یہاں بھیج گئے ہیں!“ جیسن بولا۔

”ظاہر ہے...! اور نہ جنم جنم کا حشی شہزادہ کیسے بن سکتا ہے...!“

”خدای جانے کیا پکر ہے...?“



ڈیٹی فرگ نے کراہتے ہوئے کروٹ لی... اور آنکھیں کھول دیں.... پکھ دیر نظر غبار
آلودہ ہی پھر گرد و پیش کا مظرا خاص ہوتا چلا گیا۔

پکھ دور پر ایک عجیب الحلق ت آدمی اکڑوں بیٹھا نظر آیا۔ بڑی خوف ناک شکل تھی۔ غالباً کسی
تلوار کے گھاؤ نے پیشانی کو درمیان سے دھھوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ناک پھولی ہوئی تھی اور
گھنی موچھوں نے دہانے کو قریب قریب ڈھانک ہی لیا تھا۔

ڈیٹی فرگ اٹھ بیٹھا۔ اس کے چاروں طرف جھائیاں بکھری ہوئی تھیں اور تھوڑے فاصلے
پر آمروں کے درخت تھے۔ قریبی درخت کی ایک شاخ سے رسی لٹکتی نظر آئی جس کے نچلے
سرے میں پھندہ جھوٹلے رہا تھا۔

”شکر ہے کہ میں صحیح وقت پر پہنچ گیا۔“ بد صورت اجنبی نے فرانسیسی میں کہا۔

”تت... تم... کون ہو...؟“

”پہلے تم مجھے اپنی کہانی سناؤ کہ آخر وہ کون تھے جو تمہیں پچانی دینا چاہتے تھے اور کیوں...؟“

”پچانی دینا چاہتے تھے۔!“ ڈیٹی فرگ پھٹی پھٹی سی آواز میں بولا۔

”ہاں ایک ڈاڑھی والا تھا اور دوسرا خوب صورت ساجوان تھا اور وہ حرافہ جس کی تلاش مجھے
عرصہ سے تھی۔ وہ تمہاری گردن میں پھندہ اڈا لئے ہی والے تھے کہ میں خشکار کی تلاش میں اوہ
آنکھا۔ بس پھر تمہیں بچالینے کے چکر میں وہ ایک بار پھر ہاتھ سے نکل گئی۔!“

”گک... کون تھی...؟“

”فرانسیسی بیلی... سیکرٹ اجنبی... لیکن یہ نہیں بتاؤں گا کہ آج کل کس کے لئے کام
کر رہی ہے۔!“

”اوہو....!“ اجنبی چونک کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ فراؤ کے ہونٹوں پر پچکی سی مسکراہٹ غودار ہوئی۔

”یقین نہیں آتا!“ اجنبی بڑیلایا۔

”کیوں....؟“

”تم اتنے مشہور آدمی ہو.... اور یہ سب کچھ.... نہیں یقین نہیں آتا!“

”یقین کرو میرے دوست....!“ فراؤ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا ”عورت میری کمزوری ہے وہ دونوں اس عورت کو ایک معقول قیمت پر میرے حوالے کرنے والے تھے.... ہم نے ایک جگہ بیٹھ کر شراب نوشی کی.... پھر مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا!“

”ہم جیسے لوگوں کو عورت سے دور رہنا چاہئے!“

”خیر.... خیر.... اب تم اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ!“

”ڈھمپ لوپوکا.... بیچارہ.... وہ کچھ بھی نہیں ہے!“

”خیر.... چلو گرہ پل کر باتیں کریں گے....!“ فراؤ آہستہ سے بولا۔

پاپے تے پہنچ کر وہ ایک چھوٹی سی خوب صورت عمارت میں داخل ہوئے جہاں ایک سنہری رنگت والی نیم عربیاں لڑکی نے ان کا استقبال کیا۔

”موسیو لوپوکا کی خدمت کرو....!“ فراؤ نے اس سے کہا۔

”کیا دنیا کے سارے خوبصورت مرد میری ہی قسمت میں لکھے گئے ہیں!“ وہ نفس کر بولی۔

”لڑکی حواس میں رہ....!“ فراؤ غریباً۔

”اداکاری مت کرو پیارے....! مجھ سے بہت ڈرتے ہو!“

”جاوہ کچھ کھانے کے لئے لاوا جھی لڑکی!“ لوپوکا بولا۔

”اور بور بن بھی!“ فراؤ نے کہا۔

”شکریہ....! میں شراب نہیں پیتا!“

”پھر کیا پیتے ہو....؟“ فراؤ نے حیرت سے کہا۔

”ٹھنڈا پانی.... اور عورت میری کمزوری نہیں ہے....! ورنہ میں بھی فرانس کی کسی سیکرٹ ایجنت کے ہتھے چڑھ جاتا!“

”اوہو....!“

”ہاں.... لیکن تم کون ہو....؟“

”تیارا پور میں رہتا ہوں!“ فراؤ اپنی صورت میں شیئی طاری کر کے بولا ”وہ لوگ مجھے لوٹ لے گئے ہیں۔ میرے پاس کچھ جواہرات تھے اور کچھ نقد رقم تھی!“

”مگر دوست! تم ایسے تو معلوم نہیں ہوتے!“

”عورت کے معاملے میں بالکل اکو ہوں۔“ وہ کھیلائی سی ٹھی کے ساتھ بولا۔

”اچھا... اچھا.... میں سمجھ گیا.... وہ لیبری بھی ہے!“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں.... لیکن تم ان اطراف کے تو نہیں معلوم ہوتے!“

”حتمیکن ہوں!“

”یہاں کب سے ہو!“

”پچھلے دو ماہ سے چھٹیاں گزار رہا ہوں!“

”کہاں ٹھہرے ہو....؟“

”زولت والی میں....!“

”بہت مہنگی جگہ ہے، کیا میرے مہمان بننا پسند کرو گے!“

”میں نے جو کچھ کیا ہے، اس کا معاوضہ نہیں لینا چاہتا۔“ اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”میں بھی مفلس نہیں ہوں.... رولٹ والی سے بھی زیادہ مہنگی بجنگوں پر قیام کر سکتا ہوں!“

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری پیش کش سے تمہیں تکلیف پہنچی!“ فراؤ نے لہجے میں ندامت پیدا کر کے کہا۔ ”میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔ غیر ملکیوں کو دوست بنانا میری ہالی ہے کبھی کبھی ان سیاحوں کو بھی مد عکر بیٹھتا ہوں جن سے تھوڑی دیر کسی میز پر بھی ملاقات رہی ہو!“

”میں نے بُر انہیں مانا!.... اب تم جہاں کہو تمہیں پہنچا دو۔“ اجنبی نفس کر بولا۔

اجنبی اسے اپنی گاڑی تک لاایا جو ایک کچے راستے پر کھڑی تھی۔ فراؤ نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا اور ندامت آئیز لہجے میں بولا۔ ”میں نے ابھی تک تمہارا نام نہیں پوچھا!“

”ڈھمپ لوپوکا.... اور تم کیا کہلاتے ہو!“

”میں نہیں جانتا کہ میرا صلی نام کیا ہے، لیکن تاہمی والے مجھے ڈیبلی فراؤ کہتے ہیں!“

"مجھ پر طفرت کر دو دست....! لیکن سیکھ اجنبی والی بات میری سیکھ میں نہیں آئی!"
"اس کا نام لوئیسا ہے.... سبھی کبھی ایدلی دے ساواں بھی کھلاتی ہے میرے ملک میں اس
نے ایک غیر ملکی سفارت خانے کی پوزیشن خراب کرادینے کی کوشش کی تھی.... تب ہی سے میں
اس کے پیچھے رہا ہوں....!"

"تو کیا تم اپنے ملک کے سرکاری عملے سے تعلق رکھتے ہو....؟"
"ہاں.... کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"خوب....! تو تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے تھے۔"
"نہیں.... بس اتفاق یہاں نظر آگئی.... پچھلے سال میں اُسے پکڑا ہی لیتا، لیکن جلدے کر
نکل گئی تھی۔"

فراگ کچھ کہنے ہی والا تھا، کہ لڑکی کرے میں داخل ہوئی۔

"تمہاری فون کا لگ ہے ذار لگک....؟! اُس نے فراگ کو اطلاع دی۔

وہ اٹھ کر چلا گیا اور لڑکی لوپوکا سے بولی۔ "میں نے کھانے کی میز کی تیاری کا حکم دیے دیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ.... یہاں کی آب و ہوا میرے معدے پر خوش گوارا شزادہ تھے۔"

"تم کہاں کے باشندے ہو....؟"

"جیکا.... میرا وطن ہے۔"

"میں نے اور بھی جیکن دیکھے ہیں.... لیکن تمہارے خدا خال اُن سے مختلف ہیں.... اور
رگلت میں بھی فرق ہے۔"

"میرا بابا نسلہ مغلوں ہے۔"

"اُدھ....! تو پھر یہی بات ہو گی.... کیا تمہاری پیشانی پر تموار گئی تھی....؟"

"نہیں کہاڑی....! ویسے کچھ دیر پہلے مجھے بد صورت کہہ کر تم نے میرا ول دکھایا تھا۔"

"رو میلک بننے کی کوشش نہ کرو.... ورنہ ذیڈی فراگ تمہاری گردن تو زدے گا۔"

ابھی تک تو کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو میری گردن توڑ سکے۔ تم بچھ بہت خوبصورت ہوا اور
تیارے کی طرح خوبصوردار بھی.... گرم گرم سی مہک رکھنے والی۔ تیارے تائیتی ہو.... اے
سنہری لڑکی۔!

"خاموش رہو.... کیا تمہاری دوستی پرانی ہے۔!" لڑکی نے سکھیوں سے دروازے کی طرف
دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہماری ملاقات دو گھنٹے پہلے ہوئی تھی۔!"
"اس قسم کے اجنبیوں کو وہ یہاں پہلے کبھی نہیں لایا۔!"
دفعائقد ملوں کی چاپ سنائی دی اور لوپوکا کچھ کہتے رک گیا۔
فراگ کرے میں داخل ہوا.... اور لڑکی کو گھورتا ہوا غرایا۔..."تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"
"تمہارے ہمہاں سے اپنے حسن کی تعریف سن رہی تھی.... یہ تو شاعر معلوم ہوتا ہے۔!"
"جاو.... یہاں سے۔! وہاٹھ ہلا کر بولا۔
وہ بُر اسامنہ بنائے ہوئے چلی گئی۔ اور فراگ اجنبی کو گھورتا ہوا اُس کے مقابل بیٹھ گیا۔
"کیا بات ہے....؟" اجنبی نے پر تشویش لجھے میں پوچھا۔ "کیا کوئی بُری خبر تھی۔!"
"میرے لئے خبر صرف خبر ہوتی ہے۔ اچھی بُری سے سروکار نہیں رکھتا۔!"
"یہ بہت اچھی عادت ہے۔!" اجنبی سر ہلا کر بولا۔
"لیکن تمہارے پاس کیا شبوث ہے کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے نہیں ہو....!" فراگ نے
زہر میلے لجھے میں سوال کیا۔
"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا جکا ہوں۔!"
"میں نہیں یقین کرتا تمہارے بیان پر....!"
"کیا فرق پڑتا ہے۔!" اجنبی نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے شانوں کو جبکش دی۔
"تم کنگ چاگ کے نائب سے ہم کلام ہو۔!"
"میں جانتا ہوں....!" اجنبی نے سرد لجھے میں کہا۔
"یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکو گے۔!"
بعد کی باتیں ہیں، اس لئے ہر امانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔!
"مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ لوگ بالآخر وہیں جا پہنچے جہاں انہیں پہنچنا تھا۔!"
"ظاہر ہے کہ وہ مجھے دیکھ کر بھاگ گئے تھے، لہذا اپنے ٹھکانے ہی پر پہنچے ہوں گے۔!"
"یہ بات نہیں ہے۔!"

”پھر کیا بات ہے....؟ جلدی کہہ جاؤ.... بھوک کے مارے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔“

”چلو.... کھانے کی میز پر وہیں بتاؤں گا۔“ فراغ اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اجنبی ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”میں اتنا حمق نہیں ہوں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”تمہیں مجھ پر شبہ ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔!“

”اڑے پھوڑو بھی.... محض شبے کی بنا پر تمہیں زہر نہیں دیا جاسکتا اور پھر میں ڈیٹلی فراغ ہوں۔ کوئی چوہا نہیں ہوں۔ تمہارے گریبان پر آسانی سے ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔“

اجنبی اٹھ گیا۔ کھانے کے دوران ڈیٹلی فراغ بولا۔

”میں نے اپنے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا تھا۔ وہ تینوں میرے قیدی تھے۔!“

”اوہ....!“ اجنبی کی آنکھیں حرمت سے پھیل گئیں۔

پھر فراغ نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ ... کس طرح وہ اپنے دشمنوں کو اس عمارت میں لایا۔ اور ان سے کچھ اہم معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا کہ عمارت کے کسی گوشے میں دھماکا ہو رہا۔

پھر اپنی بیہو شی کے مرٹلے پر پہنچا تھا کہ اجنبی یک یک بول پڑا۔

”پوری بات میری سمجھ میں آگئی۔!“

”میا کہنا چاہئے ہو....؟“

”خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!“

”بکواس ہے، میں صرف اپنی بیہو شی کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، ابھی فون پر اطلاع ملی ہے کہ میرے سارے ساتھی بھی بیہو ش ہو گئے تھے۔!“

”بیہو شی کی وجہ میں نے تمہاری گردن سے نکالی تھی۔!“

”کیا مطلب....؟“

اجنبی نے جیب سے ایک ننھی سی سوئی نکالی جس کے دوسرا سرے پر ششل کارک کے سے باریک پر لگے ہوئے تھے۔

”یہ تھی وجہ.... بیہو ش کر دینے والی ڈارٹ۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”ہاں.... ہاں.... میرے آدمیوں کے ساتھ بھی بھی ہوا تھا.... مجھے اطلاع ملی ہے۔“

”یہ لوگ بے حد چالاک معلوم ہوتے ہیں.... آخر چکر کیا ہے....؟“

فراگ کچھ نہ بولا.... کھانا ختم کر کے وہ اُسے ایک بڑے کمرے میں لا لایا۔!

”کیا میں آئندہ بھی تم سے مل سکوں گا....؟“ اجنبی نے فراغ سے سوال کیا۔

”ضرور.... ضرور.... اب کیوں نہ تھوڑی سی تفریغ ہو جائے۔!“ فراغ سر ہلا کر بولا۔

”کیسی تفریغ....؟“ اجنبی چونک پڑا۔

فراغ کے ہاتھ میں اعشار یہ چار پانچ کاربیو اور دیکھ کر اس کی گھنی گھنی موچھیں دو تین بار پھر کی تھیں.... اور پھر وہ استہراشیہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔!

”میں نے سنا ہے کہ جیکا کے باشندوں پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔!“

فراغ زہریلی سی مکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”ضرور نہ ہو گا.... لیکن یہ اطلاع تمہیں کتنی دیر پہلے ملی ہے۔!“

”خاموش رہو....!“ فراغ غایا۔

”وہ تین ہی نہیں تھے، جو تھا بھی تھا جس نے چھپ کر بیہو ش کر دینے والی سوئیاں بھیکی تھیں۔!“

”یقیناً....! کچھ دیر پہلے میں نے اس طرف تمہاری توجہ مبذول کرائی تھی، اُسے ثابت بھی کیا تھا....!“ اجنبی نے نہ سکون لجھ میں کھا۔

”آخر اس نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا....؟“

”اس لئے کہ میں کنگ چاگ ہوں....!“ اجنبی زور سے دھاڑا۔ ... ساتھ ہی فراغ نے اس پر فائر جھوک دیا۔

لیکن اجنبی نے پھر تیلے پن سے اس کا وار خالی کر دیا تھا وسر افائر ہوا۔ ... پھر پے در پے لقیہ چار فائر.... ریو اور خالی ہو گیا.... اجنبی زندہ سلامت کھڑا گھنی موچھوں کی چھاؤں میں مسکرا رہا تھا۔

”اب اسے دوبارہ لوڑ کرو....!“ اس نے نہیں کر کھا۔ ”تم نے ٹھیک ہی نہ تھا کہ جیکا کے باشندوں پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔!“

”جنہم میں جائیں گولیاں.... تم نے ابھی کہا تھا کہ تم کنگ چاگ ہو۔!“

”ہاں میں نے کہا تھا۔!“

”تم جھوٹے ہو....!“ فراغ نے پرستہ لجھے میں کہا۔

”ثابت کرو....!“

فائزوں کی آوازیں عمارت کے دوسرے افراد کو دہان کھینچ لائی تھیں۔ انہی میں وہ لڑکی بھی تھی.... وہ سب دروازے کے قریب کھڑے انہیں حیرت سے دیکھے جا رہے تھے۔

”ثابت کرو کہ میں جھوٹا ہوں!“ اُنہی نے ایک بار پھر فراغ کو لالکارا۔

”میں خود ہی لگ چاگ ہوں!“ فراغ سینہ ٹھونک کر بولا۔

ڈرائیور کیلئے اس مینڈنک کے بچے کی!“ اُنہی نے تماشا یوں کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ وہ سب بے حس و حرکت کھڑے تھے۔ فراغ نے جلاہٹ میں خالی ریو اور اُنہی پر کھینچ مارا۔ وہ غافل نہیں تھا۔۔۔ جھکائی دے کر خود کو صاف بجا گیا۔

”تم دیکھ رہے ہو اس نمک حرام کو.... اپنے آقا سے اس طرح پیش آ رہا ہے۔!“

اُنہی نے پھر تماشا یوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”تم اسے میرے نائب کی حیثیت سے جانتے ہو۔ اور اب یہ خود کو لگ چاگ کہہ رہا ہے۔“

”کھڑے کیا دیکھ رہے ہو، گھر دا سے....!“ فراغ نے اپنے آدمیوں کو لالکارا۔

”ہمت بھی ہے کسی میں...! میں لگ چاگ ہوں!“ اُنہی سرد لجھے میں بولا۔

”میں تیرا گلا گھونٹ دوں گا!“ فراغ دانت پیس کر بولا اور ہاتھ پھیلائے ہوئے اُس کی طرف بڑھنے لگا۔

اچانک اُنہی نے اس کے سینے پر ایک فلاںگ گلک رسید کی اور وہ کسی زخمی بھینیسے کی طرح ڈکارتا ہوا چاروں خانے چت گرا۔ لڑکی ”نہیں.... نہیں“ کہتی فراغ کی طرف جھیٹی تھی۔

”ٹھہر جاؤ لڑکی....!“ اُنہی غریباً۔۔۔ اب اس کاریو اور بغلی ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔

لڑکی رک کر اس کی طرف مڑی اور اُنہی نے فراغ کو مخاطب کیا۔

”نہیں.... اچھے پڑے ہو پڑے رہو.... جبیش ہوئی اور میں نے تمہارا جسم چھلنی کر دیا!“

”یہ کیا ہو رہا ہے!“ لڑکی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔

”یہ دو غلابتی تمہیں بھی نہیں چاہتا۔ کچھ دیر پہلے ایک فرانسیسی جاسوسہ کے چکر میں پڑ کر پوری تنظیم کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا!“

”مت بکواس کرو....!“ فراغ حلق پھاڑ کر چینا۔

اُنہی نے دروازے کے قریب کھڑے ہوئے چار آدمیوں کو متوجہ کر کے کہا۔

”میں لگ چاگ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فراغ کے ہاتھ پیر باندھ کر اسے میری گاڑی میں ڈال دو۔!“

”میں لگ چاگ ہوں!“ فراغ پھر چینا۔

اُنہی کا قہقہہ کر رہے کی محدود فضائیں گوئی کر رہ گیا۔ پھر اس نے ان چاروں سے کہا۔

”کیا تم لوگ بھی مرنا چاہتے ہو....؟ میرا حکم مانو۔!“

فراغ چینتا رہا۔۔۔ اور وہ اس کے ہاتھ پیر باندھتے رہے۔۔۔ لڑکی نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا تھا۔!

”اب تم سب اور ہر کھڑے ہو جاؤ اور میری بات سنو۔!“

اُنہی نے ان چاروں سے کہا۔ اور لڑکی سے نرم لجھے میں بولا۔

”میں فراغ کو صرف تھوڑی سی سزا دوں گا۔ جان سے نہیں مار دوں گا یہ عرصہ سے میری ملاش میں تھا کہ مجھے ٹھکانے لگا کر خود لگ چاگ بن بیٹھے...! لیکن لگ چاگ غافل نہیں رہتا!“

”بکواس ہے!“ فراغ پھر دھاڑا۔

لیکن اُنہی اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر بولا۔

”تم پانچوں خوش قسمت ہو کہ مجھے اس طرح دیکھ سکے!“

وہ مفتر برا ممحک خیز تھا جب وہ چاروں فراغ کو اٹھا کر اُنہی کی کار میں ڈال رہے تھے۔

فراغ آہستہ آہستہ انہیں دھمکیاں دے رہا تھا۔۔۔ لیکن ان کے چہرے ہر قسم کے تاثر سے عاری نظر آ رہے تھے۔ جب وہ اسے گاڑی میں ڈال چکے تو اُنہی نے سرد لجھے میں کہا۔

”یہ واقعہ تم پانچوں کی ذات سے آگے نہیں بڑھے گا۔ اگر اس کے خلاف ہو تو تم پانچوں حیرت انگیز طور پر مر جاؤ گے۔“

وہ کچھ نہ بولے۔۔۔ لیکن ان کے چہروں پر ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس کے حکم کی سرتاسری نہیں کر سکے!

گاڑی روانہ ہو گئی اور فراغ اُنہی کو گالیاں دیتا رہا۔

آبادی سے بہت دور تک آنے کے بعد گازی نے پختہ سڑک چھوڑ دی اور اب وہ پھر جنگلوں میں پھکتی پھر رہی تھی۔ اجنبی شاید کسی مخصوص جگہ کی تلاش میں تھا۔

تحوڑی دیر بعد اس نے گازی روکی..... اور سیٹ سے اتر کر دین کے پچھلے حصے کی طرف آیا اور پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ایک بار پھر اسے گالیوں اور لا یعنی آوازوں کے طوفان کا سامنا کرنا پڑا!

”بس.... بس.... میرے شیر....! ایسا گھر غصہ نہیں.... وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ اجنبی نے کہا۔

”تم آخر کیا بلا ہو....؟“ فراگ حلک کے بل چینا۔

”تم سے مختلف نہیں ہوں.... اسی لئے اتنی آسانی سے تم پر ہاتھ ڈال سکا ہوں۔“

”تیری کبواس میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“

”اچھا تو اسے اس طرح سمجھنے کی کوشش کرو کہ موت کے جزیرے میں اس وقت فرشتہ اجل میرے رحم و کرم پر ہے، جب کہ اس نے میرے ساتھیوں کو ایر و پلین پر دھمکی دی تھی۔!“

”اوہ.... اوہ.... مگر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟“

”پرانس ہر بنڈا کو بخیر و خوبی بینکانا پہنچا دینا چاہتے ہیں۔!“

”پرانس ہر بنڈا فراہد ہے۔!“

”ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن تم کس کے لئے کام کر رہے ہو....؟“

”یہ میں نہیں بتا سکتا۔!“

”چلو میں مجبور بھی نہیں کروں گا....!“ اجنبی نے خوش دلی سے کہا۔

”اب مجھ سے کیا چاہتے ہو....؟“

”اسٹیر پر تمہاری موجودگی ضروری ہے۔!“

”مگر.... کیا مطلب....؟“

”میراشارہ پرانس ہر بنڈا کے اسٹیر کی طرف ہے۔!“

”یہ ناممکن ہے۔!“

”لیکن میں نے اسے ممکن بتایا ہے۔!“

فراگ خاموش ہو گیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

”تم شاید شراب کی ضرورت محسوس کر رہے ہو....؟“ اجنبی نے نرم لمحے میں کہا۔ ”نہیں....!“ فراگ غصیلے لمحے میں بولا۔ ”میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا....“ تم نے مجھے میرے غلاموں کے سامنے ذلیل کیا ہے۔!

”ضرور غنا.... ورنہ میں تو بے حد شریف آدمی ہوں....! اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم اپنے کنگ چاگ کونے کا کبھی اعتراض نہ کرتے اور پرانس ہر بنڈا ہتھی سے آگے نہ بڑھ سکتے۔!“

”وہ تواب بھی نہیں بڑھ سکے گا۔!“

”میں جانتا ہوں کہ تمہارے بھری قزانق پرانس کے اسٹیر کی تاک میں ہوں گے اور اسے غرق کر دینے کی کوشش کریں گے.... اسی لئے تو اس اسٹیر پر تمہاری موجودگی ضروری ہے۔!“ فراگ کے حلک سے عجیب سی آواز نکلی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”تم میری جگہ ہرگز نہ لے سکو گے.... تم نہیں جانتے کہ میں اپنے لاتعداد غلاموں کو کس طرح کنٹرول کرتا ہوں.... ان چاروں آدمیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ جو صرف حیرت زدگی کے عالم میں تمہارے احکام کی قبولی کرتے رہے تھے۔!“

”تم اس وہم میں کیوں بنتا ہو گئے ہو کہ میں تمہاری جگہ لینا چاہتا ہوں میری مملکت تمہاری مملکت سے زیادہ وسیع ہے۔ میں تم سے کہیں زیادہ چالاک ہوں۔ ورنہ اس طرح تم میرے قابو میں نہ آجائے۔!“

”ان حالات میں فی الحال اسے تسلیم کئے لیتا ہوں۔!“ فراگ بھرا تی ہوئی آواز میں بولا۔

”اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں چاہتا کہ پرانس ہر بنڈا بینکانا پہنچ جائے۔!“

”اچھی بات ہے مجھے آزاد کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ صحیح وسلامت بینکانا پہنچ جائے گا۔!“

”یہ کام میں اپنے طور پر کروں گا....! وعدوں پر اعتبار کر لینا میری ہالی نہیں ہے۔!“

”کیا تم لوگوں کے ساتھ وہ کتنا بھی ہو گی....؟“

”یقیناً.... لیکن وہ تمہیں پہچان نہیں سکے گی۔ تم ریڈ یورڈم میں رکھ جاؤ گے.... اور وہاں سترے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا....!“

”تم نے بہت برا کیا۔.... مجھے میرے آدمیوں کے سامنے ذلیل کیا میں تمہیں کبھی معاف

نہیں کر دوں گا۔!

”حق ہو...!“

”جسی سر ہلا کر بولا۔“

”تمہیں لگ چاک کی حیثیت سے نہیں جانتے...
اب تو بحیثیت لگ چاک تمہاری اور بھی دھاک بیٹھ جائے گی... وہ خریہ دوسروں کو بتاتے
پھریں گے کہ ہم بنے لگ چاک دیکھا ہے...! خوف ناک شکل والا لگ چاک...! میری شکل
تو تم دیکھی رہے ہو، ان میں جا کر کہہ دینا کہ سب کچھ ایک غلط فہمی کی بناء پر ہوا تھا۔ تم پھر اپنے
منصب پر فائز کر دیئے گئے ہو۔“



رات تاریک تھی...! اپاے اے تے کاساصل چھوڑتے ہی اسٹیمر کو بڑی بڑی لہروں کا
سامنا کرنا پڑا۔ غیر موقع طور پر ہواتیز ہو گئی تھی۔ پرنز نالا بُو آجو پبلے ہی سے اعصاب زدگی کے
عالم میں تھی اس افراط پر اور زیادہ نروس نظر آنے لگی۔

”اگر ہم طوفان میں گھر گئے تو...؟“ اس نے ظفر کو مخاطب کیا۔

”ان اطراف میں طوفان کہاں...؟“ اس نے تو جغرافیہ میں نہیں پڑھا۔“

”جغرافیہ بکواس ہے...! سب کچھ ممکن ہے... یہ انہوںی کازمانہ ہے...!
در اصل نالا بُو آتا ہیتی میں کچھ دن اور رکنا چاہتی تھی... اسے خوف تھا کہ کہیں لگ
چاک کی بھری قراق کھلے سمندر میں نہ آلیں۔ ویسے وہ دوسروں پر یہی ظاہر کرتی رہی تھی کہ اسے
لگ چاک کے آدمیوں کی ذرہ برا بر بھی پرواہ نہیں ہے۔!

بہر حال یہ عمران ہی تھا کہ جس نے اُنے آج ہی روائی پر آمادہ کر لیا تھا...! لیکن نالا بُو آ
کے لاکھ اصرار پر بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ اس نے اسٹیمر کے تحفظ کے لئے کس قسم کے انتظامات
کے تھے...!

خود لویسا بھی اس سلسلے میں پریشان تھی۔ اسے علم تھا کہ عمران ریڈ یوروم میں موجود ہے
لیکن اس سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے ریڈ یوروم کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور کسی کو بھی
اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔!

لویسا نے حالات سے باخبر بننے کے لئے جیمس کو گھیرا۔

”آخرونہ ریڈ یوروم میں کیا کر رہا ہے...؟“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم اتنی بلدی بدلت جاؤ گی!“ جیمس نے اس کے سوال کا
جواب دینے کی بجائے شکوہ کیا۔

”یہ فضول بالتوں کا وقت نہیں ہے!“ لویسا جھونگھلا گئی۔

”فرانشیز لذکیوں پر اعتماد کر لینے والے گدھے ہی ہوتے ہیں!“

”جنم میں جاؤ...!“ لویسا نے کہہ کر آگے بڑھنا چاہا لیکن جیمس را روک کر کھڑا ہو گیا۔
”ہٹو سامنے سے!“

”رات بڑی خوش گوار ہے۔ سمندری ہوا میں مجھے پاگل بنا دیتی ہیں!“
”میں تمہیں پانی میں پھیک دوں گی!“

”اس سے پہلے تمہیں اس کے لئے ہمارے باس سے اجازت طلب کرنا پڑے گی!“
”تمہارا باس تم سے بھی زیادہ اٹو ہے!“

”میں ہر مجھی عمران دی گریٹ کی بات کر رہا ہوں...! اس وقت وہی ماںک ہیں...!
پر نز نالا بُو آکی بھی کوئی حیثیت نہیں!“

لویسا نے جانے کیوں نرم پڑ گئی۔ ہونٹوں کا تنفس آمیز کھینچا و مکراہست میں تبدیل ہو گیا۔
اور وہ آہستہ سے بولی۔ ”لیکن اس سے کسی طرح بھی ملاقات نہیں ہو سکتی...؟“

”شکل دیکھے بغیر گفتگو کر سکتی ہو...!“
”وہ کس طرح...؟“

جیمس نے چھوٹا سا جیبی ٹرانس میٹر کاں کر اس کے ہاتھ پر کھو دیا۔
”تم ہی کاں کرو...! میں بات کر لوں گی...!“ اس نے ٹرانس میٹر واپس کرتے ہوئے کہا۔

جیمس نے فوری طور پر عمران سے رابط قائم کر کے کہا۔
”لویسا آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے، یور میجھی!“

”کیا بات ہے...؟“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔
”تم کیا کر رہے ہو...! مجھے ریڈ یوروم میں کیوں نہیں آنے دیتے...!“ لویسا نے غصیلے

لہجے میں پوچھا۔
”اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ باہر نکل سکوں...! یا کسی کو اندر بلا سکوں!“

”پہا نہیں کیا کہہ رہے ہو....؟“

”میرے جسم پر کپڑے نہیں ہیں۔ کسی نے میرا سوت چڑایا ہے۔!“

”محض یہ وقف بنا رہے ہو....!“ وہ بھنا کر بولی۔

”اپنے کام سے کام رکھو....!“ دوسرا طرف سے غراہٹ سنائی دی اور جیسن نے اس کے ہاتھ سے ٹرانس میٹر جھپٹ کر سوچ آف کر دیا۔

”کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو۔“ لوئیسا مر اسامنہ بنانے کر بولی۔

”جب وہ اس لبھ میں گفتگو کرتے تو سمجھ لو کہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔!“

”میری طرف سے جہنم میں جائے، میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ آخر وہ کس برے پر نکل کھڑا ہوا ہے جب کہ پرنز نالابوآ بھی فی الحال روائی کے لئے تیار نہیں تھی۔!“

”وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے۔!“

”نگ چانگ بہت طاقت ور ہے، یہ کسی چھوٹے موٹے گروہ کی کہانی نہیں ہے۔ ان سمندروں میں بھی اس کے بھری قرآن دندناتے پھرتے ہیں۔!“

”بہر حال دوہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایا ہم بکانا پہنچ جائیں گے یا نہیں پہنچ سکیں گے۔!“

”کیا بات ہوئی....؟“

”ہم جواری ہیں زندگی داؤ پر لگاتے ہیں۔!“

اس بار لوئیسا وہاں نہیں رکی۔ جیسن نے بھی راستہ چھوڑ دیا۔ پھر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی رہا تھا کہ ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔!

”لیں یوں مجھنی۔!“ جیسن نے ٹرانس میٹر کو منہ کے قریب لا کر کھلا۔ ”کیا اس نے تمہارے ٹرانس میٹر پر گفتگو کی تھی۔“ دوسرا طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”جی ہاں....!“

”اس کا کبین باہر سے مقفل کر دو۔ اگر وہ کبین کے اندر موجود ہو۔!“

”کیا فائدہ جناب اس کے پاس بھی چاہی ہو گی۔!“ جیسن نے کھلا۔

”نہیں کسی کے پاس بھی نہیں ہے تم کیپشن سے اس کے کبین کی چاہی طلب کر سکتے ہو۔!“

”بہت بہتر جناب۔!“

نگ چانگ

”اوور ایڈ آل۔!“ جیسن نے کہہ کر سوچ آف کیا اور ٹرانس میٹر کو جیب میں ڈال کر لوئیسا کے کبین کی طرف بجل پڑا۔



دوسری سچ نکل لوئیسا نے اچھا خاصا ہنگامہ کر دیا تھا۔ نالابوآ نے کیپشن کو طلب کر کے کبین نمبر تین کی چاہی طلب کی۔

”وہ تورات ہی مجھ سے طلب کر لی گئی تھی۔!“ کیپشن نے جواب دیا۔

”کون لایا تھا....؟“

”پرنس کاڈاڑھی والا باڑی گارڈ۔!“

”اوہ... اچھا جاؤ....!“

کیپشن چلا گیا۔ پھر نالابوآ جیسن کو حاضر ہونے کا حکم بھواہی رہی تھی کہ جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

”کیوں خواہ مخواہ آسمان سر پر اخخار کھا ہے۔!“ اس نے غصیلے لبھ میں نالابوآ سے کہا۔ ”اس ڈاڑھی والے نے پچھلی رات لوئیسا کا کبین مقفل کر دیا تھا۔!“ نالابوآ نے بھی نکلی کے سے انداز میں جواب دیا۔

”اُس نے میرے حکم سے ایسا کیا تھا۔!“

”لک... کیوں....؟“ نالابوآ ہکلا کر رہ گئی۔

”بند ریا کی طرح چاروں طرف چلکاتی پھر رہی تھی۔ مجھے غصہ آگیا اور میں نے جیسن سے کہا کہ وہ اُسے بند کر دے۔!“

نالابوآ آٹو میل سانس لے کر رہ گئی۔

لیکن اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار بدستور قائم رہے۔ اس نے کسی قدر توقف کے ساتھ پوچھا۔ ”وہ آدمی جسے تم اپنابا۔س کہتے ہو۔ اریثی یوروم میں کیا کر رہا ہے۔؟“

”چکھ ٹھیک ہی کر رہے ہوں گے۔!“ جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

”مجھے وہ قابل اعتماد آدمی معلوم نہیں ہوتا۔!“

”پھر تو نے کیتوں کی طرح بھوکنا شروع کر دیا۔!“

”میں موسیو علی عمران سے مٹاچا تھی ہوں۔؟“

”پھر وہی جھگڑے کی بات...!“

”یہ بہت ضروری ہے۔!“

”جو کچھ کہنا ہے، ہم سے کہہ دو۔!“ جیسن بولا۔

”میرا خیال ہے کہ شاید ڈیٹلی فرگ ابھی ریڈ یوروم میں موجود ہے۔!“

”کہیں تم افیون سے تو شوق نہیں کرتی رہی ہو۔!“

”وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!“

”کہاں...؟“

”یہ میں نہیں جانتی۔!“

”چونکہ تم نہیں جانتیں، لہذا وہ ان کے ساتھ ریڈ یوروم میں ہو گا۔!“

”میں کہتی ہوں وہ بے حد خطرناک ہے۔ اور یہ اسی سبب بکانا کے سامنے پرستی کر بھی تباہ ہو سکتا۔ ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔!“

”بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔!“ جیسن نہ کر بولا۔

”جہنم میں جاؤ۔!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔

”اگر تم ساتھ چلنے کا وعدہ کرو تو مجھے اس پر بھی تیار پاؤ گی۔!“

”فضول باقیں نہ کرو۔!“ ظفر نے جیسن کو گھورتے ہوئے کہا۔ اور لوگوں سے بولا۔

”بہتر ہو گا کہ تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔! اور فی الحال اسے بھول جاؤ کہ ہم تمہاری گرفتاری میں کام کر رہے ہیں۔!“

لوگوں نے اسے تھر آؤ نظر وہن سے گھورا، اور چیر پختی ہوئی وہاں سے چل گئی۔!

”یہ کیا بات ہوئی جتاب۔...؟“ جیسن اسے مٹونے والی نظر وہن سے دیکھنے لگا۔!

”کسی حد تک حالات سے آگاہ ہو گیا ہوں۔ عمران صاحب نے شروع ہی سے اس معاملے کو کچھ اس قسم کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم الجھائے گئے ہیں۔... ورنہ ان معاملات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔!“

”اس سے بحث نہیں۔... سوال اس عورت کی گرفتاری میں کام کرنے کا ہے۔!“

”تم تو ایک ان پڑھ آدمی کی طرح نگتوکرنے لگے ہو۔!“

”مجھ بھیسے آدمی اکثریت میں ہیں! دنیا انہی کے دم سے آباد ہے، پر رونق ہے۔... وزر پڑھ لکھے لوگ تو اسے جنم بنا کر رکھ دیتے۔... اور دیکھو۔! اگر اب تم نے بس کی شان میں گستاخی کی تو چیخ چیخ کر سب کو اصل حالات سے آگاہ کر دوں گا۔“

”نہیں۔...!“ تالا بُو آخوف زدہ لجھے میں بولی۔ ”اب میں کچھ نہ کہوں گی۔!“

”ذرا عقل استعمال کرو۔... تمہارا خیال تھا کہ ہم پر کھلے سمندر میں حملہ ہو گا۔ لیکن تمہارے ہی بیان کے مطابق ہم آدھے سے زیادہ سفر طے کر چکے ہیں۔!“

”میں تو تمہاری ہی وجہ سے پریشان ہوں۔...!“ وہ روہانی ہو کر بولی۔

”چلو یہی سہی۔... اب اپنی زبان بند رکھنا۔... میرا بس بھی بہت بڑی ملکت کا بادشاہ ہے۔... اس لئے اب مخواڑ رکھو۔... اور ہاں اس سفید بندیریا کا اب کیben کھول دیا گیا ہے۔...! اسے سمجھا دینا کہ ریڈ یوروم سے دور ہی رہے۔!“

”ٹھیک اسی وقت لوگوں نے باہر سے کیben میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔!“

”آ جاؤ۔...!“ تالا بُو آنے اوپنی آواز میں کہا۔

لوگوں غم و غصہ کی تصویر یہی ہوئی اندر آئی۔

”بس کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔“ جوزف نے ہاتھ اٹھا کر کہا ”تمہارا کیben میں نے مقفل کر دیا تھا۔!“

”لیکن کیوں۔...؟ یورہائی نس۔...!“

”تمہاری بہتری کے لئے۔... زکام ہو جاتا ہے سمندری ہو اسے۔!“

”بجٹ کی ضرورت نہیں۔!“ تالا بُو آبول پڑی۔ ”بس اتنا ہی کافی ہے کہ تم ہر ہائی نس کے حکم سے کیben تک مدد و دل کی گئی تھیں۔!“

لوگوں اس طریقہ انداز میں کسی قدر خم ہوئی اور باہر نکل گئی۔ اب وہ ظفر اور جیسن کو ڈھونڈنے پر رہی تھی۔ وہ کچھ کے قریب کھڑے کافی پی رہے تھے۔

لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر جیسن نے نہ اسامنہ بنا لیا۔

”صبح بخیر ماموزیکل۔!“ ظفر نے چھیرنے کے سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

”تم اسے کیا سمجھتے ہو.....؟“ ظفر نے اس کی آنکھوں میں دلکشت ہوئے کہا۔
”فرانس کے خفیہ امور کے محلے کی ایک اعلیٰ آفسر ہے!“
”اوہ ہو.....!“

”بہر حال مجھے اسی حد تک آگاہ کیا گیا ہے کہ اس معاملے سے ہمارے ملک اور فرانس کا کوئی مشترکہ مفاد وابستہ ہے!“



وفلاذیہی فراغ اٹھ بیٹھا..... بڑی گہری نیند سورہ تھا.....! تیزی سے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ لیکن یہ ریڈ یوروم تو نہیں تھا۔ وہاں اتنی آرام دہ مسہری نہیں تھی۔ سرے سے کوئی ایسی جگہ ہی نہیں تھی جہاں کمر سیدھی کرنے ہی کے خیال سے لیتا جا سکتا۔!

یہ تو ایک بہت کشادہ اور عمدگی سے آراستہ کیا ہوا کیبین تھا۔ وہ مسہری سے اتر آیا۔۔۔ سامنے قد آدم آئیئے تھا۔۔۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ بُری طرح چونکا۔۔۔!

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے سامنے کوئی اجنبی کھڑا ہو۔۔۔ یہ اس کی شکل تو نہیں تھی۔ اگر شانے کاں کی لوؤں تک اٹھنے ہوتے تو وہ خود کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیتا۔

”میں کس جاں میں پھنس گیا ہوں۔۔۔!“ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بڑیلیا۔ دوپہر کے بعد جب اسیمیر بکاتا کے ساحل سے لگنے والا تھا اسے کافی پینے کو دی گئی تھی۔

شاید اسی کافی میں کوئی خواب آور دوشاہی تھی۔ ورنہ وہ اپنی لا علمی میں ریڈ یوروم سے اس کیبین میں کیوں کر منتقل کیا جا سکتا۔!

چلو بھرم رہ گیا، اس نے سوچا، وہ آدمی صرف اس مہم کی حد تک اس کا دشمن تھا ورنہ اس کے چہرے پر ایسا میک اپ کیوں کرتا کہ دوسرا پہچان نہ سکیں۔

”بہر حال مسٹر کنگ چاگ۔۔۔!“ وہ کھلی سی آواز میں بڑیلیا۔ ”اتنی چوٹ تم نے پہلے کبھی نہیں کھائی ہوگی۔“ وہ کیبین کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔۔۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور فضا میں سر منی غبار آہستہ آہستہ گہرا ہوتا چارہ تھا۔

اس نے طویل سانس لی اور سوچنے لگا، تو کیا یہ واپسی کا سفر ہے۔۔۔؟ غالباً اسیمیر تو وہی ہے جس کے ریڈ یوروم سے وہ اپنے آدمیوں کو برابر ہدایات دیتا رہا تھا کہ اسیمیر کو بغیر و عافیت بکاتا تک

جنچی جانے دیں۔ ایک بار بھر وہ جنم جلاہت میں جلا ہو گیا۔ خبیث صورت ذہن پ لوپ کا اپنی تمام تر بیت کذاں کے ساتھ یاد آگیا تھا۔ خیر دوست ب.....! اس نے سوچا۔ زندگی ہے تو بھر ملاقات ہو گی اگر پورے بکاتا کو جنم بنا کر نہ رکھ دیا تو کنگ چاگ پر قف ہے۔ دوبارہ کیبین میں داخل ہونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ باہمیں جانب سے ایک آدمی نمودار ہوا۔

”آپ کے لئے مدتیں لا اوس یا کافی پسند فرمائیں گے۔۔۔!“ اس نے بڑے لاب سے پوچھا۔ فراغ نے اسے آنکھیں چھاڑ کر دیکھا لیکن دھنڈ لکے میں اس کے خدوخال واضح طور پر نظر نہ آسکے!

”اندر چلو۔۔۔ بتا ہوں۔۔۔!“ فراغ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”بہت بہتر جناب۔۔۔!“ اس نے کہا اور کیبین میں داخل ہو گیا۔

فراغ نے اسے گھوڑ کر دیکھا اور وہ اس سے نظریں چرانے لگا۔ صورت ہی سے اول درجے کا حتم معلوم ہوتا تھا۔

”تم کون ہو۔۔۔؟“ فراغ غریا۔

”مم۔۔۔ میں پرنسز تالا بو آکا خصوصی خادم ہوں جناب۔۔۔! اور ان کی ہدایت کے مطابق آپ کو تائیک پہنچانے جا رہا ہوں۔!“

”کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔۔۔!“

”اپنی ہوں جناب۔۔۔!“

”اسیمیر پر اور کون کون ہے۔۔۔؟“

”اسیمیر کا عملہ۔۔۔ میں اور آپ جناب۔۔۔!“

”تمہارا نام کیا ہے۔۔۔؟“

”علی عربان۔۔۔!“

”لیکن یہ اپنی نام تو نہیں معلوم ہوتا۔!“

”عربی لائل اپنی ہوں۔!“

فراغ نے سوچا کم تالا بو آ کے اس خادم خصوصی کو تو بکاتا وابس نہ جانے دے گا۔۔۔ اور۔۔۔ اسی کو بکاتا کی تباہی کا باعث بنانے کی کوشش کرے گا۔۔۔! تالا بو آ ہونہ۔۔۔!

”م۔۔۔ میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔۔۔؟“ خادم خصوصی ہکلایا۔

”مارتینی لاو...!“

”اور کچھ جناب...!“

”اُس کے بعد رات کا کھانا... تم بہت مہذب آدمی معلوم ہوتے ہو میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔!“

”بہت بہت شکریہ جناب...!“ وہ تعظیماً جھکا اور باہر نکل گیا۔

فراگ کے ہونتوں پر شیطانی سی مسکراہٹ تھی۔!

دھوئیں کا حصار

دوسری حصہ

عمران سیریز نمبر 69

بھائی کو میری کوئی کتاب پسند نہ آئے تو اپنی چونی واپس لے جاسکتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ واپسی کے کرائے پر صرف ہو جائے گی (اگر واپسی بذریعہ بس ہوئی) لہذا صبر کیجئے! اگر مجھ تک پہنچ ”پیدل“ کے راستے ہو سکتی ہے تو یقیناً آپ میرے پڑوں ہوں گے۔ پھر بھائی! ایسی بھی کیا بے مرد تی کہ پڑوں کو چونی بھی نہیں بخش سکتے۔

میرے پڑھنے والے مجھے عموماً دشواریوں ہی میں بتلا رکھتے ہیں۔ جب ”مفرد“ ناول لکھنا شروع کرتا ہوں تو مسلسل کہانیوں کا مطالبه ہوتا ہے۔ لیکن جہاں ایسا کوئی سلسلہ شروع کیا خطوط کی بھرمار ہونے لگی کہ یہ کیا کر بیٹھے! انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟

ذر اصبر سے کام لیجئے! خاص نمبروں کا وعدہ کیا ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی ضرور پورا کروں گا۔ لیکن اتنی ضخیم کتابیں نہیں پیش کر سکتا جن کی قیمت آپ کی بساط سے باہر ہو۔ کیونکہ یہ میرے زیادہ تر پڑھنے والوں کی قوت خرید سے باہر ہوں گی۔ نہیں خدارا! ایسا کوئی مشورہ نہ دیجئے کہ میری کتابیں صرف لاہریوں ہی تک محدود ہو کر رہ جائیں۔!

ابن صفحہ

۱۹۷۳ء اکتوبر

پیشہ رس

کنگ چانگ کی پسندیدگی کا شکریہ! اب ”دھوئیں کا حصار“ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے! وعدے کے مطابق یہ کتاب جلد پیش کر رہا ہوں اور آئندہ کے لئے بھی آپ کی دعاوں کا طالب ہوں۔!

کنگ چانگ کے سلسلے میں درجنوں ستائشی خطوط کے ساتھ تین ایسے خط بھی ملے ہیں جن میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ پسند اپنی! مدد حاڑ سے بھرپور کتب بھی بازار میں موجود ہیں انہیں پڑھنے میں نے منع تو نہیں کیا۔ لیکن بھلا میں ڈیڑھ روپیے کے سے واپس کر سکوں گا۔ جب کہ ڈیڑھ روپے کا میٹریل بھی کتاب میں لگا ہوا ہے۔ یقین کیجئے کہ اس قیمت پر آپ میری کہانیاں مفت پڑھ رہے تھے۔ اسی لئے پچیس پیسوں کا اضافہ کیا گیا ہے! اب اگر کسی

”دلا... محض اپنی مقصد براری سے کام رکھتا ہے۔ کسی کی تذمیل کا خواہاں نہیں رہتا۔۔۔“

”وہ صوبہ لوپوکا کہاں ہے؟“

”یہ کیا جزیرہ ہے عالی جاہ...؟“ عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”چیز نہیں آدمی ہے! میرے ساتھ تھا۔“

”میرے لیے یہ نام نیا ہے عالیجاہ...“

فرماں گا نے اس کا حلیہ بیان کیا۔

”نہیں جناب!“ عمران مایوس سانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”میں نہیں جانتا کبھی کوئی ایسا آدمی میری نظر سے نہیں گزر۔“

”کیا تم فوری طور پر واپس جاؤ گے؟“

”جی ہاں...“

”کیا وہ چار دن میرے ساتھ قیام نہیں کر سکتے...؟“

”شہزادی کی اجازت کے بغیر ناممکن ہے۔ ویسے تائیقی دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ عالیجاہ! کاش دو ہی دن یہاں گزار سکتا۔“

”جیزت ہے! بکھانا میں رہتے ہو اور تم نے تائیقی نہیں دیکھا۔“

”زر خرید غلام یونہی زندگی بر کرتے ہیں عالیجاہ! شہزادی نالا بوا آنے مجھے میرے مغلوقِ الحال باپ سے خرید اتا۔“

”میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دن میرے ساتھ قیام کرو۔۔۔ میں نالا بوا کو مطلع کر دوں گا۔۔۔ وہ کچھ نہیں کہے گی۔“

”آپ مالک ہیں۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب چمک سی لہرائی تھی۔

”تم میرے ساتھ ہی اترو گے! یہاں اسٹینپر پر تو کسی کو جواب دہ نہیں...!“

”نہیں عالیجاہ! میں صرف آپ کے رحم و کرم پر ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں نالا بوا کو اطلاع بھجوادوں گا۔“

”جیسا آپ فرمائیں۔“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

اسٹینپر اپ اے اے تے کے ساحل سے جا لگا۔ چاروں طرف چکلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔

ڈیٹی فرماں گیکن کادر واژہ کھول کر عرش پر نظر دوزانے لگا۔۔۔

اس کی فطری جھلابت اب پوری طرح بیدار ہو چکی تھی۔ ایسا معلوم ہوا تاھاجیسے پہلے سامنے پڑنے والے کو چھاہی کھائے گا۔۔۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔۔۔ نہ جائے یہاں اس الحق اور بھولے بھالے آدمی پر اسے رحم آنے لگتا تھا۔

نالا بوا کے خادم خصوصی نے اسے جھک کر تنظیم دی۔

”اندر چلو۔“ فرماں گا ایک طرف ہتھا ہوا بولا۔ ”میں کچھ دیزیر بعد اتروں گا۔“

”آپ مر رضی کے مالک ہیں جناب۔“ عمران نے فُرمی صورت بنا کر کہا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ فرماں گا نے کری کی طرف اشارہ کیا۔

”میں اس کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں جناب۔“

”میری اجازت سے۔“ فرماں گا غایا۔

وہ ایک اسٹول پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے موقع ملت ہی بھاگ کھڑا ہو گا۔

”میرے بارے میں تمہیں کیا بتایا گیا ہے؟“ فرماں گا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”یہی کہ آپ آنجمانی فرمادوا پومارے پنجم کے پوتے ہیں۔ میرے مالک شہزادے ہر بندرا کے دوست...“

”ہوں....“ فرماں گا دم بخود رہ گیا۔ وہ لوپوکا کے بارے میں سوچنے لگا۔ ذہن ضرور تھا مگر

ٹھوڑی دیر بعد وہ اسیمیر سے اترے تھے اور ایک ساحلی ہوٹل میں داخل ہو گئے تھے۔ فراگ نے کاؤنٹر سے کسی کو گاڑی کے لیے فون کیا۔ پھر اسی میز کی طرف پلت آیا اور عمران کی طرف دیکھنے پر چھا۔ ”ایسا کھاؤ گے؟“
”بومل جائے عالیجہ۔“

”اچھا۔ اچھا میں خود ہی تمہارے لیے انتخاب کروں گا۔ اور اب دیکھواب میں شہزادہ نہیں ایک تاجر ہوں۔“

”میں آپ کے خاندان کے افسوسناک حالات سے واقف ہوں۔“ عمران نے مغموم بھی میں کہا۔

”اوہ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں اب بھی میری ہی حکومت ہے۔۔۔ وہ تو میں اپنی اصلی شخص میں نہیں ہوں۔ ورنہ ہوٹل کا عملہ سر کے بل کھڑا ہو جاتا۔۔۔ شام کو میں تمہیں دکھادوں گا۔“

”آپ اپنی اصل شخص میں۔“ عمران نے احقةانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔۔۔ فراغ نے بلند آہنگ تھپکہ لگا کر کہا۔ ”ہاں۔ یہ میک اپ ہے! میں ہر بندہ کو بنکاتا پہنچانے کیا تھا۔ اس کے کچھ نامعلوم دشمن نہیں چاہتے تھے کہ وہ بنکاتا کے ساحل پر قدم رکھ سکے۔ اسی لیے میک اپ میں تھا کہ اس کے دشمنوں کا پتہ لگاسکوں۔“

”کس بادشاہ کے پوتے ہیں؟“ عمران نے ستائشی لمحے میں کہا۔

”تم اگر یہی سمجھ سکتے ہو؟“

”نہیں عالیجہ! فرانسیسی اور ہسپانوی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتا۔“

اشارے سے ایک دیش س کو بلکر فراغ نے اپنا آرڈر پلیس کیا تھا۔

”اچھا یہ تو بتاؤ۔۔۔ یہ ہر بندہ آیا کہاں سے ہے؟“ فراغ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”مجھے اس کا علم نہیں جتاب! بس اتنا جانتا ہوں کہ طویل مدت کی گشتنگی کے بعد تشریف لائے ہیں۔“

”اس کے باوجود بھی یقین نہیں کہ وہ شاہ بنکاتا سے معافی مانگ لے۔“

”معافی!“ عمران نے حرمت ظاہر کی۔ ”میں نہیں سمجھا۔“

”پرنس ہر بندہ اضدی آدمی ہے اور شاہ بنکاتا بہر حال اسی کا باپ ہے۔ اگر ہر بندہ نے معافی مانگی تو وہ بنکاتا کو فرانسیسی کے حوالے کر دے گا۔“
”اوه تو کیا شاہ اور ولی عہد کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔“ عمران نے اپنی حرمت کو بدستور قائم رکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ اور بات بہت معمولی تھی۔ ہر بندہ نے بھیں کا دو دھپٹے سے انکار کر دیا تھا۔“
”اگر اجازت ہو تو میں اس بات پر ہس لوں۔“ عمران نے احقةانہ انداز میں پوچھا۔
اور فراغ کو بچ جانی آگئی۔

”باپ بیٹے دونوں سنکی ہیں“ اس نے کہا۔
”آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی برابری کے ہیں۔“
”میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔“

کھانے کے دوران ہی میں ایک بھی گاڑی ہوٹل کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔۔۔ اور فراغ نے سوچا تھا کہ ہوٹل کے باٹھ رومنی میں اس میک اپ سے بچھا چھڑا لینا چاہئے۔۔۔ ورنہ اس کے آدمی کیا سوچیں گے۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ لگنگ چانگ سے تعلق رکھنے والے معمولی لوگ بھی کھلکھل کھلا سب کچھ کرتے پھرتے تھے۔ تو پھر جلا وہ خود اس کے لیے کیا جائز رکھ سکتا تھا۔

پھر پدرہ مت کے اندر ہی اندر وہ اس میک اپ سے بچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا جو ڈھپ لوبکا نے اس پر کیا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ باٹھ رومن سے برآمد ہو اپورے ہوٹل میں سنبھل گئی۔ باٹھ رومن جانے سے پہلے اس نے بل ادا کر دیا تھا اور عمران سے کہا تھا کہ وہ ذا ننگ ہاں سے باہر نکل کر برآمدے میں اس کا منتظر ہے۔

بہر حال گاڑی میں بیٹھتے وقت وہ ذیلی فراغ تھا اور عمران اس کی شکل دیکھ کر خوف زدگی ظاہر کئے جا رہا تھا۔

”ڈرو نہیں۔“ فراغ اس کا شاندہ تھپک کر آہتہ سے بولا۔ ”تم مجھے اپنادوست پاؤ گے۔ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔“

”شکر یہ یورہائی نس...!“

وہ دونوں بیٹھے گئے۔

”اب تم دونوں ہی پر نس کے مراج دان ہو...! میرا ان پر کوئی اختیار نہیں رہا۔“
ظفر اور جیمن سنجھل کر بیٹھے گئے۔

”نالابو آکھتی رہی۔“ اپنی طویل گشادگی سے پہلے وہ کم از کم میری کوئی بات نہیں نالتے تھے... بہر حال تم دونوں نہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرو کہ وہ اپنے باپ سے معافی مانگ لیں۔“

”اوہ۔ تو کیا پر نس کو ابھی تک معاف نہیں کیا گیا۔ اتنی طویل گشادگی کے بعد بھی نہیں۔“
ظفر کے لمحے میں حیرت تھی۔

”وہ صرف باپ ہی نہیں، بنکاتا کے بادشاہ بھی ہیں۔“ نالابو آنے سردمجھے میں کہا۔

”تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ بھینس کا دودھ اس حد تک مسلکہ بن جائے گا۔“ جیمن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میر ضروری باتوں سے ابھناب کرو۔“ لویسا بول پڑی۔

”ٹھیک ہے۔“ نالابو آسر ہلا کر بولی۔ ”اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ بہر حال تم پر نس کو آمادہ کرو... تمہاری جیمیں سونے کے سکوں سے بھروسی جائیں گی۔“

”ہم کوشش کریں گے یورہائی نس...!...!
”بس... جاؤ۔“

”وہ دونوں اٹھ گئے۔ ان کے ساتھ ہی لویسا بھی اٹھی تھی۔

”تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہو گی۔“ ظفر بولا۔

”کیوں؟“

”تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں پر نس بھڑک اٹھتے ہیں۔“

”ہاں۔ ہاں۔ تم بتیں ٹھہرو۔“ نالابو آنے لویسا سے کہا۔

”جیسی آپ کی مرضی یورہائی نس...!“

”وہ دونوں کمرے سے نکل کر جوزف کی خواب گاہ کی طرف چل پڑے۔ وہ ابھی تک خواب گاہ

یہ بنکاتا بھی بہت خوبصورت جزیرہ ہے۔“ جیمن نے ظفر سے کہا۔ وہ کھڑکی سے قریب کھڑا
دور کی بزر بزر پہاڑیوں کو گھورے جا رہا تھا۔

انہیں پر نس کے محل میں کچھ کمرے دیئے گئے تھے۔ پچھلی سہ پہر کو وہ بیہاں پہنچے تھے۔

شہزادے کی واپسی کی خوشی میں دار الحکومت کو شایان شان طریقے سے سمجھا گیا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں خاص شاہی محل پر اوسی ظاری تھی۔ پچھلی شب پر نس کا محل بھی بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ لیکن شاہی محل کی ظاہری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

”آخر آپ اتنے گم سم کیوں نظر آ رہے ہیں؟“ جیمن نے ظفر کی طرف مُرکر کہا۔
”نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”لویسا تو بیہاں پہنچے کے بعد سے دکھائی ہی نہیں دی۔“
”جہنم میں جائے۔“

”ایسا نہ کہنے! اپنے بیان کے مطابق وہ بیہاں واحد سفید قام لڑکی ہو گی۔“
”میرا مودہ ٹھیک نہیں ہے اس لیے بکواس بند کرو۔“

”مودہ خراب رکھنے کی چیز نہیں ہوتی یورہائی نس... می جمل نسلوں والی گندمی لڑکیاں بھی،
میں نے بیہاں دیکھی ہیں۔ بڑی آنکھوں والیاں تو بس قیامت ہیں قیامت۔“

ظفر جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آ جاؤ۔“ جیمن اونچی آواز میں بولا۔

ایک سیاہ قام خادم نے کمرے میں داخل ہو کر نالابو آکی طرف سے طلبی کا حکم سنایا۔
اور پھر وہی انہیں نالابو آکی طرف لے چلا تھا۔

نالابو آکی بڑے کمرے میں ملی۔ لویسا بھی وہاں موجود تھی۔ جیمن نے نالابو آکی نظر پہچا کر ابے آنکھ ماری اور وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں گھور کر رہ گئی۔

”میں نے تمہیں ایک خاص کام کے لیے طلب کیا ہے۔“ نالابو آنے ظفر کو مخاطب کیا۔

”فرمائیے...!“

”بینجے جاؤ...!“ اس نے سامنے والی کر سیوں کی طرف اشارہ کیا۔

”ہو گا کچھ۔“ جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جینش دی! چند لمحے کچھ سوچ کر بولا۔
”لیکن یہاں میرے لیے خطرہ موجود ہے۔ تم دونوں اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔“

”کیسا خطرہ....؟“

”مجھے قتل بھی کیا سکتا ہے....!“

”زیادہ چڑھ گئی ہے کیا؟“ جیسون بولا۔ ”ابھی تو کہہ رہے تھے کہ وہ اس کی بہت نہیں کر سکتا۔“

”میں اپنے باپ کی بات نہیں کر رہا مسٹر! کچھ اور ہی لوگ میری زندگی کے خواہاں ہیں....!“

”لیکن بیکانامیں تو تمہیں کوئی خطرہ نہ ہونا چاہئے!“

”اگر ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے! میں جنگل کا بیٹا ہوں مسٹر... خطرات میرا کھلیں ہیں۔ میں نے تو بس کا پیغام تم تک پہنچایا ہے۔“

”اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتایا تھا....?“

”نہیں....!“

”کیا وہ یہیں موجود ہیں....?“

”میں یہ بھی نہیں جانتا....!“

”غیر.... غیر.... اپنے ماہوں کے پاس کب جانے کا رادہ ہے اور ہمیں بھی ساتھ لے چلو گے یا نہیں....?“

”ویکھو، کیا ہوتا ہے.... میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے تم نالابوآ سے کہو کہ تم دونوں میرے ساتھ خواب گاہ ہی میں راتیں بسر کرو گے۔“

”یہ کیا بذاتی ہے۔“ جیسون اسے گھورتا ہوا بولا۔

”یہی مناسب ہے مسٹر! میں کہہ چکا ہوں کہ ایک سے زیادہ یہی نہیں رکھ سکتا۔ صرف بوتل ہی میری یوں ہے....!“



عمران ابھی تک اندازہ نہیں کر پایا تھا کہ آخر فرائیں اس سے کیا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ

سے برآمد نہیں ہوا تھا۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے طور پر وقت گزارے گا۔ شانی اوقات کار اس پر مسلط نہ کئے جائیں۔

”کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟ یورہائی نس۔“ جیسون دروازے پر پہنچ کر اوپری آواز میں بولا۔

”ضرور.... ضرور....!“ اندر سے جوزف کی چکار سنائی دی۔

وہ دونوں پر دھڑکا کر خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ جوزف مسہری سے اٹھ گیا۔

”یہ مٹھاٹ ہیں میئے۔“ جیسون نے اردو میں کہا۔

”کیا بولنا بھائی.... ہم پاگل ہو جائے گا۔ بیٹھو بیٹھو....!“

”آخر آپ اپنے باپ سے معاف کیوں نہیں مانگ لیتے۔ یورہائی نس....!“ ظفر نے ادب سے کہا۔

”ہرگز نہیں!“ جوزف دھڑکا۔ ”مجھے پرواہ نہیں ہے۔ باپ معاف کرے یا نہ کرے! میں اپنے ماہوں کے پاس چلا جاؤں گا۔“

”کیا مطلب؟“ جیسون بوکھلا کر بولا۔ ”یا تو سرے سے باپ ہی نہیں تھایا اب کوئی ماہوں بھی پیدا ہو گیا۔“

”ہاں.... بالکل.... اس محل میں قدم رکھتے ہی میری یادداشت، اپس آگئی ہے.... میں پرنس ہر بندہ ہوں.... اور میرا ماہوں جزیرہ موکارو کا بادشاہ ہے.... میں موکارو چلا جاؤں گا.... اگر میرا باپ سیدھا ہو گا۔“

”حضور آپ محض بھیں کی وجہ سے ناخلی پر آتے ہیں....!“ ظفر نے کہا۔ جوزف ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”باس نے یہی کہا تھا، مجھے پریشان مت کرو.... نہ میں نے اس باپ کی پہلی کبھی شکل دیکھی ہے اور نہ موکارو والے ماہوں کی۔“

”اوہ۔“ جیسون بر اسمانہ بن کر رہ گیا۔

”لیکن اگر باپ نے غصے میں قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا تو....؟“ ظفر نے پر تشویش پہنچ میں پوچھا۔

”وہ اس کی بہت نہیں کر سکتا۔ فرانس کا کچھ تسلی بادشاہ ہے۔ باس نے یہ بھی بتایا تھا۔“

”پتا نہیں کیا چکر ہے....؟“

آج یہ اس کا دوسرا دن تھا۔ فرائغ اسے اپنی اقامت گاہ میں لے گیا تھا جہاں سے اس نے اس
نالابو آکے اسٹریٹک پہنچایا تھا۔

فرائغ کا درد یہ اس کے ساتھ دوستانہ تھا۔ نالابو آکے غلام کی حیثیت سے ثریث نہیں کر رہا
تھا۔۔۔ اس کی سال روایت کی محبوبہ آم بینی ایک ہی دن میں اس سے بے تکف ہو گئی تھی۔ اس کی
احمقانہ باتوں پر بچوں کی طرح خوش ہوتی۔ گواہ ایک کھلونا باتھ آیا تھا۔

”احمق نظر آنے کے باوجود بھی تم خوبصورت لگتے ہو۔“ وہ بات بات پر کہتی اور عمران شرما
کر سر جھکا لیتا۔ آم بینی کی یہ بے باکیاں فرائغ کی موجودگی میں بھی جاری رہتیں۔ اور وہ بھی اپنی
فطرت کے خلاف کبھی بھی بھی صرف مسکرا کر رہا جاتا۔

اس وقت بھی آم بینی کی چھیر چھڑا جاری تھی کہ دفتار فرائغ نے سنجیدگی اختیار کر کے کہا۔
”اب تم جاؤ! ہم کچھ ضروری باتیں کریں گے۔“

”ضروری باتوں میں کیا رکھا ہے؟ میں تمہیں گیتار پر ایک گیت کیوں نہ سناؤں۔۔۔“
”جاو۔!“ فرائغ جھنپھلا کر بولا۔ ”میری مرضی کے خلاف کچھ کرتی ہو تو بذریعہ لگتی ہو۔“

وہ براسامنہ بنائے وہاں سے جلی گئی۔
عمران ختنی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے ٹھس بیمار ہا۔ فرائغ نے اس سے کہا۔ ”یہ بڑی
اچھی بات ہے کہ تم اپنی سمجھ سکتے ہو۔“

”میری مادری زبان ہے جناب! فرانسیسی تو سیکھنی پڑی تھی۔ آپ تو جانتے ہیں کہ بکاناکی
دوسری زبان بھی ہے۔“

”میری بد قسمتی ہے کہ مجھے اپنی نہیں آتی۔“
”آپ سیکھ سکتے ہیں جناب!“

”وقت لگے گا اور میرے پاس وقت ہی تو نہیں ہے۔“
”میں آپ کو سکھا سکتا ہوں۔ بہت تھوڑے وقت میں، مگر اس کے لیے آپ کو بکانا میں قیام
کرنا پڑے گا۔“

”اوہ۔ پھر دیکھیں گے! فی الحال میری ایک بات سنو! آج رات ہم ایک مینگ میں چلیں
گے۔ وہ لوگ یا تو انگریزی بول سکتے ہیں یا اپنی! میں ان سے انگریزی میں گفتگو کروں گا۔ آرہو۔“

آپ میں میرے خلاف کوئی بات کرنا چاہیں گے تو اپنی میں کریں گے۔ تم اس طرف دھیاں
رکھنا....!“

”بہت بہتر جناب!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”میں کسی لومزی کی طرح چوکنار ہوں گا۔ کیا وہ
آپ کے دشمن ہیں جناب...؟“

”میرے لیے شاید اتنے نہ ہوں جتنے ہر بندہ کے لیے ہیں۔“

”اوہ...۔۔۔ تب تو میں ان کے گرد نہیں توڑ دوں گا۔۔۔“ عمران غصیلے لمحے میں بولا۔

”طیش میں آنے کی ضرورت نہیں! دماغ کو مخدندا رکھ کر ان کی آپ کی گفتگو پر دھیاں دینا۔“
”ایسا ہی ہو گا جناب عالی!“

”یہ کتنا عجیب اتفاق ہے کہ تم اپنی جانتے ہو! میرے پاس ایسا کوئی آدمی نہیں تھا۔ میں چاہتا
ہوں کہ تم بھی مجھے پسند کرنے لگو تاکہ میں تمہیں ہر بندہ سے حاصل کرلوں۔۔۔؟“

”میری خوش قسمتی ہو گی جناب! یوں کہ آپ ایک زندہ دل مالک ہیں۔۔۔ جوانی میں بڑھا
مجھ پر طاری ہو گیا ہے۔ اس سے بھی نجات مل جائے گی۔“

”بکاناکے لوگ خشک مزاج ہیں۔“ فرائغ مسکرا کر بولا۔ ”ویسے تمہیں اسلخ کے کھیل سے
بھی کچھ دلچسپی ہے یا نہیں؟“

”” تھوڑی بہت....!“

”” نشانہ کیا ہے....?“

”” میرا خیال ہے کہ بر انہیں ہے۔۔۔!“

”” باڑی گارڈ کے فرائض انجام دے سکو گے....?“

”” مجھے اس کا تجربہ ہے جناب! میں پرنسز کا باڑی گارڈ ہی ہوں۔“

”” وہ رکی جیز ہے! کسی ایسے آدمی کے باڑی گارڈ بننے کی بات تھی جس کی زندگی ہر آن
خطرے میں ہو۔“

”کیا وہ مینگ ایسی ہی ہو گی جناب....?“

”” میرا خیال ہے کہ ایسی ہی ہوگی! اور میں اپنے ساتھ ایک سے زیادہ آدمی نہیں لے جاسکوں گا!“

”” فکر نہ کیجیے! میں پہلے مرد ہا۔ پھر آپ پر آنچ آئے گی....!“

”پھر بھی میں کس طرح یقین کر لوں ...“
 ”میرے پاس ریو اور نہیں ہے جناب ...!“
 ”اوہ۔ تو یا تم شوت پیش کرنا چاہتے ہو؟ اچھا تو چلو پائیں باغ میں ...“ فraig اسے پائیں
 باغ میں لایا اور ایک ریو الورڈے کر بولا۔ ”دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو۔“
 ”آپ ایک سدہ اچھا لئے زمین پر گرنے سے پہلے ہی اڑا دوں گا۔“
 فraig نے مسحک اڑانے کے سے انداز میں تھبہ لگای۔
 ”یقین سمجھے عالیجاہ ...“
 ”ایسا کرتے کے دیکھا تھا؟“
 ”آپ سکہ اچھا لئے جناب!“ عمران نے کسی قدر جلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر
 پہلے ہی فائز میں نہ اسکا تو دوسرا اپنی کنپنی پر کروں گا۔“
 ”اوہ... یہ بات ہے... اچھا تو سنبھالو۔“
 فraig نے جیب سے سکہ نکال کر اچھا لا اور جیسے ہی وہ بھر یونچے کی طرف آنے لگا۔ فائز ہوا
 ... گولی سکے ہی پر پڑی تھی۔
 فraig نیزت سے منہ کھولے کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔
 برآمدے سے امینی کی آواز آئی۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“
 ”کچھ نہیں، بھاگ جاؤ۔“ فraig نے چونک کر کہا۔ بھر آگے بڑھ کر عمران کا شانہ تھپٹا ہوا
 بولا۔ ”میں تمہیں کسی قیمت پر بھی اپنے باٹھ سے نہیں جانے دوں گا۔“
 امینی بھاگ جانے کی بجائے برآمدے سے اتر کر ان کی طرف بڑھی آرہی تھی۔ لیکن
 فraig اس وقت شائد بہت اچھے مودیں تھا اس لیے عمران سے بولا۔
 ”میں دوسرا سکہ اچھا لتا ہوں۔ اسے بھی دکھاؤ۔“
 سکہ پھر اچھا لا گیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔
 ”کمال ہے...!“ فraig بڑھ لیا۔ ”میں سمجھا تھا شاید دوسرا نشانہ چوک جائے۔ اس کا یہ
 مطلب ہوا کہ تمہارے اعصاب بھی فولادی ہیں۔ یہاں میں نہیں بتتا ہوتے...!“
 ”شکر یہ جناب عالی!“ عمران شرم کر بولا۔

”اور ایک سو سال پہلے کی لڑکوں کی طرح شر میلے بھی ہو۔“ امینی نہیں کر بولے۔
 عمران کا چہرہ سرخ ہو گیا۔
 ”اُرے تم آخر ہو کیا چیز...؟“ فraig اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔
 ”سلک... کچھ نہیں جناب! جب کوئی میری تعریف کرتا ہے تو میں خود کو ال محمد سو س کرنے
 لگتا ہوں۔“
 شام کو وہ اس نامعلوم مہم پر روانہ ہوئے جس کے لیے فraig نے عمران کو اپنا ساتھی منتخب
 کیا تھا۔ عمران کے لیے تو وہ ایک نامعلوم مہم تھی۔
 گاڑی غالباً اسی سڑک پر جا رہی تھی جس پر ایک بار پہلے بھی فraig ہی کے ساتھ سفر کر چکا
 تھا۔ لیکن وہ اس دن... خوفناک شکل والا ہڈپ لوب پوکا تھا۔
 سفر طویل ہی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ انہیں اچھی جانے پر بھی اس کا اختمام نہ ہو سکا۔
 قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد ان کی گاڑی جسے فraig خود ہی ڈرائیور کر رہا تھا ایک ساحلی گاؤں
 میں داخل ہوئی... اور عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے خوشبوؤں کے خزانے میں داخل ہو گیا
 ہو... بھانت بھانت کے پھولوں کی ملی خوشبوؤں میں رقص کرتی پھر رہی تھی۔ خوشبوؤں
 کے ساتھ ہی ترمپت اور ڈرم کی آوازیں بھی تھیں... عجیب سانغماتی شور تھا۔
 ”یہ کیا ہو رہا ہے...؟“ عمران نے فraig سے پوچھا۔
 ”پھولوں کا رقص! شاید پچھلی طرف میدان میں لڑکیاں ناچ رہی ہیں۔“
 دفعاً ایک جگہ فraig نے گاڑی روک دی اور پچھے فاصلے سے آواز آئی۔
 ”کون ہے...؟“
 سوال انگریزی زبان میں کیا گیا تھا۔
 ”جس کے تم منتظر ہو...“ فraig غریا۔
 پھر ان پر نارنج کی روشنی پڑی تھی اور فraig دہڑا تھا۔ ”یہ کیا یہودگی ہے...؟“
 اس کی آنکھیں چند ہیاگئی تھیں، عمران نے فرانسیسی میں پوچھا۔ ”کیا میں فائر کروں جناب
 عالی...!“
 ”نہیں...!“

تارچ کی روشنی ڈالنے والا تیزی سے ان کی طرف آیا تھا۔
اوہ... آؤ میرے ساتھ۔ اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

غم ان اور فرگ تارچ کی روشنی میں اس کے ساتھ ایک طرف چل چکے۔ قریباً ذیہ سو
گز کے فاصلے پر ایک چھوٹی سے عمارت کے سامنے پھر کے۔

اندر تشریف لے جائے جا ب....! اجنبی نے اس بار بڑے ادب سے کہا۔
وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ عمارت کے آس پاس بھی اندر ہوا تھا۔
اندر پہنچ کر وہ ایک کمرے میں آئے جہاں کی کیروں میں یہ پروشن تھے۔
ایک بڑی سی میز کے گرد کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اجنبی نے ان سے بیٹھ جانے کی
درخواست کی۔

پھر فرگ سے کہا۔ ”گفتگو شروع کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا آپ کا
سامنی بھی اس گفتگو میں شریک ہو گا....؟“
”یہ فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتا اس لیے اس کی موجودگی سے بھی کوئی فرق
نہیں ہے۔“ ایک آدمی ہر جگہ میرے ساتھ ہوتا ہے۔“

”ٹھیک ہے! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ اجنبی نے سر ہلا کر کہا۔
دفعتاقد موس کی چاپ سنائی دی اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔
”شام بخیر، معززین....“ اس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔
جواب میں فرگ نے صرف سر کو جبنتش دی تھی۔

پھر وہ دونوں ان کے مقابل بیٹھ گئے اور نووارد نے فرگ سے پوچھا۔ ”ہم اس معاملے
کو سمجھنے سے قادر ہیں آخر ہر بند بکانا کیسے پہنچ گیا....؟“
”میں کنگ چانگ کا نائب ہوں۔“ فرگ غرایا۔ ”اور یہ ضروری نہیں کہ باس اپنے کسی نائب
کو اس حد تک آگاہ رکھے۔ پہلے اس نے حکم دیا تھا کہ ہر بند اکورہ کا جائے... پھر اچانک حکم دیا کہ
جانے دیا جائے....!“

”تم ہر بند کے اسٹینپر خود موجود تھے۔“ کسی قدر تلخ لمحے میں کہا گیا۔
”یہ کبواس ہے....!“

”ہم نے آوار یکارڈ کی تھی۔ تم اپنے آدمیوں کو احکامات دے رہے تھے کہ ہر بند کے اسٹینپر
کو صحیح سلامت گذرا جانے دیا جائے۔“

”یقیناً میں احکامات دے رہا تھا۔ لیکن یہ کبواس ہے کہ میں ہر بند کے اسٹینپر موجود تھا۔!“

”آخر کنگ چانگ کے اس طرح بدل جانے کی وجہ....؟“

”مسٹر! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ مالک ہے اور ہم سب حکم کے پابند! کس کے منہ میں
وانست ہیں کہ اس سے جروح کرے....؟“

”ہم اس مسئلے پر اس سے پر اہ راست گفتگو کرنا چاہتے ہیں....!“

”وہ براہ راست کسی سے گفتگو نہیں کرتا۔“

”اس کے احکامات تمہارے پاس کس طرح جنپختے ہیں....؟“

”اپنی کھال میں رہو مسٹر....!“

”کیا مطلب....؟“

”اپنے کام سے کام رکھو! میں یہ کیوں بتاؤں کہ ہمارا طریق کار کیا ہے....؟“

”اوہ.... اچھا، اچھا....“ وہ مسکرا کر بولا۔ ”واقعی میرا یہ سوال نامناسب تھا۔ میں اپنے الفاظ
و اپنے لیتا ہوں۔“

فرگ نے بر اسمنہ بن کر سر کو جبنتش دی تھی اور نووارد دوسرے آدمی سے اچھی میں کچھ
کہنے لگا تھا۔

دوسرਾ آدمی اٹھ کر چلا گیا اور نووارد نے فرگ سے کہا۔ ”در اصل ہم ابھن میں پڑ گئے ہیں۔
اکی لیے میں تم سے کافی کے لیے بھی نہیں کہہ۔ کا تھا۔“

”شکر یہ! میں خواہش نہیں محسوس کر رہا۔“ فرگ خلک لمحے میں بولا۔

”بہر حال! ہم اپنی گفتگو و ستانہ ماحول میں جاری رکھیں گے....!“

”کسی....؟ وہ تو ختم ہو چک۔“ فرگ غرایا۔

”قطعی نہیں! کنگ چانگ سے ہمارے تعلقات بہت پرانے میں۔ تمہیں علم ہے کہ وہ معقول
ماعوضے پر ہماری مدد کرتا رہا ہے۔“

”میں جانتا ہوں....!“

”اس لیے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہی چاہئے کہ اس نے اس بارہماراکام کیوں نہیں کیا.....
”تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔“

”وہ کس طرح....؟“

”تم پھر ہمارے طریق کارکوز یہ بحث لانے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”اوہ۔ مجھے افسوس ہے۔ لیکن آخر کتب تک ہمیں اس کی وجہ معلوم ہو سکے گی.....؟“

”وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“

”دوسراءدمی پھر کرنے میں واٹھ ہو۔ اس باراں کے ہاتھوں میں کافی کیڑے تھے۔“

”ترے میز پر رکھ کر وہ دوپالوں میں کافی انٹلی نہیں لگا۔ اور پھر یہ پیالیاں فراغ اور عمران کے آگے کھکھلا دیں گے۔“

”دفعتا عمران انٹھ کھڑا ہوا۔ اس کاریوالوں نکل آیا جس کارخ میز بانوں کی طرف تھا۔“

”اب تم ہی دونوں اس کافی کو پوچھو گے۔“ اس نے کہا۔ اس نے انہیں اپنی میں مخاطب کیا تھا۔ دونوں اچھل پڑے۔

”یہ کیا شروع کر دیا۔“ فراغ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ابھی معلوم ہو جائے گا جناب!“ عمران نے فرانسیسی میں کہا ”انہیں یہ کافی چینی ہی پڑے گی۔“

”پھر اس نے روپالوں کو جنہش دے کر ان دونوں کو مخاطب کیا۔“ ”موت سے بہتر بیویوں ہی رہے گی دوست! پیالیاں انھاؤ اور پی جاؤ، ورنہ کھوپریوں میں سوراخ ہو جائیں گے.....“

”یہ..... یہ..... کیا ہو رہا ہے؟“ فراغ کا مقابلہ کلایا۔

”میں اپنی نہیں جانتا۔“ فراغ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنہش دی۔ ”جو کچھ کہہ رہا ہے وہی کرو، ورنہ.....؟“

”دونوں نے بے بی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر پیالیاں انھا لیں۔

”جلدی کرو.....“ عمران نے سخت لمحے میں کہا۔

انہوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پیالیاں خالی کر دی تھیں اور میز پر کہنیاں لیک کر باپنے لگے تھے۔ ان کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر ان کے سر میز پر ڈھلک آئے۔ فراغ حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں گھورے جا رہا تھا۔

”آپ انہیں دیکھئے۔“ عمران نے فراغ سے کہا۔ ”میں اندر جا کر دیکھتا ہوں کوئی اور بھی تو موجود نہیں ہے۔“

”نت.... تم تو کمال کے آدمی نکلے.... جاؤ۔ کیھو۔“

اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ عمارت میں صرف یہی دو آدمی تھے، عمران پھر اسی کمرے میں واپس آگئا۔

”غائب ہمیں بیہوش کر کے یہ کہیں لے جانا چاہتے تھے، اپنی میں اس نے اسے ہدایت دی تھی کہ کافی میں خواب آور دوامائی جائے۔“ عمران نے بیہوش آدمیوں کو پر تشویش نظر وہ سے دیکھئے ہوئے کہا۔

”پراہن مت کرو..... اب یہ ہمارے ساتھ جائیں گے۔“ فراغ نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ وہ انہیں انھا کر گاڑی تک لائے تھے اور پچھلی نشست پر بھاکر ان کے ہاتھ اور پیر باندھ دیتے تھے۔

واپسی کے سفر کے دوران میں فراغ خاموش ہی رہا۔ لیکن واپسی اس عمارت میں نہیں ہوئی تھی جہاں فراغ مقیم تھا۔ بلکہ یہ عمارت وہی عمارت تھی جہاں ظفر نیمس اور لوئیسا کو لے جایا گیا تھا۔

”میرے ساتھ آؤ۔“ فراغ گاڑی سے اترتا ہوا بولاد۔ ”میرے آدمی انہیں سنبھال لیں گے۔“

عمران اس کے پیچے چل پڑا۔ وہ ایک کمرے میں آئے جہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

فراغ نے فون کاریسیور انھا کر ایک بار ڈائل کیا اور پھر کسی کو ان بیہوش آدمیوں سے متعلق بدلیات دیتے لگا۔

عمران اس کے پیچے منودب کھڑا ہوا تھا۔ دفعتا فراغ ریسیور رکھ کر اس کی طرف مڑا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ اس نے نرم لمحے میں کہا اور عمران اس کا شکریہ ادا کر کے سامنے والی کری پر بیٹھ گیا۔ فراغ خاموشی سے اسے گھورے جا رہا تھا، عمران کے چہرے پر اس وقت بلا کی حماقت طاری تھی.....!

ہیں....!

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آ جاؤ۔“ جوزف غرایا۔ وہ جانتا تھا کہ نالابو آ کے علاوہ اور کوئی دروازہ بجانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

اندازہ غلط نہیں تھا۔ دوسرا ہی لمحے میں نالابو آ اندر داخل ہوئی اور دروازے کے قریب ہی رک کر جیسن اور ظفر کو گھورنے لگی جوتا ش کے پتے ہاتھوں سے رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ”تم دونوں اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو....؟“ وہ بالآخر خوشگوار لمحہ میں بولی۔

”ہر ہائی نس کا اصرار ہے کہ اسی کرے میں رات بسر کریں۔“

”کیا یہ مناسب ہو گا....؟“ نالابو آ جوزف سے مخاطب ہوئی۔

”اس سے زیادہ مناسب اور کچھ ہوئی نہیں سکتا۔“ جوزف نے لاپرواہی سے کہا۔ ”دیکھو مجھے بہت زیادہ پریشان مت کرو میری یادداشت واپس آگئی ہے اور مجھے سب کچھ جانا پچاہا لگ رہا ہے۔!“ ”اوہ.... نہیں۔!“ نالابو آ خوش ہو کر بولی۔

”یقین کرو۔ اگر تم لوگ مجھے زیادہ پریشان کرو گے تو میں اپنے اموں کے پاس چلا جاؤں گا۔“ ”نن.... نہیں....!“

”میں نے تھیہ کر لیا ہے۔ اگر مجھے باپ سے معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا تو میں موکارہ چلا جاؤں گا۔“ ”تم بالکل نہیں بد لے ہر بندزا....!“

”لب جاؤ۔ اگر بنکاتا کے تاج و تخت کو سلامت رکھنا چاہتی ہو تو مجھ سے مت الجھو۔“ نالابو آ نے بسی سے ظفر اور جیسن کی طرف دیکھا۔

”تم بھی سمجھاتے ہیں یور ہائی نس!“ ظفر جلدی سے بولا۔

”دیکھو ہر بندزا یہ!“ وہ بے حد نرم لمحہ میں بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ تم تکالیف سے بھر پور اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود بھی نہیں بد لے۔“

”اب تو میں اور بھی زیادہ سخت ہو گیا ہوں....!“

”ایکی صورت میں تمہارا ماموں بھی تمہیں برداشت نہ کر سکے گا....!“

”میں اسے بھی دیکھ لوں گا۔“

”تم میری توقعات سے بڑھ کر نکلے.... بلا کی وقت فیصلہ رکھتے ہو۔ کوئی دوسرا ہوتا تو پہلے مجھے موقع کی نیز اکت سے آگاہ کرتا، اور اس کے بعد میرے مشورے کا انتظار کرتا۔“

”لک کیا مجھ سے حماقت سرزد ہوتی ہے جتاب عالی۔...!“ عمران خوفزدہ لمحہ میں ہکایا۔

”ہرگز نہیں! تم نے وہی کیا ہے جو ایسے حالات میں خود میں بھی کرتا۔“

”شکر یہ جتاب۔“

”پھر دوسرا خصوصیت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ تم نے ابھی مجھ سے اس معاملے کے متعلق کچھ بھی نہیں پوچھا۔“

”میں صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہوں جتاب، آپ نے مجھ سے جس کے بارے میں کہا تھا میں نے صرف اسی پر نظر کی تھی۔“

”انمول چیز ہو، اگر میرے ساتھ رہنا منظور کرو تو تمہیں تاہیتی کا شہزادہ بنا دوں گا....!“

”مجھے تو منظور ہے جتاب! لیکن میں پرنس نالابو آ کا ذرخیرہ بھی ہوں....!“

”جتنے میں اس نے تمہیں خرید اتھاں کی دس گنار قم میں اسے ادا کر سکتا ہوں....!“

”بس تو پھر آپ ہی طے کر لیجئے! مجھے تو تاہیتی پسند آیا ہے! بکانامیں بڑی گھنٹن تھی....!“



رات کے دس بجے ظفر اور جیسن جوزف کی خوابگاہ میں رہی کھیل رہے تھے خود جوزف کو تاش کے کھیلوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی الہذا وہ دور بیٹھا ایک لگونٹ کر کے بوتل ہی سے پی رہا تھا۔

نالابو آ کی وجہ سے دوسروں کے سامنے گلاس یا جام استعمال کر لیتا تھا۔ اس جیسے بلانوش کے لیے تو یہی سے مند گاہ بینا بھی پوری آسودگی کا باعث نہ بن سکتا۔

”تم لوگ زندگی میں یکسانیت کا رونار دیا کرتے تھے۔“ دفعتاً جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہاں یور ہائی نس....!“ جیسن نے چوں پرست نظر ہٹانے بغیر کہا۔

”اب بتاؤ! لیکن رہی....?“

”ٹھیک ہی رہی سوائے اس کے کہ پاروں طرف آپ ہی کی شکل کی عورتیں دکھائی دیتی۔“

”ہر گز نہیں! پرنس بیجہ سخیدہ تھے اب ضرورت زبان تک نہیں بلاتے تھے۔“
”ہوں! تواب سنو! بھیس کے دودھ والی بات میں صداقت نہیں تھی۔“
”میں نہیں سمجھا یورہائی نس...!“

”شاہ بیکاتا کسی اور وجہ سے ناراض ہوئے تھے اور وہ بگڑ کر روپوش ہو گیا تھا...“
”لیا واجہ تھی...؟“

”میں تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں کہ تم اس پر نظر رکھو اور اسے بیکنے نہ دو، میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تم دونوں سے نہیں اختتا۔“
”ہاں! وہ کسی حد تک ہماری بات مان لیتے ہیں...!“

”تم یہ تو جانتے ہی ہو گے کہ شاہ بیکاتا فرانس کے زیر دست ہیں اور بشرط وفاداری یہ بادشاہت قائم رہے گی۔“
”محضے علم ہے یورہائی نس...!“

”یہ اس وقت کی بات ہے جب ہر بندار روپوش ہوا تھا۔ یہاں سیاسی بیداری کی ابتداء ہوئی تھی۔ بیکاتا کے عوام فرانس کے تسلط سے پیچا چھڑانا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ شاہی خاندان کے لیے یہ چیز خطرناک تھی، یہاں آئے دن مظاہرے ہونے لگے۔ احتجاجی جلوسوں کی بھرما رہو گئی۔ پھر کچھ لوگ لا قانونیت پر بھی اتر آئے۔ توڑ پھوڑ چاہتے، پولیس گولیاں چلاتی، جیل جاتے اور کچھ دونوں کے لیے سکون ہو جاتا۔۔۔ پھر اچانک ایک دن ایک بالکل ہی نئے قسم کا احتجاجی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ لوگ سارے کپڑے اتار کر بالکل ننگ دھڑکن گھروں سے نکل آئے اور جلوس کی عکل میں شاہی محل کی طرف بڑھنے لگے۔ پولیس بوکھلا گئی۔ کسی کی کچھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ وہ بالکل خاموش تھے نہ انہوں نے توڑ پھوڑ چاہی اور نہ ہی کسی قسم کا ہنگامہ برپا کیا۔ ہمارے تزویری قوانین کے مطابق کسی پلک مقام پر بہمنہ ہو جانے کی سزا ایک ہفتے سے زیادہ نہیں۔ اس کے بعد ایک دن یہ دیکھنے میں آیا کہ لوگ شہر کی سب سے زیادہ باروں شاہراہوں پر بیٹھے رفع حاجت کر رہے ہیں۔ یہ بھی احتجاجی مظاہرہ ہی تھا۔ جس پر معمولی جرمانے کے علاوہ کوئی ہر انہیں دی جاتی۔ ”تالابو آ خاموش ہو کر دوسرا طرف دیکھنے لگی اور ظفر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔“ واقعی حکومت بڑی دشواریوں میں پڑ گئی ہو گی۔“

”تو پھر ہم نے اتنی صیبیت خواہ خواہ جھیلی ہے۔“ تالابو آ نے پر ٹکر لجھے میں کہا۔ پھر پوچھ کر بیوی۔ ”ہاں! وہ کہاں گیا ہے تم اپنا بس کہتے ہو...؟“
”میں نہیں جانتا! مرضی کے مالک ہیں جہاں جی چاہے گا جائیں گے...!“
”یہ نہیں ہو سکتا۔ اسے ہمیں اپنی نقل و حرکت سے آگاہ رکھنا پڑے گا۔“
”اگر ب کبھی تمہارے ہاتھ لگ کے تو ضرور آگاہ رکھیں گے۔“ جوزف خنک لجھے میں بولا۔
”اسی میں اس کی عافیت ہے! اور تم دونوں بھی سن لو۔“ تالابو آ نے ظفر اور جیمسن کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”میرے علم میں لائے بغیر تم بھی خلافات کی حدود سے باہر قدم نہیں رکھو گے۔ یہ جزاً انجینیوں کے لیے سماں اوقات جنم ہن جاتے ہیں۔“

”ایسا ہی ہو گا... یورہائی نس... ہم آپ کی اجازات حاصل کئے بغیر کچھ نہ کریں گے۔“
”اچھا! تم جا کر آرام کرو۔“ جوزف تالابو آ کو مخاطب کر کے ہاتھ بلالا ہوا بولا۔ ”تمہیں بھی آرام کی ضرورت ہے، بہت تھک گئی ہو۔“
”میں جارہی ہوں۔“ تالابو آ نے ناخوشنگوار لجھے میں کہا اور پھر ظفر سے بولی۔ ”تم میرے ساتھ آؤ...!“

”ظفر اتر اما جھکا اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔ خوابگاہ سے باہر نکل کر وہ اس کی طرف مڑی، ظفر رک گیا۔

”اب میں تمہیں اپنے اعتماد میں لینا چاہتی ہوں۔“
”عزت افزائی کا شکر یہ! یورہائی نس...!“
”او...“ کہتی ہوئی وہ پھر آگے بڑھ گئی۔
”پچھے در بعد وہ محل کے ایک دورافتہ کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔“
”تم لوگوں کے ساتھ پرنس کا رویہ کیسا ہے....؟“ تالابو آ نے ظفر سے پوچھا
”بہت اچھا ہے یورہائی نس...!“

”میں یہاں کی بات نہیں کر رہی، اپنے ملک کی بات کرو۔“
”ہاں بھی مناسب ہی تھا...!“
”کیا وہ تم لوگوں کے ساتھ شراری میں نہیں کرتا تھا...؟“

”اور اب تمہیں بتاؤں کہ یہ ہر بندہ اکی شرارت تھی۔“
”نہیں....!“ ظفر کے لمحے میں حیرت تھی۔

”یقین کرو....! وہ چوری چھپے عوامی لیڈر بنتا جا رہا تھا اور شرپسندوں کو ایسی ایسی تدبیریں
بجھاتا تھا کہ پولیس بے دست و پا ہو کر رہ جاتی تھی۔“

”کمال ہے۔ گویا وہ خود اپنے پیروں پر کلہازی مار رہے تھے....!“

”شاہ کو خبر ہوئی۔ انہوں نے اسے طلب کر کے ڈائیٹریٹ۔ معافی نامہ طلب کیا کہ آئندہ ایسا
نہیں کرے گا۔ ہر بندانے معافی مانگنے سے انکار کر دیا اور پھر اس دن کے بعد سے ہم اس کی شکل
دیکھنے کو ترس گئے تھے۔ ابھی پچھلے دو ماہ قبل کی بات ہے کہ تمہارے ملک کے فرانسیسی سفیر کے
توسط سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر بندہ اکہاں ہے۔“

”اچھا، اگر اب بھی پُرنس نے شاہ سے معافی نہ مانگی تو کیا ہو گا....؟“

”میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی، ہو سکتا ہے وہ اس شخص کی بات مان لے جسے اپنا باس کہتا
ہے....؟“

”کیا آپ کو علم ہے کہ باس کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتی! وہ ہمیں بکانا کے ساحل پر اتار کر غائب ہو گیا تھا۔“

”باس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔“ ظفر طویل سافن لے کر بولا۔

”تو پھر اسے تلاش کرو۔“

”ہمارے بس سے باہر ہے، جب خود ہی مناسب سمجھے گا، ہم سے آٹے گا، دیے آپ یہ تو تما
ہی سکیں گی کہ بکانا میں پُرنس کو کس قسم کے خطرات پیش آسکتے ہیں۔“

”کسی قسم کے بھی نہیں۔“

”حیرت ہے! حالانکہ پُرنس ہمیں اپنی خوابگاہ میں اسی لیے روک رکھنا چاہتے ہیں کہ کسی قسم کا
خطہ محسوس کر رہے ہیں....!“

”اس پر مجھے بھی حیرت ہے چلو میں پوچھتی ہوں....!“

”نہیں یورہائی نس! چونکہ آپ نے مجھے اعتماد میں لیا ہے اسی لیے میں نے بھی یہ بات کہ
دی ورنہ پُرنس نے بختنی سے منع کر دیا تھا۔“

”بڑی بھی بات ہے۔“ تالابو آبے بھی سے بولی۔

چکھ دیر خاموشی رہی پھر ظفر بولا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ موکارو کا بادشاہ بکانا کو بھی اپنے
تھنے میں لینے کے لیے پُرنس کی زندگی کا خواہاں ہو جائے۔“

”ہرگز نہیں۔ بھی نہیں۔ ایسی کوئی بات کسی کے سامنے زبان سے نکالنا خوبی رشتؤں کی
تقدیس کے منافی ہے۔ وہ پُرنس کاماموں ہے۔ ان اطراف میں حکومت کے لیے رشتے، اور ایک
دوسرے کا خون نہیں بھاتے اور رشتؤں کا احتراام اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان پر ملکی قوانین بھی اثر
انداز نہیں ہوتے۔“

”میں نہیں سمجھا یورہائی نس....!“

”اسے یوں سمجھو کر پچھلے سال موکارو میں قانون بن گیا ہے کہ کوئی غیر ملکی موکارو کے
ساحل پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ آس پاس کے جزیروں کے لوگوں پر بھی یہ قانون لاگو ہوتا ہے،
لیکن ہر بندہ اب چاہے موکارو جا سکتا ہے! میں نہیں بلکہ جتنے آدمی چاہے اپنے ساتھ لے جا سکتا
ہے۔ اس پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہو گا۔“

”اوہ....!“ ظفر پر تکلف انداز میں اپنی بائیں کپٹی سہلانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”اچھا
تو پھر اس ہنگاتے کا کیا مقصد تھا، آخر کنگ چانگ کیوں نہیں چاہتا تھا کہ پُرنس بکانا پہنچیں۔ اور
غائبًا آپ نے ہمیں بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ موکارو کا بادشاہ اس سازش کی پشت پر
ہو سکتا ہے....!“

”اس سلسلے میں لوئیسانے مجھ سے جو کچھ کہا تھا وہی میں نے تم لوگوں کے ذہن نہیں
کرانے کی کوشش کی تھی! اس نے یہ کہا تھا کنگ چانگ کے آدمی پُرنس سے انجیں گے....!“

”آخر کیوں....?“

” وجہ وہ بھی نہیں بتا سکی تھی۔ اسے اپنے بڑے آفسر کی طرف سے صرف اتنی ہی ہدایت
ملی تھی۔ وجہ شاید اسے بھی نہیں بتائی گئی۔“

اچھا تو پھر آپ انہیں اپنے ماموں کے پاس جانے سے کیوں باز رکھنا چاہتی ہیں....؟“

”ذرا عقل استعمال کرو۔ خداحدا کر کے تو بکانا پہنچے ہیں۔ اب یہاں سے کہیں اور جانے کی
وجہ تو نہ جانے کیا حشر ہو۔“

وہ ایک طرف مڑی تھی۔
”بینے جاؤ۔“

”بہت بہتر۔“ عمران پر بوکھا بہت طاری ہو گئی۔

”تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکے۔“ وہ اس کے مقابل بیٹھتی ہوئی بولی۔

”گک۔ کوئی بات نہیں ہے مادام! میں اپنی ماں سے بہت ڈرتا تھا۔ اس لیے عمران میں مجھے خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔“

وہ اسے خور سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ ”یہاں آنے سے پہلے کہاں تھے؟“

”اپنے گھر میں...!“

”تمہارا گھر کہاں ہے؟...?“

”بات دراصل یہ ہے مادام! کہ باس کی اجازت کے بغیر میں اپنے بارے میں آپ کو کچھ بھی نہ بتا سکوں گا...!“

”اوہ... تو کیا اس نے منع کر دیا ہے...?“

”جی ہاں! خصوصیت سے آپ کی بات نہیں ہے، کسی کو بھی کچھ نہ بتاؤ، باس کی ہدایت ہے...!“

”خیر... خیر... ناشتہ کرو۔“ وہ ناخوشنگوار لبجھ میں بولی۔

”شکریہ مادام...!“

”میرا نام امینی ہے۔“

”اچھا...!“ عمران کے لبجھ میں حرمت تھی۔

”میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا... کیا تم بھول گئے؟“

”بھول جانے کے مرض میں بنتا ہوں۔“

”کیا تم فرماں کو بہت دونوں سے جانتے ہو...?“

عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ وہ اسے غصیل نظر دیں سے گھوڑے جاری تھی۔ دفعتاً تیر لبجھ میں بولی۔ ”یہ پہلا موقع ہے کہ وہ مجھے کسی خوبصورت جوان کے ساتھ تنہا چھوڑ گیا ہے۔“

”اوہ! اچھا سمجھ گیا، میں کو شش کروں گا کہ پرنس شاہ سے معافی مانگ لیں۔“
”اتا بڑا انعام دوں گی کہ تم قصور بھی نہیں کر سکتے۔“
”اوکے پورہائی نس...!“



عمران سر کے بل کھڑا تھا اور امینی اسے حرمت سے دیکھنے جاری تھی، وہ اسے یہ وقف اور نجیدہ سمجھتی تھی۔ اس لیے اس کے اس فعل کو شراحت پر محول کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھی۔ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے امینی نے ہنکھتا ہوا سا قہقہہ لگایا تھا۔ عمران بوکھا لے ہوئے انداز میں سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے آثار دیکھ کر وہ پھر ہنس پڑی۔

”م... میں عبادت کر رہا تھا مادام۔“ عمران ہکلایا۔
”یہ عبادت تھی۔“ وہ پختی رہی۔

”عبادت ہی ہے۔“

”کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو...?“

”یہ نہ بتا سکوں گا... میں معافی پاہتا ہوں...!“

”کوئی پوشیدہ مذہب ہے...?“

عمران سر کو اثاثی جبکش دیتا ہوا بولا۔ ”اس مذہب کا اولین اصول یہ ہے چونکہ آدمی سر کے بل پیدا ہوتا ہے اس لیے اسے سر کے بل کھڑا رہنا چاہئے...!
”تو پھر کھڑے رہو کس نے منع کیا ہے...?“

”خواتین کی موجودگی میں ناممکن ہے۔“

”کتنی دیر یہ عبادت جاری رہے گی مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی تھی۔“

”بس ختم ہی سمجھئے، کیا باس ابھی سور ہے ہیں...?“

”نہیں! بہت سویرے کہیں چلا گیا ہے۔“

”تو پھر فرمائیے...?“

”ناشستے کی میز پر... میرے ساتھ آؤ...“ کہنی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

عمران نے ہونٹ بھیجن کر سر کو جبکش دی اور اس کے پیچھے چلے لگا۔ ڈائنگ رومن میں پہنچ کر

”یہ تو بہت برا کیا نہیں نے۔“ عمران چھری کاٹا چھوڑ کر بولا۔
”کیوں...؟“
”اس لیے کہ آپ مجھ میسے الو کو خوبصورت قرار دے رہی ہیں...!
”میا تمہیں کبھی کسی لڑکی نے نہیں چاہا...؟“
”میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔“
”ہر عورت ماں نہیں ہوتی۔“
”کسی نہ کسی کی تو ہوتی ہی ہے۔“
”میں نہیں ہوں۔“

”تب تو بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ عمران پنج خوش ہو کر بولا۔
”کیا واقعی گدھ ہے ہو...؟“
”جی ہاں!“ عمران نے یک بیک اواس ہو جانے کی اینگنگ کی اور پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

”فراگ کے ساتھ تم مارے جاؤ گے۔“ تھوڑی در بعد وہ آہستہ سے بولی۔

”لگ... کیوں...؟“ عمران چوک پڑا۔

”وہ کنگ چاگ کا معتوب ہے۔“

”مم... میں نہیں سمجھا مادام...!“

”وہ خود ہی کنگ چاگ بن بیٹھنا چاہتا تھا۔ پہلی غلطی تھی اس لیے کنگ چاگ نے تھوڑی سی سرزادے کر معاف کر دیا۔ اور سنو، میں ان پانچ خوش نصیبوں میں سے ہوں جنہوں نے کنگ چاگ کو دیکھا ہے۔“

”اچھا...؟“ عمران نے حیرت ظاہر کی۔

”یقین کرو... لیکن تم اس کا مذکورہ کسی سے نہیں کرو گے...!“

”عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو تفصیلی جنبش دی۔ پھر بولا۔ ”وہ کیسا ہے...؟“

”بیجد خوفناک شکل والا ہے! اکم اکم میں تو اس سے آنکھیں نہیں ملا سکی تھی...!“

”آپ نے بہت اچھا کیا، مجھے آگاہ کر دیا، میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کنگ چاگ کا کوئی

ہاب خود کنگ چاگ بن بیٹھنے کی کوشش کرے گا۔“
”ای لیے تو پوچھ رہی تھی کہ تم پہلے کہاں تھے...؟“
”اس سے کیا فائدہ ہوگا...!“
”یہ تو میں نہیں جانتی۔ تمہارا شانہ بڑے غضب کا ہے۔“
”یہ بات تو ہے۔“ عمران نے پر تشویش لجھے میں کہا۔
”کیا وہ کسی آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہے...؟“
”اب میری زبان بند رہے گی مادام...!“
”یہ قوف آدمی! میں تم سے صرف بے تکلف ہونا چاہتی ہوں۔ کچھ الگو لینا مقصد نہیں۔“
”تو یہ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔“ عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر چپت رسید کر دی۔
”یہ کیا بیہودگی ہے...؟“
”بے تکلف۔“
”وہ کھیانی بھنسی کے ساتھ بولی۔“ پنج بالکل گدھ ہے ہو...!“
”پتا نہیں! آپ کیا چاہتی ہیں...؟“ عمران نے مایوسی سے کہا۔
”میں سمجھ گئی!“
”کیا سمجھ گئیں...؟“
”وہ اسی لیے تمہیں یہاں چھوڑ گیا ہے۔“
عمران ہونتوں کی طرح منہ کھولے اس کی طرف دیکھتا رہا۔
”ناشرت کرو۔“ وہ غصیلے لمحے میں بولی۔ اور عمران جلدی جلدی کافی پینے لگا۔
ام بھی چند لمحے اسے گھورتی رہی پھر اٹھ کر چل گئی۔ عمران نے خالی کپ میں دوبارہ کافی اثر لیا اور تاکہیں ہلا کر نہایت اطمینان سے چسکیاں لیتا رہا۔
”وہ اس سے بے خبر نہیں تھا کہ فراگ پشت والے دروازے میں کھڑا اسے گھورے جا رہا ہے۔ فراگ بے آواز چلتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ لیکن وہ ان جان، ہی بنا رہا۔ ایسا لکھتا ہے کافی نہیں ان گیوں پر رہا ہو... دنیا مافیہا سے بے خبر۔

”دیکھا تم نے... دیکھ لیا۔“ اُم بینی عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔
”م... میں پاگل ہو جاؤ گا۔“

”آخر بات کیا ہوئی تھی...؟“

”کہہ رہا تھا کہ تم اُم بینی کو بہکار ہے تھے... اس کا سر سہلا رہے تھے۔“

”سب بکواس ہے! وہ بہت دونوں سے چھکارا پانے کا بہانہ تلاش کر رہا تھا۔“

”تم سے!...!“ عمران نے متیر ان لمحے میں سوال کیا۔

”ہاں! وہ ایسا ہی ہے۔ ابتداء میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکے گا... لیکن پھر کچھ دونوں کے بعد اس طرح بدل جاتا ہے جیسے کبھی کی جان پیچان بھی نہ رہی ہو۔“

”جس مینڈک ہے! مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ وہ پومارے پنج کا پوتا ہے۔“

”شاید اسے اپنے باپ کا نام تک نہ معلوم ہو۔“ اُم بینی تلخی ہنسی کے ساتھ بولی۔

”بڑی عجیب بات ہے...؟“

”ختم کرو یہ باتیں... اب یہ سوچو کہ جانا کہاں ہے! ورنہ جس شام ہو جانے کے بعد ہم قتل کر دیئے جائیں گے۔“

”کیا تباہی سے باہر جانے کا اجازت نام ہے تمہارے پاس....؟“

”وہ تو ہمیشہ رکھتی ہوں، مجھے سیر سپاٹے کا بہت شوق ہے۔“

”اچھا تو بس پھر ہم شام سے پہلے ہی نکل چلیں گے۔“

”لیکن کہاں....؟“

”بنکنا...!“

”کیا تم وہیں رہتے ہو...؟“

”فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”بڑی عجیب بات ہے... شاید وہ فرانسیسی لوکی بھی بنکاتا ہی میں رہتی ہے جس کے سلسلے میں لگ چاگنے اسے سزا دی تھی۔“

”جنم میں جائیں لگ چاگ اور مینڈک دونوں۔ تم مجھ سے بے تکلف ہونا چاہتی ہیں... اب ہو جاؤ...!“

دفعہ فرماں نے اس کی کرسی کے پائے میں زور دار ٹھوک کر ماری اور عمران اچھل کر الگ ہٹ گیا اور نہ نوٹی ہوئی کرسی کے ساتھ خود بھی فرش پر آ رہتا۔

”م... میرا قصور... جناب عالی!“ عمران نے خوفزدہ لمحے میں پوچھا۔

”لوکی کو بہکار ہے تھے... ذمین آدمی۔“ ”فرماں دہاڑا۔“

”نن نہیں تو...!“

”جھوٹے ہو! میں نے خود دیکھا تم اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔“

”جج... جناب عالی... وہ تو میں نے چھپت رسید کی تھی۔“

”خاموش رہو! اگر تمہیں پناہ نہ دی ہوتی تو قتل کر دیتا... چلے جاؤ، یہاں سے اور کبھی اپنی شکل نہ دکھانا۔“

اتھے میں اُم بینی بھی آگئی۔ شاید اس کی دہاڑی سن کر آئی تھی۔

”اوکیتا! تم بھی نکل جاؤ یہاں سے۔“ وہ اس پر الٹ پڑا۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں...?“

”جاو۔“ فرماں حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ ”دونوں فرماں نکل جاؤ۔ میں نے آج تک کسی عورت کو بھی قتل نہیں کیا۔“

”اگر آپ فرمائیں تو میں قتل کر دوں“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

”بکواس مت کرو۔ نکل جاؤ یہاں سے! میں تباہی میں تم دونوں کا وجود برداشت نہیں کر سکوں گاہلہداشام ہونے بے پہلے ہی جدھر سینگ سائیں چلتے ہوں۔“

”وہ تو میں جانتی ہی تھی۔“ اُم بینی تلخ لمحے میں بولی۔ ”میرا بھی وہی حشر ہو گا جو دوسرا لڑکوں کا ہوتا رہا ہے۔“

”میں پچھے سننا نہیں چاہتا... نکل جاؤ...!“

”اچھا... اچھا...!“ وہ عمران کا ہاتھ پڑا کر بولی اور پھر اسے وروازے کی طرف کھینچنے لگی۔

”ارے... ارے“ عمران نے بوکھا کر اس سے ہاتھ چھڑایا۔

”جاو...!“ فرماں دونوں ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

پھر ذرا ہی کی دیر میں وہ دونوں عمارت کے باہر نظر آئے۔

”اچھا تو بھر مجھے گولی مار کر سمندر میں پھینک دو۔“

”خیر... خیر.... سوچوں گا۔“

وہ عمارت سے بہت دور نکل آئے تھے۔ دھن ام بینی کراہ کر بولی ”اب تو پیدل نہیں چلا جاتا۔“

”آؤ! میری پشت پر سوار ہو جاؤ!“ عمران سبھی کی سے بولا۔

”بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔ کہیں بیٹھنا چاہئے!“

”تم کسی ایسی جگہ سے واقف ہو تو مجھے لے چلو، میں تاہیتی سے میں اجنبی ہوں۔“

”پہلے کبھی نہیں آئے؟“ ام بینی نے حیرت سے پوچھا۔

”جمحوٹ کیوں بولوں گا....?“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اچاک داہنی جانب کسی تیز رفتار گاڑی کے بریک چڑپتائے اور وہ اچھل کر دوسرا طرف ہٹ گئے۔ گاڑی رک چکی تھی۔ اگلی سیٹ پر دو آدمی بیٹھے نظر آئے۔ جوان کے لیے اجنبی نہیں تھے۔

”باس نے تمہیں واپس بلا�ا ہے۔“ ان میں سے ایک نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

عمران نے ام بینی کی طرف دیکھا۔ وہ سختی سے ہونٹ بھینچ کھڑی تھی۔

”ہم واپس نہیں جائیں گے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیوں شامت آئی ہے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔

”لگنگلو کا یہ انداز مجھے پند نہیں ہے۔“

”بکواس مت کرو، باس کے حکم کی قسمیں زبردستی بھی کرائی جاسکتی ہے۔“

”چلے چلو۔“ ام بینی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

”تم جانا چاہو تو جاسکتی ہو، میں نے اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے مینڈک دیکھے ہیں۔“

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر عمران پر حیث پڑے۔ ام بینی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ لیکن

اس نے ان دونوں کو لڑکھراتے ہوئے دیکھا۔ عمران کا داہنہ تاہدھ صرف دوبار تیزی سے حرکت میں آیا تھا۔۔۔ ایک تو گر ہی گیا تھا۔ دوسرے نے بڑی پھرتی سے چا تو کھول لیا۔

”یہ کھلونا جیب میں رکھ لو.... ورنہ سچھ جخ خی ہو جاؤ گے۔“ عمران نے پر سکون انداز میں کہا۔

”تمہیں چلتا پڑے گا۔“ وہ چا تو کا چھل نچا کر بولا۔

”یہ تو چا تو ہے، تو پ بھی مجھے واپس نہیں لے جاسکتی۔“

ام بینی نہ پڑی اور پھر بولی۔ ”مجھے ایسے لوگ پسند ہیں جنہیں کسی بات کی بھی پرداہت ہوتی ہو۔

”مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟ میرا تعلق بنکاتا کے شاہی محل سے ہے۔“

”نہیں۔“ ام بینی انہیں سرست کے طور پر اچھل پڑی۔

”ہاں.... ہاں.... پر نسرا نالا بوا آکا پر سل سیکر ٹری ہوں، اب تمہیں سب کچھ بتا دوں گا

فرماں سے اب میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اچھا ہی ہوا جاوے ایسے پاگل آدمی سے چیچھا جھوٹ گیا۔

”سوال تو یہ ہے کہ تم ایسی پوزیشن کے مالک ہونے کے باوجود بھی فرماں جیسے بد معاش سے کیوں تعلق رکھنا چاہتے تھے....؟“

”اس نے خود ہی تعلق پیدا کیا تھا کہ تمہیں پر نسرا نالا بوا آسے مانگ لوں گا۔“

”اور ذرا سی بات پر ایسی مانگری کر بیٹھا۔“

”ہوئے بچھلی رات اگر میں نہ ہوتا تو مارا جاتا گینڈے کا پچ۔“

”کیا مطلب....؟“

”یہ نہیں بتاؤں گا.... اب ہسکو یہاں سے! کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے تمہارا....؟“

”اب تم بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہے ہو۔“

”پہلے تم باس کی محبوب تھیں، اس لیے احترام کرتا تھا تمہارا۔“

”اور اب دونوں ہی ذمیل ہو گئے ہیں۔“ وہ ہنس کر بولی۔

”تمہیں افسوس نہیں ہوا....؟“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”قطیعی نہیں! اسے خود سے چھوڑتی تو دوسرا دنیا کا سفر کرنا پڑتا۔“

”اب کہاں جاؤ گی....؟“

”کیا تم اپنے ساتھ نہ لے جاؤ گے؟“ ابھی تو کہہ رہے تھے۔

”ہاں.... ہاں.... لیکن تم وہاں رہو گی کہاں؟“

”تمہارے ساتھ....“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”مم.... مگر مجھے عورتوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔“

”اب ہو جائے گا۔ اتنا تجربہ کار بنا دوں گی کہ لڑکیاں اللو سمجھنا چھوڑ دیں گی۔“

”میں الہی بھلا۔ مجھے معاف کرو....!“

”بھگڑا مت کر دی پلے چلو“ ام بینی روہانی ہو کر بولی۔
”اب تو تمہیں بھی نہیں جانے دوں گا“ مجھے غصہ آگیا ہے۔
چاقو والے نے اس پر چھالاگ لگائی اور باہمیں جانب سے دوسرا آدمی بھی جھپٹ پڑا۔ لیکن ہوا
یہ کہ اس کا چاقو والی کے ساتھی کے دامن پہلو میں اتر گیا۔
زخمی کی کراہ دل لرزادی نے والی تھی۔

عمران دور کھڑا کہہ رہا تھا۔ ”میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ چاقو رکھ لو۔“
حملہ آور اپنے زخمی ساتھی کے قریب دو انوں ہو کر چاقو والی کے پہلو سے نکلنے لگا تھا۔
عمران نے جھپٹ کر ام بینی کا ہاتھ پکڑ لیا اور گاڑی کی طرف دوڑ لگائی۔
”ارے... ارے... مجھے چھوڑ دو۔“ وہ بالکل ایسے ہی انداز میں بولی جیسے گالی دے رہی ہو۔
لیکن اتنی دیر میں عمران اسے پچھلی سیٹ پر دھکیل چکا تھا۔ پھر گاڑی استارٹ کی اور ام بینی
کے احتجاج کے باوجود اسے تیز رفتاری سے آگے بڑھاتا چلا گیا۔
”اب حق خمارے جائیں گے۔“ ام بینی دانت پیس کر بولی۔
”اچھا۔ تو کیا وہ چاقو سے میری پیٹھ کھانے آئے تھے؟“
”خیر... خیر... تم دیکھ ہی لو گے۔“

”میں نے ان پر حملہ نہیں کیا تھا...!“
”میں سب کچھ دیکھ رہی تھی پھر تسلیے بندر...“ تم نے ایسی ہی حرکت کی تھی کہ رابرٹو کا چاقو
رکھ کر پیٹھ میں اتر جاتا...“
”کیا تم چاہتی تھیں کہ وہ میرے سینے میں اتر جاتا...؟“
”پکھ بھی نہ ہوتا۔“ وہ جھلا کر بولی۔
”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟“
”اب کہاں جا رہے ہو...؟“
”جہاں قسمت لے جائے۔ ایندھن کا میٹر تارہا ہے کہ منکی لبریز ہے۔“
”میری ماں تو چپ چاپ واپس چلو۔“
”خاموش بیٹھی رہو عقائد لڑکی! ورنہ میری کسی حماقت کا شکار ہو جاؤ گی۔“

بھگڑی سنان سڑک پر فرائٹ بھر رہی تھی۔ ام بینی کے چہرے پر دہشت زدگی کے آثار
گھرے ہوتے چلے گئے اور بالآخر وہ ہکلائی۔ ”بب... بہت برا ہوا...“
”تم تو اس طرح رہ رہ کر اگلی رہی ہو جیسے حقیقت قصہ کچھ اور رہی رہا ہو...؟“
”اچھا! میری ایک بات مان لو۔“ ام بینی کیکاپاتی ہوئی آواز میں بولی۔
”کچھ کہو بھی تو...؟“
”ان ساری گاڑیوں میں سمت نما بر قی آلات لگے ہوئے ہیں جدھر بھی جائیں گے اسے خبر
ہو جائے گی۔ لہذا کہیں رک کر چیک کرلو۔“
”یہ ہوئی ہے کام کی بات۔“ عمران نے کہا اور گاڑی کو سڑک سے اتار کر چنانوں کے
در میان موز دیا۔
ام بینی کا خیال غلط نہیں تھا۔ پچھلے ٹو گارڈ کے نیچے سمت نما لیکٹر و مک بگ مل گیا۔
عمران نے اسے نکال کر پوری طاقت سے دور تک بکھری ہوئی پچنانوں کے درمیان پھینک دیا۔
تین چار میل تک اسی سڑک پر سفر جاری رکھنے کے بعد ایک جگہ پھر عمران نے گاڑی
سڑک سے اتاری اور ایک کچھ راستے پر موز دی۔
”آخر سوچا کیا ہے تم نے...؟“ ام بینی کچھ دیر بعد بولی۔
”سہی کہ تمہیں بحفاظت یہاں سے نکال لے جاؤ۔“
”جو مجھے اب بھی ناممکن نظر آ رہا ہے۔“
”ویکھو! کیا ہوتا ہے۔“
”اگر تم فرماگ سے معافی مانگ لیتے تو بات اتنی نہ بڑھتی۔“
”کس بات کی معافی مانگ لیتا...؟“
”میں کیا جانوں...؟“
”لب کو پھر خاموش بیٹھی رہو! پتا نہیں تم کیا چیز ہو؟ خوش خوش وہاں سے رخصت ہوئی
تم... اور ایک گاڑی بھی ہاتھ آگئی ہے تو اس طرح بور کر رہی ہو! کیا تم نے تھک جانے کی
ٹکایت نہیں کی تھی...؟“
”اوہ... اوہ... اسے بھول جاؤ! اسے کچھ ختم ہو گیا۔“

”لک... کیا ہو رہا ہے؟“ ام بینی بیدار ہو کر چھی۔

”چپ چاپ پڑی رہو! ورنہ کھو پڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔ انہوں نے ہمیں آ لیا ہے۔“

دوسرے فائز سے سست کا اندازہ ہو جانے کے بعد عمران نے بھی ایک فائز کیا۔

”خداوند رحم...!“ ام بینی منتنا تی۔

”ضرور رحم لیکن چپ چاپ پڑی رہو۔“ عمران کہہ کر پھرتی سے پچھے کھسکا ہی تھا کہ ٹھیک اسی جگہ کی مٹی اڑ گئی... یہ دوسرا طرف سے تیر افائز تھا۔

اس بار سست کے ساتھ ہی حملہ آور کی صحیح پوزیشن کا بھی احساس ہو گیا۔ عمران گاڑی کی دوسرا طرف پہنچ ڈکا تھا۔

ٹریکر پر ہجی ہوئی انگلی ایک بار پھر حرکت میں آئی۔ فائز کی آواز کے ساتھ ہی ایک طویل کراہ بھی فضا میں ابھری تھی۔ پھر ایسا معلوم ہوا ہیسے کوئی وزنی چیز نشیب میں لڑھک رہی ہو۔

”لک... کیا ہوا...؟“ ام بینی پھر بولی۔

”تمہاری زبان بند رکھنے کے لیے بھی ایک فائز کرنا پڑے گا۔“

”نن... نہیں...!“

عمران گاڑی کی اوٹ سے نکل کر اس طرف چل پڑا جدھر سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا شکار اونڈھا پڑا نظر آیا۔ گولی بیاں جڑا توڑتی ہوئی دوسرا طرف نکل گئی تھی۔

عمران پھر گاڑی کی طرف پلٹ آیا۔ ام بینی کو نیچے اتارنے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔ وہ کسی خوفزدہ پرندے کی طرح کانپ رہی تھی۔

”چلو! کھو! وہ کون ہے؟“ عمران اسے لاش کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

ام بینی نے لا علیٰ ظاہر کی۔ اس سے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا۔

”اس کے بیٹھاں آدمی پاپ اے اے تے کے چھپے پر موجود ہیں۔“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اس کی تلاشی لو... اگر اس کے پاس سے مخصوص شاخت والاڑا نسیم برآمد ہو گیا تو پھر بتاؤں گی...!“

جامہ تلاشی پر جبی تر انسیم برآمد ہوا تھا... رائل کے کارتوسون کی پیٹی بھی عمران نے

”بس تو پھر تم بھی خاموش بیٹھی رہو۔“

”مجھے حق حاصل ہے کہ تم سے پوچھوں۔“

”ضرور پوچھو! لیکن سوال جغرافیہ سے متعلق نہیں ہوتا چاہئے۔ اللہ کی دنیا ہے جہاں چاہے پہاڑ بنائے جہاں چاہے دریا بہائے، ہم کون ہوتے ہیں اس سلسلے میں جھک مارنے والے... نظر استوائی کی تلاش میں ساری دنیا چھان ماری لیکن مجھے تو کہیں نہ دکھائی دیا... جملہ ہٹ میں جغرافیہ کے ایک پروفیسر کی پٹائی کر دی تھی، ہاں۔“

”میں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوٹیں لی ہیں تم بکواس کئے جاؤ۔“

عمران نے گاڑی روک دی اور مڑ کر اسے گھوڑنے لگا۔

”اس طرح کیا دیکھ رہے ہو...؟“ وہ گڑ بڑا کر بولی۔

”یہی کہ تم کس رفتار سے جھوٹ بول سکتی ہو۔“

”لک۔ کیا مطلب؟“

”مجھے عورتوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں! میں صرف ان کا مصرف جانتا ہوں۔“

”یہ تو بالکل ہی بکواس ہے؟“ وہ بُش پڑی۔

”میرے نزدیک عورت کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اسے کسی درخت سے الٹا لٹکا کر خود نو دو گیارہ ہو جاؤ، اترو گاڑی سے...!“

”نہیں.... نہیں۔“ وہ خوفزدہ لبھجے میں بولی۔ ”تم مجھے یہاں تھا نہیں چھوڑ سکتے۔“

”اچھا تو پھر اپنی زبان بند رکھو۔“

”جنم میں جاؤ... اب میں نہیں بولوں گی۔“ وہ پھر تمیز ہو گئی۔

گاڑی ناہموار راستے پر اچھلی، کوڈی دوڑی جاری تھی۔ ام بینی نے خاموشی اختیار کر لی۔ دو پھر کا سورج آگ برسارہا ہوتا اگر یہ چنانیں سبزے سے ڈھکی ہوئی نہ ہوتیں۔ چوڑے پتوں والی اوپنجی اوپنجی جھاڑیوں سے چھن کر آنبوالی دھوپ زیادہ تکلیف دہ نہیں تھی۔

بالآخر ایک جگہ عمران نے گاڑی روک دی اور مڑ کر دیکھا تو ام بینی سیٹ پر پڑی خرانے لے رہی تھی۔ گاڑی سے اتر کر اس نے بچپنی سیٹ کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ کسی جانب سے ایک فائز گولی گاڑی کے پچھلے دروازے سے نکرائی تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔

کھول لی.... لیکن رائفل کا کبین پہانے تھا۔
اب کھڑے کیا سوچ رہے ہو، یہ مصیبت صرف گاڑی کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ اس نے
ٹرانسپلر پر اپنے آدمیوں کو آگاہ کر دیا ہو گا۔
”گاڑی تینیں چھوڑ جائیں گے۔“

”آخر جاتا کہاں ہے...؟“

”مجھے اس جگہ کا نام معلوم نہیں! لیکن یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔“

گاڑی کے پہیوں کی ہوانکال کر عمران آگے بڑھ گیا۔ ام بینی اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ نشیب میں اترنے لگے۔ سامنے حد نظر تک سمندر پھیلا ہوا تھا۔

”میرا ہاتھ چھوڑ دو... تم بہت تیز چل رہے ہو! تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔“ ام بینی نے
ہانپتے ہوئے کہا۔

عمران نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور تیزی سے نشیب میں اترتا رہا۔



دونوں قیدی کرسیوں سے بندھے ہوئے تھے اور فرماں سے کچھ فاصلے پر کھڑا اس طرح
گھورے جا رہا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں ان کے لیے سزاۓ موت تجویز کردے گا۔ قیدی
پر سکون نظر آرہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہیں اس واقعہ پر ذرہ برا بر بھی تشویش نہ ہو۔
”کیا تم اپنی زبانیں نہیں کھولو گے...؟“ فرماں کچھ دیز بعد بولا۔

”اپنا وقت ضائع نہ کرو۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔ ”تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“

”یقیناً! میں اس وقت تک تمہیں زندہ رکھوں گا جب تک تم اپنی زبان نہیں کھولتے۔“

”کوشش جاری رکھو۔“ دوسرے نے مفعکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

” بتاؤ... موکارو میں کیا ہو رہا ہے؟“ فرماں دہڑا۔ اور وہ دونوں ہنسنے لگے! پھر ان میں سے
ایک بولا۔ ”ذکراتے رہو ہمیں کی طرح...!“

فرماں نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور آہستہ آہستہ چلتا ہواں کے قریب پہنچا پھر، دونوں
ہاتھوں سے اس کا سر تھام کر زور سے جھکا دیا۔ عجیب سی آواز قیدی کے حلق سے نکلی تھی اور اس
کا سر معمول سے زیادہ گوم گیا تھا آنکھیں حلتوں سے ابل پڑی تھیں۔

فرماں نے ہاتھ ہٹائے ہی تھے کہ اس کا سر میں پرڈ ہلک آیا۔

اس کے ساتھی نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کیا ہوا...؟“

”وہی جو گردن کی ہڈی ٹوٹ جانے پر ہوتا ہے۔“ فرماں نے بڑے طیتان سے جواب دیا۔

”نہیں...!“ دوسرا قیدی چینا۔

”ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند ہوئی ہے، مجھے بھینسا کہا تھا بد تیز نے...!“

دوسرے قیدی کا پھرہ زرد پڑ گیا۔

”تھا... تم نے اسے مارڈا۔“ قیدی کی آواز کا پرہیز تھی۔

”تمہیں بھی اسی طرح مارڈا لوں گا...“ ورنہ بتاؤ کہ مجھے بیہوش کر کے کہاں لے جاتے۔“

”مم... موکارو...!“

”کیوں...؟“

”ہمیں بھی حکم ملا تھا۔ اگر تم گلگ چاک کے غیر متوقع روئیے کی وضاحت نہ کر سکو... تو“

”تمہیں کسی کی طرح موکارو پہنچا دیا جائے۔“

”کس نے حکم دیا تھا...؟“

”موکارو کے بادشاہ نے...!“

”بکواس ہے! موکارو کا بادشاہ ایسا کوئی حکم نہیں دے سکتا۔“

”ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے۔“

”تم لوگ بھی غیر ملکی ہو! پھر موکارو میں کس طرح مقیم ہو...؟“

”پرانے باشندوں میں ہمارا شمار ہے! نئے لوگوں کے داخلے پر پابندی لگائی گئی ہے۔“

”سخو! اگر تم نے اپنے سر غنہ کا نام نہ بتایا تو تمہارا بھی یہی حرث ہو گا۔“

”کس... سر غنہ...!“

”ہاں... ہاں۔ موکارو کے بادشاہ کے نام پر وہاں کچھ ہو رہا ہے...؟“

”م... میں کچھ نہیں جانتا! یقین کرو۔“

”تم دونوں کو کس سے احکامات ملتے ہیں؟“

”آنریبل سے!“

"اوہ... وہ منحوس جاپانی۔"
"وہ آج کل چیف منسر ہیں۔"

"میں کسی بہت بڑی سازش کی بوسوگھ رہا ہو۔" فرماں آہستہ سے بڑا لیا۔
"میں کچھ نہیں جانتا آزیبل فرماں۔"

"اب یقین آگیا کہ اس سے زیادہ جانتے ہو گے۔" فرماں نے کہا اور اس کی کرسی میں
ٹھوکر ماری۔ وہ کرسی سمیت بائیں پہلو کے بل فرش پر گر کر کراہ تھا۔
فرماں کمرے سے نکلا چلا آیا تھا۔ مزکر دیکھنے کی بھی زحمت گوار نہیں کی تھی کہ قیدی پر کیا
گذری...! انشت کے کمرے میں دو آدمی اس کے منتظر تھے۔
"میا خبر ہے...؟" فرماں کی طرف دیکھے بغیر غایا۔
"کچھ دور تعاقب کرنے کے بعد اشارے موصول ہونا چاہئک بند ہو گئے۔ ایک طرح سے ہم
نے سرانغ گھومندیا تھا... لیکن...."

"لیکن.... لیکن.... کیا لگا رکھی ہے جلدی سے بکو۔" فرماں آنکھیں نکال کر بولا۔
"کچھ دیر بعد ڈرامسٹر پر اطلاع ملی کہ اپاٹ فورٹین پر گاڑی دیکھی گئی ہے۔ اطلاع دینے والا
گاڑی کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملنے پر ہم اپاٹ
فورٹین پر پہنچے... وہاں گاڑی بھی موجود تھی اور ہمارے ایک آدمی کی لاش بھی۔
"ان دونوں کی بات کرو حرام خور۔ لاش سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"گاڑی خالی تھی... اور وہ دونوں غائب۔"
"جہنم میں جاؤ۔" فرماں پیر ٹھیک کر دہاڑا۔
دونوں سر جھکائے کھڑے رہے۔

"دفع ہو جاؤ۔" فرماں کچھ دیر بعد ہاتھ ہلاکر بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا جو تھا۔
دونوں احتراماً چھکے اور باہر نکل گئے۔
یہ وہی عمارت تھی جہاں پچھلی رات وہ دونوں قیدی لائے گئے تھے۔ فرماں نے ایک آرام
کرسی پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔
کچھ دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا پھر چونکہ کر سیدھا ہو بیٹھا۔ بائیں جانب ہاتھ بڑھا کر

اندر کام کے بین پر انگلی رکھتے ہوئے بھراہی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیلی ہاروے کو سمجھو۔"
"لیں باس...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

وہ پھر آرام سے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک دلکش لڑکی گیمار لیے کمرے میں داخل ہوئی۔
"لیلی...!" وہ بھراہی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیں باس۔"

"کوئی خوبصورت سا گیت...!"

لڑکی نے گیمار کی لے پر ایک نغمہ چھینگ دیا۔ وہ بہت اچھا گاتی تھی... چھوٹے سے قد کی
ایک بھولی بھالی کی لڑکی تھی... آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ غالباً ان کی دلکشی کا سبب وہ غم
آکوڈی نرم امہلت تھی جو پلکیں اٹھاتے وقت کچھ اور واضح ہو جاتی تھی... فرماں جو سے ہبھت غور
سے دیکھ رہا تھا چاہئک بہت زور سے دہاڑا۔ "بند کرو...!"

لڑکی سہم کر خاموش ہو گئی فرماں ہاتھ اٹھا کر چینا۔ یہ تو گاتے گاتے ناک کیوں سکوڑ نے
لگتا ہے...؟"

"مم.... مجھے تو پہنچ نہیں چلتا بس۔" وہ خوفزدہ لمحے میں بولی۔

"چل پھر سے شروع کر پتا چل جائے گا...!"

سمیں سہی کی مسکراہست کے ساتھ اس نے پھر گیت شروع کیا۔

"یہ... یہ... پھر وہی...!" فرماں جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"عادت ہے بس...!"

"عادت کی بچی! میں تیری ناک ہی نکلوادوں گاچہ سے! بچی اور اسی وقت!"

اس نے جھپٹ کر لیلی کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا باہر لے چلا۔ گیمار اس کے ہاتھ سے گر گیا
تھا... اور وہ کسی باز کے پنج میں پھنسی ہوئی نہیں سی چڑیا کی طرح ہانپ رہی تھی۔

"مم.... معاف کر دو بس... میں کوشش کروں گی... کہ یہ عادت چھوٹ جائے۔"
فرماں رک گیا اور اسے گھورتا ہوا بولا۔ "دل چاہتا ہے کہ خود ہی تیری ناک کاٹ دوں۔"

"رحم بس۔ میں کوشش کروں گی۔" وہ روپڑی۔

"اچھی بات ہے... معاف کئے دیتا ہوں، مگر ایک شرط پر...?"

موکارو سے روانہ نہ ہو سکے ہو گے۔”
 ”نہیں یور آنر... ہی ہی ہی... وہ ایک پوشیدہ راستہ ہے! ہی ہی ہی... اچھی لڑکی! بس کرو... ہی ہی ہی...!
 ”سماکا اور اس کے خاص آدمیوں کے علاوہ اور کوئی اس سے واقف نہ ہو گا۔ کیوں؟...?
 فرائج نے پوچھا۔
 ”یہی بات ہے... یور آنر... ہی ہی ہی... لڑکی لڑکی... ہی ہی ہی! بس مجھ پر رحم کرو... ارے... ارے! اخدا کی پناہ... حد ہو گئی... لڑکی لڑکی... ہی ہی ہی...!
 ”تم مجھے وہ راستہ بتا دو گے...!
 ”بتا دوں گا... یور آنر... اف فوہ... لڑکی...!



ام بینی کو ہوش آیا تو بڑی دیر تک اندازہ ہی نہ کر سکی کہ وہ کہاں ہے۔ چاروں طرف زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شاید چمکدار زرد سمندر تھا جس میں تیرتی چل جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ ذہن صاف ہوتا گیا۔ وہ کسی لانچ کے چھوٹے سے کیبن میں لین ہوئی تھی۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ آخر وہ اس لانچ میں کیسے بیٹھی؟... وہ تو عمران کے ساتھ ساحلی نشیب میں اتر رہی تھی.... پھر اسے یاد آیا کہ وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھے بھی تو تھے.... اور اس کی زبان قپشی کی طرح پچل رہی تھی۔ آخر ٹنگ آکر عمران نے اس کی دونوں کپٹیاں دبائی تھیں اور وہ شاید بیوہش ہو گئی تھی۔ یقیناً بیوہش ہو گئی تھی ورنہ اس کے بعد کی باتیں بھی تو یاد آتیں.... لیکن آخر عمران نے اس کے ساتھ ایسا بر تاؤ کیوں کیا تھا؟ دشمن ہی سہی لیکن فرائج کی طرح ظالم تو نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن وہ خود بھی تو اس کا داماغ چانے جا رہی تھی۔ جو کچھ بھی وہ اس وقت کر رہا تھا اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ فرائج کے ہاتھوں مرنا کون پسند کرتا...?
 ”وہ چونک کر اٹھ بیٹھی.... کسی نے کیبن کے دروازے کا پینڈل گھمایا تھا اور پھر دروازہ ہٹلتے ہی اس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ سامنے خوفناک شکل والا لانگ چانگ کھڑا تھا۔ وہی لانگ چانگ جو ایک بار اس کی موجودگی میں ڈیٹی فرائج کو باندھ لے گیا تھا۔
 ”یہ کس قسم کا کھیل ہو رہا تھا لڑکی...؟“ اس نے قہر آلوں لجھے میں سوال کیا۔

”میں تو تمہاری زر خرید ہوں جو حکم دو گے، کروں گی....!
 ”اچھا چل...!“ فرائج آگے بڑھتا ہوا بولा۔
 وہ اسے اس کمرے میں لا یا جہاں ایک قیدی کی لاش تھی اور دوسرا کرسی سمیت فرش پر پڑا ہوا تھا۔ فرائج نے آگے بڑھ کر گری ہوئی کرسی سیدھی کر دی۔ قیدی نبڑی طرح ہانپ رہا تھا۔ فرائج نے اس کا گال تچھپا کر قہقهہ لگایا۔
 ”تمہارا یہ حشر نہیں ہو گا۔“ اس نے لاش کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اوہر دیکھو! میری طرف، اب اس لڑکی کی طرف دیکھو۔“
 قیدی محبوب الحواسوں کی طرح اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔
 ”کیا خیال ہے لڑکی کے بارے میں؟ یہ تمہیں کیسی لگتی ہے؟“
 ”مم.... مجھے....!“ قیدی بالآخر خنک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہکلایا۔
 ”ہاں۔ ہاں تمہیں....!
 ”اچھی ہے! بہت اچھی ہے۔“ وہ بوکھلا کر بولاتے۔
 ”اگر تمہیں مل جائے تو کیسی رہے۔“ فرائج اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرا یا۔
 ”تل... لیکن.... میں تو مر رہا ہوں آنر یہل فرائج۔“
 ”یہ تمہیں زندہ کر دے گی.... یہ دیکھو۔“ فرائج نے لڑکی کو اٹھا کر قیدی کی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔
 پھر مقامی زبان سے لڑکی سے بھی کچھ کہا تھا۔ لڑکی نے قیدی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں.... بڑی مصلحہ خیز چوبیشن تھی۔ وہ کرسی پر رسیوں سے جکڑا ہوا تھا اور لڑکی اس سے اٹھا عشق کر رہی تھی۔ وہ بے بس سے نہ پڑا۔
 ”کیوں.... کیا بات ہے؟“ فرائج نے چک کر پوچھا۔
 ”گگ.... گلدگدی.... ہی ہی ہی... آنر یہل ہی ہی ہی...!
 وہ نہ رہا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر اس کے ساتھی کی گردن نوٹی لاش موجود تھی۔
 ”ہی ہی ہی.... یہ نہیں.... دیکھو! یہ مت کرو... ہی ہی ہی...!
 فرائج بھی اس کی بُنی میں شریک ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تم دونوں باضابطہ طور

"حضور... جناب عالی... میں بالکل بے قصور ہوں! فرائج پاگل ہو گیا ہے۔"

"کیا پھر کوئی حماقت کر بیٹھا...؟"

"جی حضور!... وہ تو حماقتوں کا پتلا ہے۔ پڑھ نہیں کہاں سے پرنسز نالا بو آکا معتمد خصوصی ہاتھ لگ گیا تھا۔ مجھ سے کہا کہ میں تمہیں اس کے ساتھ متمم کر کے دونوں کو گھر سے نکال دوں گا۔ تم اس کے ساتھ بیکانا جانا... اور وہاں میری منتظر رہنا شایع محل میں...!"

"واقعی! اس کی نیت خراب ہو گئی ہے۔" ملگ چانگ بولا۔ "مجھ سے ہبھیری باتیں چھپانے کا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس نے موکارو کے دو آدمی پکڑ لیے ہیں...؟"

"وہی واقعہ تو فساد کی جڑ بنا ہے یور آزر! وہ دونوں فرائج کو یہوش کر کے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔ فرائج کو اپنی نہیں آتی۔ لیکن نالا بو آکا ملازم اپنی ہی ہے اس نے اسے بروقت اگاہ کر دیا اور وہ دونوں پکڑے گے۔ فرائج موکارو جانا چاہتا ہے۔ اپنی دانست میں وہ پرنس ہر بندزا کے ساتھ ہی موکارو کے ساحل پر قدم رکھ سکے گا۔ لہذا وہ اب ہر بندزا کو بیکانا سے انعام کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے مجھے پہلے ہی سے بھجوادینا چاہتا تھا... میں شایع محل میں قیام کرتی۔ اور پھر عمران کے ذریعے ہر بندزا پر قابو پانے کی کوشش کرتی۔ اب فرائج کا پاگل پن بھی سن لیجئے۔ جب ایک بات طے ہو گئی تو ہمیں گھر سے نکلا جا پکھا تھا تو پھر واپس بلانے کی کیا ضرورت تھی...؟"

"کیا مطلب....؟"

ام نینی نے فرار کی پوری کہانی دہرائی۔ "ملگ چانگ" کی آنکھیں کسی گھری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "تو یہ نالا بو آکا ملازم ہے جو تمہیں اٹھائے ہوئے تھا۔"

"مجھے تو ہوش ہی نہیں تھا جناب عالی...!"

"ہاں! وہ تمہیں اٹھائے ہوئے ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ میری کشتی ادھر سے گذری۔ میں عرش پر دور میں لیے کھڑا تھا۔ میں نے تمہیں پیچان لیا۔ ایک بار پہلے بھی دیکھ پکا تھا نا... وہ آدمی بھی کشتی ہی پر موجود ہے لیکن اس نے اپنے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ دیے تمہیں اپنی بیوی بتاتا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ مرگی کی مریضہ ہے، دورو پڑ گیا تھا۔"

"بردد کہیں کا...!"

"لیکن میری خواہش ہے کہ تم یہ ذرا سہ جاری رکھو! اب تم یہ کام فرائج کے لیے نہیں بلکہ

میرے لیے کرو گی....!"

"آپ کی خدمت کرنا پی خوش نصیبی سمجھوں گی جناب!"

"میں تم دونوں کو بیکانا کے ساحل پر اتار دوں گا....!"

"پھر مجھے کیا کرنا ہو گا....؟"

"فرائج کی بجائے میری منتظر رہنا شایع محل میں...!"

"بہت بہتر جناب عالی! اب میں خود کو بالکل محفوظ سمجھ رہی ہوں۔"

"شایباش! مجھے ایسے ہی یقین اور اعتماد کی ضرورت ہے۔ اور فرائج کی تواب میں کھال کھینچ لوں گا....!"

ام نینی کچھ نہ بولی۔ کنگ چانگ نے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد میں اسے تمہارے پاس بھجوادوں گا۔ کھیل جاری رکھو!"

"بہت بہتر جناب عالی....!"

وہ چلا گیا اور ام نینی اپنے دل میں بڑھتی ہوئی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ پندرہ میں منٹ بعد عمران کی شکل دکھائی دی۔ چہرہ ہونقوں کا ساہر ہوا تھا۔ آتے ہی بولا۔ "دیکھو! میں نے انہیں بتایا ہے کہ تم میری بیوی ہو اور مرگی کی مریضہ ہو! میرے بیان کی تردید نہ ہونے پائے۔ وہ ازراہ ہمدردی ہمیں بیکانا میں اٹھا دیں گے....!"

ام نینی ہس پڑی اور اس کے چہرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "شکل دیکھو شوہر کی...!"

"گک.... کیوں.... شکل کو کیا ہوا ہے....؟"

"ایسا لگتا ہے جیسے کسی گدھے کو باندھ کر ڈنڈوں سے پینا گیا ہو....!"

"بد تیری کرو گی تو جا کر کہہ دوں گا....!"

"کیا کہہ دو گے....؟"

"تیکی کہ بیوی نہیں ہے مجھے بہلا پھسلा کر نکال لائی تھی....!"

وہ نہیں پڑی اور پھر یہک سنجیدہ ہو کر غرائی۔ "تم نے میری کپنیاں دبا کر مجھے یہوش کیوں کر دیا تھا۔ اگر مر جاتی تو....?"

"مر جاتیں تو مجھے دکھاوے کے لیے روتا بھی پڑتا اور مجھے ٹھیک سے روتا نہیں آتا۔ بڑی

دشمناری میں پڑ جاتا۔

”مجھے تم بھی فرماں کی طرح پاگل معلوم ہوتے ہو۔“

”وہ پاگل نہیں بڑا عقائد ہے کہ خود پیچھا چھڑا کر تمہیں میرے سر منڈھ دیا۔۔۔ اب خدا کرے تم کشتی کے مالک کو پسند آ جاؤ اور وہ تمہیں مجھ سے چھین لے بد صورت ضرور ہے لیکن دل کا برانہیں۔“

”کون ہے....؟“

”میں نہیں جانتا۔ نام پوچھا تھا، کہنے لگا تمہیں اس سے کیا سروکار، بہر حال تم دونوں کو بحفاظت بکاتا پہنچادیا جائے گا۔“

”کہیں اس سے بھی نہ الہ بیٹھنا۔“

عمران نے اپنے دونوں کان پکڑے اور پھر گالوں پر تھپڑ لگانے لگا۔

”تمہارے یہی معمول انداز تو مجھے بے چین کر دیتے ہیں۔“ وہ نہ کر بولی۔

”وہ سب ٹھیک ہے! لیکن میں پرنز کو تمہارے بارے میں کیا بتاؤں گا....؟“

”اس سے بھی کہہ دینا یوں ہے، تاہیتی میں شادی کر لی تھی....!“

”نہیں... نہیں! میں پرنز سے جھوٹ نہیں بول سکتا....!“

”میں سمجھتی ہوں! ہر بندگی عدم موجودگی میں اس نے تم جیسے درجنوں پالے ہوں گے۔“

”سن اے یوں قوف لڑکی! میں تیری گردن مر وڑوں گا۔ اگر تو نے پرنز کے تقدس پر حملہ کیا....!“

”بس بگرگے۔ میں تو صرف اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ محل میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔؟“

”تالابو آکا ایک اونٹی زر خرید غلام ہوں۔“

”خیر... خیر... تم کچھ بھی ہو! میں تو تمہاری محبت میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔“

”تمہیں بھی دیکھ لوں گا....!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”کیا مطلب....؟“

”مجھے لفظ محبت، گالی معلوم ہونے لگا ہے۔“

”کیسی یوں قوفی کی باتیں کر رہے ہو، چلوادھر آؤ میرے پاس بیٹھو....!“

”جسچ شادی تو نہیں ہوئی۔“

”اچھا فون ہو جاؤ گدھے کہیں کے۔“ وہ پڑھ گئی۔

دوسرے دن سے پھر کو لاچ بکاتا کے ایسے ساحل سے جاگی تھی جہاں دور دور سک کوئی کشتی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ وہ دونوں لاچ سے اتار دیئے گئے۔

لاچ پھر وہاں سے کہیں اور روانہ ہو گئی تھی۔ ام بینی نے ماہی سے چاروں طرف نظر دوزائی اور مضمحل ہی آواز میں بولی۔ ”پھر وہی مصیبت! شاید پیدل ہی چلتا پڑے گا۔“

”ہرگز نہیں۔ لاچ سے دائر لیس کے ذریعے بکاتا اطلاع بھجوادی گئی تھی.... بڑے اچھے لوگ تھے بچارے۔“

”تو پھر اب کیا ہو گا....؟“

”تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی آئے گی اور ہمیں شہر پہنچادے گی۔“

پھر شاید پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک چھپاتی ہوئی لمبی کار وہاں آر کی جسے ایک باور دی فوجی ڈرائیور رہا تھا اور برابر والی سیٹ پر جیسن موجود تھا۔۔۔ اس نے ام بینی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

”آپ کی تعریف حضور والا....؟“ اس نے عمران کو ارادو میں مخاطب کیا۔

”انعام ار جن....!“

”میں نہیں سمجھا....؟“

”نام نہیں ہے! مطلب تھا مم کرنے والے کی طرف سے انعام۔“ عمران نے ام بینی کے لیے گاڑی کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولنے ہوئے کہا۔

”ت تم کس زبان میں گفتگو کر رہے تھے....؟“ ام بینی نے اس سے پوچھا۔

”اپنی میں....!“

”یہ ڈاڑھی والا کون ہے....؟“

”پرنز کا بادھی گارڈ! کچھ دیر زبان کو آرام بھی کرنے دو....!“

گاڑی واپسی کے لیے مڑی۔

”کیا میں بھی ان خاتون سے فرانسیسی میں گفتگو کر سکتا ہوں یور مجھی!“ جیسن نے عمران

سے پوچھا۔

”نہیں... نہیں... تمہیں زکام ہو جائے گا۔ بہت سختے مزاج کی ہے۔“

”ہر بذات ویسا نہیں تھا...!
”واقعی وہ ایسے نہیں میں! حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں بھی اصل معاملے کا علم نہیں ہے۔ ورنہ
ہم آپ کو مطمئن کر دیتے۔“

”اچھا جاؤ۔ میں اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔“ وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

دوسری طرف ام بینی اب براہ راست ”لگ چانگ“ کے احکامات وصول کر رہی تھی اور
انہیں احکامات کے مطابق اپنی دامت میں جوزف اور عمران پر اپنی گرفت مضبوط کرتی جا رہی تھی۔
یہاں اسے فرانسیسی لڑکی لوئیسا بھی دکھائی دی تھی جو عموماً عمران سے چیزیں چھاڑ کرتی رہتی
تھی۔ نہ جانے کیوں ام بینی کو اس پر بہت غصہ آتا تھا۔ اس وقت بھی جب وہ جوزف کے کمرے
میں جا رہی تھی اور لوئیسا سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ وہ تو نکل چلی گئی ہوتی لیکن لوئیسا ہی نے اس کا راستہ
روکا تھا۔....

”یہ یہ تو قوی آدمی تمہیں کہاں سے پکڑا یا ہے؟“ اس نے مضمون انداز میں ام بینی سے پوچھا۔

”ہوش کی دو اکرو، وہ میرا شوہر ہے۔“

”لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تم سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔“

”شاید بنکا ناکا ہی رواج ہے!“ ام بینی تلخ لمحے میں بولی۔ ”یہی چیزیں میں پرنس اور پرنسز کے
درمیان بھی محسوس کرتی ہوں۔“

”کچھ بھی ہو! تمہارا مصرف میری سمجھ میں نہیں آسکا۔“ لوئیسا نے براسامنہ بنا کر کہا۔

”ہٹو سامنے سے مجھے جانے دو...!“ ام بینی کو غصہ آگیا۔

لوئیسا نے ثالنے سکوڑے اور راستے سے ہٹ گئی، نیک اسی وقت عمران ایک کمرے سے برآمد
ہوا اور لوئیسا چیک کر بولی۔ ”تم جتنے خوش مزاج ہو اتی ہی، نیچڑی یو یو تم نے حلاش کی ہے۔“

”آج کل کثر است ہی کافیش چل رہا ہے۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ام بینی ان کی
فلکنگو سننے کے لیے نہیں رکی تھی۔

”سوال یہ ہے کہ اس لڑکی کا مصرف کیا ہے...؟“ لوئیسا عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔

”گلے پر گئی ہے تو کیا کروں...؟“ کوڑے کے ذہر پر تو چیلی نہیں جا سکتی۔ آدمی کا پچھے
ہے... تم فکرنا کرو مصرف نکال لینا میرا کام ہے۔“

ظفر اور جیسن متحیر تھے۔ حرمت کی بات بھی تھی۔ عورت کے نام سے بد کنے والا جوزف ام
بینی سے اس طرح گفتگو کرتا تھا... جیسے قربان ہوا جا رہا ہو... لیے موقع پر وہ ان دونوں کو
شہزادوں ہی کی شان سے ڈانٹ ڈپٹ کر کرے سے باہر نکال دیا کرتا تھا۔

”تالا بُو آنے بھی بالآخر اس کا نوٹس لیا اور ان دونوں کو طلب کر کے یہ مدد عصیلے لمحے میں بولی۔
”یہ تمہارا بابا کون کی بلا اٹھالا یا ہے آخراں کا مقصد کیا ہے...؟“

”باس کہہ رہا تھا کہ وہ اس کی مغثیر ہے...“ ظفر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

”لیکن وہ تو پرنس پر دھا دبول بیٹھی ہے...!“

”ہم ایسا نہیں سمجھتے یورہائی نس! باس ہی کے حکم کے مطابق وہ صرف پرنس کا دل بھلاتی
ہے۔ باس کا خیال ہے کہ اس طرح پرنس کے مزاج میں نرمی پیدا کر کے انہیں شاہ سے معاف
ماگنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ اس کو شش میں شاید میں ہی ڈوب جاؤں...“ تالا بُو آنے سختی
سافن لے کر کہا۔

”مایوسی کی باتیں نہ سمجھتے یورہائی نس...!“

”آخراب تمہارا بابا کہاں غائب ہو گیا...؟“

”انہیں خدشہ ہے کہ کہیں لگ چانگ پھر کوئی شرارت نہ کرے۔ اسی لیے وہ محل سے دور
تک رہ کر گمراہی کر رہے ہیں۔“

”کیا لوئیسا بھی اس کے ساتھ گئی ہے؟ کل سے نہیں دکھائی دی...“

”اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں...!“

”خداحی جانے کیا ہو رہا ہے...!“

”آپ بے گلر ہے! بہتر ہی ہو گا۔“

”تالا باؤ آس کی وجہ سے بہت پریشان ہے اور وہ کلوٹا یا تو اتنا خلک مزان تھا یا انہاروں سے صدی کے عشقان کی طرح عقل سے خارج ہو جا رہا ہے!“

”وہ بھی آدمی کاچھ ہے!“
”تم کیا بلा ہو؟“ وہ جھنجلا گئی۔

”اپنے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”اگر لڑکی اپنے لیے پندکی تھی تو اس کلوٹے کے حوالے کیوں کر دی؟“

”ماوز نسل لوئیسا ... میں نے اتنا طویل سفر عشق کرنے کے لیے نہیں کیا ہے ...
میرے ملک میں قدم قدم پر اس کے موقع موجود ہیں۔“

”لوئیسا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ جوزف دہلاتا ہوا اپنے کمرے سے نکلا اور عمران کو دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اس کے پیچھے اُم بیٹی تھی۔

”یہ ... یہ ...!“ جوزف عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہکایا۔ ”مجھے آخر پاگل ہو جانے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟“

”کیا ہوا یورہائی نس؟“ عمران نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کیا یہ لڑکی اسی لیے لائی گئی ہے کہ مجھے بہکائے!“

”یہ آپ کیا فرمائے ہیں ...؟“

”یہ کھلی تھی کہہ رہی ہے کہ اپنے بارے میں معافی مانگ لوں!“

”ہر شریف آدمی تھی کہے گا!“

”یہ ناٹکن ہے ...!“ جوزف دہلاتا۔ ”اس سے بہتر تو یہ ہو گا کہ میں سمندر میں چھلانگ لگادوں ...!“

”نہیں یورہائی نس! میں کبھی نہ چاہوں گا کہ بحر الکابل بحر اسود بن جائے ...!“

”میں نے آگاہ کر دیا ہے۔“ جوزف ہاتھ اٹھا کر دہلاتا۔

پھر تو اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ محل کے ہر فرد کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ ہر بندہ اپنے باپ سے معافی نہیں مانگے گا۔ دو گھنٹے بعد تالا باؤ آنے انتہائی سر اسی گئی کے عالم میں عمران کو بتایا کہ یہ خبر بادشاہ بکانا تک جا پہنچی ہے۔

”میں اپنے طور پر پنس کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔“ وہ زوہانی ہو کر یوں۔ ”کسی کو

”بھی علم نہیں تھا کہ ہر بندہ بادشاہ سے معافی نہ مانگنے پر اصرار کر رہا ہے۔“

”جس ... تو ... پھر اب کیا ہو گا؟“ عمران خوفزدہ لمحے میں ہکلایا۔

”شاہی خاندان میں نافرمانی کی سزا ذمہ تاک موت ہے! تم دیکھ لینا پچھہ دری بعد شاہی مہلت نامہ پہنچ جائے گا۔“

”یہ کیا ہوتا ہے؟“

”وقت کا تعین کر دیا جائے گا۔ اگر اس مدت میں ہر بندہ نے معافی نہ مانگی تو پھر ... خدا جانے کیا ہو؟“ سمجھا ہر بندہ کو ...!“

”میرا خیال ہے کہ آپ پرنس کو مرہی جانے دیجئے۔“

”اپنی زبان کو لگا مدمود۔“ تالا باؤ آجیز لمحے میں بولی۔

”یورہائی نس۔ بکری اتنے دی سکتی ہے لیکن وہ اپنی بات سے نہیں ہٹ سکتے۔“

اتھے میں لوئیسا بھی آگئی اور اسے بھی مشاورت میں شریک کر لیا گیا۔ اس نے پرتوشیش لمحے میں کہا۔ ”یہ تو بہت برا ہو ایورہائی نس ... اب کیا ہو گا۔ بکانا فرانس کے زیر تکیں ہے لیکن بادشاہ اپنے خاندان کے سلسلہ میں ذاتی قوانین نافذ کر سکتا ہے۔ اس میں سزاۓ موت بھی شامل ہے، فرانس کی حکومت اس میں دخل اندازی نہیں کر سکے گی۔“

”تو پھر خدارا ... اسے یہاں سے نکال لے جاؤ ...“ تالا باؤ آگر گزائی۔

”تم ہی لوگ لائے تھے لہذا اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لو۔“

”ہاں ... آس ...!“ عمران پر تھکر لمحے میں بولا۔ ”اس کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔“

”جو کچھ بھی سوچنا ہے جلدی سوچو ...!“

”مہلت نامہ اور وارنگ آجائے دیجئے۔ اسی کی مناسبت سے کام کیا جائے گا۔“ عمران بولا۔

”اچھا ... اچھا ... میری تو عقل ہی خط ہو کر رہ گئی ہے۔“

”عمران اور لوئیسا باہر نکلے وہ اسے عجیب سی نظرؤں سے گھورے جا رہی تھی۔ دفتا ہو یوں۔“

”اپر سے الوار اندر سے بالکل لومڑی ہو۔“

”کیوں؟ کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے ...؟“

”بالآخر اسی کی زبان سے کھلوا لیا کہ ہر بندہ کو یہاں سے نکال لے جاؤ۔“

”اس کے تعاون کے بغیر نکال لے جانا آسان نہ ہوتا۔“

”لیکن وہ اس پر ہرگز تیار نہ ہو گی کہ تم اسے موکارو لے جاؤ۔!“

”اے ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔?“

لوئیسا چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”مناسب یہ ہو گا کہ اس سے پوچھ ہی لیا جائے۔

شاید وہ خود ہی کوئی جگہ بتا سکے۔ اس طرح ہم اس جگہ کے بہانے نہایتطمینان سے پرنس کو موکارو لے جاسکیں گے۔“

”تمہاری تجویزاچھی معلوم ہوتی ہے۔“ عمران بولا۔

”شکریہ!“ وہ مسکرائی۔ ”شاید پہلی بار تم کسی امر پر مجھ سے متفق ہوئے ہو۔“

”اتفاق ہے۔“ عمران نے مٹھڈی سانس لی۔

”اس لاکی میں کیا رکھا ہے۔?“

”ہامیں۔ تمہاری طبیعت تو نہیک ہے کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔“

”میں انسان بھی تو ہوں.... احساسات و جذبات سے یکسر عاری تو نہیں۔“

”میں صرف فرائض کی ادائیگی میں مشین ہوں! احساسات و جذبات ہی نے دنیا کو تباہی کے کنارے لاکھرا کیا ہے۔“

”کیا بات ہوئی۔?“

”کچھ بھی نہیں.... جاؤ اپنا کام دیکھو! اسیں سر کے کپتان سے کہو کہ ہر وقت روائی کے لیے تیار ہے۔!“

”اچھا.... اچھا....“ وہ بر اسمانہ بنا کر بولی اور آگے بڑھ گئی۔



چاندنی رات تھی اور سمندر معمول کے مطابق پر سکون تھا۔ فراغ کی لانچ موکارو سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کارخ بندرگاہ کی طرف نہیں تھا۔

لانچ کیا تھی، ایک پر تکلف عشرت گاہ تھی۔ اس وقت فراغ کے کیمین میں جشن برپا تھا۔ لیے ہاروے گاہی تھی اور فراغ کا غیر ملکی قیدی گیت کی لے پر تحرک رہا تھا۔ فراغ کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہر ارعنی تھی۔

”بس کرو، بیٹھ جاؤ!“ وہ ہاتھ ہلا کر قیدی سے بولا۔ ”تھک جاؤ گے بہت کام کرنا ہے۔“

”جو حکم یور آزر....!“ قیدی نے کہا اور فراغ کے سامنے بیٹھ گیا۔

”لیے! تم بھی خاموش ہو جاؤ۔“

”اوکے باس!“ اس نے کہا اور گھیرا ایک طرف رکھ دیا۔

”تم جا سکتی ہو! اب ہم باقیں کریں گے۔“ فراغ بولا۔

لیے احتراخ میں ہوئی اور گھیرا وہیں چھوڑ کر کیمین سے باہر نکل گئی۔

فراغ قیدی کو منوٹ لئے والی نظر وہیں سے دیکھے جا رہا تھا۔

”اگر تم نے مجھ سے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو تھگتا گے۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا یور آزر.... میں آپ کا احسان مند ہوں، آپ نے مجھے دیسی ہی لڑکی بخش دی ہے جیسی میں چاہتا تھا۔“

”یقیناً لیلی اب تمہاری ہے! لیکن کام کے اختتام تک وہ لانچ ہی پر رہے گی۔ ہمارے ساتھ نہیں جائے گی....!“

”کہ..... کیوں....?“

”میں احتق نہیں ہوں! شاید تمہاری نیت میں فور آجائے! پہلے کام پھر انعام....!“

”اگر آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں تو تھیں سمجھی۔“ قیدی نے کہا۔ ”لیکن ایک بار پھر آپ کو آگاہ کر دوں کہ دھوئیں کے اس حصہ کو پار کرنا ممکن نہ ہو گا۔“

”در اصل اس وقت میں اسی کے بارے میں تفصیل سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن میں کیا عرض کروں، یوز آزر.... میں اس راستے موکارو سے باہر ضرور نکلا تھا لیکن مجھے اس کا ہوش نہیں کہ دھوئیں کی دیواریں میں نے کیسے پار کی تھیں؟“

”کیا بات ہوئی....?“

”گھر پر یہوش ہوا اور آنکھیں اس چٹان پر کھلیں جس سے ایک لانچ لگی کھڑی تھی....!“

”چلا بارا ایسا ہوا ہے....?“

”نہیں! بارہاں دوسرا سے کاموں کے سلسلے میں اسی طرح موکارو سے باہر جا چکا ہوں....!“

قیدی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ قیدی کی بتائی ہوئی سمت کشی کا رخ موز دیا گیا۔ خود فرماں ہی اُسے کنٹرول کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اوپھی اوپھی چٹانیں دکھائی دینے لگیں... لیکن اتنے فاصلے سے ان کی ساخت کا اندازہ کرنا و شوار تھا۔

”یہ چٹانیں ناقابلِ عبور ہیں... سوائے اس شگاف کے جس کے ذریعے سمندر کا پانی دور تک اندر چلا گیا ہے۔“ قیدی کہہ رہا تھا۔ ”اور وہ شگاف بھی ایسی جگہ ہے جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔“

فرماں کچھ نہ بولا۔ چٹانوں سے کچھ فاصلے پر اس نے انہیں بند کر دیا تھا اور دو پتوار نکال لیے تھے اور اب وہ خود ہی کشی کے رہا تھا۔

”آپ بہت عطا طالی ہیں! آزرِ ملِ فرماں۔“ قیدی نے کہا۔

فرماں ہنس کر بولا۔ ”اسی لیے کنگ چانگ کا نائب اول کہلاتا ہوں۔“

”مجھے یقین ہے کہ راستہ دیکھ لینے کے بعد آپ اس مہم کو کسی مناسب وقت پر انہمار کھیں گے۔“

”تاکہ تم کچھ دن اور عیش کر لو، کیوں؟“

”میرا مطلب یہ کہ میں اب ان لوگوں میں واپس نہیں جانا چاہتا۔“

فرماں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک کشی کسی چیز سے مکراہی۔

”خدکی پناہ... یہ کیا ہوا؟“ قیدی بول کر بولا۔

کشی کے گرد سمندر کی سطح سے سیاہ رنگ کا ایک دائرہ بلند ہو رہا تھا۔

فرماں پتوار چھوڑ کر انہیں کھڑا ہوا۔ لیکن وہ اسرہ اتنی دیر میں اس کے قدم سے بہت اوپھا ہو چکا تھا۔ ذرا ہی کی دیر میں ایسا لگنے لگا جیسے وہ کشی سمیت کسی گہرے کونیں میں مقید ہو کر رہ گئے ہوں۔

”یہ کیا ہے...؟“ فرماں حلق پھاڑ کر دہڑا۔

”کنگ چانگ کے عقائد نائب اول کے لئے لمحہ فکر یہ!“ قریب ہی سے باریک سی آواز آئی۔

”یہ کون بولا تھا...؟“ فرماں نے پلٹ کر قیدی کا گریبان پکڑ لیا۔

”میں نہیں جانتا... آواز ہی میں نے بھی سنی ہے۔“

”تم کون ہو...؟ سامنے آؤ۔ چھپ کر اس طرح بے بس کرنا بزدیلی ہے۔“

”اب! اس وقت کیا صورت ہو گی۔ کیا ہاں کوئی تمہارا منتظر ہو گا؟“

”نہیں! ہم اس چٹان پر اتر کر صبح تک انتظار کریں گے! کوئی آئے گا۔ ہم وہیں ناشتہ کریں گے اور پھر... دھوئیں کی دیوار کس طرح پار کریں گے۔ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے! ہمیں تو ہوش ہو گا نہیں...؟“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ناشتے میں خواب آوارہ وادی جائے گی۔“

”آزرِ ملِ فرماں! یہ میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب معینہ وقت کے مطابق ہم اس چٹان پر پہنچتے۔ اب کیا ہو گا؟ یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے ہاں پہنچنے میں دو دون کی دیر ہو گئی ہے۔“

”میا پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا؟“

”نہیں جناب! ہم جس کام کے لیے گئے۔ پہلے سے معین کے ہوئے وقت پر واپس پہنچ گئے اسی لیے میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اب مجھ پر کیا گذرے گی....؟“

”تم نے یہ سب کچھ پہلے ہی کیوں نہیں بتا دیا تھا....؟“

”اگر بتاتا تو آپ یہی سمجھتے کہ مکاری کر رہا ہوں۔ آپ کو اصل حالات سے آگاہ نہیں کرنا چاہتا... اور آزرِ ملِ فرماں! میری گردن بھی نوٹ جاتی۔“

”خیر... خیر... میں دیکھوں گا۔ اب یہاں سے کتنا فاصلہ ہو گا....؟“

”دو یا ڈھانی میل۔“

”بس! اب ہم ہی دونوں یہاں سے ایک چھوٹی کشی پر چلیں گے....!“

”یہ خود کشی ہو گی جناب!“

”بکواس مت کرو....!“

”میں پھر کہتا ہوں کہ یہ خود کشی ہو گی۔“

”میں صرف راستہ دیکھا چاہتا ہوں؛ اتنا حق نہیں ہوں کہ تمہارے ساتھ اس چٹان تک ٹلا جاؤں گا۔“

”آپ نے مجھے ایک بہت بڑی الجھن سے بچایا آزرِ ملِ فرماں،“ قیدی نے طویل سانس لی۔

”میں کسی معاملے کو اپنے طور پر سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔“

قریباً پدرہ یا میں منٹ بعد ایک چھوٹی موڑ بوث پانی میں اتار دی گئی تھی۔ اس پر فرماں اور

فراگ نے مٹکھے اڑانے والے انداز میں کہا۔
”کیا تم جانتے ہو....؟“
”یقیناً۔ کنگ چاگ کا نائب اول اگر اتنا بھی نہ جانے تو اس کے وجود کا فائدہ ہی کیا....؟“
”کون ہے اس کی پشت پر....؟“
”تم مجھے اس طرح بے بس کر کے مجھ سے کچھ بھی نہ معلوم کر سکو گے!“
”اگر تم یہ جانتے ہو کہ اس سازش کی پشت پر کون ہے تو تم تم سے معزز نہماں جیسا سلوک کریں گے۔ خوش آمدید....!“
”یہ کوئاں ہٹاؤ....!“
”ہم اپنے طور پر تمہارا استقبال کریں گے۔ ہمیں مشورہ نہ دو۔“ بُن سے آواز آئی....
قیدی نہال سا ہو کر گر پڑا تھا اور اس کے جسم پر رعشہ طاری تھا۔



تالابو آنے انہیں فرار میں مدد دی تھی۔ اس لیے کہیں روکے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ بند رگاہ پر آپنچے... اسٹریٹر خصوصی ڈاک پر لکر انداز تھا۔
تالابو آنے اس کا فیصلہ عمر ان اور لویس اپر چھوڑ دیا تھا کہ وہ پرنس کو کہاں لے جائیں گے؟
ظفر نہیں، ام بینی اور جوزف اسٹریٹر پر بہنچنے کے تھے، لیکن عمر ان اور لویس کا کہیں پتا نہ تھا۔
ام بینی کو اندر ورنی حالات کا علم نہیں تھا۔ وہ تو یہی سمجھتی تھی کہ جوزف اس کے دروغانے ہی پر بنکاٹلے پر آمادہ ہو گیا ہے اور اسی کے حکم پر عمر ان بھی ساتھ دے رہا ہے۔
وہ سائے کی طرح جوزف کے ساتھ گلی رہی۔ اسٹریٹر کے کہیں میں بھی موجود تھی۔
”تم دونوں آرام کرنا چاہو تو جاسکتے ہو۔“ اس نے ظفر اور نہیں کو مخاطب کر کے کہا۔
”بڑی گارڈ آرام نہیں کیا کرتے۔“ ظفر بولا۔
”فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، میں یہاں موجود ہوں گی۔“
”تمہاری موجودگی ہی تو فکر مندی کا باعث ہے۔“ جیسیں مسکرا کر بولا۔ ”ہر بھائی نس پر بیٹھنے کے دورے پڑنے لگتے ہیں، اگر کسی عورت کے ساتھ تھا چھوڑ دیے جائیں۔“
ام بینی نے جوزف کی طرف دیکھا اور اس نے دانت نکال دیئے۔ پھر سر کو اپنی جبش دے

”یہاں بہادری کے مظاہرے پر تنے نہیں تقسیم کئے جا رہے۔ اب تم ہمارے قیدی ہو۔“
فراگ نے نارج روشن کر لی تھی۔ دفعتاً اس نے اندازہ لگایا کہ وہ آواز قیدی ہی کے پار سے آ رہی تھی۔ شاید اسی وقت قیدی کو بھی احساس ہوا تھا۔ وہ خوفزدہ انداز میں چوک پڑا۔
”تم کیا چاہتے ہو....؟“ فراگ نے قیدی کا گریبان چھوڑتے ہوئے کہا۔
”تمہاری گرفتاری....!“ آواز آئی اور فراگ نے دوسرا باتھ سے قیدی کے کوٹ کے درمیانی بُن کی طرف اشارہ کیا۔ آواز اسی بُن سے آئی تھی۔
قیدی بوکھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فراگ نے اس کے منہ پر باتھ رکھ دیا۔ ”میں کیا.... کوئی بھی نہیں جانتا کہ کنگ چاگ کون ہے؟ اور کہاں رہتا ہے۔“ فراگ نے اوپری آواز میں کہا۔ ”میری گرفتاری سے تم کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔“
”یہ دیکھنا ہمارا کام ہے....!“

”اچھی بات ہے دیکھنا!“ فراگ غریباً اور ایک بار پھر قیدی کا گریبان تھام لیا۔
”مم.... میں.... جناب بالکل نہیں جانتا تھا.... یہ.... یہ....“ قیدی نے بُن کی طرف اشارہ کیا۔
”ہاں! مسٹر فراگ!“ بُن سے آواز آئی۔ ”اگر ان لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو پھر ہم ان کی حمאותوں سے آگاہ کیسے ہو سکیں گے۔“
کشتی دائرے میں آہستہ آہستہ چکر لگا رہی تھی۔ اس دائرے کا قطر میں، پچیس فٹ ضرور بہا ہو گا اور بلندی ان کی پیچھے سے باہر تھی۔
”سوال تو یہ ہے کہ تم کنگ چاگ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو....؟“ فراگ نے پوچھا۔
”یہی کہ اس نے تمہیں بعد میں یہ حکم کیوں دیا تھا کہ ہر بند اکونکل جانے دیا جائے....؟“
”مرضی کا مالک ہے....!“
”ہم بتائیں گے اسے! اس معمولی سے بدمعاش کی ہماری نظر وہیں میں کیا وقعت ہے سکتی ہے۔“
”بیو قوئی کی باتیں نہ کرو.... اگر وقعت نہ ہوتی تو تم اس سے مدد کیوں طلب کرتے....؟“
”اس قسم کے معمولی کاموں کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔“
”اور شاید تم یہ بھی نہ جانتے ہو کہ ہر بند اکوکس نے تلاش کیا ہے....؟“

ام بینی نے طویل سانس لی اس کی آنکھوں سے آسودگی اور سکون مترش ہونے لگا تھا۔

”بہت دچپ پڑ کی تھی....!“ عمران مسکرا کر بولا۔

”بات کرنے کی تمیز تو تھی نہیں....“

”ہاں، یہ بات تو ہے.... مرغ کو عالی جناب کہتی تھی....!“

”وہ آخر ہے کہاں....؟“

”محل میں ہو گی۔“

”زیادہ تر تمہارے ساتھ رہتی تھی۔“

”اگر تم میرے ساتھ اسی طرح رہو تو مدارکر بھگا تو نہیں دوں گا، لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کہاں جا رہے ہیں....؟“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم کہاں جانا چاہتے ہو....؟“

”شکری..... لیکن یہ اسٹریم.....؟“

”کیوں.... اس اسٹریم کو کیا ہوا....؟“

”اس پر ہم لوگوں اور عملے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”تو اس سے کیا ہوتا ہے؟“

”ارے یہ بکانا کا سر کاری اسٹریم بھی نہیں ہے۔“

”واقعی....؟“ ام بینی اچھل پڑی۔

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا۔ ”اسٹریم کا عملہ پکستان سیست کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتا۔“

ام بینی پر شکر انداز میں اسے دیکھے جا رہی تھی۔ دفتار خوفزدہ لجھے میں بولی۔ ”کہیں ہم لگ چاگ کی گرفت میں تو نہیں آگئے....؟“

”اچھا تو پھر سنو! تم ریڈ یوروم سے فراؤ کو پکارو گی۔“

”کیا مطلب....؟“ وہ چوک کر بولی۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو....؟“

میں بالکل نہیک کہہ رہا ہوں۔ ”اگر ہم لگ چاگ کی گرفت میں آگئے ہیں تو تم اسی طرح اپنا جان پیاسکتی ہو.... اور شاید ہمیں بھی پچالو....!“

لڑکویا جنسن کے بیان کی تائید کی تھی۔

”تو پھر میں کہاں جاؤں....؟“ ام بینی جھنجھلا کر بولی۔ ”عمران کہاں ہے....؟“

”چلو! میں تمہارا کیمین و کھادوں۔“ جنسن نے کہا۔

”تمہارے ساتھ تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔“

”ٹھیک ہے! تمہیں میرے علاوہ اور کسی پر بھی اعتقاد نہیں کرتا چاہئے۔“ دروازے کی طرف سے آواز آئی۔

وہ چوک کر مڑے۔ عمران سامنے کھڑا۔ اس طرح ایک ایک کی شکل دیکھے جا رہا تھا جیسے وہاں اس کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہو۔

”تم کہاں تھے....؟“ ام بینی نے غصیلے لمحے میں پوچھا۔

”چلو.... چلو.... پرنس کو آرام کی ضرورت ہے۔“ عمران اس کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔

امیں حرکت میں آگیا تھا۔ ام بینی بڑی بڑی ہوئی عمران کے ساتھ ہوئی۔ وہ اسے ایک کیمین میں لایا۔ اور کیمین کا درواہ بند کر کے اس کی طرف مڑا۔

”اس طرح کیا دیکھ رہے ہو....؟“

”تم اب بھی فراغ ہی کے لیے کام کر رہی ہو....“ عمران اسے گھوڑا ہوا بولوا۔

”لک.... کیوں....؟“

”میں یہی محسوس کر رہا ہوں، اسٹریم پر قدم رکھتے ہی ہماری حیثیت قیدیوں کی سی ہو گئی ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی....!“

”بکانا سے نکل چلنے کی ترغیب تم ہی دیتی رہی تھیں!“

”محض اس لیے کہ اپنے بیان کے مطابق تم بکانا ہی تک محدود رہے ہو۔ ذرا دنیا دیکھو! آہا۔“

تو بھول ہی گئی.... لویسا کہاں ہے....؟“

”پتا نہیں....!“

”کیا وہ ساتھ نہیں ہے....؟“

”اس سے اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں ہوئی ہے۔“

”لیکن! میں فراغ سے کہوں گی کیا....؟“
”یہی کہ اس وقت تم لوگوں سمیت ایک اسٹینر میں موجود ہو اور یہ اسٹینر ساحل بنکاتے
جنوب کی طرف رواں ہے.... پُرس ہر بندہ اہم لوگوں کو نہ جانے کہاں لے جا رہا ہے....؟“



فراغ کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا کہ وہ اس عمارت میں کیوں کھڑک پہنچا تھا۔ ویسے اس نے
اندازہ لگایا تھا کہ وہ موکارو کے دارالحکومت پو میں ہے۔ کم از کم موکارو کے سارے آباد حصے
اس کے دیکھے ہوئے تھے.... پر دیسیوں کا داخلہ تو کچھ عرصہ سے منوع قرار دے دیا گیا تھا۔ پھر
میں کنگ چانگ کی تنظیم سے متعلق بھی کچھ لوگ رہتے تھے۔
اس چھوٹی سی عمارت میں اس کے علاوہ دو ملازم بھی تھے ان میں سے ایک باورچی تھا اور
دوسرے مختلف خدمات انجام دیتا تھا۔

فراغ کی آنکھ اسی عمارت.... کے ایک کمرے میں کھلی تھی۔ اور اس وقت سے اب تک پھر
گھٹنے اسی عمارت میں گزرے تھے۔ جن حالات کا وہ شکار ہوا تھا ان کا تقاضہ بیکھرا کر خاموشی سے
سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس نے ان دونوں ملازوں میں سے بھی کسی قسم کی پوچھ کچھ نہیں کی تھی۔
اسے اس کا علم بھی نہیں تھا کہ سمند میں اس آہنی حصاء میں پھنس جانے کے بعد سے اب
تک کتنا عرصہ گزار تھا.... یا اس کے ساتھ قیدی کا کیا حشر ہوا تھا.... کسی نامعلوم آدمی کی آواز
ستے سننے اچانک اس نے تیز قسم کی میٹھی سی بوموس کی تھی اور اس کا سر چکرا کیا تھا۔ اس کے بعد
وہ کس طرح اس حصاء سے نکل کر اس عمارت تک پہنچا تھا اسے یاد نہ آسکا۔
کوئی برا چکر ہے.... وہ سوچ رہا تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کنگ چانگ کے نام پر وہ بخش
دیا جائے۔ وہ لوگ فی الحال تو یہی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہر بندہ اکی پشت پر کون ہے؟ اور کنگ
چانگ نے غلاف توقع اسے بنکاتا کیوں پہنچ جانے دیا تھا۔ اس کے پاس ان دونوں سوالات کے
جواب موجود تھے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ کچھ دیر آرام کرنے کو سوچ ہی رہا تھا کہ خادم نے کسی کی آمد کی
اطلاع دی۔ جسے وہ نشست کے کمرے میں بٹھا آیا تھا۔
فراغ شہزادہ انداز میں چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اجنبی اسے دیکھ کر احتراما کھڑا ہو گیا۔

”آپ آزی میں ساکاوا کے مہمان ہیں۔“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔
”خوشی ہوئی....!“ فراغ خنک بھجے میں بولا۔
”پرائم فنڈر آپ سے ملا جا چاہتے ہیں۔!“
”ابھی....؟“ فراغ نے سوال کیا۔
”وہ آپ کے منتظر ہیں....!“
”چلو....!“ فراغ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔
باہر ایک لمبی سی کار کھڑی تھی۔ اجنبی نے فراغ کے لئے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور
خود رائیور کے برابر جایا۔ پندرہ یا بیس منٹ بعد کاڑی ایک عظیم الشان عمارت کے احاطے میں
داخل ہوئی۔ یہ غالباً وزیر اعظم ساکاوا کی رہائش گاہ تھی۔
”کہیا کاچھ!“ فراغ نے دل ہی دل میں کہا اور تھلا ہونٹ دانتوں میں دبکر رہ گیا۔ تین سال
پہلے ساکاوا موکارو کی پولیس کا سر برہ تھا۔ کنگ چانگ کی تنظیم سے اکثر لختا رہتا تھا۔ بہر حال وہ
اچانک ہی پرائم فنڈر نامزد کر دیا گیا تھا۔
چھوٹے قد اور گھٹیلے جسم والے اس جاپانی نے فراغ کا استقبال بڑے پر بوش انداز میں کیا۔
چھوٹی چھوٹی تیز چکلی آنکھیں کسی لومزی کی یاد دلائر ہی تھیں۔
”خوش آمدید، مسٹر فراغ!“
”شکریہ۔“ فراغ نے مصافی کرتے ہوئے زبردستی مکرانے کی کوشش کی تھی۔
”بیٹھو!“ ساکاوا نے کری کی طرف اشارہ کیا۔ ”میرے ان دونوں آدمیوں نے تمہارے
ساتھ مناسب برٹاؤ نہیں کیا تھا۔“
”میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یور آز....!“
”تم قابل معافی ہو! نہیں مختار رہنا چاہئے تھا.... خیر ہم جلد از جلد اصل معاملے کی طرف
آئے جاتے ہیں۔“
”میں جو ابد ہی کوتیار ہوں! اور اپنی اس فروگذاشت کی بنا پر کنگ چانگ کے ہاتھوں سزا بھی
پاپکا ہوں!“
”مجھے علم ہے۔“ ساکاوا مسکرایا۔

”پھر آخر مجھے کیوں پریشان کیا گیا؟“
 ”محض یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کنگ چانگ نے معقول رقم وصول کر لینے کے بعد بھی
 دھوکا کیوں دیا...؟“
 ”کنگ چانگ نے دھوکا نہیں دیا بلکہ میں نے دھوکا کھایا تھا۔“
 ”وہ کس طرح مسٹر فراؤ...؟“

”کنگ چانگ کے ہاتھوں سزایابی کے بعد میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ دیوانہ وار گاڑی
 چال رہا تھا، اچانک حادثہ ہوتے تھے گیا۔ لیکن لڑکی پھر بھی صدمے کی وجہ سے بیووش ہو گئی
 تھی اس کیسا تھا والا مرد بیجد نہ سو نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے دلاسادیا اور پیشکش کی کہ وہ جہاں
 کہے انہیں پہنچا دیا جائے ہر حال انہیں ایک اسٹریپر پہنچانا پڑا۔ اور وہیں سے میرے لیے
 دشواریاں پیدا ہونے لگیں۔ میں قیدی بنا لیا گیا۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد مجھے معلوم ہوا کہ
 ہر بندزا اسی اسٹریپر بکھانا جائے گا۔! ارفتہ رفتہ ساری باتیں کھل کر سامنے آ گئیں۔ وہ لڑکی
 ایڈی دے ساواں تھی جو لویسا بھی کہلاتی ہے۔ فرانس کی سکرٹ سروس سے اس کا تعلق
 ہے۔ اور اس کے ساتھ والا مرد تھیکن سکرٹ سروس کا چیف ڈھمپ لوپ کا تھا۔“

”یہ میرے لیے نیا نام ہے مسٹر فراؤ۔ ایڈی دے ساواں سے تو واقعہ ہوں۔“
 ”میرا خیال ہے کہ ہر بندزا کو انہی دونوں نے تلاش کیا ہے۔“
 ”یہ بڑی قیمتی اطلاع ہے مسٹر فراؤ۔“ ساکاوا مظہربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”میں
 پچھلے سارے واقعات بھلا دینے پر تیار ہوں۔ تم بدستور میرے مہمان رہو گے۔ باں...
 یہ ام بینی کون ہے...؟“

”کیوں...؟“ فراؤ چوک پڑا۔
 ”پچھلی رات سے تمہیں واڑیں پر کال کیے جا رہی ہے۔“
 ”اوہ ہو۔ کیا اس کا کوئی پیغام ریکارڈ کیا گیا ہے...؟“
 ”ہاں۔ اس کی بر کال ریکارڈ کی گئی ہے۔“
 ”میں سننا چاہتا ہوں۔“ فراؤ مظہربانہ انداز میں اٹھ گیا۔
 ”بیٹھو... بیٹھو... میں یہیں منگوٹا ہوں۔“ ساکاوا نے میز پر کھی ہوئی گھنٹی بجائی۔

ایک بارودی خادم کمرے میں داخل ہو کر خم ہوا۔
 ”وہ نیپ ریکارڈ لاو۔“ ساکاوا نے اس سے کہا۔
 خادم وابس چلا گیا۔ فراؤ کا پچھہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ اپنا خپلا ہونٹ دانتوں میں دبائے
 ہوئے تھا۔

”نیپ ریکارڈ آیا۔ اور فراؤ ام بینی کی آواز سننے لگا جو اسے کال کر رہی تھی۔“ ”بیلو!“
 ”بیلو! فراؤ! بیلو!... ام بینی کا لنگ!... بیلو!... فراؤ بیلو!... ام بینی کا لنگ!... تنظیم سے
 تعقیر کرنے والا کوئی بھی فرد میری آواز سن رہا ہو تو آنر سین ڈیٹھی فراؤ کو مطلع کر دے۔ ام
 بینی اپنے مشن میں کامیاب ہو گئی ہے۔ تمام متعلقہ لوگ اسٹریپر موجود ہیں۔ اور اسٹریپر جنوب
 کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور اینڈ آل!...!“

بار بار یہی پیغام ریکارڈ کیا گیا تھا۔ فراؤ اٹھ کر ٹھیلنے لگا۔ ساکاوا اسے غور سے دیکھ رہا
 تھا۔ دفعتاً فراؤ رک کر اس کی طرف مڑا اور بولا۔

”میں نے ام بینی کو بنکاتا بھجو یا تھا کہ کسی طرح ہر بندزا کو بنکاتا سے نکال لائے۔ جنوب کی
 طرف آنے کا مطلب یہ ہوا کہ اسٹریپر موکارو ہی کی طرف آ رہا ہے۔“

”خبر اچھی ہے! لیکن ہر بندزا کا غواہ میں اس لیے چاہتا تھا کہ وہ موکارو نہ آنے پائے۔“

”ہر حال کنگ چانگ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ ہر بندزا آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔“

”اب ہم خود ہی دیکھ لیں گے مسٹر فراؤ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔“ ساکاوا کا
 لبھے خشک تھا۔

فراؤ کچھ نہ بولا۔ ایک بار پھر وہ غیر مطمئن ہو گیا تھا۔ ساکاوا کی شریر طیعت سے وہ بخوبی
 دافتھا اسے بدلتے دی رہی نہیں لگتی تھی۔

ساکاوا نے ہاتھ بڑھا کر فون کار سیور اٹھایا۔ اور ماڈھ تھہ بیس میں بولا۔ ”آ جاؤ۔“ اس کے
 لجھنے فراؤ کو چوکنا کر دیا۔ وہ کسی خطرے کی بو سونگھ رہا تھا۔ لیکن خاموش بیٹھا کسی بھی
 بچوں سے پہنچنے کے لیے ذہنی طور پر تیاری کرتا رہا۔

خوڑی دیر بعد پانچ مسلخ آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور ساکاوا نے کڑک کر کہا۔ ”اس کے
 ہاتھوں میں ہتھڑیاں ڈال کر لے جاؤ۔“

فراگ نے ساکاوا کو غور سے دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے لیکن جیسے ہی ایک آدمی ہھھڑیاں لے کر اس کے قریب پہنچا اس نے پھرتی سے اس کے ہولسٹر پر ہاتھ ڈال دیا اور باہمیں ہاتھ سے اس کے پیٹ پر زور دار مکار سید کیا۔

”آزیل ڈرٹی ڈاگ....!“ وہ ریو اور کارخ ساکاوا کی طرف کرتا ہوا غمزیدا۔ ”اگر کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو تم کتے ہی کی موت مر جاؤ گے۔“

چوت کھانے والا اپنے ساتھیوں پر جاپا اور پھر ان میں سے دو کو اپنے ساتھ لیتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا۔ ساکاوا نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھادیئے۔ اور آئنے والوں سے بولا۔ ”تم سب باہر جاؤ....!“

”نبیں ٹھہرو! تم سب میرے ساتھ ہی باہر چلو گے، چلو مسٹر ساکاوا... ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ اے! تم سب بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ!“

انہوں نے بے چوں چا تھیل کی! ساکاوا اپنے آدمیوں کے قریب جاکھڑا ہوا.... فراگ تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور ان شدرو منش کے تار کھینچ کر الگ کر دیئے۔ پھر ریو اور کو جبنش دے کر بولا۔ ”اب تم سب میز کے قریب آ جاؤ....!“

ساکاوا اونت پیتا ہوا آگے بڑھا... اس کے پیچے دیپا نجوم بھی تھے۔

”بیٹھ جاؤ۔ لیکن تمہارے ہاتھ سروں پر ہونے چاہئیں۔“ فراگ غمزیدا۔

خاموشی سے اس کی تنبیہ کے مطابق تھیل کی گئی۔ فراگ کی نظر ان پر تھی اور وہ باہمیں ہاتھ سے اپنے کوٹ کا کالر ٹول رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے کارے سوئٹر بننے کی سلامی سے مشابہ کوئی چیز کھینچ کر نکالی اور ان لوگوں کی طرف اچھال دی.... فرش پر گرتے ہی وہ بلکل ہی آواز کے ساتھ پھٹی تھی اور سرمنی رنگ کا غبار فضا میں بلند ہونے لگا تھا۔ فراگ تیزی سے باہر نکلا اور دروازہ بولٹ کر دیا۔ اندر سے ان کی کھائیوں کی آوازیں آرھی تھیں۔

ریو اور والا ہاتھ اس نے چلوں کی جیب میں ڈالا اور نہایت اطمینان سے باہر نکلا چلا آیا۔

لوگوں نے اسے دیکھا تو، لیکن خصوصی توجہ کا شانہ بے شک ان کی آنکھوں میں نہیں تھا۔

احاطے میں وہ گاڑی موجود تھی جس پر وہ یہاں لایا گیا تھا۔ ڈرائیور بھی قریب ہی کھڑا نظر

آیا۔ فراگ کو دیکھتے ہی وہ بچھل نشست کی طرف چھپا تھا۔

دروازہ کھول کر ایک طرف ادب سے کھڑا ہو گیا۔ فراگ نے گاڑی پر بیٹھ کر سر کو جبنش دی۔ ڈرائیور دروازہ بند کر کے اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر چاہک کی طرف بڑھ گئی۔

فراگ کے اطمینان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا غالباً اسی بنا پر ڈرائیور اس کو اسی سمت لے چلا تھا۔ جدھر سے لایا تھا۔

”پہلے موئی اوز کی طرف چلو۔“ فراگ نے کچھ فاصلہ طے ہو جانے کے بعد کہا۔

”بہت بہتر جناب۔ ڈرائیور بولا۔“

موئی اوز یہاں کی ایک ساحلی تفریح گاہ تھی۔

”ڈرائیور تیر چلو... جلد ہی واپس بھی آتا ہے۔“

”بہت بہتر جناب۔“

”تم ایک مشتاق ڈرائیور معلوم ہوتے ہو۔“ فراگ نے کچھ دیر بعد کہا۔

”شکریہ جناب.... آزیل پر ائم مفسر خیر فقاری کے عاشق ہیں۔“

”میں جانتا ہوں! ہماری دوستی میں سال پرانی ہے۔ آج میں بھی تمہاری مشتاقی دیکھنا چاہتا ہوں.... کالے نیکرے پر چڑھا سکو گے....؟“

”کوش کروں گا جناب! اس سے پہلے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔“

”کامیاب ہو گئے تو انعام دوں گا۔“

”شکریہ جناب!“

”میں اپنی بھاری جسمت کی بنا پر آج تک اوپر نہیں پہنچ سکا۔“

”میں ضرور لے چلوں گا جناب۔“

موئی اوز کی سب سے اوپنی چیزان کالے نیکرے کے نام سے موسم تھی اور اس تفریح گاہ کا یہ حصہ عموماً دور دن تک سنسان ہی پڑا رہتا تھا۔ کبھی بھی صرف ایڈو ڈبھر کے شائق اس کی طرف توجہ دیتے تھے۔ چیزان کے اوپر پہنچنے میں کچھ ڈرائیور نے مشتاقی کا ثبوت دیا۔

کمی بار ایسا محسوس ہوا تھا جیسے گاڑی پھسل کر کسی کھڑی میں جا پڑے گی۔ فراگ خود ہی دروازہ کھل کر گھٹی سے اترتا ہوا بولا۔ ”واقعی تم باکمال آدمی ہو! تمہیں انعام بھی دوں گا اور تمہاری

سفارش بھی کروں گا۔ میرے قریب آؤ۔

ڈرائیور گاڑی سے اتر کر اس کے قریب پہنچا۔ فراغ کا بایاں ہاتھ کوٹ کی اندر ونی جیب میں تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے پرنس نکال کر کوئی بھاری رقم ڈرائیور کی ہتھی پر رکھ دے گا۔ لیکن اچانک اس کا داہنہ تھا ڈرائیور کی کپٹی پر ڈا اور وہ داہنے پہلو کے مل گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ فراغ کے ہوتوں پر زبردی سی مسکراہٹ خودار ہوئی تھی۔

اس نے بیوشاں ڈرائیور کو گاڑی میں ڈالا اور گاڑی کو نیوٹرل گیئر میں ڈال کر دھکا دے دے دیا۔ قرباً تین سوفت کی اوپرائی سے گاڑی سمندر میں جاپزی۔



اسٹریم کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ کسی تفریحی سفر پر نکلا ہو۔

عمران اور ام بینی ریڈ یوروم میں تھے۔ ام بینی وقتفے وقتفے سے فراغ کو کال کر رہی تھی لیکن ابھی تک جواب نہیں ملا تھا۔

”حیرت ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اتی بڑی تنظیم ہے اور کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔...!“

”یہ بات نہیں ہے! اگر خاص طور پر فراغ کو کال نہ کر رہی ہوتی تو کہیں نہ کہیں سے ضرور جواب ملتا۔“

”پُرس بہت خوش ہیں....!“ عمران کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔

”اوہ.... یہ تو بھول ہی گئی تھی.... یہ چوکواری کس قسم کی سزا ہوتی ہے۔“

”تم نہ منو تو بہتر ہے! انتہائی غیر رومانی اور جمالیاتی حس کو ٹھیس پہنچانے والی سزا ہے۔ یا تو آدمی گزگزار کر معافی مانگ لیتا ہے۔ یا اخبارہ گھنٹے بعد سفر آخرت اختیار کر لیتا ہے۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ پُرس بیکاٹا سے بھاگ نکلے ورنہ چوکواری کے شکار ہو جاتے۔“

”واقعی بہت ضدی آدمی ہے۔“ ام بینی نے کہا، کچھ اور کہنے والی تھی کہ اچانک ٹرانسیٹر اس کے ہام کی کال سنائی دینے لگی۔

”اوہ.... فراغ۔!“ ام بینی اچھل پڑی۔ ”وہ خود ہی بول رہا ہے۔“

”ام بینی۔.... ام بینی۔.... فراغ کالنگ۔....!“

”ام بینی.... میرے پیارے....!“ وہ چمکی۔

”کہاں سے بول رہی ہو....؟ کوڈورڈ میں بتاؤ.... رد کی کوڈ....!“

ام بینی نے سنبھل سنبھل کر بولنا شروع کیا۔.... لیکن عمران کو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی نفاست پسند اور شاشستہ کیتا تھہر تھہر کر بجوبک رہی ہو۔ یہ بات بھی پلے نہ پڑ سکی۔ پھر دوسرا طرف سے فراغ کی آواز سنائی دی۔.... وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ رہا تھا۔

دو منٹ بعد آوازوں کا یہ بتاؤ لہ ختم ہوا اور ام بینی عمران کی طرف مڑ کر پر جوش انداز میں یوں۔ ”هم خطرے میں ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ جہاں بھی ہو وہیں سے اسٹریم کا رخ جنوب شرق کی طرف موزو دو۔“

”وجہ....؟“

”بحث نہ کرو.... پہلے کیپٹن کو ہدایت دو.... پھر سب کچھ بتاؤں گی.... جلدی کرو۔“

عمران ریڈ یوروم سے نکل گیا۔.... ام بینی مصطفیٰ بانہ انداز میں شہرتی رہی ”منگ چانگ“ سے اسے پہلے ہی ہدایت مل چکی تھی کہ وہ اس سے اپنی ملاقات فراغ پر مکشف نہ ہونے دے۔ اس پر بھی ظاہر کرتی رہے کہ اسکی بے اعتمادی کے باوجود بھی وہ اسی کی وفادار رہی ہے۔ اسی کی ہدایات پر عمل کرتی رہی ہے۔

وھٹا اس نے محسوس کیا کہ اسٹریم سمت بدلتا ہے۔ اطمینان کی جھلک اس کی آنکھوں میں دکھائی دی تھی۔ پھر عمران واپس آگیا اور ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”بہت براخاطرہ....! موکارو کا پر ائم فشر نہیں چاہتا کہ ہر بندہ موکارو کے ساحل پر قدم رکھے۔.... اس کے آدمی ہمیں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔!“

”خود فراغ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ پُرس تائیتی سے آگے نہ بڑھ سکیں مجھے پر نسز نے بتایا تھا۔“ عمران بولا۔

”تب اور بات تھی! اب موکارو والوں سے ہماری کھلک گئی ہے۔ فراغ اب پُرس کے تحفظ کا خواہاں ہے....!“

”موکارو کے بادشاہ کو کیا ہو گیا ہے.... کیا وہ اپنی بین کے بیٹے سے دشمنی کرے گا.... ان خانگوں کی یہ روایت تو نہیں رہی....؟“

خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
 ”پر نس ہر بندزا... موکارو کالنگ... پر نس ہر بندزا...!“
 عمران نے آگے بڑھ کر سوچ آف کر دیا اور ام بینی سے بولا۔ ”میں کال کا جواب دوں گا۔
 تم خل اندازی مت کرنا... وہ غالباً اسٹریک نام اور نشان معلوم کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”کوئی اوت پنگ بات نہ کہہ دینا۔“
 ”اچھا تو تم اسی لیے میرے سر پر سوار ہو... صرف عورتوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں
 ہے۔ دیسے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں... تم اپنی چونچ بندر کھو۔“
 ام بینی نہ پڑی اور اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔ ”بالکل روایتی شہر معلوم
 ہو رہے ہو...!“
 عمران نے ٹرانسٹر کا سوچ پھر آن کر دیا۔ کال برابر جاری تھی....!
 ”کون مخاطب ہے؟... یہلو یہلو... پر نس کو کون کال کر رہا ہے....؟“
 ”تم کون ہو؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”پر نس کا مجتمع خصوصی...! تم کون ہو؟“
 ”جہاز کا نام اور نشان بتاؤ... ہر مجھ سی بطور خاص استقبال کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”سر دلتا آسٹریچ...!“
 ”کتنے میل پر ہو...؟“
 ”بندرا گاہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر۔“
 ”اوور...“
 عمران سوچ آف کرنے ہی والا تھا کہ فرگ اسی آواز سنائی دی۔ شاید اپنی اشاراتی زبان
 استعمال کر رہا تھا۔ جواب میں ام بینی بھی کچھ بولی تھی اور ٹرانسٹر کا سوچ آف کر کے عمران کی
 طرف مڑی تھی۔
 ”فرگ کہہ رہا تھا کہ دشمنوں کو اطلاعات کیوں دی جا رہی ہیں جب کہ میں نے خطرے سے
 آگاہ کر دیا تھا۔“ اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔
 ”ارے وہ زندگی بھر مینڈک ہی رہے گا۔“ عمران نہ کر بولا۔ ”ہمارا اسٹریک موکارو سے

”میں اس سے متعلق کچھ نہیں جانتی۔“
 ”میرا خیال ہے کہ ہم واقعی سنگ چانگ کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔“ عمران طویل سانس سے
 کرولا۔ ”اب اسٹریک کا عملہ بھی ہمارے کہنے کے مطابق کام کر رہا ہے جیسے ہی میں نے کتنا سے
 اسٹریک کا رخ موز نے کوہا اس نے بے چون وچرا تعلیم کی۔“
 ”ویکھو! کیا ہوتا ہے؟“ ام بینی نے پر تشویش لجھے میں کہا۔
 ”فرگ آخر کہاں سے بول رہا تھا...؟“
 ”اس نے یہ نہیں بتایا... لیکن یہ ضرور کہا تھا کہ جلد ہی ملاقات ہو گی۔“
 ”اچھا ہے... تم سے چیچھا تو چھوٹے۔“
 ام بینی یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں مایوس صاف پڑھی جا سکتی تھی۔
 ”کیا میں تمہیں اتنی ہی بڑی لگتی ہوں....؟“ اس نے بھرا ہوئی آواز میں پوچھا۔
 ”نہیں تو... اچھی خاصی لگتی ہو۔“
 ”تو پھر مجھ سے کیوں چھکارا پانا چاہتے ہو۔“
 ”واہ۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ہر اچھی چیز گردن میں لٹکالی جائے۔“
 ”تم نے دوسروں کو یہ کیوں بتایا ہے کہ میں تمہاری بیوی ہوں....؟“
 ”اس کے بغیر تم محل میں قدم نہ رکھ سکتیں! اور اب تو ہم کھلے سمندر میں ہیں لہذا بیوی
 غرق شد...!“
 ”پتا نہیں تم کچھ اچھ ہو یا حد درج کے مغلل... عورتوں سے اس طرح گفتگو نہیں کی
 جاتی...!“
 ”کبھی عورت ہونے کا اتفاق نہیں ہوا، اس لیے قابل معافی ہوں۔“
 ”نہیں.... میرا دل نہ دکھایا کرو۔“
 ”کیا واقعی تم فرگ سے میری گردن تڑواوی۔“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔
 ام بینی کچھ نہ بولی۔ اسے اس طرح دیکھتی رہی جیسے اس سے رحم کی طالب ہو عمران بھی
 غبیوں کے سے انداز میں اس کا منہ تکتا رہا۔
 اچانک پر نس ہر بندزا کے نام کال شروع ہوئی۔ عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ام بینی کو

ام بینی نے دوبارہ ٹرانسیمیٹر کا سورج آن کیا اور فرگ کو کال کر کے کوڈور ڈز میں صورت حال سے آگاہ کرنے لگی۔ عمران سر جھکائے کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس نے خود کو حالات کے حرم و کرم پر چھوڑ دیا ہو۔

گنتوتھم کر کے ام بینی نے ٹرانسیمیٹر بند کر دیا اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے ہوئی عرشے کی طرف چلی۔ ”تم خواہ خواہ ذرے جارہے ہو۔“ وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ ”فرگ تم سے بہت خوش ہے! ابھی اس نے کہا ہے کہ تمہاری غلط فہمی دور کر دے گا۔“

”واقعی...؟“ عمران چکا۔ ”تو تم میری غلط فہمی ہو۔“

”چھا... اچھاستا لو... ایک دن تمہیں بھی ٹھیک کر دوں گی۔“

وہ رینگ کے پاس آکھڑے ہوئے۔ حد نظر تک چمکیلا سمندر پھیلا ہوا تھا۔ سورج غروب ہونے میں ابھی دوڑھائی گھنٹے کی دیر تھی۔ عمران نے گلے میں لکھی ہوئی دور میں انھائی اور اطراف و جواب میں نظر دوزا نے لگا۔

دفعاتاش سے جیسکی آواز آئی۔ ”ہم بھی آجائیں جناب!“

”یہاں کیا رکھا ہے۔“ عمران نے مژ کر جھلاتھ کا مظاہرہ کیا۔

”پُنس تو شیش میں بتلا ہیں، ان کے پاس صرف آدمی بوتل رہ گئی ہے۔“

”اخاکر پھیک دے سمندر میں مردود کو۔“ عمران نے اردو میں کہا۔

”وہ آپ کی شادی پر بید خوش ہیں۔“

”فاقت کرے گا... ہر وقت پالی پالی کا حساب لیتی رہے گی۔“

”ذرادور میں مجھے دینا۔“ دفعاتاً بینی بولی۔

”فکرنا کرو... میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں... تین لا نجیں ہیں...!“

”اگر دشمن کی ہوئیں تو...؟“

”تب بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ عمران نے کہا اور جیسکی سے بولا۔ ”تم کہیں مل جاؤ، جوزف پر نظر رکھنا۔“

”چلا گیا... سامنے سے آنے والی لانچیں اب دور میں کے بغیر بھی دکھائی دینے لگیں گی۔“ دور میں ام بینی کے ہاتھ میں تھی اور وہ انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ دفتاً پر سرت لجھے میں

چالیس میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں مزگا تھا۔ اور اسٹینٹر کا نام اور نشان بھی میں نے غلط بتایا تھا۔ مینڈک سے زیادہ عقل رکھتا ہوں... آدمی ہوں...!“

”میں خواہ خواہ تمہارے لیے نکل مند رہتی ہوں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ چند لمحے اسی طرح دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”اب میں اسے صحیح پوزیشن سے آگاہ کئے دیتی ہوں۔“

”ضروری نہیں...!“

”کیا مطلب...؟“

”اب میں کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ پُنس ہر بندرا میری ذمہ داری ہے۔ پُنس زالابا نے اسے میرے پرداز کیا ہے۔“

”صرف تم سے یا پُنس کے باڑی گاڑی سے کیا ہو سکے گا۔ فرگ بہت طاقتور ہے۔“

”گدھا ہے اول درجے کا۔ اگر میں نہ ہوتا تو موکار و والے اسے کافی میں یہیوشی کی دوادے کر اٹھائے جاتے۔“

”وہ احمق نہیں ہے، صرف تمہارا امتحان کرنا چاہتا تھا۔“

”میرا امتحان...! میں تو اسکوں لیوگ میں بھی فیل ہو گیا تھا۔“

”بہر حال! اضول باتیں چھوڑو! میں اسے تمہاری حکمت عملی سے آگاہ کرنے جا رہی ہوں۔“

”گردن کٹواگی میری!“ عمران نے خوفزدگی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

”مجھ پر اعتماد کرو۔“

”لیا یاد نہیں کیسی بے عزتی سے نکال گئی تھیں...?“

ام بینی پڑی، پھر بولی۔ ”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔... مجھ پر اعتماد کرو... فرگ تمہارا دشمن نہیں ہے...!“

”تو پھر وہ سب کچھ...؟“

”اے بھول جاؤ۔ فرگ کی باتیں دیرے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ آخر رینگ چانگ کا نائب شہر ہا۔“

”اچھا...!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ ”جودل چاہے کرو...!“

جھکا تھا۔
عمران نے ظفر، جیسن اور جوزف کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنی زبانیں بذر کھیں، ہر معاملے کو وہ خود ہی دیکھے گا۔ امّنی لانچ کے عملے سے گھل مل کر باتیں کر رہی تھیں۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ لوگ امّنی سے بھی احترام کے ساتھ پیش آ رہے ہیں۔ خود اسے کسی نے گھاس بھی نہیں والی تھی۔ امّنی نے بھی شاید اسے محسوس کیا تھا، پہلی ہی فرصت میں اس کی تخفی خاطر کی کوشش کی تھی۔

”میں نے مصلحت انہیں تمہاری اہمیت سے آگاہ نہیں کیا۔...؟“

”مم... میری... اہمیت...؟“ عمران نے مضمومیت سے کہا۔

”ہاں... ہاں... یہی کہ میں تمہیں کہتا چاہتی ہوں۔“

”اب تو میں خود ہی آگاہ کر دوں گا۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ اور وہ بُنتی ہوئی پھر وہاں سے چل گئی۔

اب تینوں لانچوں پر جھنڈے نظر آ رہے تھے۔ لیکن یہ اس جھنڈے سے مختلف تھے جو ایک لانچ پر پہلے نظر آ رہا تھا۔

امّنی نے بعد میں بتایا کہ وہ موکارو کے جھنڈے تھے اور مصلحت لگانے کے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ لانچوں کی تیز رفتاری سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جلد سے جلد کہیں پہنچا چاہتے ہیں۔ پھر انہیں اپھلینے لگا۔ لیکن جلد ہی چاند نے افق سے سرا بھار اٹھا۔ اور پھر بہت دور سے روشنیاں دکھائی دی تھیں۔ امّنی ایک بار پھر عمران کے پاس آئی۔

”ہم پونیاری میں اتریں گے۔“ اس نے کہا۔

”یہ کیا چیز ہے....؟“

”ایک بچوں نا سائزیرہ! اب یہ سمجھ لو کہ یہاں کنگ چانگ ہی کی حکومت ہے۔“

”آخر یہ کنگ چانگ ہے کیا چیز... کم از کم اس کا ذریعہ معاش ہی بتا دو۔“

”تم نہیں جانتے....؟“

”میں کیا جاؤں....؟“

”چلو یہ بھی معلوم ہو جائے گا... خود ہی دیکھ لو گے۔!“

چیزیں۔ ”اپنی ہی کشتیاں ہیں۔“

”کیسے معلوم ہوا...؟“

”ایک پر جھنڈا بھی موجود ہے میں ریڈ یوروم میں جا رہی ہوں۔“

”ارے.... ارے.... مجھے یہاں تھا نہ چھوڑو....!“ عمران اس کے پیچے دوڑتا ہوا بولا۔ لیکن وہ ریڈ یوروم میں جانے کی بجائے کیپٹن کے کہیں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

کیپٹن اسے دیکھ کر اٹھ گیا۔

”بیٹھو.... بیٹھو....“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ اور جیسی ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا سوچنے آن کیا۔

امّنی کی آواز سنائی دی۔ وہ آنے والی لانچوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

”بیلو کے سی.... بیلو کے سی....!“

کے سی شاید کنگ چانگ کا مخفف تھا۔ پھر اس نے وہی کوڈ ورڈ والی زبان سنی اور دوسری طرف سے ملنے والا جواب بھی سن۔ ایک بھاری مردانہ آواز تھی۔

ٹرانسمیٹر جیب میں رکھ کر وہ آہستہ آہستہ کیپٹن کو کچھ ہدایت دینے لگا۔ ٹھیک اسی وقت امّنی کہیں میں داخل ہوئی۔ عمران نے اسے گھور کر دیکھا۔ شاید یہاں اس کی موجودگی پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن امّنی اسے نظر انداز کر کے بولی۔ ”وہ کہہ رہے ہیں کہ متعلقہ افراد لانچوں میں منتقل ہو جائیں۔“

”اس سے کیا ہو گا....؟“ عمران مسکی صورت بنا کر بولا۔

”موکارو کی کشتیاں اپنی حدود سے نکل کر اسیزرس کو گھیر رہی ہیں۔ ان میں ایسی کشتیاں ہی موجود ہیں جن پر تو پس نصب ہیں۔“

”تب، تو میں بھی یہی مشورہ دوں گا جناب۔“ کیپٹن نے عمران سے کہا۔ ”پس اگر اسیزرس نہ ہوئے تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بلکہ سکھے گا۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھنے گا کہ اسیزرس یہاں سے واپس بھی ہو سکتا ہے۔ ہم ان لانچوں پر نظر رکھیں گے۔“

عمران کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے.... کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”اچھی بات ہے.... کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔“

کچھ دیر بعد وہ اسی لانچ میں تھے جس پر جھنڈا نصب تھا۔ لانچ کا عملہ جوزف کے لیے نظریاً

شراب مہیا کی گئی تھی۔ وہ بہت مگن تھا۔ بار بار عمران سے کہہ رہا تھا۔ ”آج اتنے دنوں کے بعد دماغ گرم ہوا ہے باس!.... میرا ماموں جائے جہنم میں.... میں تو یہیں رہوں گا۔ امپورڈ مال کو اس ہوتا ہے۔ اتنے دنوں سے یہی لگ رہا تھا جیسے شراب نہیں شورہ پی رہا ہوں۔“

”تجھے تو روٹیاں لگ رہیں ہیں۔ چپ چاپ شہزادہ بارہ درنہ کھال گراؤں گا....!“
”پنا تو ہوا ہوں۔“ جوزف سہم کربولا۔

”ارے یہ شہزادگی کی باتیں ہیں کہ تو کنٹری واکیں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملتا ہے۔“

”کیا کروں باس! مجھے امپورڈ سے نشہ نہیں ہوتا ہے۔“

”قصور میرا ہی ہے.... ٹھراپلاپلا کرتی ہے میز زتابہ کر دیے۔“

”اب میں کیا کروں باس! میرا مقدر ہی ایسا ہے۔“ وہ رہا نہ ہو کربولا۔

رات انہیں اسی عمارت میں بسر کرنی تھی۔ عمران کا اندازہ تھا کہ وہ بستی کی سب سے اچھی عمارت ہے۔ حالانکہ اس کا فرش بھی کچا تھا۔

بڑی مشکل سے نیند آئی۔ کیونکہ شراب اور دھو میں کی ملی بودماغ پھاڑے دے رہی تھی۔ دھلتارات کے کسی حصے میں عمران کو جھنجھوڑ کر جگایا گیا۔ وہ سوتا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی نیند آئی گئی تھی۔ کیر و سین یہ پ کی روشنی میں فرماں کا چہرہ نظر آیا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سے مکراہٹ تھی۔

”بہ.... باس....!“ عمران ہر کلایا۔

”میں تمہاری زبان سے یہی سننا چاہتا تھا.... اٹھو.... بیحد ضروری باتیں کرتی ہیں۔“

وہ اسے دوسرے کمرے میں لا لیا۔ یہاں تین آدمی اور شاہی خاندان کے وفادار ہیں۔ ”فرماں نے

”یہ موکادہ کے تین معزز ترین افراد ہیں اور شاہی خاندان کے وفادار ہیں۔“ فرماں نے تقدار کر لیا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ صرف تھوڑا سا سختم ہوا تھا۔

”آج ہی موکادہ اطلاع پہنچنے تھی کہ پرسن سزا سے بچنے کے لیے فرار ہو گیا ہے۔“ فرماں بولا۔ عمران اب بھی خاموش کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان لوگوں سے بیحد مرعوب اور

پونیاری کے ساحل پر وہ خاموشی سے اتر گئے۔ لانچیں ایک دور افتادہ کنارے پر پھرپن تھیں۔ یہاں سے گودی کی روشنیاں خاصے فاصلے پر تھیں۔

باقی سفر جیپوں کے ذریعے طے ہوا تھا۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بہت بڑے شراب خانے میں داخل ہو گئے ہوں۔ فضائیں شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔

”اوہ.... اوہ....!“ جوزف بھرا تھی، ہوئی آواز میں بولا۔ ”ہم کہاں آگئے ہیں....؟“ ”خاموشی ہی مناسب رہے گی یورہائی نس۔“ عمران نے آہتہ سے کہا۔

”یہاں گھر گھر شراب کشید کی جاتی ہے! اور ہماری تنظیم اسے دوسرے جزار تک غیر قانونی طور پر پہنچاتی ہے۔“ امینی نے عمران کے کان میں کہا۔ ”شاید اسی سے ہمارے متعلق کسی قدر اندازہ لگاسکو۔“

عمران کچھ نہ بولا۔... ظفر اور جیسن بھی زور زور سے سانس کھینچ رہے تھے۔

”آپ کو کیا تکلیف ہے حضرات!“ عمران تکلیف لے جئے میں بولا۔

”فضا تو بہ شکن محسوس ہو رہی ہے، یور مجھنی....!“

”مر غایبادول گا اگر بکواس کی تو....“

وہ ایک مختصر سی عمارت میں اتارے گئے تھے جھوٹے چھوٹے مکانوں کی بستی تھی تاہیتی یا بنکاتاکی طرح یہاں تر تیب یا حسن کا شاہر بھی نہ تھا۔

”میا فرماں یہیں ہے....؟“ عمران نے امینی سے پوچھا۔

”نہیں.... انہیں بھی کہیں سے اس کا پیغام ملا تھا۔ مگر اب ایک دشواری آپزی ہے۔“

”کیسی دشواری....؟“

”ہمیں یہاں دو دن قائم کرنا پڑے گا۔ میں پہلی بار آئی ہوں۔ میر اسر گھوما جا رہا ہے۔ یہاں پھیلی ہوئی بوجھے پا گل بنادے گی۔“

”لیکن پرسن ہر بند اکا خیال ہے کہ اگر وہ یہاں کے بادشاہ بنا دیے جائیں تو مفت کام کریں گے۔“ جیسن بول پڑا۔

”تم بکواس مت کرو۔“ ظفر بولا۔

اس رات انہوں نے بڑے بدذاقہ کھانے کھائے تھے اور جوزف کے لیے ”ہوم میٹے“

متاثر ہوا ہو۔

”ان کا مشورہ ہے کہ پرنس ابھی بنکاتا جائے۔“

”مک... کیوں... پور آز...؟“

”تم نہیں جانتے، بیٹھ جاؤ... میں تمہیں بتاؤں گا...“

عمران بیٹھ گیا... موکارو کے لوگ بھی خاموش تھے۔

فراگ بولا۔ ”یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ موکارو پر ساکاوہ کی حکومت ہے...“

بادشاہ بے بس ہو چکے ہیں۔“

”ساکاوہ کون ہے...؟“

”تم اتنے لاعلم ہوں...؟“ فراگ جرت سے بولا۔

”میں صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہوں یور آئر...!“

”خیر سنو! تین سال پہلے ساکاوہ موکارو کی پولیس کا سربراہ تھا اور لوگ اس سے نفرت کرتے

تھے۔ آہستہ آہستہ وہ بادشاہ کی تاک کا باال بن بیٹھا... اب وہ پرائم مفسر ہے! بادشاہ کی طرف سے

خود احکامات صادر کرتا ہے۔ اس کی تین جنگلی کشتیاں ہر بندہ اکا اسٹیر تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔“

”تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ پرنس کسی اتحقاق کی بناء پر اس سے نکر جائیں گے...؟“

”نہیں! یہ بات نہیں... موکارو ہی سے آرہا ہوں اور میں نے وہاں بہت کچھ دیکھنے اور

سمجھے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بارے میں پھر بات کریں گے... اس وقت تو یہ معززین

صرف اس لیے آئے ہیں کہ پرنس کو بنکاتا جانے سے روک دیں۔“

”اس پر بھی ہم مناسب موقع پر گفتگو کریں گے۔“ عمران نے کہا۔

”یہ پرنس سے ملننا جاتے ہیں۔“

”صحیح سے پہلے ناممکن ہے باس۔! مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ انہیں اس وقت تکلیف دوں!“

”یہ تو کرتا ہی ہے کسی نہ کسی طرح، یہ اسی وقت واپس جائیں گے۔“

”ذرائعِ حکومت میں میری ایک بات سن لجھے...!“

”اچھا... اچھا...!“ فراگ اٹھتا ہوا بولا۔

وہ اٹھ کر باہر آئے۔ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔ ”کیا آپ ان تینوں پر اعتماد کر رکھے

ہیں...؟“

”میں الحق نہیں ہوں.... یہ ساکاوہ کے جانی دشمن ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں پرنس کو جگاؤں گا نہیں.... وہ انہیں سوتے ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔“

”کیوں احتمانہ بتیں کرتے ہو۔“ فراگ غصیلے لمحے میں بولا۔ ”میں خود جگاؤں گا۔ یہاں سب میرے پابند ہیں۔ پرنس ہو گا بنکاتا میں۔“

”آپ میرا مطلب نہیں سمجھے! یہاں کی فضائیں ایسی بورچی بھی ہے کہ پرنس بے قابو ہو گئے۔ برانڈی اور دہکی پینے والے اگر ٹھہرے کی دلوں تینیں چڑھا جائیں تو کیا حال ہو گا...؟“

”اوہ یہ بنکاتا والے سدا کے ندیدے ہیں۔ خدا سمجھے.... خیر دیے ہی دکھادیں گے۔ شاید یہ لوگ اپنا طیناں کرنا چاہتے ہیں۔“

ان لوگوں سے کہا گیا کہ سفر کی تکان کی وجہ سے پرنس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ اس لیے جگانا مناسب نہ ہو گا۔ البتہ سوتے میں ”زیارت“ کی جا سکتی ہے۔

وہ لوگ اس پر تیار ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اس میں سے ایک سگریٹ منتخب کی اور پھر سگریٹ کالمبا سا ہولڈر نکالا اور اسے ہونٹوں میں دبائے ہوئے ان کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن سگریٹ ابھی ہاتھ ہی میں تھی۔ عمران نے اسے گھور کر دیکھا اور سر کو خفیف سی جبکش دی۔ لیکن چیزے ہی وہ جزو ف والے کمرے میں قدم رکھنے لگا اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہونٹوں سے ہولڈر نکال لیا وہ جھلا کر مرزا اور کڑک کر بولا۔ ”یہ کیا بیہودگی ہے...؟“

فراگ اور اس کے دونوں آدمی بھی پلٹ پڑے۔

”پرنس کے حضور یہ بد تیزی ہو گی۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”اوہ سگریٹ بھی مجھے دو، یہاں پرنس سے زیادہ معزز کوئی بھی نہیں ہے۔“

”کیوں بکواس کرتا ہے، لا ہولڈر مجھے دے۔“

لیکن عمران نے دوسرے ہی لمحے میں اس کے جڑے پر ایک زور دار ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ پشت والی دیوار سے نکل رکا۔ اور بحمد سے زمین بیٹھ گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو...؟“ فراگ غرا کر عمران کی طرف چھپا۔

”ذرا ٹھہریے.... اس ہولڈر کا جائزہ لجھجے.... اگر اس میں سے زہر میں سوئی برآمدہ ہو تو

محنگی گولی مار دیجئے گا۔
”خبردار! کوئی اپنی جگہ سے جبنت نہ کرے۔“ اچانک مار کھا کر گرنے والا ہاڑا۔ اس نے ریو اور نکال لیا تھا۔

”اوہ.... تو یہ بات ہے۔“ فراغ کا الجہ بیحد سرد تھا۔

”ہاں! وہ اٹھتا ہوا بولا۔“ ہر بندہ کو مرنا ہی پڑے گا۔ تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“

”تو نکل چاںگک سے غداری کر رہا ہے اسے سوچ لے۔“ فراغ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ بقیہ دونوں آدمیوں نے بھی ہاتھ اٹھادیے تھے۔ لیکن عمران جوں کا توں کھڑا تھا۔

”جہنم میں جائے کنگ چاںگ۔“ ریو اور والا کہہ رہا تھا۔ ”اب میرے وزیر تجارت میں جانے کا ممکان روشن ہو گیا ہے.... اے تو بھی اپنے ہاتھ اٹھا۔“ اس نے عمران کو لکارا۔

عمران نے جھلانے ہوئے انداز میں ہاتھ اٹھادیے تھے اور اسی حرکت کے دوران وہ سگریٹ ہولڈر اس کے ہونٹوں میں جا دیا تھا۔

ہونٹوں میں جا دیا تھا۔

ریو اور والے نے سکاری لی اور اس کا ریو اور والا ہاتھ بے اختیاری میں چھرے کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ لٹھک اسی وقت عمران کی ٹھوکر اس کے ہاتھ پر پڑی۔ ریو اور دور جاگر اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنادیاں گال دبائے فرش پر ڈھنڈتا چلا گیا۔

”شباش....“ فراغ چلکھاڑا۔

ریو اور والا فرش پر گر کر بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔

عمران نے جھپٹ کر ریو اور اٹھیا تھا اور اس کا ردخ اس کے دونوں ساتھیوں کی طرف کر دیا تھا۔

”اوہ۔ عمران.... اوہ.... میرے پھر تیلے چیتے....!“ فراغ شکار پر جھکتا ہوا بولا۔ چند لمحے اسے ٹوٹا رہا پھر سیدھا ہو کر پر مسرت لجھ میں چیختا۔ ”جہنم رسید ہوا اور اب تم دونوں بتاؤ، حرامزادو....!“

”ازیں فراغ! ہم و قادر ہیں۔! اس کا لی بھیڑ کو بھی نہ پیچاں سکے! بس اتنا ہی قصور ہے ہمارا.... ورنہ ہم بھی اس کا ساتھ دیتے۔“ ان میں سے ایک ہانپتا ہوا بولا۔ ”اس نے ہمارے ہاتھ بھی تو اٹھا دیے تھے۔“

”اس کا فیصلہ ٹھیک ہو گا۔“ عمران بولا۔ ”فی الحال خود کو پرنس کا قیدی سمجھو۔“

”ہم تیار ہیں.... ہمیں قید کر دو.... اس وقت تک روکے رکھو۔ جب تک کہ آزیں بل کا طینان نہ ہو جائے۔“

فراغ نے سچ چنان دونوں کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ اس ہنگامے کے دوران جوزف کے علاوہ اور سب جاگ پڑے تھے۔

”اس لاش کا کیا ہو گا....؟“ عمران نے پوچھا۔

”پڑی رہنے والے صبح کو دیکھا جائے گا۔“ فراغ نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر بولا۔ ”تم نے کیسے انداز کر لیا تھا کہ وہ ہولڈر دراصل بل پوپاپ ہے اور اس میں زہر لیلی سوئی موجود ہے....؟“

”اگر وہ فوراً ہی ہولڈر میں سگریٹ لگایتا تو مجھے شبہ نہ ہوتا لیکن اس نے صرف ہولڈر ہونٹوں میں دیا تھا اور سگریٹ ہاتھ ہی میں رکھی تھی۔“

”میں نے قطعی دھیان نہیں دیا تھا۔“

”میں اسی لیے بکانا کے محلات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہوں باس! میری چھٹی حس کسی گوریلے کی بے چینی کی طرح ہر وقت بیدار رہتی ہے۔“

فراغ نے ام بینی کا بازو پکڑ کر عمران کی طرف دھکلتے ہوئے کہا۔ ”لے جا.... سچ چنج تجھے بخش دی....!“

ام بینی عمران سے ٹکرائی اور وہ کراہتا ہوا زمین پر اکڑوں پیٹھ گیا تھا۔

”کیا ہوا....؟“ فراغ کے لجھ میں بوکھلاہت تھی۔

”چنانی والے دو مگر عورت نہ دو۔“ عمران گلوکیر آواز میں بولا۔

”کیا کبواس ہے....؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورت کا کیا کروں۔“ عمران نے کچھ ایسے لجھ میں کہا کہ فراغ کو ٹھنڈی آگئی۔

”اڑے یہ ایسا ہی ہے....!“ ام بینی دانت پیس کر بولی۔ ”اب تک مجھے یہی محسوس ہوتا رہا ہے جیسے ریت کی بوری کے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔“

”واقعی تو عجیب ہے میرے شیر.... چل اٹھا بسو جا.... صبح بالیں کریں گے۔! میری لقریب نے کیا تھے عطا کیا ہے وا....؟“ فراغ عمران کا بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

پھر وہ خود کہیں اور چلا کیا اور وہ سب اسی کمرے میں پڑے آئے تھے۔ جہاں شب برسی کی
نہبھری تھی۔

ام بینی عمران کو زہریلی نظروں سے گھوڑے جاری تھی۔ اور جسم کے دانت لٹکے پڑ رہے
تھے۔ جوزف اب بھی بے خبر سوراہ تھا۔

”دانت بند کر مور چپل! اور نہ پوپلا کر دوں گا۔“ عمران نے ارد و نیل کہا۔
”اب کیا بگواں ہو رہی ہے میرے خلاف...؟“ ام بینی چپتا۔

”ست... تم آرام کرو... بہت تحک گئی ہو۔“ عمران رزم لجھ میں بولا۔
”خاموش رہو۔ مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تم مجھے قتل کر چک
ہو،“ ام بینی یہ کہتی ہوئی اپنے بستر پر جاڑی۔

”واقعی! آپ بہت سنگدل ہیں یور سمجھی!“ جیسے عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔
”جا کر سو جاؤ۔ ورنہ مجھ باتھ پیر توڑ کر کھو دوں گا۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔
اس کے بعد وہ سب تو سو گئے تھے۔ لیکن عمران جا گاترا ہاتھا۔
دوسری صبح فرماں سے پھر ملاقات ہوئی۔ وہ خود ہی آیا تھا۔ اور صرف عمران کو اپنے ساتھ
لے کر وہاں سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

”ان دونوں کا کیا ہو گا؟“ عمران نے کہا۔ ”لاش تو صبح مجھے وہاں نہیں نظر آئی تھی۔“
”ان باتوں میں ذہن کو مت الجھاؤ۔ لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میری تنظیم میں کالی
بھیڑیں موجود ہیں۔“

”کہاں نہیں ہوتی...؟“
”یہ تینوں موکاروں کے باشندے اور میری تنظیم سے مسلک تھے۔ لیکن موکاروں میں کوئی نہیں
جاننا کہ وہ نگہ چانگ کے آدمی ہیں۔ تم اسی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ مر نے والا اوزیر تجارت بننے
کے خواب دیکھ رہا تھا۔“

”کس بات کا اندازہ لگا سکتا ہوں...؟“ عمران نے سوال کیا۔
”اسی کا کہ یہ کس رتبے کے لوگ ہیں۔“
”میں سمجھ گیا۔“

”لیکن اب میں موکاروں کے لوگوں پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں سیرے ہی
وہاں ہوں لیکن کسی وقت بھی بدل سکتے ہیں۔ موکاروں کے پانی میں وفا نہیں ہے۔“

”تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں پرنس کو لے کر کہیں اور چلا جاؤں۔“ عمران بڑھ لیا۔

”نہیں.... عمران....! اب میں ساکاوا کے چیختھے اڑادینے پر تل گیا ہوں۔“

”لیکن آپ کیا کر سکتے ہیں؟ جب کہ وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔“

”ہونہہ۔ میں قدم نہیں رکھ سکتا.... ارے میں وہیں سے آ رہا ہوں۔“ فرماں نے کہا۔

چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”میں تمہیں اپنے حیرت انگیز سفر ہی کی راستان ہی تو نہانے کے
لیے کسی پرنسکون جگہ کی تلاش میں نکلا ہوں۔ پونیاری میں چکرانے والی یہ بدبو مجھے بھی پسند نہیں
ہے۔“

ساحل پر پہنچ کر فرماں نے گاڑی روکی۔ اور عمران کو لیے ہوئے اپنی اسی لاٹھ میں داخل ہوا،
جس پر اس نے تایپی سے موکاروں نکل کا سفر کیا تھا۔

”آہا.... یہ تو جنت ہے۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔ ”زندگی میں پہلی بار ایسا بحری عشرت
لکھ دیکھا ہے۔“

”تم مجھے پڑھے لکھے آدمی بھی معلوم ہوتے ہو۔“

”پوٹو زوڑا سے لے کر خلائی سفر نکل کا علم رکھتا ہوں۔“

”بہت خوب!“ وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”پرنس کے باڑی گارڈز کی قومیت کیا ہے؟“

”اپریانی ہیں.... پرنس کے ساتھ ہی آئے تھے۔“

”ٹھیک ہے انہیں بھی جڑاڑ کی سیاست سے کوئی سر و کار نہیں ہو سکتا۔“

”قطعی نہیں!“

”اچھا۔ اب میں تمہیں اپنے سفر کے حالات سناتا ہوں۔“ فرماں نے کہا اور اپنی حکمت عملی
کی راستان شروع کر دی۔ عمران بڑے غور سے سنтарہ۔ کہیں کہیں اس نے جوش کا اظہار بھی
کیا تھا۔ جیسے ہی فرماں ڈرائیور اور گاڑی سے چھکا کر اپانے والے مرحلے پر پہنچا۔ عمران نے اٹھ کر
اس کے گرد ناچا شروع کر دیا۔

”بیٹھو.... بیٹھو! دلیر آدمی میں تمہیں بھی اپنے سے کم نہیں سمجھتا....“ فرماں نے

نہیں ہے ہوئے لجھے میں کہا۔ ”تہارا پچھلی رات والا کارنامہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔ ایساہیں اور جلد فیصلہ کرنے والا۔“

”شکریہ! یور آز...!“ عمران اس کے سامنے والی آرام کر کی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

فرانگ نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔ ”پھر میں اپنی تنظیم سے تعلق رکھنے والوں میں چالا گی اور وہ تنیوں مجھے ایک بڑے صندوق میں بند کر کے موکارو سے نکال لائے تھے.... مگر... وہ نہک حرام لازمی گا کالی بھیڑ نکلا.... خدا کی پناہ۔ اگر وہ اسی طرح سگریٹ ہولڈر ہونوں میں دبائے ہوئے کمرے میں داخل ہو جاتا تو پنس ہماری لاعلی ہی میں ختم ہو جاتا اور صبح سے پہلی تم اسے لاش سمجھنے پر تیار نہ ہوتے۔“

”یہ بات تو ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اور وہ سور کاچھ لازمی گا چپ چاپ موکارو پہنچ کر ساکاؤ کے کان میں پھونک دیتا کہ وہ نہایت خاموشی سے اس کی خدمت انجام دے آیا ہے۔“

”آخر موکارو میں کیا ہو رہا ہے...؟“ عمران نے سوال کیا۔

”تم یہ نہ سمجھتا کہ بادشاہت کا کوئی چکر ہے! موکارو کے عوام نے ساکاؤ کو اسی لئے برداشت کر لیا ہے کہ وہ بادشاہ کو پسند ہے۔!“

”پھر کیا بات ہو سکتی ہے؟“ عمران نے اسے مٹلنے والی نظر وہ سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”ساکاؤ نہیں چاہتا کہ کوئی غیر ملکی موکارو میں داخل ہو.... لیکن ہر بندزا ہے چاہے اپنے ساتھ موکارو نے جا سکتا ہے۔ ساکاؤ کھلم کھلا ہر بندزا کے داخلے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کرے تو بادشاہ اور عوام دونوں ہی اس کے مخالف ہو جائیں۔ کیونکہ ہر بندزا کا اتحاق موکارو کی قدیم مقدس روایات سے تعلق رکھتا ہے۔“

”بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”نمیک! اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہر بندزا فرانس والوں کی دریافت معلوم ہوتا ہے تو یہاں یا ایڈلی دے ساواں فریخ سیکرٹ سروس کی ممبر ہے....!“

”نہیں...؟“ عمران مخیر انداز میں اچھل پڑا۔

”میں جانتا ہوں! اگر تم اس کے باڑی گارڈز کو مٹلو تو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ خیر!“

مجھے اس سے سروکار نہیں۔ میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔ لگنگ چانگ قطعی پسند نہیں کرے گا کہ بحر الکاہل میں کسی قسم کا ہنگامہ برپا ہو۔“

”میں نہیں سمجھا؟“

”میں سمجھتا ہوں.... اگر یہاں جنگی نوعیت کی کوئی گزبر ہوئی تو لگنگ چانگ کی تجارت مٹاڑ ہو گی۔ ہماری تنظیم بحر الکاہل کے جزاں میں نشیات کی غیر قانونی تجارت کی اجازہ دار ہے۔“

”آہ۔ تب تو مزہ آگیا، خاصائیوں پر ہوتا ہو گا۔“

”بہت زیادہ.... خیر ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ فرانس بحر الکاہل میں ایسی تجربے کرنے کا پروگرام بنارہا ہے.... لہذا وہ طرف سے مطمئن ہونے کی کوشش کرے گا.... وہ ضرور دیکھنا چاہے گا کہ موکارو میں کیا ہو رہا ہے؟ اور اب میں تمہیں بتاؤں کہ موکارو سے متعلق فرانس کے شہابات درست ہیں۔ میں نے اپنے اس سفر میں یہی اندازہ لگایا ہے۔“

”حالات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے.... آپ کھلے سہندر میں کسی فولادی کنوئیں کے قیدی بن گئے تھے۔ اور کسی نظر نہ آنے والے آدمی سے گفتگو بھی کرتے رہے تھے.... اور پھر وہ دھوئیں کا حصہ رہا....؟“

”میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن جس علاقے میں اس کی نشاندھی کی گئی ہے وہاں شہری آبادی کی طرف سے بھی کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ منوعہ علاقہ قرار دے دیا گیا ہے۔ صرف وہی فوجی وہاں جاسکتے ہیں جو سبز ٹوبیاں لگاتے ہیں اور یہ ساکاؤ کے خاص لوگ ہیں۔“

”خدا جانے کیا چکر ہے....؟“

”تمہیں علم نہیں لیکن میں جانتا ہوں.... دوسرا جنگ عظیم میں شکست کھانے کے بعد بیکرے جیلانی بحر الکاہل کے بزریوں میں بھاگ آئے تھے۔ ان میں فوجی بھی تھے اور سائنسدان بھی.... انہیں ایسی تجربات سے نفرت ہے....! وہ ساری ایسی طاقتیں کو لکھا رہا چاہتے ہیں.... بیرونی سماں نہیں آج بھی یاد ہے۔“

”خدا کی پناہ....!“

”میں بتائے دیتا ہوں کہ موکارو دنیا کے لیے بہت براخطر ہے۔ مجھے ان جیلانیوں سے بھروسی ہے جو ایسی جانی سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن میں اپنی تجارت کے علاقوں کو جنم نہیں دیتا۔“

بنے دوں گا۔

”واقعی! آپ کی پوزیشن نازک ہے۔“

”لہذا میں اس سلسلے میں فرانس کی طرف دوستی کا باتھ بڑھاتا ہوں۔“

”میں فرانس نہیں ہوں۔“ عمران گز کر بولा۔

”مطلوب یہ کہ تم اپنے ان دونوں بادی گارڈز کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرو... ہم چار آدمی مل کر اس مہم کا آغاز کریں گے.... فی الحال اس سلسلے میں اپنے آدمیوں پر اعتماد نہیں کر سکتے!“

”اچھی بات ہے یور آزر.... میں آخری سانس تک تمہارا باتھ دوں گا۔ تم دیکھنا کہ اس آہنی کنوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔“

”بس اب تفریح ہو گی.... ہمیں خود کو اس کے لیے تیار کرنا ہے.... کیا واقعی تم عورتوں سے ڈرتے ہو؟“ فرائغ جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔

”عورت کا نام لیا تو سمندر میں کوڈ کر جان دے دوں گا۔“ عمران گز کر بولा۔

اور فرائغ کا گر جدار قہقہہ دیر سک کی بن میں گوچا رہا....!

عمران سیریز نمبر 70

سمندر کا شگاف

تیرا حصہ

پیشرس

ہونے کی صورت میں اگر پڑھا لکھا ہوتا اور ذہین بھی ہوتا تو کبھی کبھی
اسے اپنی اس ”بزدی“ پر سخت شرم آتی کہ رشت خور کلرک نہ بن
سکا اور کیا عرض کروں بھائی صاحب آپ خود سمجھ دار ہیں۔ ”مرد
مومن“ صرف کتابی چیز بن کر رہ گیا ہے۔

فریدی کا کردار تخلیق کر کے آپ سب صاحبان سے سخت
ثر مند ہوں معاف کر دیجئے!

اب آئیے عمران کی طرف..... اس کا یہ سلسلہ میری توقعات
سے بڑھ کر پسند کیا گیا ہے۔ ”سمندر کا شگاف“ میں دھوئیں کا حصار
نہیں ثوٹ سکا۔ اس کے لئے بھی معافی چاہتا ہوں۔ اگلی کتاب میں
آپ وہ ہولناک جنگ بھی دیکھ سکیں گے جس کے متوقع آپ
”سمندر کا شگاف“ میں تھے۔

”دھاکہ“ کے سلسلے میں بہت بورز کیا جا رہا ہوں۔ کوشش کی
جاری ہے کہ وہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔
لیبارٹری میں پہنچ چکی ہے۔ دیسے مجھے یقین ہے کہ ”دھاکے دا پتر“
آنے سے پہلے ہی ریلیز کر دی جائے گی۔
”امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے!“

ابن صفحہ

اگر دسمبر ۱۹۷۳ء

سب سے پہلے میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کروں گا
جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے (اتنی گرانی کے باوجود بھی) خود
میری ہمت توجہاب دے گئی تھی عید کارڈوں کی قیمتیں سن کر
اور میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عرض کرتا ہوں کہ اس بار میں نے
کسی کو بھی عید کارڈ نہیں بھیجا (جب سے تھے جب بھی کون سے
بھیج دیتا تھا)

اس بار ایک پڑھنے والے کا خط پیش نظر ہے۔ انہوں نے بڑا
بے ذہب سوال کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”اگر احمد کمال فریدی ایک غریب آدمی کے گھر جنم لیتا تو اس
کی شخصیت کیسی ہوتی کیا اس وقت بھی اس کی شخصیت میں کہا
جمول نہ ہوتا.....؟“

پوری پوری ایمان داری سے عرض کرتا ہوں کہ اس صورت
میں فریدی یا تو ولی اللہ ہوتا یا کوئی رشت خور کلرک۔ ”ولی اللہ“

”بالکل نہیں! میں تو جنت میں ہوں۔ اگر اس جزیرے کا مالک اسے بکانا سے بد لانا چاہے تو مجھے تیار پائے گا۔“

ام بینی نے ظفر سے کہا۔ ”میں تم سے علیحدگی میں کوئی بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”ضرور... ضرور...!“ ظفر الملک اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں باہر آئے اور چپ چاپ کھڑے رہے۔ ام بینی ظفر کو غالباً خالی نظر وہ سے دیکھے جادھی تھی۔

”کیا مجھے پہلے کہیں اور بھی دلکھ پچکی ہو...؟“ ظفر نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں... ایسی کوئی بات نہیں! میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ تم عمر ان کو کب سے جانتے ہو...؟“

”جب سے تمہیں جانتا ہوں۔ ہم لوگ جب پرنس کے ساتھ بکانا پہنچتے تو وہ محل میں موجود نہیں تھا۔“

”مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ نالابو آکا پر سل میکر ٹری ہے۔“

”کیوں یقین نہیں آتا؟“

”اس میں کسی عورت کی ملازمت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔“

”خداجانے۔“ ظفر نے شانے سکوڑے۔

”میں نے ایک اور بات محسوس کی ہے۔“

”وہ کیا...؟“

”ہر بندہ اس کی موجودگی میں کچھ سہا سہارتا ہے۔“

”خیال ہے تمہارا۔“ ظفر نے برآمان جانے کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے پرنس بھلا الیسوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ نالابو آکے پر سل میکر ٹری کی کیا حیثیت ہے۔“

”تم کچھ بھی کہو! میں یقین نہیں کر سکتی!“

”تو پھر عمران سے پوچھ لیتا۔ مجھے کیوں بور کر رہی ہو۔!“

ٹھیک اسی وقت عمران کی آواز سنائی دی۔ ”ہا! میں! تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو...؟“

”مجھے افسوس ہے موسیٰ عمران۔“ ظفر نے خشک لبجھ میں کہا۔

جیسن اور ظفر الملک کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ بھلا فرانس کے معاملے میں ان کا ملکہ اس حد تک دلچسپی کیوں لیتا ہے۔

ظفر الجھن میں تھا۔ لیکن جیسن کی تفریح ہو رہی تھی۔ جزیرہ پونیاری کی فضا میں چکرانہ والی شراب کی بوتیرہ گھنٹوں میں اس کے ذہن کے لیے مزید سرمیتی کا باعث بن گئی تھی۔ جوزف پونیاری کی کچھی شراب میں مگن تھا۔ بار بار کہتا۔ ”گھر چھوڑنے کے بعد سے بس یہ ملی ہے۔ میں پھر سے زندہ ہو گیا ہوں۔!“

ظفر نے اسے پچھلی رات والے ہنگامے کے بارے میں بتایا۔

”پہلے یوں نازل ہوئی تھی اب باب کی بیوی کا بھائی مسئلہ بن گیا ہے۔“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”باس جانے یا خدا جانے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں مسٹر۔“

”وقت نے اسے ہیر دیا ہے۔“ جیسن بڑی لایا۔

”اس کا غلام ہوں۔ چھانی پر بھی چڑھادے توف نہ کروں گا۔... شہزادگی میں تو آرام ہی آرام ہے۔“

اتھے میں ام بینی آگئی اور بات جہاں تھاں رہ گئی تھی۔

”کیا عمران ابھی نہیں آیا؟“ اس نے والہانہ انداز میں سوال کیا۔

ٹھنڈک کے ساتھ گئے ہیں! اس لیے ست فتاری ہی سے واپس آئیں گے۔ ”جیسن بولا اور وہ براسمنہ ہائے جوزف کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے یورہائی نس۔“

میں فرانس کا بھی ایک چوٹی کا سائنس دان شامل تھا۔ جن ملکوں کا معاملہ تھا ان کی طرف سے چھان بین شروع ہو گئی۔ ہمارے یہاں سے بھی ایک ٹائم گئی تھی۔ اور فرانس کو شہہر تھا کہ موکاروں میں کوئی غیر معمولی حرکت ہو رہی ہے۔ جس کی بناء پر دباں غیر ملکیوں کا داخلہ غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے۔ ان جزوں کے بعض پر اُنے معاہدوں کی رو سے فرانس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ موکاروں کے معاملات میں دخل اندازی کر سکے۔ بہر حال نصیلاً سے چھان بین کی خبری۔ ہوائی چہازوں کے ذریعے دیکھے بھال کا کام شروع ہو گیا۔ اور موکاروں کے ایک حصے پر گہری دھنڈ چھائی ہوئی نظر آئی۔ اتنی گہری کہ اس کے نیچے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ یہ دھنڈ مستقل طور پر چھائی رہتی ہے۔ اس سے پہلے یہاں اس کا نام و نشان نکلتا تھا۔

عمران پھر خاموش ہو گیا۔ اُم بینی ان کی طرف آرہی تھی۔

”وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا؟“ اُس نے قریب پہنچتے ہی عمران سے سوال کیا۔

”ابنی بھری عشرت گاہ میں...!“

”اوہ.... تو وہ پونیاری کے ساحل پر موجود ہے۔“

”بالکل موجود ہے۔“

”اور ہم یہاں سڑ رہے ہیں۔“

”ہم اسی قابل ہیں۔“

”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔“

”تو پھر کہیں اور جا کر روؤپیو۔“ عمران نے کہا اور ظفر سے اردو میں بولا۔ ”ہاں تو فرانس کی تنویش بڑھ گئی۔ پونکہ ہمارے ملک کے سائنسدان بھی غائب ہوئے تھے اس لیے....“

”بھوکتکے روکوں کی طرح!“ اُم بینی نے طیش میں آکر کہا اور پھر واپس جعلی گئی۔ عمران نے مسکرا کر ظفر کو آنکھ ماری تھی۔

”آپ خود ہی لگے میں ڈھول لٹکاتے ہیں اور پھر جب وہ بھا شروع ہو جاتا ہے تو یور ہوتے ہیں۔“ ظفر بولا۔

”وہم ہے تمہارا... یور کہاں ہوتا ہوں۔ ہاں! تو میں کہہ رہا تھا کہ ہمارے ملک کے سائنسدان بھی غائب ہوئے تھے لہذا اپرس میں متعلقہ مکملوں کے سراغر سانوں کی ایک مینگ

”کس بات پر جناب؟“

”آپ کی بیوی آپ کو نہیں جانتی۔“

”فضول باتیں نہ کرو۔“ اُم بینی پیر چیخ کر بولی اور یہاں سے چل گئی!

”کیا بات تھی؟“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

ظفر نے اُم بینی کے شہبے کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ ”اسے آپ کے علاوہ اور کسی کی بھی فقر نہیں ہے۔“

”ہوں! لیکن تم دونوں بہت محتاط رہنا۔ صرف تم ہی دونوں پرنس کے ساتھ آئے تھے۔ نلا آیرانی ہو۔ پیرس میں لوئیسا سے ملاقات ہوئی تھی اور اس نے ایک اچھی ملازمت کی پیش کش کی تھی۔ اس طرح تم دونوں پرنس ہر بندزا کے باڑی گارڈز بنے۔ تم نہیں جانتے کہ ہر بندزا اصلی ہے یا نقلی۔ لوئیسا بکھانا میں ہی رہ گئی۔ اور تم دونوں ڈھمپ لوپو کاتانی کسی آدمی سے واقف نہیں۔“

”یہ کون بزرگوار ہیں؟“

”ہوں گے کوئی۔ بس تم یہ نام یاد رکھنا۔ اور یہ ساری باتیں اپنے مور چھل کے ذہن نہیں بھی کر اودو۔“

”وہ سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہی ہو گا۔ لیکن اگر ہم اصل حالات سے آگاہ نہ ہوئے تو ہو سکتا ہے نادانستگی میں ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔“

”میں پہلے بھی بتاچکا ہوں، لیکن یہ معاملات میرے ذہن میں بھی منتشر اور غیر مربوط تھے۔ لیکن اب نئے حالات کے تحت کسی قدر واضح ہو گئے ہیں۔ تم لوگوں کا خیال قطعی درست ہے کہ بکھانا کی بادشاہت سے ہمیں کیا سردار کار ہو سکتا ہے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جوزف صرف جوزف ہے۔“

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ ”چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ بھرا کاہل کے ایک ملک میں عالمی سائنس کا نفر نس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں یہ طے کیا جانا تھا کہ جو ہری تو اسی کو آدمی کی بھلانی کے لیے کس طرح برائے کار لایا جائے۔ ہمارے ملک سے بھی دو بڑے سائنسدان شرکت کے لیے پہنچے تھے۔ کا نفر نس کے انتظام پر چند سائنسدانوں نے تائیتی کے سفر کا پروگرام بنایا۔ ان میں ہمارے سائنسدان بھی شامل تھے۔ پھر اچانک وہ پانچوں تائیتی سے غائب ہو گئے۔ ان

میں مجھے شرکت کرنے کا اتفاق ہوا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ جوزف بھی میرے ساتھ تھا۔
”مجھے یاد ہے۔ سلیمان بھی پیرس دیکھنا چاہتا تھا لیکن اس بیچارے کو مایوس ہوتی تھی اور کئی
دن تک جوزف کو گالیاں بھی دیتا رہا تھا۔“

”خدا تھاری مغفرت کرے۔ ہاں تو وہیں یہ جوزف بنائے فساد بنا تھا۔ یعنی فرانسیسی
سراغرساں مقفلہ طور پر اسے گمشدہ پرنس ہر بندرا سمجھ بیٹھے۔

”اوہ...!“

”اس طرح انہوں نے موکارو میں غیر ملکیوں کے داخل ہونے کا پروگرام بنایا۔ جوزف
ہو بہو ہر بندرا سے مشاہدہ رکھتا ہے۔ حد ہو گئی کہ ٹالابو آنے بھی اسے اپنا شہر تسلیم کر لیا۔“

”تو فرانس کے بقیہ سراغرساں کہاں گئے؟“

”تاہیتی میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہونے کی بناء پر صرف لوئیسا سامنے رہ گئی تھی اور بقیہ بیک گراڈنڈ
میں چلے گئے تھے۔“

”اب وہ کہاں ہیں...؟“

”اسی اسینٹر پر....لوئیسا کو بھی موکارو میں نہیں داخل ہونا تھا۔ اس کا ذمہ میں نے لیا تھا۔
البتہ ضرورت پڑنے پر میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کر سکوں گا۔“

”تو کیا آپ کا خیال ہے کہ ہمارے سامنے دان موکارو میں ہی ہیں۔“

”اس کا امکان ہے۔“ عمران نے کہا اور مختصر افراگ کی رواداد کہہ سنائی۔

”تب تو قیاس کیا جاسکتا ہے۔“ ظفر سر ہلا کر بولا۔

”اب اسکیم یہ ہے کہ فرماں بظاہر ہماری سر برائی کرے گا اور میں براہ راست فرماں کا ملازم
ہوں۔ اسے باس کھوں گا۔“

”جوزف کو بھی سمجھا جائے گا۔“

”اے پبلے ہی بتاچکا ہوں۔“

”کمال ہے....بڑی تختی سے اپنے ہونٹ بند رکھتا ہے۔“

”اگر کھال اتردی جائے تب بھی اس کے ہونٹ بند ہی رہیں گے۔ میرے پاس ایک بھی غیر
ضروری آدمی نہیں ہے۔ خیر ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ فرماں آنے والا ہے۔ ایک مینگ ہو گی۔“

”اس میں کیا ہو گا؟“

”فرماں تم سے کچھ پوچھ کچھ کرے گا۔“

”ہو سکتا ہے ہمارے جوابات تشغیل بخشنہ ہوں۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ کہیں لڑکھڑاوے گے تو میں سنجلہ لوں گا۔“

”ایک بات اور... اگر فرماں کی لائچ ان لوگوں کی نظر وہ میں رہی ہو گی تو وہ اب اسے
ٹلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔“

”بہت چالاک آدمی ہے۔ اس نے رات بھر میں نہ صرف اس کا حلیہ تبدیل کر دیا بلکہ وہ اب
نیوزی لینڈ کی ملکیت معلوم ہوتی ہے۔ کھلے سمندر میں بھی فرماں کی لائچ کی حیثیت سے نہیں
شاخت ہو سکے گی۔“

”میرا خیال ہے کہ اب آپ وہی راستہ ٹلاش کریں گے جس سے فرماں لے جلیا جانے والا تھا۔“

”یہی مناسب بھی ہو گا۔ اب اس کی ضرورت نہیں کہ ہم شہزادے صاحب کا جلوس نکالیں۔“

”لیکن اگر وہ ساتھ رہا تو ہر بندرا کی حیثیت سے پہچانا جائے گا۔“

”کیا میں اس کا حلیہ تبدیل نہیں کر سکوں گا۔ فرماں کو بتاچکا ہوں کہ پرنس ایک ماہر جنگجو
اور میک اپ کے استاد بھی ہیں۔“

”آپ خود کو بالکل الگ تھلک رکھنا جانتے ہیں۔“

”عربی اللش سپانوی ہوں۔“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عجیب طرح کا شور سنائی دیا۔ عمران چوک کر صدر دروازے کی
طرف دیکھنے لگا۔

”یہ تو فارماں کی آوازیں ہیں۔“ ظفر متھر انہے لبجھ میں بولا۔

”یہ تو...“ عمران نے کہا اور صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کئی لوگ چیختنے والے ان کے قریب سے گزر گئے... بے تحاش دوڑے جاری ہے تھے۔

ام بینی اور جیمس بھی شاید شور سن کر آئے تھے۔

”بہت جاودہ تم لوگ اندر جاؤ۔ میں دیکھوں گی کیا ہو رہا ہے۔“ ام بینی نے عمران کا شانہ ہلا
کر کھلا۔

”تم کیا دیکھو گی؟“

”میں کہتی ہوں اندر جاؤ۔“

سمنے سے کچھ لوگ دوڑتے ہوئے گزرے۔ ام بینی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک اس طرف پلٹ آیا۔ ام بینی نے اس سے کچھ پوچھا اور وہ ہانپ ہانپ

کر جواب دیتا رہا پھر اسی طرف دوڑتا چلا گیا، جدھر دوسرے گئے تھے۔

”وہ کہہ رہا تھا۔“ ام بینی عمران کی طرف مڑ کر بولی۔ ”مشرقی ساحل سے کچھ کشمکشیاں آگئیں جن سے جزیرے پر فائرنگ ہو رہی ہے۔“

”نکل چلو۔“ عمران نے ظفر کی طرف دیکھ کر کہا۔

پھر اس نے بڑی تیزی دکھائی۔ حوزف کے سر پر ایک چادر ڈال کر چہرے کے گرد اس طرح لپیٹ دیا کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں۔ باہر ایک گاڑی موجود تھی۔ شاید عمران کی واپسی اسی پر ہوئی تھی۔ وہ سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران خود ہی اسے ڈرائیور کر رہا تھا۔

”ہم کہاں جا رہے ہیں؟“ ام بینی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”وہیں جہاں ہمیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ چھوٹا سا جزو یہ ہمیں پناہ نہ دے سکے گا۔“

”آخر یہ حملہ آور کون ہو سکتے ہیں؟“

”میرا خیال ہے کہ ہوائی فائرنگ کر کے آبادی کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد تلاشی لیں گے۔“

”اوہو.... تو کیا موکارو والوں کو یہاں ہماری موجودگی کا علم ہو گیا ہو گا؟“

”اس کا علم تو ہو گا ہی کہ سنگ چاگ کی ڈھلنی ہے۔“

”یہ تو سب ہی جانتے ہیں۔“

”بس تو پھر وہی ممکن ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔“

”مجھے اس طرح کی فائرنگ سے خوف معلوم ہوتا ہے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ گاڑی تیزی سے مغربی ساحل کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔ پھر وہ اس مقام تم آپنے جہاں فراگ کی لانچ لگکر انداز تھی۔

”تمہارا اندازہ درست معلوم ہوتا ہے۔“ فراگ پر تشویش لجھ میں کہہ رہا تھا۔ ”وہ سننی پھیلا کر

تلاشی ہی لینا چاہتے ہیں۔ تم نے عقائدی سے کام لیا ہے۔ ہمیں فی الحال یہاں سے نکل چلنا چاہتے۔“

”جزیرے والوں کا کیا ہو گا؟“

”اس کی فکر نہ کرو۔ وہ صرف تلاشی لیں گے۔ کسی کو خدا بھی آگئی تو موکارو کو جھگٹا پڑے گا۔“

”یہ منہوس کالا آدمی مصیبت بن گیا ہے۔“ ام بینی بڑی بڑائی۔

”گدی سے زبان کھینچ لوں گا اگر پرنس کی شان میں گتاخی کی۔“ عمران غریبا۔

”اوہ..... تمیں نہیں..... یہ بھگڑے کا وقت نہیں ہے۔“ فراگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

پھر وہ عرضے پر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لانچ نے صالح چھوڑ دیا اب اس کارخ کلے سمندر کی طرف تھا۔ فراگ واپس آیا تو پہلے ہی کی طرح ہشاش بٹاش نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ لی ہادوے بھی تھی۔ فراگ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

ام بینی نے بر اسمنہ بنایا۔ شاید فراگ نے اسے محسوس کر لیا تھا نہیں کر بولا۔ ”جبوری ہے!“ وہ قول کرے یا نہ کرے میں تمہیں اس کو بخش چکا ہوں۔“

اشارہ عمران کی طرف تھا۔ جس کے چہرے پر خوفزدگی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ ام بینی نے دوسری طرف مدد پھیر لیا۔ شاید اس نے لی کی آنکھ میں تمکنت آمیز چمک دیکھ لی تھی۔ ... لانچ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔



موکارو کا واحد سرکاری اخبار ”لافیکتا“ میں سنگ چاگ کی تنظیم کی چیزہ دستیوں کی داستان شائع ہوئی تھی اور عوام کی طرف سے اس پر غم و غصے کا ظہار کیا جا رہا تھا۔

وزیر اعظم ساکاوا کے بیان کے مطابق ”پرنس ہر بندنا“ اپنے باپ کے عتاب سے بچنے کے لیے موکارو کارخ کیا تھا جسے سنگ چاگ کے آدمیوں نے اسٹیر کیتی اغوا کر لیا۔ اسٹیر کی تلاش جاری ہے۔ ساکاوا نے خدا شہ ناظر ہر کیا تھا سنگ چاگ ہر بندنا کو کسی بڑی رقم کے عوض شاہ ہر بندنا کے حوالے کر دے گا۔ اس کے علاوہ اس انغوکا اور کوئی مقصد ہو ہی نہیں سکتا۔ ”آگے چل کر ساکاوا نے کہا تھا۔“ اب وقت آگیا ہے کہ بحر الکاہل کے اس فتنے کو انہماںی گہرا بیوں میں ذبودیا جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بحر الکاہل کے بعض جزاں کی حکومتیں بھی سنگ چاگ جیسی گندی تنظیم کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ ورنہ اس کا قلع قمع کر دینا کوئی برا مشکل کام نہ ہوتا۔ بہر حال

”اے اپنے معاملات میں دخل اندازی مت سمجھو!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ہم سکون سے اپنا کام جاری رکھنا چاہتے ہیں۔“

”جاری رکھو!“ ساکا دوا بولا۔ ”اور بقیہ معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔ خیال تھا کہ وہ پویناری می اترے ہوں گے۔ ہماری کشیوں نے اس جزیرے پر یہی کیا لیکن تھوڑی دیر بعد سنگ چانگ کے بھری ترقاں والی پہنچ گئے اور ہماری کشیوں کو پس پا ہونا پڑا...!“

”اچھا تو پھر کیوں نہ ابتدائی تجربہ پویناری پر ہی کیا جائے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہرگز نہیں...!“ ساکا دا سخت لمحہ میں بولا۔ ”فرنس کے کئی اسٹری آس پاس موجود ہیں۔ ان میں دوایے بھی ہیں جن پر بھری چھان میں کے آلات بھی نصب ہیں۔“

”غیر... غیر... تم جاؤ۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ رسیور رکھتے ہی پھر گھنٹی بھی تھی۔ اس بار اس کا کوئی ماتحت تھا جس نے کوئی اہم اطلاع دی تھی۔ کیوں کہ وہ بڑی جلدی میں رسیور کریڈل پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس کے دونوں بادی گارڈز اس سے چار قدم پہنچے تھے۔

کپاؤٹ میں پہنچ کر وہ ایک ایسٹر کنٹری شنڈ اور ساؤنڈ پروف گاڑی میں جا بیٹھا۔ بادی گارڈز دائیں ہائی بینچ گئے۔ ساکا دا نے آڈیٹری پاپ منہ کے سامنے لا کر کہا۔ ”شاہی محل“ اور ڈرائیور نے گلی موڑ کر اسٹارٹ کر دی۔ بادی گارڈز بتون کی طرح ساکت و جامد بینچے رہے۔

ساکا دا کو کھلی اجازت تھی کہ جب چاہے شاہی محل میں داخل ہو سکتا تھا حتیٰ کہ شاہ تخلیے میں بھی اسے طلب کر لیتا تھا۔

بادشاہ سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ عمر سانحہ کے قریب رہی ہو گی ہر قسم کی شرایں ہر وقت اس کے گرد موجود رہتی تھیں۔ دائم انحر قدم کا آدمی تھا...! ساکا دا اس کے سامنے پہنچ کر خرم ہوا۔

”آؤ.... آؤ.... ہمارے.... سک.... سب سے زیادہ وفادار دوست۔“ بادشاہ نے جھوٹے ہوئے کہا۔

”عزت افرانی کا شکر یہ ایور میجنٹی۔“

”کوئی... ہمارا فرزند ہر بندزا...!“ موکارو پہنچایا نہیں۔

”پہنچ گئے ہیں۔ یور میجنٹی۔ انہیں تین دن کے لیے بند رگاہ پر روک لیا گیا ہے اور رعلیا جشن ہماری ہے۔“

”اچھا... اچھا... ہم خوش ہوئے۔ یہاں بھی اس کے شیان شان استقبال کی تیاریاں کروائیں۔“

موکارو کی حکومت نے تھیہ کر لیا ہے کہ وہ تھا ہی اس شیطانی گروہ کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی۔ مجھے باوثوق ذراائع سے اطلاع ملی ہے کہ سنگ چانگ کا ایک معروف نائب ڈیلی فرائیگ اسی طرح چوری پھیپھی موکارو میں داخل ہو گیا ہے۔ لہذا عوام پوری طرح ہوشیار ہیں۔ ڈیلی فرائیگ کو مردہ یا زندہ پیش کرنے والا خود کو پچاس ہزار ڈالر کے انعام کا مستحق سمجھے۔ جو فوری طور پر سرکاری خزانے سے اوکر دیئے جائیں گے۔“

اس خبر کے ساتھ ڈیلی فرائیگ کی تصاویر کے مختلف پوز شائع کئے گئے تھے۔

اس دن کا ”لائلتا“ موکارو کے عوام میں مفت تقطیم کیا گیا تھا۔

لوگ ڈیلی فرائیگ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ہر چند کہ انہیں ساکا دا سے نفرت تھی لیکن پچاس ہزار ڈالر کی پیش کش شیطان کی طرف سے بھی ہوتا سے تھکرایا نہیں جا سکتا اور پھر انہیں شاہی خاندان سے محبت بھی تھی۔ ہر بندزا موکارو ہی کی ایک شہزادی کا فرزند تھا۔ شاہی خاندان سے محبت رکھنا ان کا نہ ہی فریضہ تھا۔ ”سالانہ مدد ہی تقریب پولی ہی تی“ کے موقع پر قوم کے ہر بالغ فرد کو قسم کھانی پڑتی تھی کہ وہ مرتبے دم تک شاہی خاندان کا محبت اور وفادار رہے گا۔

ساکا دا کو پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ اس وقت وہ اپنے محل کے ساؤنڈ پروف آپریشن روم میں بے چینی سے ٹھل رہا تھا۔ شہا تھا۔ اس کمرے میں اس کے سوا اور کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ دفعٹا فون کی گھنٹی بھی اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”اوہ...! ہیلو پروفیسر...“ اس نے دوسری طرف سے کسی کی آواز سن کر ماٹھ پیس میں کہا۔

”تم کیا کر رہے ہو؟“ دوسری طرف سے عصیلی آواز آئی۔

”کیا میں نے کوئی غلط قدم اٹھایا ہے؟“

”اس قسم کا کوئی بیان دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں سمجھتا ہوں کہ میں نے غلطی نہیں کی۔ ہر بندزا کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جو فرانس سے اس کے ساتھ آئے ہیں۔“

”اوہ۔ توب تو...! ٹھیک ہے۔“

”لیکن سنگ چانگ کا گردہ بہت طاقتور ہے۔“

”یہ سب تم جانو!...!“

”بس جو کچھ بھی میں کرتا ہوں مجھے کرنے دو۔“

وہ ہماری آنکھوں کی خشنڈ کے ہے۔
”غلام جانتا ہے یور میجٹی!“

”اور ہاں۔! تمہارے سائندان کیا کر رہے ہیں۔“
”کوشش کر رہے ہیں۔“ یور میجٹی۔“

”ہمیں تشویش ہے.... کتنے دن ہو گئے.... لیکن ابھی تک.... وہ کوشش کر رہے ہیں۔
ابھی تک کچھ نہیں کر سکے۔ ہمیں تشویش ہے۔ اگر جنگ پر چھائی ہوئی دھنڈ پورے جزیرے پر
سلط ہو گئی تو کیا ہو گا۔“

”ابھی تک اس دھنڈ کی نوعیت کا صرف ایک ہی پہلو ظاہر ہو سکا ہے۔ یور میجٹی....!“
”دنیا میں اور بھی بڑے بڑے سائندان ہوں گے انہیں بلااؤ۔ کتنے دنوں سے ہم کہہ رہے
ہیں۔“

”بہت جلد آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ یور میجٹی۔ دیے ایک بات گوش گزار کر دوں کہ یہ
دھنڈ آپ کو مالا مال کر دے گی۔“

”ہم نہیں سمجھے۔“

”اس سے ایک بالکل ہی نئی قسم کی ارزی حاصل کی جا سکتی ہے جس کا علم ابھی تک بقید دنیا
کو نہیں ہو سکا۔ میں نے غیر ملکیوں کے داخلے پر پابندی لگا کر غلطی نہیں کی۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ وہ دھنڈ کار آمد مادا ہے۔“

”بہت زیادہ.... بجلی کے لیے ضروری ہے کہ اسے تاروں سے گزار کر کار آمد بنایا جائے
ہے.... لیکن یہ ارزی لا سکی ہے۔“

”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”ہم بہت جلد آپ کے حضور اس کا مظاہرہ کریں گے یور میجٹی! دیے آپ مطمئن رہئے۔
میرے سائندانوں نے اس دھنڈ پر اس حد تک قابو پالیا ہے کہ اسے جنگ ہی کے علاقے تک یہ
حدود بر کھا جاسکے۔“

”لیکن یہ دھنڈ آئی کہاں سے۔ ڈیڑھ سال پہلے تو نہیں تھی۔“

”در اصل یہی ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ اس پر تحقیق جاری ہے۔“

”ساکاوا....! میں ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ آبادیوں پر بھی سلطنت ہونے پائے۔“

”ایسا ہی ہو گا....! یور میجٹی....! اپنے غلام پر اعتماد کیجئے۔“

”خیر.... خیر.... ہم ہر بندا سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔“

”وو دن بعد وہ یہاں ہوں گے۔“

”اچھا بس جاؤ.... مجھے بھی معلوم کرنا تھا۔“



ذیلی فرائک کی لائچ کسی نامعلوم منزل کی طرف رو اس دواں تھی! عمران کو اس نے بس اتنا
ہی بتایا تھا کہ کسی غیر آباد جزیرے میں لفڑ انداز کی ٹھہری ہے۔

فرائک بندی طور پر ایک زندہ دل انسان غالب ہوا تھا۔ لیکن رنگ رلیوں میں بتارہنے کے
باوجود بھی جا گتے ہوئے ذہن کا مالک تھا۔ رانسیمیز پر خود تھی اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم رکھتا۔ اس
وقت بھی اسے شاید کوئی اہم اطلاع ملی تھی اور وہ عمران کے کیمین کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔
”اوہو.... یور آزر....!“ عمران نے دروازہ کھولنے ہوئے کہا۔ ”مجھے طلب کر لیا ہوتا۔“

”چھوڑو تکف کو... اندر چلو....!“

وہ کیمین میں داخل ہو کر ایک استوپ پر بیٹھ گیا۔ لیکن عمران کھڑا رہا۔
”ابھی اطلاع ملی ہے کہ میرے قراقوں نے ان جنگی کشتیوں کو مار بھاگا جو پونیاری پر حملہ آور
ہوئی تھیں!“

”یہ تو بہت اچھی خبر ہے....!“

”لیکن میرے قراقوں کا جیزہ ترتیب دے کر میرے پیچھے نہیں چل سکتے۔“

”میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“
”کنگ چانگ توت کا مالک ہے۔ لیکن یہ طاقت تسلیم شدہ نہیں ہے۔ بحر الکابل کی حکومتیں
انہیں مجرموں کا ثبور سمجھتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے! میں سمجھ گیا۔“

”اس لیے میری لائچ کسی وقت بھی گھیری جا سکتی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ وہ اس علاقے میں
غزر کرنے والے اسٹریوں کی تلاشیاں لے رہے ہیں۔ خواہ وہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔“
”یہ تو بڑی خبر ہے۔“

”پوادہ نہ کرو.... کم از کم وہ اس لائچ پر مجھے نہ پا سکیں گے۔ میں تو صرف ہر بندا کے لیے
پریشان ہوں۔ لائچ پر نیوزی لینڈ کا نشان موجود ہے اور تم سب ان کے لیے اجنبی ہو۔“

”آپ کہاں غائب ہو جائیں گے....؟“

”بس دیکھ لینا.... فی الحال صرف ہر بندا کے بارے میں سوچو۔“

"پرنس بڑے باکمال آدمی ہیں۔ بکالا سے باہر رہ کر بہت سے فون میں طاقت ہو گئے ہیں۔"
"اچھا تو پھر....؟"

"میک اپ کے بھی ماہر ہیں۔"

میک اپ کے نام پر وہ چوک کر عمران کو گھورنے لگا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں یور آئر.... میری بات پر یقین کیجئے۔"

"کیا تم نے اس سے ڈھمپ لوپکا کے بارے میں پوچھا تھا....؟"

"پوچھا تھا۔ ان کے لیے بھی یہ نام نیا ہے۔"

"حلیہ بتایا تھا....؟"

"جب ہاں.... اس حلیے کا کوئی آدمی بھی ان کے سامنے نہیں آیا۔"

"خیر.... خیر.... وہ جب بھی ہاتھ لگانے نہیں چھوڑوں گا۔"

"آخر وہ ہے کون؟"

"تم تو تکہتے تھے کہ صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہو!" فراغ غریا۔

"اوہ.... مجھے افسوس ہے جناب! اپنا سوال واپس لیتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہاں تو تم یہ کہہ رہے تھے کہ پرنس میک اپ کا ماہر ہے۔"

"جب ہاں۔ یہ کشتو نوزی لینڈ کی ہے اور پرنس نہایت آسانی سے مادری نہ ہی پیشوavn سکیں گے۔"

فراغ کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے اور وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"اوہ جوان.... اوہ جوان.... تمہاری معلومات بھی وسیع معلوم ہوتی ہیں۔"

"تو پھر ہمیں جلدی کرنی چاہئے یور آئر۔" عمران بولا۔

"ضرور.... ضرور.... تم اس سے کہو کہ مادری نہ ہی پیشوavn جائے اس کے بعد اسے لے کر میرے پاس آ جانا۔"

"بہت بہت شکریہ! میں نے ابھی آپ کا کیمین نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو گے۔! فراغ امتحا ہوا بولا۔"

اس کے چلے جانے کے بعد عمران حوزف کے کیمین میں پہنچا۔

"بہت اچھا ہوا بس کہ تم آگئے۔" حوزف دانت نکال کر بولا۔ "تمہاری بیوی تمہارے خلاف مجھے ورغلاتی رہتی ہے۔"

"اچھا....!" عمران نے غصیل لمحے میں کہا۔ "کیا کہہ رہی تھی؟"

187
"بھی کہ! عمران اور فراغ مل کر تمہیں ساکادا کے ہاتھ فروخت کر دیں گے۔" جوزف نے کہا اور بھر باٹھیں پھاڑ دیں۔

"باس کچھ بتاؤ کیا واقعی تم نے اس سے شادی کر لی ہے۔"

"کیوں نکوں کرتا ہے۔ ابھی میری شادی کی عمر ہی کہاں ہوئی ہے۔ اگر بیوی نہ کہتا تو تیری پری اسے محل میں نہ نکلنے دیتی۔"

"اچھا.... اچھا.... تو یہ جھوٹ ہے۔" جوزف کی باٹھیں اور زیادہ کھل گئیں۔

"بس بیوی باڑی ختم۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب میں تم پر مادری پریست کا میک اپ کروں گا۔ میں نے فراغ کو بتایا ہے کہ تم میک اپ کے ماہر بھی ہو۔"

"جنو کچھ دل چاہے بنا دو بسا تھمارا کتنا تھمرا.... دیے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ شادی والی بات غلط تھی۔"

"اچھا تو کیا تیری وجہ سے زندگی بھر کنوارہ بیٹھا رہوں گا۔"

جوزف کچھ نہ بولا۔ "بس ایک بار پھر اس کے دانت نکل پڑے تھے۔"

اس کے بعد عمران نے اس کا میک اپ شروع کر دیا۔

"یہ تو مصیبت کا کام ہے بسا!" جوزف کچھ دری بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں شاید پہلی بار تجھ پر یہ پتچڑی ہے۔ مادری کے بارے میں کچھ جانتا ہے یا نہیں۔" "نہیں بسا۔.... مجھے بتاؤ۔"

"نوزی لینڈ کے قدیم باشندے ہیں! جیسے امریکہ کے قدیم باشندے ریڈ انڈین ہیں۔"

"سمجھ گیا۔ تو میں ان کا نام بھی پیشوavn ہوں۔ بیوی نے شہزادہ بنایا اور اب یہ ماموں.... خدا سے نارت کرے۔"

"موکارو کی جنگی کشتیاں، لاپچوں اور اسٹریوں کو گھیر رہی ہیں۔ تیری تلاش جاری ہے۔ اسی لیے تیری ایک اپ میں ہوتا ضروری ہے۔"

"لیکن۔ بسا فراغ تو صاف پہچانا جائے گا۔ دیے یہ اور بات ہے کہ تم اس پر مینڈک ہی کا میک اپ کر دو....!"

"میک اپ کے سلسلے میں میرا نام بھی نہ آنے پائے۔ مختار رہنا۔ میں نے تمہیں میک اپ کا ماہر بتایا ہے۔"

"اچھا بسا....! لیکن فراغ۔"

"میک کہتے ہو! اپنی گردن کی مخصوص بناوٹ کی بناء پر وہ میک اپ میں بھی پہچان لیا جائے

عابراً لائق کا انجن بند کر دیا گیا تھا۔ عمران دستک دیے بغیر فراغ کے کیمین میں داخل ہوں وہ باسیں جانب والی دیوار پر گلی ہوئی نیلویژن اسکرین کے قریب کھڑا نظر آیا۔ اسکرین پر نہ صرف وہ دونوں جنگلی کشتیاں نظر آ رہی تھیں بلکہ ان سے منتشر ہونے والی آوازیں بھی بنائی دے رہی تھیں۔

”تم نے دیکھا۔“ فراغ عمران کی طرف مزکر بولا۔ ”یہ مردود کنگ چانگ کے نام کے نفرے گار ہے ہیں۔ اب میں ان کشتیوں کو نہیں چھوڑوں گا۔“
عمران کچھ نہ بولا۔

دعا فراغ نے اپنے سر پر منڈھی ہوئی کھال کھینچ کر پیش پر ڈال لی اور غصباک ہو کر بولا۔ ”یوگ اسی طرح کنگ چانگ کا نام لے کر جہاز رانوں اور مسافروں کو خوفزدہ کرتے رہے ہوں گے۔ اس لیے میں نے اب مہم کا رخ بدلتے کا فیصلہ کیا ہے۔“
”میں نہیں سمجھا یور آزر۔“ عمران آہستہ سے بولا۔
”میں ایسی کشتیوں کو ڈھونڈو ڈھونڈ کر غرق کر دوں گا۔“

عمران نے طویل سانس لی اور گردن سہلانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر فراغ ان جھیلیوں میں پڑ گیا تو اصل معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ لیکن فوری طور پر اس سے متفق ہو جانے کے علاوہ کوئی چاہدہ بھی نہیں تھا۔ فراغ نے انتر کام کے قریب جا کر کسی کو حکم دیا۔ ”ان کشتیوں کو تار پیدا کر دو۔“

”تھا... تار پیدا...“ عمران ہکلایا۔

”تم کیا سمجھتے ہو۔ یہ کشتی میری ہے۔ کنگ چانگ کے نائب کی۔“ فراغ فخریہ انداز میں بولا۔
عمران کی نظر نیلویژن اسکرین پر تھی۔ جنگلی کشتیاں فراغ کی لائق کو زد پر لیے آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ اچانک یکے بعد دیگرے دو جھینکے لگے اور کشتیاں اچھل کر الٹ گیکر پھر ڈبنے والوں کا شور بلند ہوا۔ فراغ کا بھی انک تھوہہ کیمین میں گونج رہا تھا۔
”اب جھیلیوں کا شکار ہو گا۔“ فراغ میز پر پڑی ہوئی را لفٹ اٹھا کر بولا۔ اور تیزی سے باہر کل گیا۔

عمران نے دوہی اسکرین پر سے نظر ہٹائی۔

”یہ... یہ... تو ظلم ہے باس۔“ جوزف بھڑائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اب شاید وہ ڈوبنے والوں پر گولیاں چلائے گا۔“
”اس طرف مت دیکھو!“ عمران نے سرد سمجھے میں کہا۔ ”اگر دنیا کا یہ حصہ بھی میرا دیکھا جاتا۔

گا۔“

”محبے کیا کرتا ہو گا؟“

”پچھے بھی نہیں! بس یہ دیکھنا کہ وہ تمہیں ہر بندزاکی حیثیت سے نہ پہچان سکیں۔“ میک اپ کے اختتام پر وہ جوزف کو آئینے کے قریب لے گیا۔

”خدار حم کرے مجھ پر۔“ جوزف بھڑائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اب شاید میں بھی خود کو ز پہچان سکوں۔“

”چلو۔ فراغ کے کیمین میں۔“ عمران بولا۔ پھر وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

”چلو... نکلو جلدی۔ پتا نہیں کیوں اس نے اپنے کیمین میں بلا یا ہے۔“

فراغ کا کیمین اندر سے مغلل نہیں تھا۔ عمران نے بینڈل گھما کر دروازے کھولا ہی تھا کہ کسی درندے کی غراہت سنائی دی۔

”بب... بس.... تم پیچھے ہو...“ جوزف بولا۔ ”میں دیکھوں گا۔“

لیکن عمران دروازہ کھول چکا تھا۔ کیمین کے وسط میں کی بے حد خوفناک قسم کا گوریلا کھڑا اپنا بیاں پہلو کھجرا ہا تھا۔

عمران جلدی سے اردو میں بولا۔ ”جوزف کے بچے کیمین جھپٹ نہ پڑتا یہ فراغ معلوم ہوتا ہے۔“

پھر گوریلے سے فرانسیسی میں مخاطب ہوا۔ ”مکمال کر دیا یور آزر...“ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

”پرنس کو یہیں چھوڑ دو۔ تم باہر جاؤ۔“ فراغ کی آواز گوریلے کی کھال کے اندر سے آئی۔
”خطرے کی گھنٹی نج رہی ہے۔ شاید انہوں نے لائق کو گھیر لیا ہے۔“

عمران عرش پر نکل آیا۔ سچ مج دو جنگلی کشتیوں نے لائق کو زد پر لے رکھا تھا۔ اور ماں یکر دفن پر کھا جا رہا تھا۔ ”انجن بند کر دو...“ ہم تلاشی لیں گے۔“

اوھر لائق کے لاوڈ اسپیکر سے ظفر الملک کی آواز آئی۔ ”کھلے سمندر میں تم کون ہوئے؟“ تلاشی لینے والے۔ اس لائق کا تعلق نیوزی لینڈ سے ہے۔ تم لوگ آخر ہو کون؟“

جنگلی کشتی کے لاوڈ اسپیکر سے۔ ”کنگ چانگ“ کا نغمہ بلند ہوا۔
عمران کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ انجن روم کی طرف بڑھ گیا۔
پھر پچھے سوچ کر فراغ کے کیمین کی طرف پلت آیا۔

ہوتا تو میں بھی اسے برداشت نہ کر سکتا۔ مجبوری ہے۔“

لائق کا انچن دوبارہ چل پڑا تھا۔ تین یا چار منٹ بعد فراگ کی بن میں داخل ہوا۔ اس نے گوریلے کی کھال جسم سے الگ کر دی تھی۔

”حکمت عملی اور مصلحت کو شی پر لعنت سمجھو!“ وہ پتھکھڑتی ہوئی کسی آواز میں بولا۔ ”یہ لگ چانگ کا نام لے کر غیر متعلق لوگوں کو بھی ہمارا دشمن بنانا چاہتے ہیں۔ میں دیکھوں گا ان حرامزادوں کو.... موکاروں کی اسٹنٹ سے ایسٹنٹ بجادوں گا۔“

”لیکن یہ کیسا تاریخی و تھیور آز۔ کشیاں گیند کی طرح اچھل گئیں تھیں۔“ عمران بولا۔

”اگر ایک ساتھ پانچ تارپیڈ چالائے جائیں تو ہر سے بڑے جہاز کو بھی الٹ سکتے ہیں۔“ فراگ نے اکٹھ کر کہا اور اسے ثابت کرنا تا ممکن ہے کہ وہ حادثہ کس قسم کے حملے کی بناء پر دنما ہوا ہو گا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”ٹھوس ربوڑ کے تارپیڈ ہیں اور ان کے سرے پچھلے ربوڑ سے بنائے گئے ہیں جہاز میں شگاف نہیں ڈالتے۔“

”کمال ہے.... نہ دیدہ نہ شنیدہ۔“

”ہم انہیں اسڑا ٹیکر کہتے ہیں۔“

”میری معلومات میں زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔“ عمران ٹھٹھی سانس لے کر بولا۔ فراگ نے نہیں کر کہا۔ ”مگر چانگ کی بادشاہت یو۔ این۔ او سے تسلیم شدہ نہیں ہے الی ہمارے حربے اپنی تباہ کاری کا ثبوت نہیں چھوڑتے۔ یہ دونوں کشیاں کسی بحری جانور نے الٹ دی ہوں گی۔ کیا سمجھے! اس وقت میں نے تین منٹ میں پندرہ خکار کئے ہیں۔ میراثانہ بھی بہت اچھا ہے۔ اب میں عیش کروں گا۔ تم ام بینی کے پاس جاؤ۔ اور پرانے مجھے افسوس ہے کہ

تمہارے لیے کسی لاکی کا انتظام نہیں کر سکتا۔“

جو زف کو اس نے انگریزی میں مخاطب کیا تھا۔

”تمہاری شراب مجھے پسند ہے مسٹر فراگ۔“ جوزف مکرایا۔

”شکریہ یورہائی نس.... آپ چاہیں تو شراب کے حوض میں عسل فرمائیں ہیں۔“

”شکریہ.... شکریہ۔!“ کہتا ہوا جوزف دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران بھی باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ لائق خالی کی جگہ سے بہت دور نکل آئی تھی اور فضا پر پہلے ہی کا سا سکون طاری تھا جیسے تھوڑی دیر پہلے کچھ ہوا

ہی نہ ہو۔ ظفر اور جیسن عرشے ہی پر موجود تھے۔ وہ عمران کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھ رہے۔

”آپ کہاں تھے؟“ ظفر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”فراگ کے کیبن میں۔“

”آپ نے شاید اس کی درندگی نہیں دیکھی۔“

”کیا مطلب؟“ عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

”اس نے ڈوبتے ہوئے آدمیوں پر فائر کئے تھے۔ ان میں سے شاید ہی کوئی نج سکا ہو۔“

”تو پھر....؟“

”مجھے حیرت ہے کہ آپ اس پر احتیاج کرنے کے حق میں نہیں معلوم ہوتے۔“

”اپنے کام سے کام رکھو۔ ہم یہاں احتیاج کرنے نہیں آئے ہیں۔“

”میں تو احتیاج کرتا ہوں۔“ جیکس بول پڑا۔ ”ڈوبتے ہوئے آدمی ہمارے رحم و کرم پر تھے۔ انہیں قیدی بھی بنایا جا سکتا تھا۔“

”بکواس مت کرو۔“ عمران کا لہجہ بدستور سرد رہا۔ ”ہم نے جس مقصد کے حصول کے لیے سفر اختیار کیا ہے اس کے علاوہ ہمیں اور کچھ نہیں سوچنا۔“

”ہم آدمی بھی ہیں جناب....“

”آدمی کے بچے اگر تم اپنے ملک کے ائمہ فرس سے متعلق ہوتے اور تمہیں کسی شہر پر بمباری کرنے کا حکم دیا جاتا تو تم مہاتما بده کے اقوال دہراتا شروع کر دیتے.... جاؤ اپنے کی بنی

میں.... فوجیوں کے ساتھ تم سیکلوں پر امن شہریوں کو بھی موت کی گود میں سلا آتے۔“

”آپ خلیک کہہ رہے ہیں۔“ ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ پھر جیسن کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”کیبن میں جاؤ۔“

اوھ عمران نے خود اس سے کہا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ۔“



سماکا و اغبنا ک نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے دونوں سیکرٹری تھر تھر کا ناپ رہے تھے۔

”بولو.... جواب دو۔ کیا وجہ ہے کہ وہ ہوش کی باتیں کر رہا ہے۔“ سماکا و ایک بار پھر دہڑا۔

یقین کیجئے یور آزر ہر وقت شراب اور عورت ان کے پاس موجود رہتی ہے۔ ”ایک سیکرٹری نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ”آن بھی دنہایت شوخ و شنگ لڑکیاں محل میں بھجوائی گئیں۔“

"شراب....!" ساکاوانے زہر میلے لجھے میں کہا۔ کہاں سے آتی ہیں یہ بتلیں۔"
 "امپورٹ ہیں یور آزر۔ اعلیٰ قسم کی شرابیں...."
 "جن میں پھر نیصد پانی ہوتا ہے۔"
 "ناممکن یور آزر۔"

"بکواس بند کرو۔ پانچ سر بمہر بو تکوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ کون ملاتا ہے ان میں پانی....؟"
 "هم نہیں جانتے۔ اگر ایسا ہے تو یہ کارروائی محل ہی میں ہوتی ہو گی۔"
 "کیا تم حراخوروں کو آنکھیں بند رکھنے کے لیے اتنی بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔!"
 "هم اپنی غفلت کی معافی چاہتے ہیں یور آزر.... اب ہم دیکھیں گے۔"
 "اب کیا کیھو گے؟" اس نے زہر میلے لجھے میں کہا۔ "دفع ہو جاؤ....!"
 "وہ اٹھ کر تعظیماً جھکے اور باہر نکل گئے۔ ساکاوا کسی گہری سوچ میں تھا کچھ دیر بعد وہ بھی انھا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے گھری پر نظر ڈالی۔ رات کے دس بجے تھے۔
 پکھ دیر پہلے شایی محل سے اس کی طلبی ہوئی تھی اور حکم لانے والے نے بتایا تھا کہ بادشاہ غصبناک ہو رہا ہے۔

ساکاوا شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے دونوں بادی گارڈ بھی ساتھ تھے۔ بادشاہ پنج بہت غصے میں تھا۔ ساکاوا کو دیکھتے ہی دھاڑا۔

"کیا تیری شامت آتی ہے؟"
 "آپ مجھے ہر حال میں وفادار اور جان ثار پا کیں گے یور میجٹی....!"
 "چپ رہ سازشی کتے۔"

"میں ثابت کر دوں گا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے محض آپ کو بھنوں سے بچانے کے لیے کی ایک کوشش تھی۔" ساکاوانے پر سکون لجھ میں کہا۔
 "تو جھوٹا ہے..... یہ دیکھ... اخبار دیکھ اور اپنی وہ غلط بیانی یاد کر جو تو نے صحیح کی تھی۔"
 "میں آپ کو بھسن میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا یور میجٹی۔ اگر میری نیت میں فتور ہوتا تو انہا کو بیان کیوں دیتا۔ ویسے اس پر یقین رکھئے کہ آپ کا یہ غلام پر نس ہر بندزا کو شاہ بنکاتا کے باٹھ نہیں لگنے دے گا اور سنگ چانگ تنظیم تباہ کر دی جائے گی۔"

"ہمیں صحیح حالات سے باخبر رکھا کر۔" بادشاہ نے غصیلے لجھے میں کہا۔
 "اگر آپ فرماتے ہیں تو ایسا ہی ہو گا۔ یور میجٹی۔"
 "بس دفع ہو جاؤ۔ ہماری رات تو غارت ہوئی۔"
 ساکاوا خوفزدگی کا اظہار کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔ اب وہ محل کے اس حصے کی طرف جا رہا تھا، جہاں اس کے دفاتر تھے۔
 "میجر لا گو بو کو بھیج دو۔" اس نے ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے بادی گارڈ سے کہا۔ ان میں سے ایک چلا گیا اور دوسرا دروازے پر ٹھہر ارہا۔
 ساکاوا کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ اس نے ایک یور یو سے بو تک اور گلاس کا لے اور انہیں سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے خالی خالی نظر وہ سے خلاء میں گھور تاہم پھر بو تک سے گلاس میں تھوڑی سی شرب اٹھ لیا اور ایک ہی گھونٹ میں پی گیا۔
 باہر سے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اور ساکاوا کے چہرے پر خشونت آمیز سنجیدگی طاری ہو گئی۔

شاہی محافظوں سے کے سر برہا میجر لا گو بونے کرنے میں داخل ہو کر سلوٹ کیا۔
 ساکاوانے اسے تھر آکوڈ نظر وہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم سب اندھے ہو۔"
 "میں نہیں سمجھا یور آزر....!"

"آج کا خبردار ہر میجٹی تک کیسے پہنچا؟"

"خبر....؟ میں نہیں جانتا یور آزر...."

"یہ توجانتے ہو کہ وہ اعصابی مریض ہیں۔"

"مجھے علم ہے یور آزر.... لیکن اخبار...!"

"ان سے چھپا گیا تھا کہ پرنس ہر بندزا کیا گزری۔"

"ہو سکتا ہے ہر میجٹی نے خود ہی اخبار طلب کیا ہو۔"

"ناممکن.... انہیں اخبار سے نفرت ہے۔ کیا میرے اس عہدے پر فائز ہونے سے پہلے بھی بیہاں کوئی اخبار پایا جاتا تھا۔"
 "نہیں یور آزر۔"

”میں نے بڑی اتجاؤں کے بعد ایک اخبار نکالنے کی اجازت لی تھی۔“

”مجھے اس کا علم ہے یور آزر۔“

”اس کا لی بھیڑ کا پتا لگ جو بادشاہ کی دشمنی پر کمرستہ ہے۔“

”میں انتہائی کوشش کروں گا۔ یور آزر۔“ مجھر لا گو بوجھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر یک بیک کہنے لگا۔ ”وہ..... وہ..... جس شخص کی تحولی میں شراب رہتی ہے..... صبح سے غائب ہے۔“

”پالی موگا۔“

”شاید یہی نام ہے.....!“

”اوہ.... اوہ....“ ساکا دا مضربرانہ انداز میں انھ کھڑا ہوا۔ مجھر لا گو بونے پھر حرمت سے پلکیں جھپکائیں۔

”وہ..... دشمن ہے..... بادشاہ کا دشمن ہے..... شراب میں پچھتر فیصلہ پانی کی آمیزش بھی کرتا رہا ہے۔ اسے تلاش کرو..... زندہ یا مردہ۔ گرفتار کرنے والے کو پانچ ہزار ڈالر انعام دیئے جائیں گے۔“

”اوے کے..... یور آزر.....“ مجھر لا گو بونے ایڑیاں بجا کیں اور کمرے سے چلا گیا۔ ساکا دا کی مٹھیاں سختی سے بھپنی ہوئی تھیں۔ اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور پولی موگا سے متعلق احکامات جاری کرنے لگا۔

غصے نے اس کی شکل بگاڑ دی تھی۔ فون کا رسیور رکھ کر ہائپنے لگا۔ پھر شراب کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور اس بار اس نے گلاس لبریز کر لیا تھا۔

پچھے در بعد اس کے باڑی گارڈ نے پولیس چیف کی آمد کی اطلاع دی۔

”بھیج دو.....!“ ساکا دا غرایا۔

”پولیس چیف نے ملزم کے موکارو سے فرار ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا۔“ ”وہ اپنا شناخت نامہ دکھا کر ایک سر کاری کشی ہار بر سے لے گیا ہے۔“

”اوہ....!“

”ہم پوری کوشش کر رہے ہیں یور آزر۔ گشتی لانچوں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔“

”کب....?“

”دوس منٹ پہلے کی بات ہے۔“

”اور وہ لائق کب لے گیا؟“

”سے پھر کی بات ہے۔“

”دونوں ہی حماقتوں کی باتیں ہیں۔“ ساکا دا امیز پر ہاتھ مار کر دھڑا۔

پولیس چیف خاموش رہا۔

”دفع ہو جاؤ..... تم سب سے سمجھوں گا۔“

”وہ چپ چاپ چلا گیا..... ساکا دا نے خفے میں میرالٹ دی اور خود بھی باہر چلا گیا۔



عمران اور ام بینی بڑی دیر تک اس بحث میں الجھے رہے تھے کہ فرائیک کا موجودہ رو یہ مناسب ہے یا نامناسب فرائیک نے فیصلہ صادر کر دیا تھا کہ وہ فی الحال ہربنڈاوالی مہم ترک کر کے صرف ان لوگوں کو تباہ کرتا پھرے گا.... جو سنگ چانگ کے نام پر دوسرے ممالک کے چہازار انوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ ام بینی کا کہنا تھا کہ وہ سنگ چانگ کی پریشیں کا مسئلہ ہے پہلے اس کو حل کرنا چاہئے اور عمران کا مسئلہ تو پرانی ہربنڈا کے علاوہ اور کچھ تھاہی نہیں۔

آخر کار وہ دونوں فرائیک کے کیمین کی طرف چل پڑے۔

کیمین کے دروزے پر دستک دی گئی۔ اور اندر سے آواز آئی۔ ”آ جاؤ“ صرف عمران کو اجازت تھی کہ وہ تا وقت بھی فرائیک سے مل سکتا ہے۔ اس نے بینڈل گھبلا کر دروازہ کھولا اور پھر والیسی کار ارہ کر ہی رہا تھا کہ فرائیک نے کہا۔ ”آؤ..... آؤ.....“ وہ لگوٹی لگائے فرش پر اوندھا پڑا تھا اور لئی ہاروے اس کے جسم پر تیل کی ماش کر رہی تھی۔

”پھر سہی.....“ عمران جلدی سے بولا۔

”پرواہ مت کرو..... تمہارے ساتھ اور کون ہے؟“

”ام بینی.....!“

”اوہ.... تو پھر تم بھی اسی پوزیشن میں آ جاؤ۔ ام بینی ماش کرے گی اور ہم دونوں باتیں کریں گے.....!“

”پلنز..... یور آزر.....“

”کیا مطلب...؟“

”میرے جذبات و احساس کا کچھ تو خیال رکھا سمجھے۔ میں کسی عورت کو اپنے جسم میں ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“
فراگ قہقهہ لکا کر اس طرح اٹھا کر لی ہاروے جھنکلے کے ساتھ دور جا پڑی۔ فرائے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اس عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بہتر بہام بینی جھنجھلاہست میں اپنا ہونٹ چبائے ڈال رہی تھی۔

دفعہ فرائے قہقهہ روک کر غریا۔ ”تو پھر اسے اپنے ساتھ کیوں لے پھرتے ہو؟“
”بجٹ ہو گئی تھی۔ فیصلے کے لیے آئے ہیں۔“

”کیسی بجٹ؟“

عمران نے ام بینی کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ ادھر ملی ہاروے دیوار سے لگی کھڑی اپنا سر سہلارہی تھی۔

”بولو.... کیسی بجٹ....“ فرائے پھر غریا اور لی ہاروے کو ماش جاری رکھنے کا اشارة کر کے پھر فرش پر لیٹ گیا۔

لی ہاروے ان دونوں کو غصیلی نظروں سے دیکھتی ہوئی فرائے کے قریب جا بیٹھی۔

”بجٹ یہ تھی یور آزر کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“ عمران بولا۔

”وہی جو میں کر رہا ہوں۔“ فرائے نے جواب دیا۔

”ماش کی بات نہیں تھی۔ دراصل تصدی پرنس ہر بندا کا تھا۔ یہ کہتی ہے کہ فی الحال ان لوگوں سے نپنا چاہئے جو کنگ چاگ کو بدنام کر رہے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ پہلے پرنس کا مسئلہ....“

”وہ ٹھیک کہتی ہے۔“

”اچھی بات ہے تو اب مجھے اور پرنس کو خود کشی کی اجازت دیجئے۔ ہم دونوں حسندر میں چھلانگ لگادیں گے۔“

”لیکا بات ہوئی؟“

”میری بھی عزت کا معاملہ ہے یور آزر۔ میں نے پرنس سے وعدہ کیا تھا کہ پرنس کو موکارہ

”پہنچاؤں گا۔“

”کنگ چاگ پر نسز تالا بُو آیا تم سے کہیں زیادہ ذی عزت ہے۔“

”ہو گا۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیا مطلب؟“ فرائے اٹھ بیٹھا لیکن اس بار لی ہاروے غافل نہیں تھی اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

”کوئی مطلب نہیں۔“ عمران نے احتجانہ انداز میں جواب دیا۔

”جاو۔... اپنے کہیں میں جاؤ۔“ فرائے پر اٹھ ہلا کر بولا۔

”چلا جاؤں گا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ کا ہر فیصلہ آپ ہی کے معیار کے مطابق ہو۔“

”کیا کہنا چاہئے ہو۔“ وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

”آپ کے شیان شان نہیں ہے کہ چھوٹے آدمیوں پر ہاتھ اٹھاتے پھریں۔ یہ بیچارے تو وہی کر رہے ہیں جس کے لئے انہیں حکم ملا ہے۔“

”اچھا تو پھر....“

”آپ کا شکار تو ساکا دا ہونا چاہئے۔ جلد از جلد ثابت کرنے کی کوشش سمجھے کر آپ کے مقابلے میں وہ جو ٹھاں جاپانی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔“

فرائے کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے عمران کے چہرے پر نظر جمایے رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم بہادر ہی نہیں داشمند بھی ہو۔ ٹھیک ہے کہتر آدمیوں پر ہاتھ اٹھانے سے فائدہ؟“

”آپ میری بڑی عزت افزاںی فرماتے ہیں۔ یور آزر۔“ عمران نے شرم جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

فرائے اٹھ کر اندر کام کے قریب آیا اور کیپین کو آواز میں دینے لگا۔

”یک یور آزر....“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”لائچ کارخ بیلو پکو کی طرف موڑو۔“

”یک یور آزر۔“

فرائے مز کرام بینی اور لی ہاروے سے بولان۔ ”تم دونوں جاؤ۔“

وہ اس طرح کہیں سے نکلی تھیں جیسے دیر سے اس کی منتظر رہی ہوں۔ فرائے عمران کے

قرب آکھڑا ہوا۔ اور اس کے شانے پر باتھ رکھ کر نرم لبجے میں بولا۔ ”تم میرے لیے یہ جو ضروری بن کر رہ گئے ہو۔“

”شکریہ یور آنر۔“

”بیلو پکو۔۔۔ چھوٹے غیر آباد جزاڑ کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ایک جزیرے کو ہم اپناہیزہ کوارٹر بناتے ہیں۔ وہاں سے خوکارہ کا وہ ساحل زیادہ دور نہیں جس کے قریب انہوں نے مجھ پر ہاتھ ڈالا تھا۔“

”ٹھیک ہے۔ ایسی ہی کوئی جگہ مناسب رہے گی۔“

”جس جزیرے کا میں نے انتخاب کیا ہے وہاں ہماری مہم کے لیے خاصی آسانیاں پیدا ہوں گی۔“

”آپ تجھ بادشاہ بننے کے لائق ہیں۔“ عمران نے کھص رسید کیا اور فرائغ کے دانت نکل پڑے۔ عمران کہتا رہا۔ ”آپ کی قوت فیصلہ نے مجھے بے حد مر عوب کیا ہے یور آنر۔“

”اور تم جیسا مشیر بھی شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو۔“

لانچ کے رخ میں تبدیلی کی گئی تھی اور رفتار بھی اب پہلے کی نسبت تیز تھی۔ فرائغ نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”شاید ایک گھنٹہ بعد ہم منزل مقصود پر ہوں گے۔“ رات کے گیارہ بجے تھے! پورا چاند ابر کے ٹکڑوں میں آہستہ آہستہ ریگ رہا تھا۔ بھی دھنڈ کی چھا جاتی اور کبھی سمندر کی سطح پر دفتاچک اٹھتی۔

عمران اپنے کپین میں واپس آیا۔ وہاں ام بینی موجود تھی۔ حالانکہ اسے لی ہاروے کے کیمیں میں ہوتا چاہئے تھا۔ ان کے درمیان یہی سمجھوتہ ہوا تھا۔

”ارے تم ابھی سوئی نہیں۔“ عمران نے پوچھا ہی تھا کہ وہ دانت پیس کر بولی۔ ”تیل ماش کروں گی.... باس نے مشورہ دیا تھا۔“

”مم.... لک.... کیا مطلب....“ عمران تجھ بج بدھا سے ہوا ہو گیا۔

”تیل ماش.... کپڑے اتار دو۔“

”میں تم سے اسی گھٹیاحدہ مت نہیں لے سکتا۔“

”باس کا حکم۔“

”حکم نہیں مشورہ.... مجھے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے۔“

”میں نہیں کرتی نظر انداز۔“

”مم.... میں یہوش ہو جاؤں گا۔“

”میں تمہیں پھر ہوش میں لاوں گی اور ماش جاری رہے گی۔“

”تو پھر جاتی ہو کیا ہو گا۔ تم ماش ہی کرتی رہ جاؤ گی اور تم دونوں کے لفٹن تیار ہو جائیں گے۔ میں صرف آدمی گھنٹے کی مہلت لے کر اس مسئلے پر غور و فکر کرنے آیا ہوں۔“

”میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”اس مہم میں عورتوں کی موجودگی اسے کھل رہی ہے۔“

”تو پھر....؟“

”کہہ رہا تھا کہ دونوں کا گلا گھونٹ کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔“

”نہیں۔ ام بینی کے لبجے میں خوف تھا۔“

”یقین کرو.... میں اس سے کہہ کر آیا ہوں کہ میں کوئی دوسرا تدبیر کروں گا۔ اتنی عمدہ لوکیوں کو اس طرح ضائع نہ کیا جائے۔“

”تم اسے مذاق نہ سمجھو.... وہ کر گذرے گا۔“ ام بینی روہانی ہو کر بولی۔

”مجھے بھی یقین ہے! وہ اسی طرح آدمیوں کو مار ڈالتا ہے جیسے جسم پر ریکنے والے کسی کیڑے کو مسل کر مطمئن ہو گیا ہو۔“

”تو پھر اب کیا ہو گا؟“

”اپنے کپین میں جاؤ اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔ میں تم دونوں کو اتنی بے بسی کی موت نہیں مرنے دوں گا۔“

”اگر تم مجھ سے لاپرواہی برتنے رہے تو وہ مجھے ضرور مار ڈالے گا۔“

”اوہ....!“

”خود تمہارے لیے بھی خطرہ ہے اس کی کوئی بات نہ ثالا کرو۔ کبھی کبھی وہ جھلاہٹ میں بتلا ہو کر اپنے انجامی کا رآمد آدمیوں کو بھی موت کے گھٹا اتار دیا کرتا ہے۔“

”فی الحال تم اپنی گردن بچانے کی فکر کرو۔ اپنے کپین میں جاؤ۔“

اُم بینی چلی گئی اور عمران فرماں کے جڑے پر ایک تصوراتی مکار سید کر کے بستر پر گردید
بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں نیند سے بو جھل ہو رہی تھیں اور وہ ذہن کو قابو میں رکھنے
کے لیے خاصی جدوجہد کر رہا تھا۔ پھر شاید پندرہ منٹ بعد ہی کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس
نے اٹھ کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ فرماں کا مکا اس کی پیشانی پر پڑا۔ اور وہ لڑکھڑا تھا ہوا کسی قدم پیچے
ہٹ گیا۔

”یور آز... یور آز... یہ میں ہوں۔“ عمران کے لمحے میں حیرت تھی۔ وہ بڑی مشکل
سے دماغ کو ٹھنڈا رکھنے پر قادر ہو رکھا تھا۔

”میں جانتا ہوں...“ فرماں غرما تھا ہوا پھر جھپٹا لیکن دار خالی جانے کی بنا پر منہ کے مل
فرش پر چلا آیا۔

”جناب عالی... جناب عالی... تصور بھی تو معلوم ہو۔“

”میں تمہیں مارڈاں گا۔“ فرماں اٹھتا ہوا دباز۔

”یہ ناممکن ہے یور آز... ابھی میں نے کافی نہیں پی۔“

”میرا مذاق اڑا رہے ہو۔“ فرماں دونوں منہیں بھیج کر دباز اور عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔
فرماں شاید دوبارہ جھیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ لیکن اس نئی حرکت پر جہاں تھا وہیں کھڑا پلکیں جھپکاتا
رہا۔ عمران کے ہاتھ ترا تر گالوں پر پڑ رہے تھے۔

”بس... بس... احمق... روکو ہاتھ... یہ کیا شروع کر دیا۔“ فرماں اچانک کسی قدر
نرم پڑتا ہوا بولा۔

”جب تک میرا اقصوں نہیں معلوم ہو گا میں یہ رسم سعادت مندی جاری رکھوں گا۔“

”تم عورتوں کو میرے خلاف در غلطاتے ہو۔“

”اوہ... خدا کی پناہ...“ عمران ہاتھ روک کر بولा۔ پھر زور سے ہس پڑا۔

”اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے...؟ فرماں نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”ارے... وہ زبردستی ماش کرنا چاہتی تھی۔“

”کیا مطلب؟“

”دھرنادیے بیٹھی تھی کہ ماش کر کے ہی جاؤں گی۔ باس نے مشورہ دیا تھا۔“

”تم آدمی ہو کہ کچھوے... اس حد تک عورتوں سے خائف ہو۔“

”بچپن میں میری ماں مجھے اوہ ہیز کر رکھ دیا کرتی تھی۔ اس لیے میرا فیصلہ ہے کہ میں کسی
عورت کو اپنے بچوں کی ماں بننے بننے دوں گا۔“

”پتا نہیں کیوں مجھے تم پر حرم آ جاتا ہے۔“

”میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں نا۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ کے جسم پر گوشت بہت زیادہ ہے۔“

”کیا کبواس ہے۔“

”وجہ آج تک میری کچھ میں بھی نہ آسکی۔ ورنہ بتا دیتا۔“

”تم آدھے پاگل معلوم ہوتے ہو۔ ختم کرو، ان بیہودگیوں کو ہم استکر کرنے والے ہیں۔“

”اوہ... اچھا... یہ بہت اچھا ہے...“

لائچ اونچی اونچی چٹانوں کے درمیان ایک نگہ سی جگہ پر پہنچ چکی تھی۔

”لیکن رات لائچ ہی پر بسر ہو گی۔“ فرماں بولا۔ ”اندھیرے میں نکلی پر اترنا مناسب نہیں
سمجھتا۔“

لائچ کے رکتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو۔ عجیب سائنا فضا پر
سلط تھا۔

فرماں عمران کو اپنے کیمین میں لا لیا۔ یہاں اُم بینی موجود تھی۔ فرماں اس کی شکل دیکھ کر
ہنس پڑا۔ اور عمران نے کہا۔ ”یہاں میری گردن کٹوانے کے لیے دوزی آئی تھیں۔“

”تو تم نے جھوٹ بولा تھا۔“ اُم بینی بر اسمانہ بنا کر بولی۔

”اپنے کیمین میں جاؤ۔“ فرماں غرایا۔

”جاو... جاو... جاو...“ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور فرماں اسے گھوڑنے لگا۔ اُم بینی
چپ چاپ کھک کی تھی۔

”تم خود کیا سمجھتے ہو ایک گھونے میں دم نکل جائے گا۔“

”مجھے یقین ہے۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”ابھی تک تو پچھے بھی نہیں کر رہی تھی۔ لیکن اب کروں گی۔“

”لک... کیا کرو گی؟“

”تم دیکھئے ہی لو گے۔ مسلسل اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔“

”کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔“ عمران کراہا۔ ”ابھی مینڈک کا بچہ جان سے مار دینے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اور اب تم...“

ام بینی نے عمران کا گریبان پکڑ کر کیبن کے اندر کھینچ لیا۔

”ارے.... ارے.... کوئی دیکھ لے گا۔“

دوسرے جھکا عمران کو بستر پر لے گیا۔

”لک... کیا رادے ہیں؟“

”میری بات سنجیدگی سے سن لو۔“ وہ خخت لجھ میں بولی۔

”سن رہا ہوں۔“

”اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرو۔“

”ارے تو کیا میں اس سے ڈرتا ہوں۔“

”بحث مت کرو۔“

”کوئی خاص بات ہے؟“ عمران نے اسے ٹھوٹنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں...“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو۔“

عمران نے بڑی سعادت مندی سے اس مشورے پر عمل کیا اور پھر اس کے قریب واپس آگیا۔

”میں تم لوگوں کے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔“ ام بینی نے آہستہ سے کہا۔

”کیا مجھ سے بدلتے کارا دا ہے؟“ عمران مسکرا یا۔

”میں کہتی ہوں سنجیدہ ہو جاؤ۔“

”اچھی بات ہے.... کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔“

”اسے سمجھنا بہت مشکل ہے۔“

”ارے اسے جہنم میں جھوکو... مجھے اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔“

”یہ جزیرہ اس کے کارناموں کا میوزیم ہے۔“

”تو پھر...؟“

”تو پھر آزیبل فراغ۔ موت صرف ایک ہی بار آئے گی۔ لہذا بار بار بور ہونے سے کیا فائدہ؟“

”تم بہت زیادہ بکواس کرنے لگے ہو۔ پہلے تو ایسے نہ تھے۔“

”عورتوں کی محبت نے عورت بنادیا ہے پندرہ دن بہت ہوتے ہیں۔“

”میں تمہیں یہاں اس لیے لایا تھا کہ کام کی باتیں کریں گے۔“

”شروع کر دیجئے۔“

”موکارو کا ساحل یہاں سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ لیکن دن کے اجالے میں وہاں جانا مناسب نہ ہو گا۔“

”ابھی چلتے ہیں۔“ عمران بولا۔

”دامغ تو نہیں چل گیا۔ اس وقت آرام کریں گے اور کل دن بھر اسی جزیرے میں رہیں گے۔“

”جسم پر گوشت رکھنے والوں سے اسی لیے محبت کرتا ہوں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

”کیا مطلب؟“

”اول درجے کے کاہل ہوتے ہیں۔“

”بکواس بند کرو!“ فراغ زور سے دہاڑا۔

”محبت کرنے والے فولاد کا جگر بھی رکھتے ہیں۔ دہاڑتے رہیے۔“

”کیوں میرا دماغ خراب کر رہا ہے۔ مار ڈالوں گا۔“ فراغ جھپٹ پڑا۔

اس بار عمران کیبن سے نکل بھاگا تھا۔ عقب میں اس نے دروازہ بند ہونے کی زور دار آواز سنی۔ وہ یہی چاہتا بھی تھا کہ فراغ اپنے کیبن تک مدد دہو کر رہا جائے۔

وہ کپتان کے کیبن کی طرف چل پڑا۔ لیکن پھر اپنے کیبن کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہیں رک جانا پڑا۔ ام بینی سامنے کھڑی اسے گھورے جا رہی تھی۔

”اندر آؤ۔“ وہ دانت پیس کر بولی۔

”ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“

"کیا مطلب؟"

"جن لوگوں پر قابو پانا مشکل سمجھتا ہے۔ ان سے دستی کرتا ہے، اور سیر و شکار کے بہانے اس جزیرے میں لا کر دھوکے سے مار دالتا ہے پھر ان کی قبریں بناتے کتوں پر تاریخ وفات کندہ کردا ہے۔"

"واقعی ازمنہ دل آدمی معلوم ہوتا ہے۔" عمران بھائی آواز میں بولا۔

"تم دیکھ لے لو گے.... وہ قبریں.... میں تمہیں کہاں تک تباوں۔ چلو لے گے ہاتھوں میری کہانی بھی سن لو کہ میں اس کے ہاتھ کیسے لگی تھی۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

آمینی کی آواز سرگوشیوں میں مدد و نہ کر رہ گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "اگر کوئی عورت پسند آجائے تو اسے ہر قیمت پر حاصل کر لیتا ہے۔ اور اسی حرکت کرتا ہے کہ قانونی طور پر گرفت میں نہ آسکے۔ میں سنگری پی کی رہنے والی ہوں۔ تین سال پہلے کی بات ہے کہ اس نے مجھے والی دیکھا اور میرے پیچھے پڑ گیا۔ میرے والدین سے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن انکار میں جواب پا کر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ والدین نے ایک ماہ بعد میری شادی کر دی۔ شوہر نیک اور سادہ لوح آدمی تھا۔ ہم ماہ عسل منانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ایک دن تیاراپو کے جنگلوں میں پلٹک منار ہے تھے کہ اچانک کسی جانب سے ایک بہت بڑا گوریلا نمودار ہوا۔ اس نے میرے شوہر کو زخمی کیا اور مجھے انھا کر بھاگ لکا۔ میں بیہوش ہو گئی۔ پھر جب ہوش آیا تو یہی فراگ سامنے کھڑا پہنچا جس سے گوریلے کی کھال اتار رہا تھا۔"

"خدائی پناہ...." عمران بھائی آواز میں بولا۔

"اور پھر جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ نکنگ چانگ کا نائب ہے تو میں اپنی رہائی سے بالکل ناایم ہو گئی۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اپنے بارے میں کسی کو کچھ بتایا تو وہ سنگری پی میں میرے والدین اور بھائیوں کو قتل کرادے گا۔ پھر اطلاع میں کہ میرا شوہر بھی زخموں کی ناب نہ لا کر چل بسا۔ اس نے پولیس کو بھی بیان دیا تھا کہ اسے ایک گوریلے نے زخمی کیا ہے اور آمینی کو بھی وہی انھا کر لے گیا۔ پتا نہیں یہ اتفاق ہایا اس میں بھی فراگ ہی کا ہاتھ تھا کہ تین دن پہلے چڑیا گھر سے ایک گوریلا فرار ہو گیا تھا۔"

"واقعی شیطان کا بینا معلوم ہوتا ہے۔" عمران نے سرد بھج میں کہا۔

"اس طرح وہ قانون کی زد سے بچا رہتا ہے۔ بہر حال مجھے اپنی تقدیر پر شاکر ہوتا پڑا تھا۔ اور یہ تو تم نے دیکھا ہی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کی کتنی قدر کرتا ہے کل تک مجھ پر جان دیتا تھا۔ آج تمہیں بخش دیا۔"

"تمہاری کہانی سن کر دکھ ہوا..... آمینی۔" عمران بھائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اب اس دنیا میں تمہارے علاوہ میرا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے اب میں چاہتی ہوں کہ تم مبتلا رہو۔ اس سے نہ ابھجو۔ اور اب میں تمہیں یہ بھی بتا رہی ہوں کہ میرا تعلق برادر اسٹ نگ چانگ سے ہے۔"

"اچھا....!"

"ہاں۔ خوفناک چہرے والا جس نے ہمیں بنکانا پہنچایا تھا۔ نکنگ چانگ ہی تھا۔ اس یہ سمجھ لو کہ اب میں لکنگ چانگ کے لیے فراگ کی جاسوسی کر رہی ہوں۔"

"بہت اچھا ہوا تم نے مجھے بتا دیا۔ اب میں اور زیادہ مبتلا رہوں گا۔"

"مجھے نہ بتانا چاہئے تھا لیکن میں تم پر اعتقاد کرتی ہوں۔ تمہیں اپنا سمجھتی ہوں۔ یقین کرو میرے مالک.... میں نے تمہارے علاوہ آج تک کسی اور کو نہیں چاہا۔"

عمران پکھنہ بولا۔ صرف قوک نگل کر رہا گیا۔ بے حد سبیدہ نظر آ رہا تھا۔



"دوسری صبح بڑی خوبشگوار تھی۔ جزیرے کی طرف سے آنے والی ہوا میں گرم گرم سی خوبیوں میں بسی ہوئی تھیں۔

جیکن اور ظفرالملک عرش پر کھڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ لانچ ایسی جگہ پر لنگر انداز تھی جہاں دونوں طرف اوپنی اوپنی چٹانیں دیواروں کی طرح کھڑی تھیں۔ کھلا سمندر آنکھوں سے اوچل تھا اور جزیرے کے مناظر بھی نہیں دکھائی دیتے تھے۔

"بڑی گھنن ہے۔" دفعۂ ظفر بولا۔

"ایک دیوانے کے ہتھے جڑھ گئے ہیں۔" جیکن نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "ضد ری نہیں ہے کہ یہ عمران صاحب ہر معاملے میں داشتماندی کا ثبوت دیں۔"

”اوہر بھکنا پڑے۔“

”تم روز بروز علّقند ہوتے جا رہے ہو۔“

”بیو قوف تو بھی نہ تھا مسٹر،“ بس اتنی سی بات ہے کہ بس کے سامنے بچ بنتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔

”رات والدہ صاحب باب، ہی کے کین میں تھیں۔“

”میں کیا بوس لگا رکھی ہے تم نے۔“ ظفر نے جیسن کے شانے پر ہاتھ مار کر ناخوٹگوار لجھ میں کھلد دفتہ اسٹیور جاگ اٹھاد وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

”ہائیں! اب کہاں۔“ جیسن چوک کر بولا۔

”اپنے کام سے کام رکھو۔“

”کوئی کام ہو تو رکھوں۔ پتا نہیں کس جنجال میں آپھنسے ہیں۔“

”میرے ماہوں سے نہیں ملو گے۔“ جوزف اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکر لیا۔ لیکن شاید جیسن کا مودہ خراب تھا۔ اس نے منہ پھیر لیا۔

ٹھیک اسی وقت لائچ کے عملے کے ایک آدمی نے ہاک لگائی۔ ”حضرات کھانے کی میز پر۔“

ناشتر کی میز کے گرد فرماں کے علاوہ اور سب موجود تھے۔ لیلی ہاروے پہلے ہی کی طرح ہنس کھلگری تھی لیکن اُنم بینی کا چیڑہ اترا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ساری رات سوئی نہ ہو اور عمران کے چہرے پر ازالی حیاۃ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ جوزف کو دیکھ کر وہ احتراماً کھڑا ہو گیا تھا لیکن لڑکیاں اپنی جگہ سے ملی بھی نہیں تھیں۔

”آزر یہیں فرماں کا تشریف نہیں رکھتے؟“ جیسن بولا۔

”استراحت فرمائے ہیں۔“ عمران نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اوہ میں آپ پر استرا فرمائے والا ہوں۔“

”میں خود بھی بیکی چاہتا ہوں! سمندری ہوا کی شوریت نے میرے بال تباہ کر کے رکھ دیئے ہیں۔ داڑھی فرعون کی موم چڑھی داڑھی معلوم ہونے لگی ہے۔“

”جلد ہی موئی بن کر دکھادوں گا۔“

”کیا آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں یور مجھسی؟“

”جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔“

”یہ پر تیقّن است اختیار کرنے کی بجائے انہی وسائل پر انحصار نہیا جاسکتا تھا جن کا تعلق اویساکی ذات سے تھا۔ پتا نہیں اب وہ اسٹیور کہاں ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ ہمارے ٹرانسیور کے دائرہ کار سے باہر نہ ہو گا۔ ہم کسی وقت بھی اس سے رابطہ قائم کر سکیں گے۔“

”یہ فرماں انتہائی سور معلوم ہوتا ہے۔“

”اسی لیے عمران صاحب کی ہدایت ہے کہ کسی وقت بھی غافل نہ رہا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ تو قعات اور اصلیت میں گھبرا تھا۔“

”ہائیں... ہائیں۔ اب تو آپ بھی بڑی زوردار دوبلے لے گئے ہیں۔“ جیسن چڑانے کے سے انداز میں بولا۔

”ویسے ہی بہت بور ہو رہا ہوں۔ تم اپنی چونچ بند رکھو۔“

”بوریت ہی بوریت ہے۔ ایک فرماں کے قبضے میں ہے اور دوسرا عمران صاحب سے چڑی رہتی ہے۔ آپ تو بالکل صفر ہو کر رہ گئے ہیں۔ یورہائی نس۔“

”لیلی ہاروے بہت اچھا کاتی ہے۔“

”دیر تک سمجھے اس کی باتیں۔ شاید اسی طرح جی بہل جائے۔“

”بکواس بند کرو....!“

”اوے یورہائی نس۔ آپ کی تھائی اور اداسی پر اظہار افسوس کر رہا تھا یہ خادم۔“

”شکریہ۔! اس کی ضرورت نہیں۔“

اچاک جوزف اوہر آنکلا۔ وہ اب بھی مادری پر یہست ہی کے میک آپ میں تھا۔

”یہ سمندری مینڈک مجھے تو قابل اعتدال نہیں لگتا۔“ جوزف بھرا ہوئی آواز میں بولا۔ ”پتا نہیں بس کس بناء پر بھروسہ کر بیٹھے ہیں۔“

”تمہیں کیا غم ہے پے جاؤ۔ چھ بو تموں والی پانڈی سے پیچھا چھوٹا ییرل دبائے بیٹھے رہو۔“

جیسن نے بر اسمانہ بنا کر کہا۔

”واہ.... واہ.... کیا شراب ہے.... لیکن کب تک ساتھ دے گی پتا نہیں کب تک ادھ۔“

جزیرے کے ساحل سے لائچی لگ رہی تھی۔ دامیں طرف نگی چڑپوں کا سلسہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور پیاس سے بھی کھلا سندر نہیں دکھائی دیتا تھا۔

”بھی وہ جزیرہ ہے جہاں سے ہم موکاروں کے سلسلے میں کچھ کر سکیں گے۔“ فراگ بولا۔ اور عمران نے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا یہ بالکل دیران ہے؟“

”نہیں سانپ اور بچھو بھی ہیں پیاس۔“

”اچھا... اچھا... میرا مطلب تھا۔ پھاڑ کھانے والے جانور تو نہیں ہیں۔“

”کیا تم درندوں سے ڈرتے ہوئے؟“

”نہیں! میں تو ان سے بہت محبت کرتا ہوں۔ فور امادا لتے ہیں سدا کا کرنہ نہیں ملتے۔“

”تم ہر موقع پر کبواس آرنے لگتے ہو۔“

”معاف کیجیے گا۔ دراصل میں بہت خوش ہوں کہ آپ جیسا مہربان مالک مل گیا ہے۔ ورنہ میں تو ہنتوں بولنے کو ترسنا تھا۔“

لائچی لنگر انداز ہو گئی تھی۔ فراگ کی تمازتر توجہ عمران کی طرف تھی۔ دفعتاں کے ہونٹوں پر عجیب قسم کی مکراہت نمودار ہوئی اور اس نے عمران کا شانہ تھپک کر کہا۔ ”فکر نہ کرو۔ تمہاری ساری محرومیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔“

وہ لائچی سے خشک پر اترے اور ایک جانب بلن پڑے۔ فراگ آگے چل رہا تھا۔ چاروں طرف پوڑے پتوں والی جھاڑیاں بکھری پڑی تھیں۔ لیکن ان کے درمیان یہ پگنڈنڈی بہت پرانی معلوم ہوتی تھی۔ فراگ نے پہلے پگنڈنڈی کی تلاش کی تھی۔

فراگ عمران ظفر اور جیمسن کے علاوہ اور سب لوگ لائچی پر ہی تھے۔ جوزف کو بھی ساتھ نہیں لیا گیا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ پڑاؤ ڈالنے کے لیے کسی مناسب سی جگہ کی تلاش ہے آپ کو۔“ عمران نے فراگ کو خاطب کیا۔

”جگہ موجود ہے۔ تمہیں درختوں کی چھاؤں میں نہیں بس رکنی پڑے گی۔“

”بہت بہت شکر یہ! آپ اپنے خادموں کے آرام کا بہت خیال رکھتے ہیں۔“

”ستقل مکھن اگائے چلے جائے ہیں۔“ جیمسن آہستہ سے بولا۔

”فراگ شکایت کر رہا تھا کہ تم و قاتلوں قاتا سے آنکھ مارتے رہتے ہو۔ یہ بہت بری بات ہے۔“ جیمسن نے دانت نکال دیئے۔

”اے...! فرانسیسی میں گفتگو کرو۔“ ام بینی بول پڑی۔ ”بالکل ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے کچھ بذر آپس میں لڑپڑتے ہوں۔ یہ کون سی زبان ہے؟“

”اپنی مائی لیڈی۔“ عمران بڑے ادب سے بولا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی نہیں سمجھ سکتی۔ پتا نہیں تم لوگ کیا باتیں کرتے رہتے ہو۔“ یہ دونوں بہت اداس ہیں۔ عمران نے ظفر اور جیمسن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ کیوں اداس ہیں؟“

”آزمیں میں فراگ نے انہیں کسی قابل نہیں سمجھا۔“

”کیا مطلب...؟“

” بتاؤ... بھی مطلب!“ عمران نے ظفر کی طرف دیکھ کر کہا۔

اور وہ جھپنی ہوئی سی بندی کے ساتھ بولا۔ ”میں تو نہیں سمجھتا کہ میں اداس ہوں۔“

”میں تو ہوں۔“ جیمسن بول پڑا۔

”اچھا تو پھر بتاؤں کہ کیوں اداس ہو؟“ ام بینی نے کہا۔

”اپنی ڈاڑھی کی وجہ سے۔ شاید ادھر کی لڑکیوں کو ڈاڑھی پسند نہیں۔“

”لڑکیوں سے تم لوگوں کو کیا سو و کار۔“ ام بینی کے لمحے میں تلخی تھی۔ ”پتا نہیں تم فرشتوں نے ادھر کارخ کیوں کیا تھا۔“

”بولو....“ عمران نے جیمسن کی طرف دیکھ کر کہا اور جیمسن نے احقدانہ انداز میں دانت نکال دیئے۔

پھر کچھ دیر بعد انہیں فراگ کی دہاز نے کی آواز سنائی دی۔ ”ہم تفریحی سفر پر نہیں نکلے ابھی تک ناشتہ ہی ختم نہیں ہوا۔“

وہ سب کھڑے ہو گئے۔ اور عمران ہکلایا۔ ”ہم... ت... تیار ہیں یور آز۔“

”تم میرے ساتھ آؤ۔“ فراگ نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

لائچی کی رفارم کم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں عرش پر آئے۔ بائیں جانب ایک ہرے بھرے

”خاموشی سے سنتے رہواد خل اندازی مت کرنا۔“ ظفر بولا۔
”اتاپور ہو چکا ہوں کہ تیر اندازی بھی کر سکتا ہوں۔“

وہ اپنی دھن میں آگے بڑھے جا رہے تھے کہ دھنابائیں جانب سے ایک فائزہ ہوا فرگ
بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا تھا اور سب نے اس کی تقلید کی تھی۔
”اوہ.... تو یہاں بھی۔“ وہ دانت پیش کر بولا۔

سمھوں نے ریو اور نکال لیے تھے۔ فائزہ ہوا۔ لیکن اس پار سمت کسی قدر بدلتی تھی۔
”ناج ناج کر فائزہ کر رہا ہے۔“ عمران بڑا بڑا۔
”تم یقین کیسا تھ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ایک ہی آدمی ہے۔“ فرگ بولا۔
”میرا تجربہ۔“

”بکواس ہے۔ ہمیشہ یہی سمجھو کہ پوری فوج تھیں گھیر رہی ہے تب ہی تم اپنا بجاو کر سکو گے۔“
”کہیں کوئی سانپ نارگث پر میکش نہ کر رہا ہو یور آنر۔“
”تم آدمی ہو یا خبیث۔ اس وقت بھی مجھ پر طفر کر رہے ہو۔“
”پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ بہت خوش ہوں۔“
”دہ تیرے فائزہ کے منتظر تھے کہ اچانک تھوڑے فاصلے پر ایک پتھر آکر گرا۔
”نہیں!“ عمران نے فرگ کے ریو اور والے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
”کیوں؟“

”یقین کیجئے وہ تھا ہے۔“ عمران بولا۔ ”اور ہماری پوزیشن کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا
ہے۔ ورنہ پتھر کبھی نہ پھینکتا۔“
”لڑ کے اتم واقعی تجربہ کا رہو۔“ فرگ نے خویں سانس مل۔
”عمران آہستہ آہستہ باسیں جانب رینگنے لگا۔
”یہ کیا کر رہے ہو؟“ فرگ نے سر گوشی کی۔
”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ آپ لوگ یہیں ظہریے۔“
”سانپوں سے ہوشیار رہتا۔“
”فکر نہ کیجئے۔“

وہ کسی سانپ ہی کی طرح بے آواز رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس کے ساتھی جہاں تھے وہیں
رکے رہے۔

تیرا فائزہ ہوا۔ اور اس بار تو عمران نے نہ صرف سمت کا بلکہ فاصلے کا اندازہ بھی لکھا۔ فائزہ
کرنے والا دور نہیں تھا۔ لیکن شاید اس کی نسبت کسی قدر نشیب میں تھا۔ عمران بہت احتیاط سے
آگے بڑھتا رہا اور پھر اسے اپنا شکار نظر آگیا۔ وہ بھی اسی کی طرح جہاں یوں کی اوٹ میں سینے کے
بل رینگ رہا تھا۔ دھنابیاں نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ لیا۔

”آواز نکلی تو میرا بے آواز پسول تھیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گا۔“ اس نے اپنے
ڈکار کو فرانسیسی میں مخاطب کیا۔ یہ پولی نیشی ہی معلوم ہوتا تھا۔
اس کاریو اور عمران کے قصہ میں آگیا تھا۔

”اٹھو....!“ دہانے چھوڑ کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”اور چل پڑو۔“
اس نے اسے کو رکھا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھائے ہوئے عمران کی طرف مڑا اور عمران نے
محوس کیا جیسے غیر متوقع طور پر اس کی تشویش رفع ہو گئی ہو۔

”تم کون ہو جائی؟“ اس نے زم لجھ میں پوچھا۔
”اوہ.... تو پہچانے بغیر ہی فائزہ کر دی تھی۔“
”یہ بات نہیں ہے۔ تم اور کس کے تو نہیں معلوم ہوتے۔“
”میں اپنی ہوں۔“

”یہاں رہتے ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”مزد اور چل پڑو۔“ عمران نے خخت لجھ میں کہا۔

اس نے چپ چاپ تعقیل کی۔ عمران اس کی گردی سے ریو اور لگائے چل رہا تھا۔

”خوب.... خوب!“ اس نے فرگ کی آواز سنی۔

”کیا آپ اسے پہچاتے ہیں یور آنر؟“

”نہیں!“ فرگ زمین سے امتحا ہوا بولا۔ ”تم نے براخ نظرہ مول لیا تھا۔ آئندہ محتاط رہتا۔ خود
آرائی مجھے پسند نہیں۔“

”مہت بہتر یور آنر....!“

”وچپ فراغ کی آنکھیں چکنے لگیں۔ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔“ تم محل کے حالات کیا جاؤ...؟“

”میں شاید میٹانے کا منتظم ہوں۔ پالی موگا نام ہے۔ ساکاوا نے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ ہر مجھی ہر وقت نئے میں ذوبہ رہتے ہیں۔ ساکاوا کے وزیر اعظم بننے سے پہلے وہ ایسے نہ تھے۔ ملکہ علیا ہی تک محدود تھے اب تو باقاعدہ روز نئی نئی عمر تین ان کے قریب موجود رہتی ہیں۔“

”تم کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ فراغ آہستہ سے بولا۔ ”لیکن یہاں تمہاری موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟“

”لبی کہانی ہے جناب!“

”میں سنوں گا۔“

”کیا آپ مجھے اس بیان پر جرح کرنے کی اجازت دیں گے یور آزر۔“ عمران بول پڑا۔

”ضرور.... ضرور....“ فراغ نے زمی سے کہا۔

”تم نے اپنا نام غالباً پالی موگا بتایا تھا۔“

”جی ہاں!“

”یہ کوئکر ممکن ہوا کہ ساکاوا ایک طرف تو اخباری بیان جاری کرے اور دوسرے طرف بادشاہ سے اتنا برا جھوٹ بولے۔“

”بادشاہ کو اخبار سے نفرت ہے۔ ساکاوا کے وزیر اعظم بننے سے پہلے موکارو میں کوئی اخبار نہیں تھا۔ اسی لیے بادشاہ سے اجازت لے کر ”لائقتا“ جاری کرایا تھا۔ بادشاہ اب بھی اخبار نہیں دیکھتا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ساکاوا نے انہیں موکارو سے بہت دور کر دیا ہے۔ وہ شراب اور عورت میں مگر رہتے ہیں۔ یہ اخبار تو میں نے بادشاہ کو پہنچایا تھا۔ پھر اس کے بعد کیا میں موکارو میں نہ کھڑک کر اپنی موت کا انتظار کرتا۔ میری تلاش جاری ہو گی۔ ساکاوا مجھے بھی اپنا آدمی سمجھتا تھا۔ ورنہ میں اس عہدے پر کبھی فائز نہ کیا جاتا حقیقت یہ ہے کہ دوسرے محبت وطن لوگوں کی طرح میں بھی ساکاوا کا دشمن ہوں۔“

”کیا خیال ہے؟“ فراغ نے عمران سے سوال کیا۔

”کار آمد آدمی معلوم ہوتا ہے۔“

اب فراغ قیدی کی طرف پوری طرح متوجہ ہوا۔

”کتنے آدمی ہیں تیرے ساتھ...؟“ موکارو کے گندے سور۔

”میں اکیلا ہوں جناب....“

”قیمه کر کے رکھ دوں گا۔“

”یقین فرمائے جناب۔ اس میں شک نہیں کہ موکارو ہی کا باشندہ ہوں لیکن تمہاں ہوں۔ اور میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔“

”ضرور پہچان لیا ہو گا۔ اس جانپنی کتے نے میرا حیله جاری کرایا تھا۔ کیوں؟“

”درست ہے جناب! اگر آپ اجازت دیں تو جیب سے ”لائقتا“ کی دکان پر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔“

”تم نکالو اس کی جیب سے۔“ فراغ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

اس کی جیب سے ایک چاقو بھی برآمد ہوا تھا۔ عمران نے اخبار فراغ کی طرف بڑھایا۔

اخبار کی تہہ کھولتے ہی فراغ کی زبان سے ساکاوا کے لیے ایک موٹی سی کالی انکی تھی اور پھر وہ انبار دیکھتا ہا اور زبان گالیوں پر گالیاں ذھالتی چلی جا رہی تھی۔

”لو دیکھو.... تم بھی دیکھو.... اپنی نوعیت کا ایک ہی حرامزادہ ہے۔“ فراغ نے انبار

عمران کی طرف پھیک دیا۔

”اب میری کہانی سنئے جناب!....“ قیدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

”میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اس کے باہم پشت پر باندھ دو۔“ فراغ نے جیسکے کہا۔

جیسکے اپنی نائی کھوئی اور فراغ کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ قیدی خاموش تھا۔

عمران نے انبار دیکھنے کے بعد کہا۔ ”اتفاقی بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔“

”اول درجے کا جھوٹا ہے۔“ قیدی بولا۔

”تم کیا جاؤ؟“ فراغ اسے گھونٹنے لگا۔

”میں یہی تو بتانے والا تھا کہ ایک طرف تو اس نے یہ بیان جاری کیا تھا اور دوسری طرف

ہر سمجھی کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ پرانہ بند ابعافیت موکارو پہنچنے ہے ہیں۔ لیکن عالم انہیں بند رگاہ پر روک کر ان کے اعزاز میں تین دن تک جشن منانا چاہتے ہیں۔“

"تو پھر...؟"

"فی الحال اسے زندہ رہنے دیجئے۔"

"ساکلوں کے دشمنوں کے ہاتھوں مرتے ہوئے مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہ ہو گا۔" پالی موہا مسکرا لیا۔

"بیوادہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔" فرائے "صرف کام کی باتیں کرو۔ یہ بتاؤ کہ یہاں تک کیوں کٹ پہنچے؟"

"ایک سرکاری موڑبوٹ لے کلا تھا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"مشتری ساحل کی طرف۔"

"اوہر کے ساحل پر کیوں اسکر نہیں کی تھی؟"

"ایسے پوشیدہ ساحلوں پر تو وہ مجھے ضرور تلاش کریں گے اسی غلط فہمی کی بناء پر میں نے آپ لوگوں پر فائزگ کی تھی۔"

"اوہ.....تب تو ہمیں یہاں سے ہٹ جانا چاہئے! "فرائے عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ "لائق پر واپس چلو۔ کچھ اور سوچیں گے۔ اس کی موڑبوٹ یہیں رہنے دو تاکہ وہ صرف اسی جزیرے پر اپنی توجہ سر کوز رکھیں۔"

"معقول مشورہ ہے یور آزر۔" عمران بولا۔

اب وہ لائق کی طرف جا رہے تھے۔

"یک نہ شد و شد۔" جیسون بڑھ رہا۔

"خدا غارت کرے۔" ظفر بولا۔

"شاید آج کل آپ خواتین کے تحریر کردہ ناول پڑھ رہے ہیں۔ زنانہ روز مرہ کے ماہ ہوتے جا رہے ہیں۔"

"یکو اس کی توسر توڑوں گا۔ خیال تھا کہ شاید یہیں چند گھنٹے تک جانے کا موقع مل جائے۔ سمندر نے دماغ چکر اکر کر دیا ہے۔"

لائق پر پہنچ کر فرائے نے لنگر اشوادیے اور کیپشن کو ہدایت دی کہ جتنی تیز رفتاری سے

"تمن ہوان جزاً سے دور ہٹنے کی کوشش کرو۔ قیدی اسی کے کیمین میں تھا اور عمران کی موجودگی بھی ضروری تھی۔

ظاہر فرائے اپنادیساں بازو سمجھتا تھا۔

"اب وہ دوسری کشتیوں کی تلاشی اور زیادہ تندی سے لیں گے۔" عمران نے فرائے کو غاطب کیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو.... مجھ پر چھوڑ دو سب کچھ۔"

"میں مطمئن ہوں یور آزر۔"

فرائے پالی موگا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس دوران میں لائق حرکت میں آگئی تھی۔ عمران محسوس کر رہا تھا کہ اس کی رفتار بتدبر تجسس بڑھ رہی ہے۔

"اس کے ہاتھ کھول دو۔" فرائے نے عمران سے کہا۔

پالی موگا کچھ نہ بولا۔ شاید وہ فرائے کی وارننگ پر محتاط ہو گیا تھا اور ہیز عمر کا توانا آدمی تھا۔ آئھیں کچھ اداس اداس تھیں اور جیڑے بھاری تھے۔

عمران نے اس کے ہاتھ کھول دیئے۔ اور وہ فرائے کی اجازت حاصل کر کے آرام کر سی کی پھٹکاہ سے نک گیا۔

"ایک بات اور۔" فرائے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب جزیرے میں تھا آدمی درجنوں کی نظر وہ سے پوشیدہ رہ سکتا ہے پھر تم سے فائز کرنے کی حمact کیوں سرزد ہوئی تھی۔"

"دیکھئے موسیو فرائے! میں ان معاملات میں ناجربہ کار ہوں۔ پیروں کی آہٹ پا کر بیجان میں بیلانا ہو اور فائز کر دیا۔"

"ناجربہ کار تو نہیں ہو دوست!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔ "ناجربہ کار پھر پھیک کر حالات کا اندازہ نہیں لگایا کرتے۔"

"یقین تکجیے جناب! پھر میں نے اس لیے پھیکا تھا کہ اس سمت میں فائز ہو اور میں اندازہ لگا کوئی کوئی بھی ہے مسلک ہے یا غیر مسلک۔"

"تجربہ کاری کی بات ہے۔" فرائے بولا۔

"صرف ذہانت کئے۔ آج زندگی میں دوسری بار یو اور استعمال کیا ہے۔"

"فی الحال اسے تسلیم کئے لیتے ہیں۔" عمران نے فرائے کی طرف دیکھ کر بائیں آکھ دبائی اور

اک سے بولا۔ ”آپ تو دوسری طرح بھی ان کی صداقت کا امتحان لے سکتے ہیں۔ ساکاوا کے لیے آپ کے ذہن میں بہت سارے سوال ہیں۔“

”ہاں... ہاں... میں دیکھتا ہوں۔“ اس نے پالی موگا کو گھرتے ہوئے کہا۔ ”غیر ملکیوں کے داخلے پر پابندی کیوں لگائی گئی ہے۔“

”ساکاوا کی حرکت ہے۔ ہر مجھی نے داخلی امور میں دخن دینا چھوڑ دیا ہے۔“

”چکر کیا ہے؟“ عمران ہاتھ پنجا کر بولا۔

”میں نے جزیرے میں اسی طویل کہانی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ساکاوا کے بر سر اقتدار آئے سے کچھ پہلے کی بات ہے کہ موکارو کے ایک غیر آباد اور پہاڑی حصے پر دھنڈ چھانی شروع ہوئی اور اس نے ایک بڑے علاقے کو پانی پیٹ میں لے لی۔ دھنڈا تھی گہری ہے کہ دوسری طرف نہیں دیکھا جاسکتا۔ ساکاوا بر سر اقتدار آیا تو اس نے مختلف ممالک کے سامنے اکٹھے کئے کہ وہ اس دھنڈ کے اسباب کا پتا لگائیں اور اس خطرے کے امکان کا بھی جائزہ لیں کہ کہیں وہ پورے جزیرے پر تو مسلط نہیں ہو جائے گی۔“

”کیا یہ بھی درست ہے کہ کوئی اس دھنڈ سے گذر نہیں سکتا؟“ فرماں نے پوچھا۔

”اس کے بارے میں نہ بتاسکوں گا۔ میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سن۔ اور پھر اس دھنڈ سے گزرے گا کون۔ وہاں تو پھر ہے۔ اسے منوعہ علاقہ قرار دے دیا گیا ہے۔ ہر وقت فوجی دست گشت کرتے ہیں۔ کوئی اوہر جانے ہی نہیں پاتا۔“

”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ غیر ملکیوں کے داخلے پر پابندی کیوں لگائی گئی ہے؟“

”وہی عرض کرنے والا تھا۔ ساکاوا نے ہر مجھی کو یہ بادر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ دھنڈ کوئی کار آمد چیز ہے۔ اس نے اس کاراز باہر نہ جانا چاہئے۔ اپنے طور پر باہر کے سامنے انوں کو بلو کر ریڑج کر رہا ہے۔ شاید اسی لیے وہ پرانی ہر بندہ کے لیے اتنا پر تشویش نظر آ رہا ہے۔“

”ہر بندہ سے کیا مطلب؟“

”روایتی قانون کے مطابق پرانی ہر بندہ کے ہمراہیوں کو موکارو کے ساحل پر قدم رکھنے سے روکا نہیں جاسکے گا۔ کیا یہ حقیقت ہے موسیو کہ آپ نے کسی بھاری رقم کے عوض پرانی کو شاہ بنا کا کے حوالے کر دیا ہے۔“

”بکواس ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ البتہ ساکاوا سے لگنگ چانگ کا جھگڑا ہو گیا ہے۔ اور لگنگ چانگ نے دھمکی دی ہے کہ وہ ساکاوا کو مار ڈائے گا۔ اس لیے اس کے نائب اول زیادی فرماں کا فرض ہے کہ وہ ساکاوا کو نہ کھلانے لگا گے۔“

”اس نیک کام کے لیے اگر میری زندگی بھی درکار ہو تو حاضر کر دوں گا۔ موسیو فرما۔“ ساکاوا موکارو کو تباہی کی جانب لے جاتا ہے۔

”میں دیکھوں گا کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔“ فرماں نے کہا اور عمران سے بولا۔ ”فی الحال پالی کو اپنے کیپین میں رکھو۔ ام نینی لی کے ساتھ رہے گی۔“

”بہتر جناب۔“

وہ پالی موگا کو اپنے کیپین میں لایا اور اسے سلیمان دیتا ہے۔

”ویسے موسیو پالی۔ تمہارے ساکاوا نے اچھا نہیں کیا۔ لگنگ چانگ اتنا طاقتور ہے کہ بھر اکاہل کے کسی بھی جزیرے کی حکومت کے پرچے ادا سکتا ہے۔“ اس نے کہا۔

”اسی لیے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اب موکارو ساکاوا کے وجود سے ضرور پاک ہو جائے گا۔“ پالی نے خوش ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن موکارو کے ساحل پر قدم رکھنے بغیر یہ کیوں نہ ممکن ہو گا۔“

”چنانوں والے ساحل کے علاوہ اور سارے ساحلوں کی باقاعدہ حفاظت اور نگرانی کی جاتی ہے۔“

”کیا وہ چنانیں قطعی طور پر ناقابل عبور ہیں؟“

”ظاہر یہی سمجھا جاتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہیں ایسا رخ نہ موجود ہی ہو جس کے ذریعے وہاں کسی رسانی ممکن ہو جائے۔“

کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ خاموش ہو گئے۔ عمران نے دروازہ کھولا۔ سامنے جمکن کھڑا تھا۔

”مینڈاک نے یاد فرمایا ہے۔ میں یہیں رک کر قیدی کی نگرانی کروں گا۔“ جیسے نے بڑے ارب سے کہا۔

”اچھا...“ عمران اسے دیں چھوڑ کر فرماں کے کیپین کی طرف چل پڑا۔ کیپین کا دروازہ کھلا۔

فرگ اسے بے اختباری سے دیکھے جا رہا تھا۔ وفتاٹھ کر اندر کام کے قریب گیا اور بولا۔ ”لیں ہاروے۔“

”حاضر بہاس۔“ دوسری طرف سے چیلتی سی آواز آئی۔

”وہیں بیٹھے بیٹھے وہ گیت سنادے جس میں ایک گیدڑ شیر کے سامنے لاف گذاف کرتا ہے۔“

”سینے۔ میرے مالک....!“ دوسری طرف سے کہا گیا اور گیت شروع ہو گیا۔ عمران کے ہونٹوں پر شرات آمیز مکراہت تھی۔ گیت ختم ہوا تو فرگ نے کہا۔ ”لی۔ ام بینی کو بیچج دے اس کا الہ میرے قریب ہی موجود ہے۔“

”میرا موڈ خراب نہ کبھی یور آزر.... اس خوبصورت گیت کا تاثر کچھ دیر توہ، ہن پر باقی رہنے بیچجے۔“

”کیا وہ تمہیں اچھی نہیں لگتی۔“

”اس حد تک نہیں کہ میں اس کا الہ کہلانا پسند کروں۔“

”میں اسے واپس تو لے نہیں سکتا۔“

”دو چار اور بخش دیجئے۔ پھر سوچوں گا مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”وہ سور ہی ہے کہنے تو جاؤں۔“ اندر کام سے آواز آئی۔

عمران نے بے بی سے فرگ کی طرف دیکھا۔ فرگ نہیں پڑا اور بولا۔ ”سو نے دو....! پھر عمران کی طرف مڑ کر کہا۔ ”تمہارے چہرے پر بر سے والی تیکی بعض اوقات مجھے رحم کھانے پر بجبور کر دیتی ہے۔“

”اس پر رحم کھانا ہی چاہئے یور آزر جو باپ کی موجودگی میں ستم ہو جائے۔“

”اگر تم اپنے غوط خور بھی ثابت ہوئے تو میں تمہیں اپنا بینا بنا لوں گا۔“

”ابھی اور اسی وقت.... گیس سلنڈر اور ماسک کے بغیر مظاہرہ کروں گا۔“

”خوشی دیر بعد وہ عرش پر نکل آئے۔ عمران کے جسم پر غوط خوری کا بس تھا۔ لیکن اس نے کچھ گیس اور سلنڈر نہیں باندھے تھے۔ آنکھوں پر صرف یونک تھی۔“

تھا۔ فرگ سامنے ہی آرام کر سی پر نیم درازد کھائی دیا۔ اس نے کری کی طرف اشارہ کیا تھا۔ عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔

”موکارو کے کسی باشندے پر بھی اعتماد نہ کرنا۔“ فرگ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تمہیں اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔“

”میں غافل نہیں رہتا یور آزر۔“

”ہو سکتا ہے وہ ساکا دا سے دشمنی ہی کر کے بھاگا ہو۔ لیکن میری گردن کاٹ کر سر خود می حاصل کرنے کا موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دے گا۔ اس پر قطعی ظاہر نہ ہونے دینا کہ ہر بندہ ہمارے ساتھ ہے۔ اسے مادری پر یہ سیست ہی بنا رہے ہے دو۔“

”بہت بہتر....!“

”اور سنو۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ پالی موکا کو بیہوش کر سکے اس پر بھی کسی پادری ہی کا میک آپ کر دیا جائے اور اسے مسلسل بیہوش رکھا جائے۔“

”آپ واقعی حیثیں میں۔“

”اور اب ہم کھلے سمندر ہی میں بہتر مواقع کے منتظر ہیں گے۔“

”میں اس مسئلے پر آپ سے متفق نہیں ہوں۔“

”کیوں؟“

”بہر حال آس پاس کوئی پناہ گاہ اشد ضروری ہے یا پھر مجھے ایک چھوٹی کشتی دیجئے۔ اور غوط غوری کا لباس مع گیس سلنڈر.... میں خود ہی وہ شکاف تلاش کرلوں گا۔“

”تم تلاش کرلو گے؟“ فرگ کا لبچ چڑانے کا ساتھا۔

عمران نے سر کو اشتابی جنمیش دی۔

”غوط خوری آسان کام نہیں ہے۔“

”ابھی تک تو کوئی مشکل کام میری نظر سے نہیں گزرا یور آزر۔“

”لائق پر میرے علاوہ ایک بھی غوط خور نہیں ہے۔“

”تب تو یہ کام اور بھی آسان ہو جائے گا۔ آپ نارچ سنبھالنے گا اور میرے دونوں ہاتھ جدوجہد کے لیے آزاد ہوں گے۔“

دیا گیا۔ وہ رسم پکڑ کا تھا۔
لانچ پر پہنچ کر اس نے کیپٹن کی طرف ہاتھ بلاتے ہوئے کہا۔ ”کہو دوست کیسی رہی یہ دوڑ۔
میں تو سوچ رہا تھا کہ تم فرمان تیز کر دو گے۔“

”یہی بہت بڑی بات ہے۔ موسیٰ عمران!“ کیپٹن نے آگے بڑھ کر گرجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

پھر عمران فرماں کی طرف مڑ کر کسی قدر جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

فرماں خاموش تھا۔ بے حس و حرکت کھڑا عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔ آنکھوں میں کسی قدم کا بھی کوئی تاثر نہیں تھا۔ یک سبک وہ اپنے کیمین کی طرف مڑ گیا۔ پھر انہوں نے کیمین کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تھی۔

عمران اور ام بینی نے حرمت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ آگے بڑھ آئی اور آہستہ سے بولی۔ ”آخر تم پر یہ دیوانگی کے دورے کیوں پڑتے ہیں۔ کیا اس سے شرط ہوئی تھی؟“

”نہیں تو.... میں ہی اسے غوطہ خوری کے کمالات دکھا رہا تھا۔“
”وہ خود بھی بہت اچھا غوطہ خور ہے۔“

”مینڈک ہی ٹھہرا.....!“

”وہ تمہاری موت کا خواہاں ہے۔ کسی نہ کسی طرح مارڈا لانا چاہتا ہے۔“
”دیکھا جائے گا۔“



سالکا و اشائی محل میں داخل ہوا۔ اس نے بڑی احتیاط سے ایک سوٹ کیس اٹھا رکھا تھا۔
خالانکہ باذی گارڈز ساتھ تھے۔ لیکن اس سوٹ کیس میں نہ جانے کیا تھا کہ اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھنے کو ترجیح دی تھی۔
باڈشاہ کے پاس اس وقت دو جلپانی لڑکیاں موجود تھیں اور وہ عالم سرخوشی میں سخرہ پن پر اتر آیا تھا۔

سالکا وے کمرے کے دروازے پر رک کر اپنی آمد کا اعلان خود ہی کیا۔
باڈشاہ چونکہ کے پر بڑے دنوں لگا اور دونوں لڑکیاں پر دے کے پیچھے چلی گئیں۔

”میں پھر کہتا ہوں یہ تو فی نہ کرو، گیس سلنڈر اور ماسک لے لو۔“ فرماں نے کہا۔
”ان کی موجودگی میں تو پچھے بھی غوطہ خوری کے کمالات دکھا سکتے ہیں۔ اور پھر یہی دوڑ تو آپ کی لانچ کے ساتھ ہو گی۔“

”تم پاگل ہو گئے ہو!“ فرماں سے پر تشویش نظروں سے دیکھا ہوا بولا۔
اس ہنگامے میں ام بینی بھی بیدار ہو کر عرش پر نکل آئی تھی۔ اس نے عمران کو حرمت سے دیکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

”یہ کیا ہوئے جا رہا ہے؟“
”تیر اسی کا مقابلہ.....“ فرماں غرایا۔ ”لانچ سے آگے نکل جانے کا دعویٰ کر رہا ہے۔“
پھر قبل اس کے ام بینی کچھ کہتی۔ عمران نے لانچ کے مقابلہ سمت میں چھلانگ لگادی۔

”نہیں۔“ ام بینی حلق کے بل چھپی تھی۔
عمران کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ایک بار بھی سٹھپ پر ابھرتا ہوا نہ دیکھا گیا۔ پانچ منٹ گزر گئے۔ ام بینی کسی بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ فرماں بھی خاموش تھا۔ دوسرے لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے۔

دفعہ ظفر الملک نے قہقهہ لگایا۔ وہ سب چونک کر اس کی طرف مڑے۔
”وہ دیکھو!“ اس نے ایک جانب اشارہ کیا۔ وہ سب تو لانچ کے پیچھے ہی تلاش کر رہے تھے۔
لیکن عمران! وہ لانچ سے کئی گز آگے جا رہا تھا۔

”واہ....واہ.... شبابا۔“ فرماں پچوں کی طرح تالیاں بجا تا ہوا چینا۔
”چچ تو میرا بیٹا ہے.... تم سب دیکھو۔ میں نے اسے بیٹا بیا ہے۔ آج سے تم سب اس کا احترام کرو گے.... اب بس کرو۔ نور نظر.... واپس آ جاؤ.... اے کیپٹن رسہ چھکو۔“
لیکن عمران نے پھر غوطہ لگایا اور نظروں سے او جھل ہو گیا۔
”ضدی بھی ہے لمخت۔“ فرماں رامیں پیتا ہوا بولا۔

”اوہ.... کیا بے کڈوب گیا۔“ ام بینی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔
تمن چار منٹ بعد وہ پھر ابھر۔ اب بھی وہ لانچ سے آگے ہی جا رہا تھا۔ فرماں پھر چینے لگا۔
ساتھ ہی رسہ بھی پھیکا گیا تھا۔ عمران پلٹ پڑا۔ لانچ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ پھر انہیں بند کر

”میں اسی دن کا مختصر تھا یور مجھتی۔ اس مظاہرے کے بعد کھل کر گفتگو کر سکوں گا۔“

”بول کیا کہتا ہے۔ ہم نے ہمیشہ تجھ پر اعتماد کیا ہے۔“

ساکاوانے میں کی ایک چرخی کو گرد و سر دی اور دھوئیں کی لکیر کسی ڈورہی کی طرح یچھے بُتی ہوئی میں داخل ہو کر نظر وہ سے او جھل ہو گئی۔

”میں نے غیر ملکیوں کے داخلے پر اسی لیے پابندی لگوائی تھی کہ خاموشی سے اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ لیکن فرانس کے محلہ سراغر سانی کو شاید اس کی سن گن مل گئی ہے۔“

”کیوں؟“ تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو۔“

”یور مجھتی! آپ کا یہ خادم دور تک نظر رکھنے کا عادی ہے۔ موکارو کا محلہ کار خاص اپنی کار کردگی میں دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کے معیار سے کم تر نہیں ہے۔“

”مجھے یقین ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔“

”پرنس ہربنڈا کو فرانس کے محلہ کار خاص نے تلاش کیا ہے۔ مجھ اس لیے کہ پرنس کے ساتھ فرانس کے ابجٹ بھی موکارو میں داخل ہو سکیں۔“

”اوہ....“ بادشاہ کی آنکھیں حرمت سے بچیں گئیں۔

”میری معلومات کے مطابق پرنس ابھی تک بکانا وہ اپس نہیں پہنچے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ لگ چاگن تیزیم بھی اس سازش میں ملوث ہے۔“

”اس خبر سے ہم تشویش میں بتلا ہو گئے ہیں۔“

”کیسی تشویش یور مجھتی؟“

”ہربنڈا موکارو پر حق رکھتا ہے.... اور یہ حق مقدس ہے.... اس کے ہمراہیوں کو بھی نہیں روکا جا سکتا۔“

”غلام کی زندگی دو کوڑی کی ہو گی اگر اس کا آقادیر یک کسی تشویش میں بتا رہ جائے۔“

”تو کہنا کیا چاہتا ہے؟“

”آپ کی یہ تشویش ہے۔ آسانی رفع ہو جائے گی۔“

”وہ کس طرح؟“

”پرنس ایک شرط کے ساتھ موکارو کے ساحل پر قدم رکھ سکیں گے۔“

”اب ہم تیری آمد پر پابندی لگا میں گے ساکاوا۔“ بادشاہ نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”آپ مالک ہیں یور مجھتی۔ لیکن ابھی آپ مجھے معاف کر دیں۔“

”کیا کہنا چاہتا ہے؟“

”اپنی محنت کا پھل نذر کرنے آیا ہوں۔ یور مجھتی۔“

”اوہ۔ تو کیا ہد دھندا کار آمد ثابت ہوئی؟“

”بہت زیادہ یور مجھتی۔ اب یہ معمولی ساجزیرہ دنیا کے نقشے پر ایک بہت بڑی طاقت بن کر ابھرے گا۔“

”اچھا....!“

”فی الحال مختصر پیانے پر ایک مظاہرہ پیش خدمت ہے۔“ اس نے سوٹ کس کو قائم پر رکھتے ہوئے کہا۔

با میں جانب ریڈ یوگرام رکھا ہوا تھا اس نے آگے بڑھ کر اس کا پلگ نکال دیا۔ بادشاہ جرت سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

”یور مجھتی! میں نے اس کا برقبی رابطہ منقطع کر دیا ہے، لیکن یہ بولے گا۔ کہاں کے پروگرام پیش کروں؟“

”سُذنی...!“ بادشاہ نے گزری دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس وقت یہاں پاپ میوزک ہو رہا ہو گا۔“ ساکاوانے سوٹ کیس کھول کر ایک چھوٹی سی میشین نکالی۔ اور ریڈ یو کا سوچ آن کر کے سُذنی نکالی۔ پھر یچھے پٹا ہوا بولا۔ ”ملاحظ فرمائیے۔“

سوٹ کیس سے نکالی جانے والی میشین سینے تک اٹھا کر اس کا رخ ریڈ یوگرام کی طرف کر دیا۔ میشین سے دھوئیں کی باریک سی مجدد لکیر نکل کر ریڈ یو کے ڈائل کی طرف بڑھتی چلی گئی اور جیسے ہی ڈائل سے مس ہوئی فضا میں مو سیقی بکھرنے لگی۔

بادشاہ تیزی سے سوچ بورڈ کی طرف بڑھا۔ غالباً طمیان کرنا چاہتا تھا کہ بجلی کا کٹا شن، واقعی مقطع ہو چکا تھا نہیں۔ پلگ سوچ بورڈ سے نکلا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر یچھے دیکھا اور ہر طریق میشن ہو جانے کے بعد مضطربانہ انداز میں ساکاوا کی طرف بڑھا۔

”ساکاوا.... ساکاوا.... تو سچ یعنی بہت بڑا خیر خواہ ہے۔“

”اس جزیرے میں اس کی تلاش جاری ہے۔“

”کون سا جزیرہ ہے؟“

”قبروں والا۔“ پولیس چیف نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”لیکن ابھی تک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ پالی موگا کنگ چانگ تیزم سے تعلق رکھتا ہے۔“

”اے تلاش کرو۔“ ساکا وانے تلخ لبجھ میں کہا۔ ”اگر وہ نہ ملا تو اپنی خیریت نہ سمجھو۔“

”ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں یور آئر۔“ پولیس چیف نے خوفزدہ لبجھ میں کہا۔

”کتنی کشتوں کی تلاشی لی گئی ہے۔“

”چوالیس یور آئر۔ لیکن ہماری دو کشتوں سے رابطہ نہیں ہو سکا۔“

”کیا مطلب؟“

”انہوں نے ابھی تک کوئی روپورٹ نہیں دی۔ اور ان کی طرف سے کوئی جواب مل رہا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔“

ساکا وا کے چہرے پر تشویش کے بادل چھا گئے۔ وہ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”ان چوالیس میں سے کتنی فرانس سے تعلق رکھتی تھیں؟“

”ایک بھی نہیں۔ وہیا تو آسٹریلیا سے تعلق رکھتی تھیں یا نیوزی لینڈ سے۔“

”کیا ثبوت ہے کہ آسٹریلیا یا نیوزی لینڈ ہی سے تعلق رکھتی تھی۔ کیا ان کے کاغذات بھی دیکھے گئے ہیں۔“

”صرف اپنی سمندری حدود میں ہم کاغذات کا مطالبہ کرنے کے مجاز ہیں۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اکثریت کے کاغذات نہیں دیکھے جائے۔“

”جی....!“ پولیس چیف نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”اور اپنی سمندری حدود کے باہر تلاشیاں بھی نہیں لے سکتے لیکن ہم اس میں بھی کامیاب رہے ہیں۔“

”وہ کس طرح؟“ ساکا وا سیدھا ہو کر پیٹھ گیا۔

”کھلے سمندر میں ہماری کشتوں سے کنگ چانگ کا غرہ بلند کیا جاتا ہے اور ہر اس پھیلا کر تلاشیاں لی جاتی ہیں۔“

”دفعہ ساکا والا چھل کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔“ تمہیں کس نے مشورہ

”شہر طی...؟“

”یور میجنی۔ آپ پرنس کے بزرگ ہیں۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ انہیں فہماش کریں۔ آپ شرط رکھ سکتے ہیں کہ پرنس اپنے باپ سے معافی مانگے بغیر موکارو میں نہیں داخل ہو سکیں گے۔“

”اوہ.... بہت خوب!“ بادشاہ دفترا کھل اٹھا۔ ”تو یہ بچ داشتماند ہے۔“

”اور اگر وہ پرنس ہی ہیں تو اپنے باپ سے ہرگز معافی نہ مانگیں گے۔“

”باں۔ وہ ایسا ہی ضدی ہے۔ پہلے بھی تو اس نے معافی نہیں مانگی تھی۔ بکانا سے چلا گیا تھا.... ساکا وا تو ہمارا درست راست ہے ہماری طرف سے اجازت ہے جیسا بیان چاہے ہم سے منسوب کر دے۔“

”آپ نے غلام کو ایک بڑی الجھن سے نجات دادی۔“

”تو اگر یہ ساری باتیں ہمیں پہلے ہی بتا دیتا تو ہم مخالفت تو نہ کرتے۔“

”نہیں یور میجنی۔ میرے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اپنی کارکردگی کا۔“

”ہمیں تجھ پر اعتماد ہے۔“

”لیکن شاہی خاندان کے دوسرا افراد مجھے پسند نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ میں موکارو کو باہمی کی طرف لے جا رہا ہوں۔“

”وہ سب نہیں ہیں۔ ہم اگر حمدلہ ہوتے تو ان کی زندگیاں دشوار ہو جاتیں۔“

”رحمی صرف درویشوں کو زیب دیتی ہے۔ جادو جلال بادشاہوں کے زیور ہیں۔“

”بہت خوب۔ اتیر اکلام ہمیں پسند آیا۔“

”اب اجازت چاہوں گا۔“

”اجازت ہے۔ آج ہم سکون سے سو سکیں گے۔“

ساکا وا نے واپسی پر اپنے دفاتر کا رخ کیا۔ پولیس چیف شاید پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا۔

”کیا خبر ہے....؟“

”وہ کشتی ایک دیران جزیرے کے ساحل پر مل گئی ہے جس پر پالی موگا فرار ہوا تھا۔“

”اور پالی موگا....؟“

دیا تھا کہ ایسا کرو۔ ”وہ چیز کر بولا۔

”مم... میری اپنی اسکیم یور آنر... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔“

”اپنی سمندری حدود کے باہر تلاشیاں ہی کیوں لی گئیں؟“

پولیس چیف پچھے نہ بولا۔

سماکا و اپھر بینھنے گیا۔ لیکن قہر آلو نظروں سے پولیس چیف کو گھوڑے جا رہا تھا۔

”ان دونوں کشتیوں میں کتنے آدمی سوار تھے جن سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔“ سماکا و انہیں پکھے دیر بعد سوال کیا۔

”چالیس آدمی...!“

”تم چالیس آدمیوں کے قاتل ہو۔“ سماکا و امیز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔

”نن... نہیں...!“ پولیس چیف ہکلا کر رہ گیا۔

اس دوران میں سماکا و اکاہاتھ میز کی دراز میں ریگ کیا تھا۔

”تمہارا تقریر شہزادہ باغے سوئی کی سفارش پر ہوا تھا۔“

”جی ہاں... یور آنر...“

”وہ اول درجے کا گدھا ہے۔“

”یور آنر...“ پولیس چیف اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کا ہاتھ ہو لشتر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ سماکا و اکے بے آواز پستول سے شعلہ نکل کر پولیس چیف کی پیشانی میں پیوسٹ ہو گیا۔

اس کی لاش فرش پر پڑی تھی۔ اور سماکا و اون کار ریسیور ہاتھ میں لیے بادشاہ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”اب کیا ہے؟“ دوسری طرف سے بادشاہ کی غصیلی آواز آئی۔

”پولیس چیف بورا کو... کنگ چانگ کا آدمی ہے۔“

”اچھا تو پھر...؟“ بادشاہ کی آواز آئی۔

”میں نے اسے گولی مار دی۔“

”بہت اچھا کیا۔ اس کی لاش سمندر میں پھینکوادو۔ تاکہ کنگ چانگ سے جا ملے۔“ اور اب خلل انداز نہ ہوتا۔ تمہارے ملک کی دلاؤیز عورتیں اس وقت ہمیں نئی دنیا اس کی سیر کر رہی

ہیں۔“

”ایک بات اور یور مجھنی۔“

”کو جلدی سے!“

”میں اپنے اسٹرنٹ کو پولیس چیف بنارہا ہوں۔“

”بنا دو! ہم صحیح فرمان جاری کر دیں گے۔“ بادشاہ نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

سماکا و انہیں بھی ریسیور رکھ کر پھر اٹھایا اور کسی اور کے نمبر ڈائل کئے۔

”سانو....!“ اس نے ماڈ تھہ پیس میں کہا۔ ”فوراً میرے آفس میں پہنچو۔“

ریسیور رکھ کر وہ پولیس چیف کی لاش کو گھوڑے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک جلپائی دفتر میں داخل ہوا اور پھر اس لاش پر نظر پڑتے ہی کنی قدم پہنچے ہٹ گیا۔

”سیدھا کھڑا رہ...“ سماکا و انہیں آگیا۔

وہ ارث ہو گیا۔

”پولیس چیف کے عہدے پر تیرا تقریر کیا گیا ہے۔ اس لاش کو سمند میں پھینکوادے۔“

”اوے کے... یور آنر...“

”جو کشتیاں تلاشیوں کے لیے گشت کر رہی ہیں انہیں واپس بولا لے۔“

”بہت بہتر جناب!“

”اور اب صرف موکارو کے ساحلوں کی نگرانی ہو گی۔“

”بہت بہتر جناب!“

”جاوے...!“

”وہ تعطیں جھکا اوز باہر نکل گیا۔“



پالی موگا جوزف کے کیبن میں بے ہوش پڑا تھا۔ لیکن اب پالی موگا کی حیثیت سے اس کی شاخت مشکل تھی۔ عمران نے اسے بھی مادری بنا دیا تھا اور فرائگ کسی قسم کے انگشن کی مدد سے

اس کی بیہو شی کی مدت میں اضافہ کرنا تھا تھا۔
اس وقت عمران بھی جوزف ہی کے کیبین میں تھا اور جوزف اس سے کہہ رہا تھا۔ ”یہ ناممکن
ہے باس... تمہیں تھا نہیں جانے دوں گا۔“

”تمہیں غوط خوری کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس لیے فی الحال میرے ساتھ نہیں جا سکو گے۔“
”بالکل اسی طرح تمہیں اوھر کے سمندروں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔“
”میں نے جغرافیہ تو پڑھا ہے۔“

”باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو بآس۔ میرے جیتے ہی تم تھا نہیں جا سکتے۔“
”میں پورے انتظام کے ساتھ آیا ہوں۔ زیرولینڈ کے ایجنٹوں سے ہتھیاریا ہوا بھتری ایسا
سامان میرے پاس موجود ہے جو میری اس ہمہ کو بڑی حد تک محفوظ بنادے گا۔“

”سمندر کے لیے کیا ہے؟“
”ان کا غوط خوری کا لباس اور وہ بستول جو صرف پانی ہی میں مار کر سکتا ہے اور مار بھی سکی۔
وہیں جیسی پہاڑی چھپلی کے پر پچھے اڑ جائیں۔ یہ چیزیں ریالی اور ذوالیہ والے چکر میں ہاتھ لگی
تھیں۔“

”اطینان نہیں ہوتا بآس۔ میں اپنے دل کو کیا کروں۔ جوزف مر جائے مگر تم زندہ رہو
باں۔“

”ابے تو کیا میں مر اجرا ہوں۔“

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دشک دی۔

”کون ہے؟“ عمران نے بلند آواز میں پوچھا۔

”مینڈک میاں آپ کو یاد فرمار ہے ہیں۔“ باہر سے جیسکی آواز آئی۔

”کیا بات ہے؟“

”مسٹر فراغ اپنے کیبین میں تشریف رکھتے ہیں۔ کچھ ذیر پلے عرش پر کھلے ہتھے۔“
عمران فراغ کے کیبین کی طرف چل پڑا۔ وہ اس وقت تھا تھا اور اس کے گلے میں درین
لکڑی تھی۔

”آؤ... آؤ...!“ وہ مسکرا کر بولا۔ ”ابھی ہم موکارو کے اسی ناقابل عبور ساحل کی طرف سے

گذریں گے۔ میں پھر گوریلے کی کھال پہننے جا رہا ہوں۔ تم عرش پر موجود رہنا۔ باس جانب۔“

”کیا ان کی کشتوں سے مدد بھیڑ ہو جانے کا امکان ہے؟“ ”عمران نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے.... لیکن تم فکر نہ کرو۔ اگر انہوں نے پھر کنگ چاگ کے نام کا نفرہ لگایا تو میں
انہیں تباہ کر دوں گا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ ہم گوریلائیوں ساتھ لیے پھر رہے ہیں۔“

”بہت دیر میں یہ سوال اخھایا تم نے۔“

”بھول گیا تھا۔“

”نیوزی لینڈ کے کسی چیزاگھر کے لیے خریدا گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

فراغ نے دور میں گلے سے اتار کر اس کے حوالے کی اور بولا۔ ”بے فکری سے جائزہ لے
سکتے ہو۔ میں ان سکھوں کو دیکھ لوں گا۔“

”بہت بہتر... یور آئز۔“

وہ عرش پر چلا آیا۔ جیسیں، ظفر الملک اور آم بینی وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ پتا نہیں وہ
کس قسم کی گفتگو کر رہے تھے کہ یک یہک خاموشی ہو گئے اور عمران نے ان کے چہروں پر کچھ اس
طرح کے تاثرات پائے جیسے گفتگو کا موضوع وہ خود ہی رہا ہو۔

”ہلو...!“ اس نے انہیں مخاطب کیا۔ آم بینی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

”کیا میرے سر پر سینگ کنک آئے ہیں۔“ عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

”تم شاید کبھی سنجیدہ نہ ہو سکو۔“ وہ بر اسمانہ بتا کر بولی۔

”کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔“

”میں تمہیں اس کا آکھ کار نہیں بننے دوں گی۔“

”اس طرح کنگ چاگ کی نافرمانی کرو گی۔“

”مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ میں تو تمہیں ان خطرات سے نکال کر کہیں دور لے جانا چاہتی
ہوں۔“

”چلے جائیے جتاب۔“ جیسکن نے مضمون اندماز میں مشورہ دیا۔

”گردن مرڑ کرپانی میں پھینک دوں گا۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا اور پھر ظفر سے بوار لے جاؤ اپنے مور چھل کو۔

ظفر اس کا بازو پکڑ کر وہاں سے ٹھیٹھ لے گیا۔ اشارہ سمجھ گیا تھا کہ عمران انہیں وہاں سے ہٹانا چاہتا ہے۔

”اب کھل کر بات کرو۔“ عمران نے ام نبی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے۔ اسے پرنس ہر بندہ کے موکارہ پہنچنے یا نہ پہنچنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔“

”محجہ بھی تو دیکھنا ہے کہ اس کے ذہن میں کیا ہے۔“

”بھی میرے ذہن کے بارے میں سوچا۔“

”تنت تھمارا ذہن..... میں نہیں سمجھا۔“

”تم بھی نہیں سمجھو گے۔“

”تو پھر بیکار ہے۔“ عمران مایوسی سے بولا۔

لائچ موکارہ کے سفلاخ ساحل سے بہت فاصلے پر تھی۔ عمران نے دور میں آنکھوں سے لگائی۔

اوپر اونچی چٹانیں دیواروں کی طرح سیدھی کھڑی تھیں۔ لیکن یہ کیا؟ فراغ نے تو بتایا تھا کہ اس ساحل کی گمراہی نہیں کی جاتی۔ پھر یہ کشتبیں۔ ادھر ان کشتبیوں کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ یہ تعداد میں پائچ تھیں اور ساحل سے لگی ہوئی چل رہی تھیں۔ اور یقینی طور پر مسلح کشتبیں تھیں۔ ان پر لگی ہوئی تمن اونچ دہانے کی توپیں دور میں سے صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔ دفتار اونچ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

”چلو.... چلو.... کیبن میں جاؤ۔“ عمران ام نبی کا بازو پکڑ کر بولا۔

”تم بھی چلو۔“

”میں فراغ کے پاس جا رہا ہوں۔“

”میں بھی وہیں چلتی ہوں۔“

”اس وقت میرے علاوہ اور کوئی اس کے کیبن میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔“

”یو تو ف آدمی تم خواہ مخواہ اتنے اہم نہیں بن بیٹھے ہو۔!“

”میں فربیانی کا بکراہی سنی..... پھر تمہیں کیا.....؟“

”جہنم میں جاؤ.....!“ اس نے کہا اور پیر پیشی ہوئی اپنے کیبن کی طرف چلی گئی۔ فراغ اُسی مال میں نظر آیا جس میں متوجہ تھا۔ گوریلے کی کھال پہنچنے میں دیڑھ ان اسکرین کے سامنے کھڑا تھا۔
تھا اور پانچوں کشتبیاں نہیں نہیں آئی پرندوں کی طرح سطح سمندر پر متھر نظر آرہی تھیں۔

”سلیخ کشتبیاں ہیں۔!“ عمران بولا۔ ”تم اونچ کے دہانے والی توپیں نصب ہیں۔!“

”لیکن حیرت ہے کہ ہمارا نوش نہیں لیا جا رہا۔!“ فراغ نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہو سکتا ہے..... آگے نکل جانے کے بعد تعاقب کیا جائے۔!“

”ٹھہر و..... اوہ ٹھہر و.....!“ فراغ نے طویل سا نس لی۔ ”ویسے میرا خیال ہے کہ ساکاوا کو عقل آگئی۔!

”میں نہیں سمجھا۔!“

”اگر وہ دونوں کشتبیاں نہ اٹی جاتیں تو سنگ چاگک کو بدنام کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔!“ عمران کچھ نہ بولا۔ دفتار اتر کام سے آواز آئی۔ ”ساحل سے دور رہنے کی ہدایت مل رہی ہے یور آئز.....!“

”یہ آواز کیپٹن کی تھی۔

”اچھا..... اچھا.....!“ فراغ اوپری آواز میں بولا۔ ”تم اسی ڈگری پر چلتے رہو۔!“ عمران کی نظر اسکرین پر جبی ہوئی تھی۔ موکارہ کا وہ ساحل غالب ہو چکا تھا اور اب صرف سمندر کی لمبیں تھیں۔

”ساحل سے دور رہنے کی وارنگ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اب کشتبیوں کی تلاشیاں نہیں لیں گے۔!“ فراغ بولا۔ ”صرف ساحلوں کی گمراہی کی جائے گی۔!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم ادھر سے کوئی کارروائی نہ کر سکیں گے۔!“ عمران نے نہ تو شویں لمحے میں کہا۔

”ظاہر ہے.....!“

”تو پھر....؟“

”پچھے بھی نہیں۔“ فراگ نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”خواہ مخواہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ کیا رکھا ہے ان باتوں میں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔!“

”ارے.... ارے.... آپ تو پھر صلح کل ہوئے جادے ہیں۔!“

”یہ بات نہیں ہے.... بھلا مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچنے گا۔!“

”ہم اپنی اسے مردگی کے خلاف سمجھتے ہیں کہ کسی سے انتقام لینے نکلیں اور دشوار یوں کا سامنا ہوتے ہی سختے ہو کر پھر گھر لوٹ جائیں۔“

فراگ چونکہ کرائے گھونے لگا۔ پھر جلائے ہوئے لبجھ میں بولا۔ ”آخر کوئی صورت بھی تو ہو۔ میں بادشاہوں کی طرح اعلان جنگ کر کے توڑ نہیں سکتا۔!“

”تدیر.... یور آزر.... تدیر.... میں پرنس کو موکارو پہنچانا چاہتا تھا لیکن اب اس مقصد کے تحت کام نہیں کر رہا۔!“

”تو پھر....؟“

”ہو سکتا ہے.....! موکارو یعنی چنانیت کے لئے کوئی بہت براخطرہ بن رہا ہو۔!“

”اوہ.... تمہیں کیا ہوا۔ تمہیں اس سے کیا سروکار.... ایک کالی شہزادی کے خادم ہو۔“

”اس کے باوجود بھی کہ فراگ دی گریٹ مجھے بینا بنا چکا ہے۔“

”اوہ.... میں اپنے الفاظ و ابیں لیتا ہوں۔“

”میں ساکا واسے آپ کی توہین کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ اب اور پچھے نہیں چاہتا اور یہ بھی سن لیجئے کہ اب پرنس کونہ بیکنا سے کوئی دچکپی رہی ہے اور نہ موکارو سے۔ وہ بھی اب صرف یہی دیکھنا چاہتا ہے کہ موکارو میں کیا ہو رہا ہے۔“

”مجھے سوچنے کی مہلت دو۔ عمران۔ ہماری تجارت کا انحصار انہی جزا پر ہے۔ اسے بھی ذہن میں رکھنا۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ ساکا واز نہ رہا تو نہ اب آپ کو پہنچنے والے گا اور نہ آپ کی تجارت کو۔“

”تم بہت عقائد بھی ہو۔ لیکن عقائدی کا دورہ بھی کبھی پڑتا ہے۔ تم ابھی تک میری کچھ میں نہیں آسکے۔“

”میرا صلی والا باپ بھی تھی کہتا ہے۔ لہذا اس چکر میں نہ پڑیے۔“
”میں ایک گھنٹے بعد تمہیں بتا سکوں گا کہ اب کیا کرتا چاہئے۔“
”فی الحال ہم کہاں جا رہے ہیں؟“
”کہیں بھی نہیں۔“
”کیوں نہ انہی ویران جزا کے آس پاس ہی رہیں۔“
”مناسب مشورہ ہے۔ میں کیپن کو ہدایات دوں گا۔“
”توب اتاریے یہ کھال....“
”ابھی نہیں! موکارو والوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر تعاقب نہیں کیا جاتا تو سمجھنا چاہئے کہ مالات بدل چکے ہیں۔“

شام ہوتے ہوئے وہ پھر انہی ویران جزیروں کی طرف جانکلے تھے۔ نہ ان کا تعاقب کیا گیا تھا اور نہ ہی تلاشی کی نوبت آئی تھی۔

فراگ نے عمران سے صرف ایک گھنٹے کی مہلت مانگی تھی۔ لیکن ابھی تک اسے اپنے فیملے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ کیبین سے باہر ہی نہیں نکلا تھا اور نہ کسی کو کیبین میں طلب کیا تھا۔ عمران نے بھی یہی مناسب سمجھا تھا کہ فی الحال اس سے الگ تھلک ہی رہے البتہ اسر و کر سے معلوم ہوا کہ فراگ کیبین ہی سے ہدایت دیتا رہا ہے اور اب اسی کے حکم کے مطابق وہ مغربی ساحل کا پچکر کاٹ کر اسی جگہ پہنچیں گے جہاں پہنچلی شام کو لانچ لٹکر انداز ہوئی تھی۔

”مغربی ساحل پر کسی کشتی کی تلاش ہے۔“ اسر و کر بولا۔
”اوہ....!“ عمران کو یک بیک یاد آگیا کہ پالی موگا نے اپنی کشتی کا ذکر کیا تھا۔ جسے اس نے غربی ساحل پر چھوڑا تھا۔ پورا ساحل دیکھ ڈالا گیا لیکن کوئی کشتی نہ دکھائی دی۔ اس کا بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پالی کی تلاش میں اس طرف آئے تھے اور کشتی لے گئے۔ بہر حال جزیرے میں کسی کسی موجودگی کی صورت میں وہاں کوئی کشتی ضرور دکھائی دیتی۔

لانچ جنوب کی طرف مڑ رہی تھی۔ فراگ عرشے پر دکھائی دیا۔ عمران جہاں تھا وہیں کھڑا۔ فراگ کی موجودگی سے اپنی لا علیٰ پوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار فراگ خود ہی اس کے قریب آپنچا۔

”کس سوچ میں ہو۔“ وہ آہستہ سے بولا اور عمران نے چوک کر میلگ کر چھوڑ دی۔
”لک... کچھ نہیں۔“

”تمہارے ہی مشورے پر عمل ہو رہا ہے۔ اب تو خوش ہو جاؤ۔“
”بہت بہت شکریہ۔ یور آزر۔“

سورج غروب ہونے سے پہلے ہی لامپ اسی جگہ لٹکر انداز ہو گئی۔ جہاں پچھلی شام کو ہوئی تھی۔ پالی موگا ہوش میں آرہا تھا کیونکہ مقررہ وقت پر اسے انجکشن نہیں دیا گیا تھا۔ عمران نے جوزف کو اس کین بن سے ہنادیا اور خود ٹھہرا رہا۔ فراغ کی تجویز تھی کہ وہ پالی موگا کا سمیت جزیرے میں اتریں گے۔ وہ انہیں کسی خاص جگہ پر لے جانا چاہتا تھا۔ عمران نے تفصیل معلوم کرنے سے مصلحتاً گری کیا۔ ویسے اس نے یہ ضرور کہا تھا کہ پالی موگا سے مزید گفتگو کیے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم انھاتا مناسب نہ ہو گا۔ لہذا اس وقت پالی موگا کے قریب اس کی موجودگی کی بھی وجہ تھی۔ پالی ہوش میں آتے ہی انھے بیٹھا اور جیپنی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”شاکد میں بہت زیادہ سویا ہوں۔“

”خاصی گہری نیزد تھی۔!“ عمران بولا۔ ”اس وقت بھی بیدار نہیں ہوئے تھے جب تمہارا حلینہ تبدیل کیا جا رہا تھا۔“

”حلیہ تبدیل کیا جا رہا تھا۔؟“ پالی نے حیرت سے کہا۔ ”میں نہیں سمجھا۔ موسیو۔“ عمران ہے میرا نام۔ تم اب خود کو پیچاں نہیں سکو گے۔ ”عمران نے اسے آئینہ تھما تے ہوئے کہا۔ آئینہ دیکھ کر وہ بلکل سی جیخ کے ساتھ انھے کھڑا ہوا تھا۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں خوفزدگی کے آثار دیکھے۔

”ڈر نہیں۔ یہ صرف میک اپ ہے۔“ اس نے زم لجھ میں کہا۔
”لیکن... کیوں؟“

”اس لیے کہ پیچانے نہ جاسکو۔“

”اوہ...!“ وہ طویل سائنس لے کر پھر بیٹھ گیا۔ عمران اسے تجسس آمیز نظروں سے دیکھ جا رہا تھا۔

”آخر تم نے چھپنے کے لیے اسی جزیرے کا اختیاب کیوں کیا تھا؟“ اس نے بالآخر پوچھا۔ پالی

فوجی طور پر جواب نہ دے سکا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”وقت کم ہے دوست۔“ عمران پکھ دیر بعد بولا۔

”میں اس سوال کا کیا جواب دوں جتاب۔ جبکہ میں نے یہ کسی سوچ پر سمجھے منصوبے کے تحت نہیں کیا تھا۔“

”تمہاری کشی اب مغربی ساحل پر موجود نہیں ہے۔“

”تب تو وہ اسے لے گئے ہوں گے۔ آپ لوگ میرے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہیں۔“
ورنہ ضرور مار لیا جاتا۔“

”اب ہم پھر مشرقی ساحل پر ٹھہرے ہیں۔“

”یہاں مت رکیے۔“ وہ جلدی سے بولا۔ ”وہ سمجھے جزیرے میں تلاش کر رہے ہوں گے۔“
ساکاوا کے کتنے خود مر جانے کی حد تک جدوجہد کرتے ہیں۔“

”ساحل پر کوئی کشی موجود نہیں ہے۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جناب! کشی واپس کر ادی ہو گی اور خود ٹھہر گئے ہوں گے۔“
موکادر میں مشہور ہے کہ یہ جزاڑنگ چانگ کی غیر قانونی سرگرمیوں کے مرکز ہیں۔“

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے لیکن پکھ بولا نہیں۔

پھر وہ فراغ کے پاس پہنچا تھا۔ پالی موگا کے شہباد کا ذکر کر رہا تھا کہ فراغ نے ایک ٹھہر پور قہقہہ لگایا۔

”پکھ دیر پہلے سمجھے مرد بنا رہے تھے اور اب خود۔“ وہ قہقہہ روک کر بولا۔ اور عمران کے چیزوں کی طرف ہاتھ انھا کر پھر بہنے لگا۔

”بھختی کی کوشی سمجھے یور آزر....!“

”کواس مت کرو۔ آج رات اس جزیرے میں جشن منائیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“ عمران کا انداز بھی چڑھانے والا تھا۔

اسے دیوائی ہی کہنا چاہئے کہ اس موقع پر فراغ کو فرزش کی سو جھی تھی۔ موکادر کے ساحل سے دس میل کے فاصلے پر ایک جشن ترتب دیا جا رہا تھا۔ تاریک اور دیرین جزیرے میں ہمیزی متعلقوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ فراغ اور اس کے ساتھیوں نے عجیب عجیب وضع

”نہیں.... ایہ تھا میرے ساتھ جائے گا۔“ فرماں سخت لمحہ میں بولا۔

”ہاں ہاں اور کیا۔“ عمران سر بلکر بولا۔ ”آخر تم میرا دم چھلا کیوں بننا چاہتی ہو۔“

ام بینی زیر اب کچھ بڑیا کر دہاں سے ہٹ گئی۔ فرماں ایک مشعل اٹھائے آگے بڑھا۔ عمران اس کے پیچھے چل رہا تھا میدان پار کر کے وہ جنگل میں داخل ہوئے۔

”سانپوں سے ہوشیار ہتا۔“ فرماں نے کہا۔

”میں ہوشیار ہوں یور آزر۔“

”میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں گا جہاں سے ہم موکاروں کے چنانوں والے ساصل تک بہ آسانی پہنچ سکیں گے۔“

”لیکن وہاں تو کشیاں گشت کر رہی ہیں۔“

میں اس سلسلے میں ذاتی طور پر کچھ نہ کر سکوں گا لیکن تمہارے لیے آسانیاں ضرور فراہم کروں گا۔“

”یہی بہت ہے یور آزر۔“

”کیا تم تھا جانا چاہتے ہو؟“

”چنانوں میں وہ شکاف تھا ہی تلاش کروں گا جس سے جزیرے میں پہنچنے کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔“

”تمہاری مرضی...!“

وہ آگے بڑھتے رہے.... ناہموار راستے پر چاروں طرف طرح طرح کی جہازیاں بکھری ہوئی تھیں۔ جنگل متعدد آوازوں سے گونج رہا تھا۔

دفعہ ایک نہوںی قیقهہ سنائی دیا اور فرماں اس طرح رک گیا جیسے کوئی مشین چلتے رکی ہو۔ قیقهہ پھر سنائی دیا اس بار آواز نبتاب قریب کی تھی۔

”لک.... کیا.... مم.... مطلب؟“ عمران نے فرماں کی خوفزدہی آواز سنی۔

”کوئی پاگل عورت نہیں رہی ہے شاید۔“ عمران بولا۔

”نن.... نہیں۔“

اس بار تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بالکل ان کے سروں پر نہیں ہو فرماں کے ہاتھوں سے

کے لباس پہننے تھے۔ پالی موگا بھی ان میں شامل تھا۔ یہ سب جلوس کی شکل چلے جا رہے تھے۔ جوزف عمران کے ساتھ چل رہا تھا۔ عربی میں اس سے بولا۔ ”یہ کیا شروع ہو گیا ہے مالک۔ تم ایک دیوانے کے تھے چڑھ گئے ہو۔“

”چپ چاپ دیکھتے رہو۔“

”لڑکیوں کو بھی لاجھ سے اتار لایا ہے اور میں یہاں سانپوں کی بو سونگھہ رہا ہوں.... اوہ ہو.... یہاں تو قبریں بھی موجود ہیں۔ اس دیران جزیرے میں۔“

مشعلوں کی روشنی میں متعدد نئی اور بہت پرانی پختہ قبریں نظر آئیں۔

”آخر ہم جا کہاں رہے ہیں؟“ ظفر الملک عمران کے قریب پہنچ کر بولا۔

”فی الحال میں کچھ نہیں جانتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک کھلے میدان میں آپنچھ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میدان خاص طور پر تیار کیا گیا ہو۔ کیونکہ اس کے چاروں اطراف میں گھنے جنگل تھے۔

فرماں سخت اٹھا کر چینا۔ ”ٹھہر جاؤ.... اور میں ٹھہرے رہو۔“

وہ سب رک گئے اور فرماں اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایت دینے لگا۔ ام بینی عمران کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

”میں کسی بڑے خطرے کی بو سونگھہ رہی ہوں۔“

”سو نگھے جاؤ۔“ عمران لاپرواہی سے بولا۔

”تم نہیں سمجھتے۔ یہ جزیرہ بدارواح کا مرکز ہے۔“

”میں نے سنا تھا کہ کنگ چاگ کی غیر قانونی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔“

”اگر وہ تمہیں۔ کہیں لے جانا چاہے تو ہر گز نہ جاتا۔“

”ہائیں.... تو کیا تم مجھے لڑکی سمجھتی ہو۔“

”فضل پاتیں مت کرو....!“

ٹھیک اسی وقت فرماں وہاں آپنچا اور ام بینی کا خدشہ حقیقت بن گیا۔ فرماں نے عمران سے

کہیں چلنے کو کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس بھیڑ سے الگ لے جا کر گفتگو کرنا چاہتا ہو۔

”میں بھی چلوں گی۔“ ام بینی بول اٹھی۔

مشعل چھوٹ پڑی۔ نہ صرف چھوٹ پڑی بلکہ زمین پر گرتے ہی بجھ بھی گئی۔
اندھیرا... گہر اندھیرا... ہاتھ کو ہاتھ نہیں بھائی دیتا تھا... عورت کا قبہ پھر سنائی۔
اور اس بار کسی عورت کا چکنڈار ہیوپلے ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا نظر آیا۔ خدوخال واضح نہیں تھے
لیکن وہ کوئی عورت ہی تھی۔

”بھھ... بھوت۔“ فراغ کی کپکپاتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔
”بھوت نہیں بھوتی یور آزر۔“ عمران نے پر سکون لجھے میں صحیح کی۔
”بھاگو...!“

”نہیں یور آزر۔“ عمران نے اس کا بازو مضبوطی سے کٹاتے ہوئے کہا۔
”پپ پاگل ہو گئے ہو۔“
”عورت سے ذرتا ہوں۔ لیکن بھوتی کا تو عاشق زار ہوں۔ بس کوئی مل جائے۔“
قبہ پھر سنائی دیا۔ فراغ عمران سے بازو چھڑانے کے لیے زور لگا رہا تھا۔ عمران نے آہستہ
سے کہا۔ ”میں تو چلا اس سے بغلکیر ہونے۔“
”بھاگو... پاگل نہ بنو۔“

”میں اپنے جذبات کا خون نہیں کر سکتا۔“ عمران نے کہا اور فراغ کا بازو چھوڑ کر بھوتی پر
بچپت پڑا۔ پہلی ہی چھلانگ میں دبوچ بیٹھا تھا۔ بھوتی کے حق سے ذری ڈری سی جھینیں نکلنے
لگیں۔

”چھوڑو... چھوڑو...!“ فراغ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ ”لی ہے“ اور پھر اس
کا جھینپا جھینپا قبہ فضامیں گونجا تھا۔

عمران لی کو کھینچتا ہوا اسی طرف چلا آیا جہاں پہلے کھڑا تھا۔
”یہ کیا نداق ہے یور آزر۔ اگر میرا دم نکل جاتا تو۔“ عمران نے شکوہ کیا۔
”تم بد معاشر ہو... خاموش رہو۔“ اس بار فراغ کے لجھے میں جھلاہٹ تھی۔ لی ہاروے
منمناتی ہوئی آواز میں عمران کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ اس کے دونوں بازوؤں میں خراشیں اور جہ
میں بھی چوٹیں آئی تھیں۔

”میں تو بھوتی سمجھا تھا۔“ عمران نے نرم لجھے میں کہا۔ ”ورنہ تم تو جانتی ہو کہ عورتوں سے
اور یہ لی ہاروے...؟“

کنڑا ہوں۔“

”وابس چل۔“ فراغ غایا۔ اس نے ایک چھوٹی سی نارچ روشن کی تھی اور واپسی کے لیے
آگے بڑھ گیا تھا۔

عمران لی ہاروے کا ہاتھ پکڑے چلتا رہا۔

”اس کا مطلب میری بھجھ میں نہیں آیا۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
”میں کچھ نہیں جانتی۔“ لی ہاروے ہانپتی ہوئی بولی۔ ”مجھ سے جو بچھ کہا گیا تھا میں نے کیا۔
لیکن تم تجھ بھت دلیر ہو کہیں تم ہی تو بھوت نہیں ہو۔“

”آزربیل فراغ ابھی تک میری بھجھ میں نہیں آسکے۔“

”بھی شکایت اسے تم سے ہے۔ شاید آج کسی بات پر تم نے اس کی مرداگی کو چیلنج کیا تھا۔“
”اوہ....!“ عمران نے طویل سانس لی۔

”کیا بات تھی؟“ لی ہارے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔ مجھے تو یاد بھی نہیں بھلا میں اس کی جرات کیسے کر سکتا ہوں۔“

”نہیں کوئی بات ضرور تھی۔ وہ اس وقت تمہیں خوفزدہ کر کے تمہارا مھنگلہ اڑانا چاہتا ہے۔
ایسے معاملات میں بالکل بچوں کا سازہ ہن رکھتا ہے۔ بد لے ضرور لے گا۔“

”مجھے کچھ بھی یاد نہیں ماموز مل۔“

وہ پھر دیں آپنے بچے جہاں سے چلے تھے۔ میدان میں جگہ جگہ الاڈروشن کر دیئے گئے تھے اور
کی چھولداریاں بھی نصب کی گئی تھیں۔ فراغ ایک ایک چھولداری میں چلا گیا۔ ام بینی دوڑتی ہوئی
ومر ان کی طرف آئی تھی۔ اسے دیکھ کر لی ہاروے وہاں سے ہٹک گئی۔

”لیا ہوں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ تمہارے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔“ وہ عمران کا بازو
پکڑ کر جھوڑتی ہوئی بولی۔

”میرا خیال ہے کہ تم ان دونوں گو بھی گوشت پا کر کھاتی رہی ہو۔“

”فضول باشم نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا۔“

”کچھ بھی نہیں۔ ہم دونوں ایک بہت ہی خاص مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے اور گئے تھے۔“

”اور یہ لی ہاروے...؟“

کوئی ایسا ہی معاملہ درپیش تھا کہ وہ تمہارا بہر نکل آیا تھا۔ یہیلی پیدا پر پہنچ کر وہ گاڑی سے اتر اور دوڑتا ہوا ایک خالی یہیلی کو پٹر پر جا پڑا۔ اور خود ہی اسے پائیٹ کرنے لگا۔ فضا میں بلند ہو کر وہ کسی قدر تر چھا ہوا اور جنگلوں کی طرف اڑتا جلا گیا۔

شہری آبادی بہت پیچھے رہ جانے کے بعد ساکا دا نے ڈیش بورڈ کا ایک سوچ آن کیا تھا۔ جس کی بناء پر یہیلی کو پٹر کے نچلے حصے میں گردش کرنے والی سرخ لایٹ روشن ہو گئی تھی۔ جنگل کا وہ حصہ روشن ہو جاتا جس پر سے یہیلی کو پٹر گزرتا۔ اسی طرح ساکا دا راستے کا تعین کرتا ہوا کسی ہاصلوں منزل کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ پھر دفتراً ایک جگہ اس نے یہیلی کو پٹر کا رخ موڑ دیا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو اسے اس دھنڈ سے گزرنا پڑتا جو دور تک چھائی ہوئی تھی۔ یہیلی کو پٹر دھنڈ سے کتر اک نکلا تھا۔ اور اب اس کا رخ ساٹلی چناؤں کی طرف تھا اس نے ٹرانسیمیٹر کے ماڈ تھے پیس میں کہا۔

”ہیلو..... یہیلی کنڑول نادر..... کنڑول نادر!“

”کون ہے؟“ ایسے فون سے آواز آئی۔

”ساکا دا..... راستہ د کھاؤ.....!“

دفتراً بہت دور ایک سرخ لائٹ گردش کرتی نظر آئی۔ شاید اسے فوری طور پر روشن کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے تو وہ نہیں دکھائی دی تھی۔

یہیلی کو پٹر اسی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر اس نے ایک جگہ لینڈ کیا تھا کچھ لوگ دوڑ کر یہیلی کو پٹر کے قریب پہنچ یہ سب جایا تھے۔ ساکا دا یہیلی کو پٹر سے اتر کر ان کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ ایک دو منزلہ عمارت میں داخل ہوئے جس کی تعمیر میں زیادہ تر لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ ”کیا قصہ ہے؟“ ساکا دا نے وہاں پہلے سے موجود ایک آدمی کو مخاطب کیا۔

”آبزرویٹری میں تشریف لے چلے ہنا۔“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ اب ساکا دا کے ساتھ صرف وہی آدمی تھا اور وہ اپنی منزل پر جانے کے لیے زینے طے کر رہے تھے۔ دوسرا کمرے میں پہنچ کر ہمراہی نے کہا۔

”قبروں والے جزیرے میں بہت سے آدمیوں کی موجودگی کا پتا چلا ہے۔“

سورج غروب ہونے سے قبل تک وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ ”ساکا دا پر تشویش لجھ میں بولا۔“ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ ”ہمراہی نے کہا اور انٹر کام کا سوچ آن کر کے بولا۔

”لی ہاروے۔!“ عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حرمت سے دہرا یا۔ ”مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ وہ بھی ساتھ تھی۔“

”اب تو کہنا پڑے گا کہ شاید تم میلنگن کا بھر تا بھی کھانے لگی ہو۔“ ”پچھتا گے عمران! اگر مجھے کسی بات سے بے خبر رکھا۔“ ”کوئی بات بھی تو ہو۔“

”میرا خیال ہے کہ لی ہاروے بھی بخش دی گئی ہے۔“

”بس خاموش رہو رہنے میں اب خود کو پیر بخش محسوس کرنے لگوں گا۔“

”پھر وہ کہاں سے تمہارے ساتھ ہوئی تھی۔ تم دونوں تو تھاگے تھے۔“

”میں نہیں جانتا وہ کہاں سے ساتھ ہوئی تھی۔ ہم تھاگے تھے اور تمہاں اپنی آئے تھے۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے اس چھولداری کی طرف بڑھ گیا جس میں فرماں داغ ہوا تھا۔



ساکا دا فون کا رسیور رکھ کر تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ باڑی گارڈز اس کے پیچھے بڑھے۔

”نہیں!“ وہ مڑ کر سخت لجھ میں بولا۔ ”تم لوگ میں نہ ہو۔“ وہ رک گئے اور وہ عمارت سے نکل کر ایک چھوٹی سے کار میں بیٹھ گیا۔ خود ہی ڈرانی کر رہا تھا۔ کار موکارو کے یہیلی پیدا کی طرف تیزی سے روانہ ہوئی تھی۔ ساکا دا کے سپاٹ چہرے پر اس وقت دبے دبے سے جوش کی علامات پائی جاتی تھیں۔ وہ باڑی گارڈز کے بغیر باہر نہیں نکلا تھا لیکن اس وقت اس نے انہیں ساتھ نہیں لیا تھا۔ شاید اسی لیے اس نے ایسی گاڑی بھی استعمال کی تھی کہ باہر پہنچانا جاسکے۔

موکارو کے اصل باشندے اس سے نفرت کرتے تھے۔ پولیس کے سربراہ کی حیثیت سے ایک عرصہ تک ان پر مسلط چلا آ رہا تھا کہ اچاک وزارت عظیمی بھی اس کے ہاتھ آگئی۔ جس کے بعد اس نے موکارو کو پولیس اسٹیٹ بنا دیا تھا۔ پندرہ سال کے پچھے کے لیے بھی شناخت نام ضروری قرار دے کر ”جکڑ بند“ کا نیاریکارہ قائم کیا تھا۔ بہر حال وہاں کے عوام اس کے دشمن تھے۔ اس لیے خواب گاہ کے دروازے پر بھی باڑی گارڈز کی موجودگی لازمی نہ ہے۔ مگر اس وقت

”آپ شیر... سوچ آن ٹو دیت آئی لیند۔“

یہ کرہ کسی کنڑوں روم کا منتظر پیش کر رہا تھا۔ چاروں طرف دیواروں کے قریب بھانت بھانت کی مشین رکھی نظر آرہی تھی۔

دفعتاً ایک مشین کی اسکرین روشن ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ دھندی پڑنے لگی تھی۔ پھر کئی جگہ سرخ نقطے نظر آئے۔ جن کے پاس بہت چھوٹے چھوٹے سیاہ نقطے متحرک دھائی دیتے تھے۔

”اوہو....!“ ساکا و اکی آواز میں تحریر تھا۔

”کیا خیال ہے جناب؟“ ہمراہی نے سوال کیا۔

”تمہارا خیال درست تھا۔ لیکن میری معلومات کے مطابق سورج غروب ہونے سے قبل تک جزریہ ویران تھا۔ ہوں.... ہوں۔ اچھی بات ہے میں دیکھتا ہوں۔“ وہ اپسی کے لیے مزکید پتلی منزل پر پہنچ کر اس نے ان لوگوں کو کچھ ہدایات دیں جو یہیلی پیدا سے یہاں تک اس کے ساتھ آئے تھے۔ دس منٹ بعد پھر اس کا یہیلی کو پڑھ موکارو کی شہری آبادی کی طرف پرواز کر رہا تھا۔



فراگ زمین پر اونڈھا پڑا تھا اور عمران اس کے قریب کھڑا سے آوازیں دے رہا تھا۔

”چلے جاؤ۔“ وہ سراہٹے بغیر غایا۔

”ارے تو کیا میں جانتا تھا کہ وہ لیلی ہاروے ہے۔“ عمران بھنا کر بولا۔

فراگ اٹھ بیٹھا کیرو سین کی مدھم روشنی میں اس کا چہرہ بڑا ذرا اوتالگ رہا تھا۔

”تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔“ فراگ بالآخر بولا۔

”ہاں ہاں میں الہوں پھر....؟“

”مجھ سے اس لمحے میں گفتگونہ کرو۔“

”جب آپ مجھ سے مذاق کر سکتے ہیں تو مجھے بھی کسی قدر حق دیجئے۔“

”تم میری برابری کرنے کی کوشش کرتے ہو۔“

”ہرگز نہیں۔“ عمران اپنے کان پکڑ کر بولا۔ ”مجھے تو آپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ ابھی تاکمل ہوں۔ لیکن یہاں اس وقت اس جزیرے میں جو آپ نے کھڑا کھپیلا یا ہے اس سے متفق نہیں ہوں۔“

”کیوں؟“

”جو لوگ اس حد تک ترقی یافتہ ہوں کہ کوٹ کے بین کو ٹرانسپر بنا دیں یا سمندر میں اچانک فولادی دیوار اٹھا کر آپ کو کشی سپت قید کر دیں اتنے حق نہیں ہو سکتے کہ دس میل بک بھی نظر رکھنے کی زحمت گوارانہ کریں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”لائچ پردا پس چلے! یہاں الاؤرڈش کر کے جشن منانا کسی طرح عالمی نہیں کی جاسکتی۔“

”میں ڈرپوک نہیں ہوں۔ یہاں اس جزیرے میں میر اکوئی بچھے نہیں بگاڑ سکتا۔“

”میں تو ڈرپوک ہوں۔“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

”جہنم میں جاؤ...!“

”نہیں آپ مجھے اور میرے ساتھیوں کو لائچ پر بھجواد بھجئے۔“

”میں نے منع تو نہیں کیا۔ ضرور جاؤ۔ اپنے ساتھیوں کو بھی لے جاؤ۔ اور ہاں۔ اب ام نبی کا شمار بھی تمہارے ہی ساتھیوں میں ہوتا ہے اسے ہرگز یہاں نہ چھوڑتا سب جانتے ہیں کہ میں اس سے دستبردار ہو چکا ہوں لہذا اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اسے بھی لے جاؤں گا۔“

”دوسری بات! مجھے قریب دینے کی کوشش نہ کرنا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”لائچ لے کر فرار نہ ہو جاتا۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لائچ پر عملہ بھی تو موجود ہے۔“

”میں تمہیں بھی اپنی طرح تاقابل اعتماد اور فتنہ پرداز سمجھتا ہوں۔“

”عزت افزائی کا شکریہ! اگر آپ جیسا دل بڑھانے والا مل جائے تو چھ ماہ میں ساری دنیا کو الٹ پلٹ کر رکھ دوں۔“

”بک چلے جاؤ... میرے کان نہ کھاؤ۔“

”اوے کے یور آئز۔“ وہ ایڑیوں پر گھوم کر چھولداری سے باہر نکل آیا۔

اب اسے لئی ہاروے کی تلاش تھی۔ وہ ایک الاؤ کے پاس مل گئی۔ عمران نے اسے الگ بلکہ

کہا۔ ”تمہارا وہ اندر ہیرے میں چکنے والا بس مجھے بہت پسند آیا۔ اگر رات بھر کے لیے مجھے دے، تو کیا برائی ہے۔“

”تم کے ذرا اوگے؟“

”ام بینی کو... تاکہ وہ یہاں اس دیرانے میں میرے قریب نہ آسکے۔“

”واقعی تم عجیب ہو۔ اگر وہ اتنی ہی ناپسند ہے تو کسی اور کو بخش دو۔“

”ناپسند نہیں ہے۔ صرف ذرگلتا ہے اس سے۔“

”بکواس نہ کرو۔ اچھا میں تمہیں وہ بس دے دوں گی۔ لیکن فرماں کونہ معلوم ہونے پائے۔“

”معلوم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

تلی ہاروے سے وہ بادا لے کر اس نے جوزف، ظفر، جیسن اور ام بینی کو اکٹھا کیا۔

انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ لائچ پر ہی رات بسر کریں گے تو ان کے چہرے کھل اٹھ۔ کیونکہ یہاں مچھروں نے بیحد پریشان کیا تھا۔ چلتے چلتے ایک بار پھر وہ فرماں کی چیزوں کی بیان داری میں داخل ہوا۔

”ایک عرض اور ہے یور آز۔“ اس نے مود بانہ کہا۔

”چلے جاؤ... میرا دماغ مت چاؤ۔“ فرماں جھلا کر بولا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ساری دنیا سے بیزار بیٹھا ہو۔

میں لائچ کو کھلے آسمان کے نیچے نہیں رکھوں گا۔ بلکہ اسے اس طرف لے جاؤں گا جہاں ایک چڑان سائیلان کی طرح چھائی ہوئی ہے۔“

”جودل چاہے کرو۔ میں فی الحال تہائی چاہتا ہوں۔“

”شکریہ یور آز۔“

لائچ تک پہنچنے میں انہیں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ عمران انہیں بتا رہا تھا کہ فرماں نے یہاں ڈیر اذان کی کیوں خلافی تھی۔

”وہ اس مہم سے منہ موڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی غیرت کو لکار دیا تھا۔ غیرت تو پلٹ آلی لیکن اس نے مجھے ذرپوک ثابت کر کے بیجا دکھانے کی خانانی۔“

”وہ ایسے معاملات میں پچوں کا سازہ ہن رکھتا ہے۔“ ام بینی بولی۔ ”لیکن وہ تمہیں کس طرح

نجاد کھانا چاہتا تھا۔“

”بیاتا ہوں! لیکن تم یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھو گی۔“ عمران نے کہا اور بھوتی والی کہانی دہرا کر بولا۔ ”اس طرح تم نے تلی ہاروے کو ہمارے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ ہم سے پہلے ہی جنگل میں پہنچائی جا چکی تھی۔“

”لیکن تم نے اس وقت تو مجھے جھلادیا تھا۔“ ام بینی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہ بتا چاہتا تو اب بھی نہ بتا۔ اس وقت مناسب نہیں سمجھا تھا۔“

”آپ خواہ نخواہ ان چکروں میں پڑے ہیں۔“ ظفر الملک نے کہا۔ ”لوگ مساوی اسٹریٹ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتے۔“

اس نے عمران کو اردو میں مخاطب کیا تھا۔

”جب تک خود کو بے بس نہ سمجھ لوں گا، ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔“ عمران نے بھی اردو میں ہی جواب دیا۔ ”ان سے الگ رہ کر میں اپنے طور پر کام کروں گا۔ کم از کم ان لوگوں کی دخل اندازی مجھے پسند نہ آئے گی۔ فرماں کی اور بات ہے اس سے مذاق کا رشتہ ہو گیا ہے۔“

”مذاق کا رشتہ....؟“ جیسن نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ اپنی محظوظ کو مجھے بخش کر بار بستی بن گیا ہے۔“

”فریخ میں یہی بات کہہ دیجئے تو مزا آجائے گا۔“

”ختم کرو یہ قصہ۔ لائچ کو کسی محفوظ مقام پر لے جانا ہے۔“ عمران نے کہا اور کیپن کے کین بن کی طرف بڑھ گیا۔

”تم لوگ اپنی زبان میں کیا باتیں کر رہے تھے؟“ ام بینی نے ظفر سے پوچھا۔

”یہی کہ تم بے حد خوبصورت ہو۔“ جیسن بول پڑا۔

”ریچھوں کی زبانی اپنے حسن کی تعریف سن کر مجھے خوشی نہیں ہوتی۔“

”حالانکہ ریچھوں کے بارے میں سن جاتا ہے کہ....“

”تم اپنی بکواس بند نہیں کرو گے۔“ ظفر نے سخت لہجے میں کہا۔

استے میں لائچ کا نجمن اشارث ہوا تھا اور وہ حرکت میں آگئی تھی۔

ام بینی اپنے کیپن کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ ظفر اور جیسن عرش پر ہی کھڑے رہے۔

دفعہ انہوں نے یہی کوپڑوں کی گزگراہت سنی۔

”میرا خیال ہے کہ استاد کا قول کریں نہیں ہوا۔“ ظفر بڑا لیا۔

”دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں عرش پر گونج لگیں اور لامبی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔“

”بھر جزیرے کی طرف سے دھماکے سائی دیئے۔“

”تیار ہو جاؤ!“ انہوں نے عمران کی آواز سنی۔

لامبی اس حصے میں داخل ہو رہی تھی جہاں اسے اب لنگر انداز ہونا تھا۔

”جوزف!“ عمران نے اوچی آواز میں کہا۔ ”میرے ساتھ صرف تم چلو گے۔“

”اوکے۔ باس۔“

دھماکوں کی آوازیں برابر آرہی تھیں۔ فراغ اور اس کے ساتھی غیر مسلح نہیں تھے۔ ان کے پاس اٹھیں گئیں تھیں۔

جوزف نے بڑی پھرتی سے لباس تبدیل کیا تھا۔ اور اٹھیں گن سنجھاں کر تیار ہو گیا تھا۔

”تم یہاں ٹھہر کر لامبی حفاظت کرو گے۔“ عمران نے ظفر اور جیمن سے کہا۔

ام بینی خاموش کھڑی تھی۔ دفعۂ عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ”کیا تمہارا جانا ضروری ہے۔“

عمران نے اس کا ہاتھ جھٹک کر ساحل پر چلا گیا۔ اس کے پیچھے جوزف بھی کو دیکھا۔

”لیکن باس اوہر کے راستے سے ہم واقع نہیں ہیں۔“ اس نے کہا۔

”کنارے کنارے اسی طرف دوڑ چلو۔ جہاں لامبی پہلے کھڑی تھی۔“ عمران بولا۔



عمران اور اس کے ساتھیوں کے رخصت ہو جانے کے بعد فراغ باہر نکلا تھا۔ گیتا اور بوگو کے نفعے فضائیں گونجنے لگے تھے۔ لی ہاروے رقص کر رہی تھی اور وہ سب طلق چھاڑ چھاڑ کر گا رہے تھے۔ اس سے پہلے اچھی خاصی شراب نوشی بھی ہوئی تھی۔

پالی موگا کو فراغ نے اشارے سے اپنے پاس ملا لیا۔

”یا تم بالکل تھا تھے۔“ اس نے اس سے سوال کیا۔

”نج... جی ہاں۔“

”متعقین میں کوئی بھی نہیں۔“

”بیوی بچپنے سال فوت ہو گئی تھی۔ ہم لاولد تھے۔“

”اب تم مکاروں میں قدم نہیں رکھ سکو گے... کیوں؟“

”ظاہر ہے جناب۔“

”لیکن اس صورت میں کیا ہو گا اگر تم پہچاں ہزارڈاٹ کے انعام کے مستحق ہو جاؤ۔“

”سماکاوا کے ہاتھوں مرنا تجویں۔ لیکن اس کے انعام کا تصور بھی میرے لیے توہین کا باعث ہو گا۔“

”ملکوں مزاجی میں تم موکاروں والے اپنا جواب نہیں رکھتے۔“

باتیں تک پہنچی تھی کہ وہ دونوں ہی چونک پڑے۔

”یہی... کوپڑے... پالی موگا ہمکایا۔“

یہی کوپڑوں کے انہیں چنگھاڑتے ہوئے فضائے سکون کو درہم برہم کر رہے تھے۔

فراغ نے دونوں ہاتھ ہلا کر اپنے آذیوں کو کچھ اشارہ کیا اور وہ دوڑتے ہوئے باہمیں جانب

والی جہاڑیوں میں گھنٹے لگے پھر فراغ اور پالی موگا بھی ان میں شامل ہو گئے۔ وہ یہی کوپڑے اس

میدان تک پہنچ چہاں انہوں نے الاؤرڈو شن کئے تھے۔ انہوں نے میدان کا ایک چکر لگایا اور ان پر

دستی بم چھینکے جانے لگے۔ یہ بم چاروں طرف کی جہاڑیوں میں گر رہے تھے۔

فراغ بے تھاش دوزا جا رہا تھا۔ اندھیرے میں جس کے جدھر سینگ سائے بھاگ لگا۔

دفعۂ یہی کوپڑوں کی زیریں سرچ لامبیں بھی روشن ہو گئیں اور اب وہ جنگل پر پرواز کر رہے تھے۔

فراغ پھر میدان کی طرف مڑا۔ وہ کسی جنگلی جانور ہی کی طرح جہاڑیوں میں دکھتا ہوا راستہ

ٹکر رہا تھا۔ اس کی بھاری جامت کو مد نظر رکھتے ہوئے تو قع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ اتنا

پھر تیلانا تباہ ہو گا۔ اٹھیں گن اس کے شانے سے لکھی ہوئی تھی۔ وہ چاہتا تو یہی کوپڑوں کی سرچ

لامبیں تو بیکار ہو جاتیں لیکن اس نے فائزگ نہیں کی تھی۔

یہی کاپڑوں سے اب بم نہیں چھینکے جا رہے تھے۔ شاید اسٹاک ختم ہو گیا تھا۔ جنگلوں میں کئی

جلد آگ لگ گئی تھی۔ فراغ میدان کے قریب پہنچ کر جہاڑیوں میں دبک گیا۔ جگل میں لگی ہوئی آگ کا دھواں آہستہ آہستہ جزیرے پر مسلط ہو تا جارہا تھا۔

فراغ کے ساتھی ترترہ ہو چکے تھے۔ پال موگا اور لیلی ہاروے کا بھی کہیں پرانے تھا۔ یہی کوپڑ جگل سے نکل کر پھر اس چھوٹے سے میدان کے گرد چکر لگانے لگے۔ لیکن پہاں سننا تھا۔ شاید وہ لوگ اپنی کار کردگی کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔

فراغ انہیں خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ وہ ان روشنیوں کی زد سے باہر تھا۔

میدان کے دو تین پکڑ لگانے کے بعد مغرب کی طرف اڑتے چلے گئے اور پھر اقہاہ سنانا طاری ہو گیا۔ ان کی آوازیں بہت دور سے آرہی تھیں۔

فراغ جہاڑیوں میں دیکا ہوا پنارہ۔ دفتار ایکیں جانب سے آواز آئی۔ ”ارے کوئی زندہ بھی ہے... یا سب مر گئے؟“

فراغ نے آواز پھان لی۔ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جہاڑیوں سے نکل آیا۔ عمران اور جوزف پکتے ہوئے اس کے قریب پہنچے تھے۔

”آپ خیریت سے ہیں نا۔“ عمران نے پوچھا۔

فراغ پکھنے بولا۔ عمران کے شانے پر ہاتھ رکھے خاموش کھراہا۔

”وہ پھر پلٹیں گے یور آز... اس لیے جلدی کجھے۔“

”میں ان کے پلنے کا ہی منتظر ہوں.... آؤ.... ادھر آجائو جہاڑیوں میں۔“

عمران اور جوزف نے چپ چاپ تیل کی۔

”تمہارے اندازے صد فیصد درست ہوتے ہیں۔“ فراغ ہمرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”لیکن وہاب کیوں واپس آئیں گے؟“

”اپنی کار کردگی کا انجام دیکھنے اور اپنے جو تین مسلح آدمی اتار گئے تھے انہیں واپس لے جانے کے لیے آئیں گے۔“

”تین آدمی...؟“ فراغ اچھل پڑا۔

”وہ ادھر کی جہاڑیوں میں منتظر ہیں کہ کب میدان ساف دیکھ کر آپ کے پیچے کچھ آدمی ادھر آئیں اور وہ انہیں بھون کر کھا دیں۔“

249

”اوہ....!“ فراغ نے آگے بڑھنا چاہا۔

”نہبہ ہے.... آپ کہاں چلے... انہیں آرام کرنے دیجئے۔“

”میں مطلب....؟“ فراغ پلٹ کر غریا۔

”اب میں اتنا لو بھی نہیں ہوں کہ انہیں آرام سے سلاۓ بغیر ادھر چلا آتا۔“

”اوہ... شباباں... بہت اچھے۔“

”ان کی بے ہوشی دو گھنٹے سے پہلے ختم نہیں ہو سکتی۔“

”یہ تم نے اچھا کیا کہ انہیں ختم نہیں کیا۔ واقعی داشتمانہ ہو۔“

”آپ کے دوسراے خادم کہاں ہیں؟“

”جوچ گئے ہوں گے.... میرے اشارے کے منتظر ہوں گے۔ اگر اشارہ نہ ملا تو کل صحیح یہی لاش ڈھونڈنے نکلیں گے۔“

”آپ نے انہیں بہت عمدہ ٹریننگ دی ہے۔“

”ارے وہ....!“ فراغ چوک پڑا۔ ”لائق تو محفوظ ہے تا۔“

”مطمئن رہیئے.... وہ کھلے میں نہیں ہے۔ اسے تلاش کرنے کے لیے انہیں زمین پر اتنا پڑے گا۔“

”یہی سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے لیے کیا کروں۔“ فراغ پر مسرت لبھج میں بولا۔

”ام بینی واپس لے لیجئے۔“

فراغ نہیں پڑا۔ اور بولا۔ ”فولادی اعصاب کے مالک ہو۔ ایسے حالات میں بھی مزاہ کی جائیگی رہتی ہے۔“

”آپ پھر مذاق میں ٹال رہے ہیں جب سے وہ مجھے بخشی گئی ہے ایسا لگتا ہے جیسے میرے ذم نکل آئی ہے۔“

فراغ کا تھہبہ اس بار خاصا بلند آہنگ تھا۔ عمران نے جوزف سے عربی میں کہا۔ ”تم انہی تیوں کے پاس جاؤ۔ کہیں ان میں سے کسی کو سانپ نہ ڈس لے۔“

”بہت اچھا بآس۔“ جوزف جھکا ہی جھکاتیزی سے آگے بڑھا اور نظروں سے او جھل ہو گیا۔

”یہ کس زبان میں گفتگو ہوئی تھی۔“ فراغ نے پوچھا۔

"اپنیں میں.... پرنس نے فرانسیسی نہ بولنے کی قسم کھار کھی ہے انگریزی یا اپنی میں گھٹک کرتے ہیں۔"

"تم اسے کیوں ساتھ لائے ہو۔"

"اوہ.... شاید آپ کو علم نہیں کہ پرنس گوریلا جنگ کے ماہر ہیں۔ اس وقت فرقہ مرادب اٹھ گیا ہے۔ ہم دونوں صرف سپاہی ہیں۔ میں نے انہیں تینوں کے پاس بھیجا ہے کہ سانپ سے رڑے جائیں۔"

"میں تمہاری صلاحیتوں سے مر عوب ہو چلا ہوں۔ نوجوان آدمی۔"

"شکر یہ یور آزر۔"

تریا میں بچپن منت بعد پھر ہیلی کوپروں کی آواز سنائی دی۔ اور ایک ہیلی کوپر سرچ لائٹ ڈالتا ہوا میدان پر چکر لگانے لگا۔ اس کے بعد دوبارہ مغرب کی طرف پرواز کر گیا۔

"میرا خیال ہے کہ اشارہ ملے بغیر وہ یچے نہیں اترے گا۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"کیسا اشارہ....؟"

"ہو سکتا ہے کہ ان تینوں کی طرف سے کوئی اشارہ ملنے کے بعد ہی لینڈ کرنے کی خبر ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ صرف چکر لگا کرو اپس چلے جانے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔"

"ان کی طرف سے اشارہ تو ملنے سے رہا۔"

"ظاہر ہے۔"

"تو پھر قوت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟" عمران نے کہا۔ "اپنے بچے کچھ آدمیوں کو اکٹھ کجھے اور لامپ پر واپس چلئے۔ ان تینوں کو قیدی بناؤ کر رکھیں گے۔ آہل لہی باروے بھی تو ساتھ پناہیں بے چاری کس حال میں ہو گی۔"

فرماں کچھ نہ بولا۔ اس نے جیب سے ایک سیٹی نکالی اور اسے ہونٹوں میں دبا کر کسی مخصوص انداز میں بجائے لگا۔ ریلوے اسٹیم انجن کی سی تیز آواز والی سیٹی تھی۔ اس کی آواز یقیناً دور تک پھیلی ہو گئی۔ دو تین بار اس نے سیٹی پر اشارہ دیئے تھے اور پھر عمران سے بولا تھا۔ "وہ سب

وہیں بچھ جائیں گے جہاں پہلے لامپ انگریز انداز ہوئی تھی۔"

عمران فراگ کو اس جگہ لا یا جہاں جوزف بے ہوش آدمیوں کی مگر انی کر رہا تھا۔ فراگ نے

ہرچ نکال کر ان کے چہروں پر روشنی ڈالی۔

"اوہ.... سبز نوپوس والے فوجی.... یہ تینوں جاپانی ہیں۔" اس نے کہا۔
"ہاں میں تو جاپانی۔"

"یہ ساکا دا کا مخصوص دستہ ہے۔ موکارو کی اصل فوج سے اس کا تعلق نہیں لیکن تم نے انہیں بے ہوش کیے کیا۔"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال لامپ تک پہنچنے کی سوچنے۔"

پھر انہوں نے ایک ایک کو کانڈھوں پر اٹھایا تھا اور ساحل کی طرف چل پڑے تھے۔ ساحل پر پہنچنے والے لوگوں میں تین کم تھے۔ دو فراگ کے آدمی تھے اور تیرپاپی موگا۔ بے ہوش لہی باروے کو فراگ کا ایک آدمی کا نام ہے پر اٹھا کر لایا تھا۔

"ہیلی کوپر کی واپسی سے قبل ہمیں لامپ تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" عمران نے فراگ کو مخاطب کیا۔ "ہو سکتا ہے اس بار بھی اپنے ساتھیوں کی طرف سے اشارہ نہ ملنے پر وہ اس ساحل کا چکر بھی لگائیں۔"

فراگ نے اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ وہ لامپ کی طرف چل پڑے بے ہوش آدمی اب فراگ کے ساتھیوں کے کانڈھوں پر تھے۔

"پتا نہیں ان تینوں کا کیا حشر ہوا۔" عمران بڑھ رہا۔

"زندہ بھی ہوں گے تو جو یہے میں بھوکے مر جائیں گے۔" فراگ لا پر داہی سے بولا۔

عمران کو جواب کا یہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ خاموش رہا۔ لامپ تک پہنچنے میں آدمی گھٹکے سے کم وقت صرف نہیں ہوا تھا۔ زخمی ساتھیوں کی وجہ سے وہ زیادہ تیز نہیں چل سکے تھے۔

اور اب میرا مخلاصہ مشورہ ہے کہ لامپ کو کھلے سمندر میں نکال لے چلے۔" عمران نے فراگ سے کہا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا اور اب میں کھل کر اعلان جنگ کروں گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ان کشیوں کو غرق کروں گا جو چنانی ساحل کی مگر انی کر رہی ہیں۔" فراگ نے غصیلے لمحے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے تم اسے بھی حماقت سمجھو لیکن میں مجبور ہوں۔"

"نہیں! میں آپ کو اس سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔" عمران پر تھک لجھے میں بولا۔
لائچ کا لنگر انھادیا گیا، لیکن فراگ کی ہدایت کے مطابق ساری روشنیاں بحمدیِ الٰہی تھیں۔
ذرا ہی دیر بعد انہوں نے پھر ہمیں کوپڑ کی آواز سنی۔

"ماشِ وہادِ حُر بھی آئے۔" فراگ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ایک ہی بم لائچ کو بتا کر دے گا۔" عمران نے خٹک لجھے میں کہا۔

"اس سے پہلے ہی اس کے ٹکڑے اڑ جائیں گے۔ یہ کنگ چاگ کے نائب کی لائچ ہے۔ اس
کی جگہ صلاحیت کا ایک مظاہرہ تم دیکھیں ہی پچھے ہو۔ میں ہنگامہ نہیں چاہتا تھا لیکن اب مجھے اس پر
اجور کر دیا گیا ہے۔"

"وہ کس طرح یور آزر؟"

"یہ جزیرہ ہمیشہ سے ہماری سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے لیکن موکاروں کی حکومت نے کبھی اس
میں مداخلت نہیں کی۔ اب ہم پر حملہ ہوا ہے تو ہم بھی دیکھیں گے۔ دیکھنے کے اندر اندر میرے
قداقوں کی کشتیاں چٹائی ساحل کے قریب پہنچ سکتی ہیں۔"

"اوہ..... تو باقاعدہ جنگ...."

"ہاں..... اور تم مجھے اس سے باز نہیں رکھ سکتے۔"

"اب تو میں بھی یہی چاہتا ہوں یور آزر۔"

"یہ سب کچھ بھوتی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"میری تفریحات ایسی ہی ہوتی ہیں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"بہت بہتر یور آزر۔!"

"اپنے کین بن میں جاؤ..... تیوں قیدی وہیں ہیں۔ ان سے جو معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو
کرو۔ یہ اسی دستے سے تعلق رکھتے ہیں جو موکاروں کے منوع علاقوں میں مقین ہے۔"

"بہت بہت شکریہ ایور آزر۔"

"اگر وہ زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہوں تو مجھے مطلع کر دینا۔ آہا مگر تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہ
بیہوں کیسے ہوئے تھے۔"

"زبانی بتانے کی چیز نہیں ہے۔ مظاہرہ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کے پاس کوئی فالتو آؤں ہو تو

"بھیجے، حاصلے کیجھے۔"

"اچھا پھر سکی... اس وقت کوئی نیا بکھیرا نہیں کرنا چاہتا۔"

عمران اپنے کین بن میں آیا۔ لائچ کی بیر ونی روشنیاں بحمدیِ الٰہی تھیں اور کین کی روشنی کیبین
میں ہی محدود تھی۔ تیوں بے ہوش جالپانی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ اور جوزف ان کے قریب ہی
اسٹول پر بیٹھا تھیں گھورے جا رہا تھا۔ بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔

"لیاں ان کے ٹلق میں بھی پکانے کا رادہ ہے۔" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

جوزف نے دانت نکال دیئے۔ بھر بولا۔ "شاید یہ جالپانی ہیں۔ پتا نہیں کس زبان میں گفتگو
کریں۔ تمہیں جالپانی تو آتی نہیں باس۔"

"ہوش آنسے سے پہلے ہی ان کے ہاتھ بھیر پاندھ دو۔" عمران نے کہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں
ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران پھر فراگ کے کین بن کے دروازے پر دستک دیتا ہوا نظر آیا۔
جڑیے کی طرف سے ہمیں کوپڑ کی آوازاب بھی آرہی تھی۔

"کون ہے؟" اندر سے فراگ کی غراہت سنائی دی۔

عمران نے نام بتایا تھا اور دروازہ کھل گیا تھا۔

"لیا بات ہے؟"

"وہ ہوش میں آگئے ہیں۔ لیکن شاید جالپانی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں سمجھ سکتے۔" عمران
نے کہا۔

"تب پھر ہمارے لیے بیکار ہیں۔ گولی مار کر پانی میں پھینک دو۔"

"جوڑو کیوں نہ سیکھوں ان سے۔" عمران نے تجویز پیش کی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"در اصل خواہ مخواہ مار ڈالنا میری عادت میں داخل نہیں ہے۔ مارنا ہوتا تو پہلے ہی مار ڈالتا۔
نہوں کر کے بار برداری کیوں کرتا۔"

"انہیں موقع ملتا تو تمہیں مار ڈالتے۔!"

"اس سلسلے میں میرے اپنے اصول ہیں۔" عمران نے سرد لجھے میں کہا۔ "میں صرف اسے مار
کشاہوں جو مجھ پر حملہ کرے۔"

"یہ تو کھلی ہوئی شرافت ہے۔ میں شریف آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔"

"ہم جیسوں کو پسند نہیں کر لیا کیجئے۔ کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ اب پھر آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ ان تینوں کی بازیابی نہ ہو سکنے کے بعد وہ اس طرف کشیاں بھی روانہ کریں گے۔"

"میں خود یہی سوچ رہا تھا عمران۔ تمہارے اظہار خیال سے تقویت پہنچی ہے۔ میرے نظریے کو۔ لہذا ہمیں بحری جنگ کے لیے تیار ہو جانا چاہئے۔ ویسے ہم خود ہی چنانی ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"چنانی ساحل کی طرف بڑھنے کا مطلب ہی بحری جنگ ہے اب اس میں خصوصیت سے تیار ہو جانے کا کیا سوال ہے۔"

"کیا تم خائف ہو؟"

"میرے بعد میرے ساتھیوں کا خیال رکھئے گا۔"

"کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"جنگ شروع ہو جانے کے بعد پاگل ہو جاتا ہوں مجھے ہوش نہیں رہتا کہ توپ کے دہانے میں گھساجا رہا ہوں یا بندوق کی نال سے خلاں کر رہا ہوں۔"

"بھاگ جاؤ... فرماں کر بول۔" اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دو۔



جیسون، ظفر اور جوزف عمران کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بغور سن رہے تھے وہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے اس سے غرض نہیں کہ موکاروں میں کیا ہو رہا ہے نہ میں فرانس کے لیے یہ خطہ مولے رہا ہوں مجھے اپنے ملک کے دونوں سائنسدانوں کی تلاش کا کام سونپا گیا ہے لہذا میں یہ کام اپنے طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا جاؤں گا اور تم میرے پیغام کا انتظار کرو گے۔"

اس نے ظفر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "لوئیسا والے اسیوں سے میں نے رابطہ قائم کر رکھا ہے وہ اس کششی سے میں میل کے فاصلے پر ہے شروع ہی سے اس نے یہ فاصلہ برقرار رکھا ہے اگر اس لائق پر کوئی مصیبت لاzel ہو تو تم ٹرانسیور سے لوئیسا رابطہ قائم کر کے مدد طلب کر سکو گے۔"

"لیکن باس میں تمہیں تمہاری نہیں جانے دوں گا۔" جوزف جھنجھلا کر بولا۔ اس کے تیوار صاف

ہار ہے تھے کہ جو کچھ کہہ رہا ہے کر گزرے گا۔

"میں پہلے ہی بتاچا ہوں کہ تمہیں غوط خوری کا کوئی تجربہ نہیں۔"

"تم کیا جانو کہ نہیں ہے.... باس.... تم زمین پر رہتے ہو پانی میں نہیں کہ تمہیں میری غوط خوری کا تجربہ ہوتا۔"

"چل یہ بھی مان لیتا ہوں لیکن تیری لیے چو بو تلیں کہاں سے مہیا کروں گا۔"

"تم نے مجھے پیدا نہیں کیا ہے باس۔ جس نے پیدا کیا ہے وہی بو تلیں بھی بھجوائے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ اگر تم سے شکوہ کروں تو گولی مار دینا۔ رہی غوط خوری کی بات تو تم مجھے پانی ہی کی پیدا اور بھجو! میں نے جس دلیں میں جنم لیا ہے وہ.... خوفناک جنگلوں اور پر خطر دریاؤں سے امداد پا رہے۔ تم لوگوں کی غوط خوری تو میرے نزدیک اچھی خاصی عیاشی ہے۔ ایسا لباس پہننے ہو کہ پانی کی شوریت کا تمہارے جسموں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور سانس لینے کے لیے گیس کے سلندر ہوتے ہیں ایسی آسانیاں فراہم ہوں توجہ جیسا آدمی پوری زندگی سمندر کی تہہ میں گزار دے۔"

"ہائیں... ہائیں.... مجھے مرعوب کر رہا ہے.... نالائق....!"

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہماس، تم دیکھ ہی لو گے وقت آنے پر۔"

اس کے خاموش ہوتے ہیں جیسون بولا۔ "اس مینڈک کے ساتھ رہنے کو میں اس پر ترجیح دل گا کہ سمندری مچھلوں کی غذائیں جاؤں۔"

"اچھا... آپ کو بھی زکام ہوا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" ظفر بولا۔ "فرماں جیسے ملکوں مزاج آدمی پر اعتاد نہیں کیا جا سکتا۔"

"سنو! تمہیں مجھ سے زیادہ آدمیوں کی پیچان نہیں ہے وہ حتی الامکان تمہارا خیال رکھے گا۔"

"وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ جیسون نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور امام ہیں کیبن میں داخل ہوئی۔

"خبردار اسے کچھ نہ معلوم ہونے پائے۔" عمران نے اردو میں کہا۔

"کیا گالی دی ہے مجھے؟ وہ تسلک کر بولی۔

"عورتوں سے گالیاں کھانے کا عادی ہوں۔ دی نہیں آج تسلک کسی کو۔ ویسے تم اس وقت

ساتھ چلو گے لیکن گیس سلنڈر کے علاوہ بھی تمہیں پکھ دوزن اٹھنا پڑے گا۔ ”
”پہاڑ کھدو مجھ پر باس۔ ” جوزف کی باچھیں کھل گئیں۔

دنخالا نجح پر بلچلی بھی تھی۔ عرش سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔
”تم سب میرے کیبین میں چلو۔ ” عمران نے جوزف سے کہا اور ان دونوں سے بولا۔ ”جب ہم
غائب ہو جائیں تو فرگ کو اطلاع دے دیں۔ لیکن اس پر یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تمہیں میری
سکیم کا علم پہلے سے تھا۔ بس یہ کہہ دیتا کہ تم نے ہم دونوں کو لانچ سے چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔ ”
”اس قسم کی جدائی بھجھ سے برداشت نہ ہو سکے گی۔ ” جیمسن نے کہا۔
”جوگی بن جانا میرے فراق میں۔ ” عمران کہتا ہوا کیبین سے نکل آیا۔
اور پھر انہیں معلوم ہوا کہ دو کشیاں لانچ کا تعاقب کر رہی ہیں اور ان کی طرف سے
دارنگ مل رہی ہے۔

”چلو! ” عمران جوزف کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کیبین میں گھست لے گیا۔
پھر فائرگ کی آوازیں آنے لگیں۔ لانچ کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ یہاں ایک زور دار جھنکاں کا
لیکن اس کے بعد بھی رفتار میں کوئی فرق نہ آیا۔ فائرگ کے بعد ہی عرش ویران ہو گیا تھا۔ ظفر اور
جیمسن کو پہلے ہی ہدایت کر دی گئی تھی کہ جنگ شروع ہوتے ہی وہ اپنے کیبینوں تک مدد و درہیں۔
عرش پر آنے کی ضرورت نہیں۔ خود فرگ نے اتر کام پر ان سے خطاب کیا تھا۔
”عجیب جنگ ہے۔ ” جیمسن بڑا بڑا۔

”یہ لانچ حیرت انگیز ہے۔ ” ظفر بولا۔ ” میرا خیال ہے کہ تعاقب کرنے والی کشیوں میں
سے کوئی الٹ گئی ہے یہ جھنکا شاید تار پیدا چلانے کی وجہ سے لگا تھا۔ ”
” دنخالا پھر ویسا ہی جھنکا اور فائروں کی آوازیں معدوم ہو گئیں۔ ”
” شاید ایک اور غارت ہوئی۔ ” جیمسن بولا۔
پھر سنا چھا گیا۔

” پتہ نہیں ان حضرت نے کیا گل کھلایا۔ ” ظفر نے مختدی سانس لے کر کہا۔
” مجھے تو واپسی ناممکن ہی نظر آتی ہے۔ ”
لانچ کی رفتار پھر معقول پر آگئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ تھوڑی دیر

یہاں کیوں آتی ہو۔ ”

” تمہیں تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ چلو اپنے کیبین میں۔ ”

” کوئی خاص بات ہے؟ ”

” بہت خاص... اٹھو! ”

” وہ انہیں آنکھ مارتا ہوا امینی کے ساتھ کیبین سے نکل آیا۔ ”

” یہ لانچ پھر اسی طرف جا رہی ہے جہاں موکارو کی جنگی کشیاں گشت کر رہی ہیں۔ ” امین
نے رازدارانہ لمحہ میں کہا۔

” بہت پرانی اطلاع ہے۔ ”

” یہ خود کشی کے متادف ہو گا۔ ابھی تم ان کی ایک دیوالگی دیکھیں چکے ہو۔ ” تین آدمی خواہ
خواہ صالح کر کر ادیے۔ ”

” دوسرا کیوں باقی بھیں۔ اس زندگی میں رکھا ہی کیا ہے۔ ”

” میں تو زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ ”

” ضرور رہو... تمہیں کس نے منع کیا ہے۔ ”

” تم لانچ جو درندے ہو۔ ”

” جاؤ... اپنے کیبین میں جاؤ۔ ” عمران نے نرم لمحہ میں کہا۔ ” میری زندگی کا مقصد
عورتوں کے شیئے بول سننا نہیں ہے۔ زبردستی گلے پڑ جاتی ہیں۔ ”

” اچھی بات ہے۔ ” وہ غصیلے لمحہ میں بولی۔ ” اب میں تمہیں اپنی شکل نہ دکھاؤں گی۔ ”

” تمہاری شکل دیکھ کر میرا بیک بیلس نہیں بڑھ جاتا۔ ”

” سکینے... ذلیل... جہنم میں جاؤ۔ ”

” وہ بلبلاتی ہوئی اپنے کیبین کی طرف چلی گئی۔ ”

” آپ نے اچھا نہیں کیا یور میجھی۔ ” اس نے پشت پر جیمسن کی آواز سنی۔

” چھپ چھپ کر باتیں سنتے ہو۔ ” عمران نے غصیلے لمحہ میں کہا۔

” پیشہ ہی میکی ہے جناب عالی۔ ”

” عمران پھر ظفر کے کیبین میں واپس آگیا اور جوزف سے بولا۔ ” اچھی بات ہے تم میر۔ ”

بعد کسی نے کہیں کے دروازے پر دستک دی۔
 ”کون ہے؟“ جیسن بولا۔
 ”دروازہ کھلو...!“ فرگ کی غراہت سنائی دی جیسن نے جھپٹ کر دروازہ کھوالا تھا۔
 ”کیا عمران یہاں ہے؟“ فرگ نے پوچھا۔
 ”نہیں یور آزر...!“ جیسن بولا۔ ”وہ دونوں تو دیر ہوئی غوطہ لگا چکے ہیں، میں نے خود انہیں ایسا کرتے دیکھا تھا۔“

”کب...؟“ فرگ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
 ”جب یہ کشیاں حملہ آور ہوئیں تھیں۔“
 فرگ نے طویل سانس لی۔ اس کے چہرے پر سراسیگی کے آثار دیکھے جاسکتے تھے۔
 ”ضدی اور بیہودہ۔“ اس نے بالآخر غصیلے لبجھ میں کہا۔
 ”اوہ.... تو کیا! انہوں نے آپ کے حکم کے خلاف یہ قدم اٹھایا ہے۔“ ظفر نے حرمت سے پوچھا۔
 ”قطیعی۔ میں نے اسے باز رکھنے کی کوشش کی تھی یہ بہت براہوں اور وہ منوس پرنس کیا ہے۔ بہت زیادہ نشے میں تھا۔“

”نہیں یور آزر۔ میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی تھی۔“
 ”ہم اس ساحل کے قریب نے گذرے تھے۔“ فرگ نے کمزور سی آواز میں کہا۔ ”اور ان کشیوں نے ہم پر فائر گر شروع کر دی تھی دوہی تھیں، دونوں غرق ہو گئیں۔ لیکن اب مجھے اس ساحل کے آس پاس ہی رہنا پڑے گا اور ہاں دیکھو تم دونوں اب میری ذمہ داری ہو۔ میرے علم میں لائے بغیر تم بھی کوئی ایسی ہی حرکت نہ کریں گے۔“

”ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یور آزر۔“
 ”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم دونوں کا خاص طور پر خیال رکھوں۔“ فرگ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں سمجھا شاید مذاق کر رہا ہے۔“
 ”انتے میں ام بینی بھی آپنی۔“
 ”وہ دونوں پانی میں کوڈ گئے۔“ فرگ نے اسے اطلاع دی۔

”کون دونوں؟“
 ”عمران اور پرنس!“
 ”نہیں۔“ وہ نہیانی انداز میں چھپی۔
 ”صبر کرو۔“ فرگ اس کا شانہ تھکتا ہوا نرم لبجھ میں بولا۔ ”تم کچھ میری وفادار ہو۔ جسے میں نے بخش دیا اسی کی ہو گئی۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ میں دل سے تمہاری قدر کرتا ہوں۔“
 جیسن نے معنی خیز نظر دوں سے ظفر کی طرف دیکھا۔
 فرگ ام بینی سے کہہ رہا تھا۔ ”میں اب یہ ساحل نہیں جھوڑ سکتا۔ اس کے آس پاس ہی رہوں گا۔ خواہ کچھ ہو جائے تم مطمئن رہو۔“
 بھروسے سہارا دے کر کیسین سے نکال لے گیا تھا۔
 ”عجیب چیز ہے یہ مینڈک بھی۔ اپنی محبوہ دوسرے کے حوالے کر کے اس کے جذبہ محبت کی تعریف کر رہا ہے۔“
 ظفر کچھ نہ بولا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ عمران کچھ ایسا کوئی قدم اٹھائے گا۔ وہ کھلی ہوئی خود کشی تھی۔ لیکن اسے باز رکھنا کس کے لئے کاروگ تھا۔
 تھوڑی دیر بعد انہر کام سے فرگ کی آواز آئی وہ انہیں اپنے کہیں میں طلب کر رہا تھا۔



وہ گہرائیوں میں اترتے چلے گئے تھے۔ عمران کے گرد اتنی روشنی تھی کہ جوزف اس پر نظر جماۓ رکھنے پر قادر تھا۔ معمولی جامت کی مچھلیاں ان کے قریب سے گزر رہی تھیں اور انہیں تک کسی خطرناک قسم کے آبی جانور کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ عمران تھوڑی تھوڑی دیر بعد مزکر جوزف کو دیکھ لیتا۔

جوزف نے گیس سلنڈر کے علاوہ عمران کے سامان کا واٹر پروف تھیلا بھی پشت پر باندھ رکھا تھا۔ ایک تھیلا عمران کے ساتھ بھی تھا لیکن وہ جوزف والے تھیلے کی طرح وزنی نہیں تھا۔ جوزف تو دونوں تھیلے اپنی ہی کمرے سے باندھنے پر مصروف تھا لیکن پھر یہ طے پایا تھا کہ وزنی تھیلا وہ سنجھا لے اور بلکہ عمران۔
 ساحل تک پہنچنے میں پندرہ یا میں منٹ صرف ہوئے تھے چنانیں خاصی گہرائی تک اترتی چلی

گئی تھیں۔ لیکن وہ شگاف کہاں تلاش کیا جائے۔ کسی خاص جگہ کی نشاندہی موجود نہیں تھی۔ یہ پہنچانیں پانی کے اندر بھی دیوار ہی کی طرح سیدھی چل گئی تھیں اور ان پر کامی کی اتنی پھسلن تھی کہ کسی جگہ ہاتھ جانا بھی مشکل تھا۔

ایک جگہ بہت بڑا سمندری سانپ دکھائی دیا جو ایک پتلی سی دراز سے برآمد ہو رہا تھا۔ لیکن زیرولینڈ والا آبی حربہ آڑے آیا۔ اس سے سانپ کے چیختھے پانی میں منتشر ہو گئے تھے۔ اگر جوزف کے جسم پر بھی اسی قسم کا لباس ہوتا جیسا عمران نے پہن رکھا تھا تو وہ آپس میں گفتگو بھی کر سکتے تھے کچھ دیر بعد کی جدو جہد کے بعد ایک ایسی دراز نظر آئی جس سے دو آدمی بیک وقت گذر سکتے تھے۔ عمران نے احتیاطاً پہلے اس میں ایک فائر کیا اور پھر اندر تیر گیا۔ جوزف نے اس کی تقیید کی۔ مگر خاصاً فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ عمران پھر پلتا۔ دراز سے باہر نکلتے ہی وہ کسی قدر تھکن محسوس کرنے لگا تھا جوزف کا جو حال ہوا ہوا۔

وہ پہنچانوں سے لگا ہوا بائیں جانب بڑھتا رہا۔ یا کامیابی... یا غرقابی۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی۔ لاخنچ نے جانے کہاں پہنچی ہو۔ پانی کے اندر ٹرانسپریٹ پر بھی اس سے رابط قائم نہیں کیا جاسکتا تھا اور سطح پر ابھر نے کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پتا نہیں ساحل کی گمراہی کے لیے کتنی مسٹح کشیاں موجود ہوں۔ فراگ کی بحوث والی بچکانہ حرکت نے سارا کھیل بگاڑ دیا تھا ورنہ وہ دن کی روشنی میں یہ کام سرانجام دیتا۔ اس صورت میں فراگ کم از کم اس جگہ کی نشاندہی تو کرہی سکتا۔ جہاں اس کی کشتی ایک آہنی کنویں میں قید ہوئی تھی پھر تو وہ ناک کی سیدھی میں اس شگاف کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور شاید جلد ہی کامیاب بھی ہو جاتا۔ وہ ایک بار پھر جوزف کی طرف پلتا۔ غالباً دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں اسے اس کی ضرورت تو نہیں۔ لیکن جوزف نے اشارہ کر کے اسے آگے بڑھتے رہنے کا اشارہ کیا۔ ایک جگہ پھر ایک شگاف نظر آیا۔ لیکن وہ بھی دھوکہ ہی ثابت ہوا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں بچ پچ آخری وقت تو نہیں آگیا۔ اب آگے بڑھنے کی رفتادست تھی۔ دفتاریں بائیں گز کے فاصلے پر نیلے رنگ کے چکدار لہریے سے نظر آئے۔ اوہ... یہ تو روشنی ہے... اس نے سوچا... نیلی روشنی جس کی شعاعیں پانی میں لہریے سے ڈال رہی تھیں

اور یہ روشنی چنان ہی سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ پھر جوزف کی طرف پلاتا اور اشارہ کیا کہ وہ اس کی ناگ پکڑے۔ اب تیر اکی آسان نہیں رہی تھی۔ اس کے بازو، آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

وہ ایک خاصاً کشاورہ شگاف ہی تھا جس سے روشنی کے لہریے نکل رہے تھے۔ اس روشنی کی زد سے پچتا ہوا وہ جوزف سمیت اس شگاف کے سامنے جا پہنچا۔ روشنی کے لہریے شگاف سے نکل کر تین چار فٹ پر معدوم ہو جاتے تھے۔ شگاف اتنا کشاورہ تھا کہ اس سے ایک خاصی بڑی کششی گزر سکتی تھی۔

عمران نے اپنے حرబے سے شگاف کے اندر فائر کیا ہی تھا کہ ایسا معلوم ہوا ہیسے کسی انجمن سے اشیم خارج ہونے لگی ہو۔ روشنی کے لہریے غائب ہو چکے تھے۔

وہ دونوں اوپر سے نیچے کی طرف شگاف کے گرد پکڑ لگانے لگے عمران فوری طور پر اس میں داخل نہیں ہوتا چاہتا تھا۔

اشیم خارج ہونے کی آواز کچھ دیر بعد ہٹم گئی۔ اب وہ شگاف میں داخل ہو رہا تھا۔

شاید اسی شگاف کے بارے میں فراگ کے قیدی نے بتایا تھا۔ اس نے سوچا۔ اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ جوزف نے اس کی ایک ناگ پکڑ رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ سے پانی کا تاثرا جارہا تھا۔ عمران کے دونوں ہاتھ چل رہے تھے۔

یہ شگاف بذریعہ اوپر کی طرف اٹھتا چلا گیا تھا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ شاید اس نیلی روشنی کا انتظام انہوں نے اپنے آدمیوں کی رہنمائی کے لیے کمزور کھا تھا جسے زیرولینڈ والے حرబے نے ضائع کر دیا۔ یہ اس کا سرپاپی کی سطح پر ابھر آیا۔ ساتھ ہی لباس سے خارج ہونے والی روشنی بھی ختم ہو گئی تھی اب چاروں طرف گھبری تاریکی تھی اور وہ دونوں سطح پر تیر رہے تھے۔ جوزف نے اب بھی اس کی ناگ پکڑ رکھی تھی۔

پھر اچانک اس کا ہاتھ کسی پتھر سے نکر لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے حرబہ تو ہولشہ میں رکھا اور دونوں ہاتھوں سے اس پتھر کو منٹولے لگا۔ وہ خنک تھا اور پوری طرح اس کے دونوں ہاتھوں

کی گرفت میں آگیا تھا۔ اس نے اس پر زور دے کر اوپر اٹھنا شروع کیا۔ اور پھر وہ ناگ اس کے اس پاس پہنچانے کی کوشش کرنے لگا جسے جوزف نے نہیں پکڑ رکھا تھا۔

شاید جوزف کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ کنارہ مل گیا ہے۔ اس لیے وہ اس کے لیے آسانی فراہم

کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس کا دوسرا ہاتھ بھی خشکی سے نکرایا اور اس نے عمران کی نائگ
چھوڑ کر اپنے طور پر جدوجہد شروع کر دی۔

قریباً تین میٹ بعد وہ سخت زمین پر چلت پڑے تھے ہوئے چوپايوں کی طرح ہانپر رہے
تھے۔ سر پر تاروں بھر آسمان تھا اور رات سمیں سمیں کر رہی تھی۔
انہوں نے گیس سلنڈر اتار دیتے تھے کچھ دیر بعد جوزف نے کروٹ لے کر سرگوشی کی۔
”میا خیال ہے باس۔؟“

”تم بہت ابھی غوط خور ثابت ہوئے ہو۔“

”اوہ نہ..... اسے چھوڑو..... ہم کامیاب ہو گئے ہیں نا.....؟“
”ہاں..... شاید اللہ نے ہم پر حرم کیا ہے۔ کہیں سونہ جاتا.....؟“

”یہ سونے کی رات نہیں ہے باس۔“ جوزف نے کہا اور کھلی کھلی کر کے ہنسنے لگا۔
”ابے۔ تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟“

”مزہ آرہا ہے باس یہ سوچ کر کے تم مجھے چھوڑ آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔“

”پارہ چپ چاپ..... پہاڑیں کہاں آپنچے ہیں۔ یہاں تو ہاتھ کوہاٹھ نہیں بھائی دیتا۔“

”تھوڑی دیر بعد بھائی دے گا باس۔ آنکھوں کو عادی تو ہونے دو۔ کچھ دیر بعد تاروں کی
چھاؤں میں بہت کچھ دکھائی دے گا۔“

”سنو..... ہمیں اس جگہ سے ہٹ جانا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے باس۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ یہ تو اچھا خاصار استہ ہے ہو سکتا ہے پوشیدہ
آمد و رفت کا مستقل راستہ ہو۔“

عمران کے تھیلے میں نارچ بھی موجود تھی۔ لیکن اس نے اس کا استعمال مناسب نہ سمجھا۔
جہاں تک مطیعہ زمین ملی۔ سینے کے بل ریگنے چلے گئے۔ پھر چناؤں کے ہیولے نظر آنے لگے اور
زمیں بھی ناہموار ہو گئی اور انہیں گھناؤں کے مل بیٹھنا پڑا۔

اب وہ چوپايوں کی طرح ہاتھوں اور پاؤں سے چل رہے تھے۔ ایک بڑی سی چستان کی اوٹ میں
پہنچ کر عمران رک گیا۔

”نی اخال بھی ہماری منزل ہے۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”گیس سلنڈر اور تھیلا پشت سے اتار دو۔“

جوزخ خاموشی سے تمیل کرتا رہا۔ پھر عمران بولا۔ ”یہ بڑا چھا ہوا کہ اپنا بوجھ خود ہی اٹھا
کر لائے ہو۔“

”میں نہیں بھا باس۔“

”تمہارے تھیلے میں دو گلین پوتیاری کی کچی شراب موجود ہے۔“

”بب..... باس....!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آسمان پر وہ اور زمین پر تم
میرے باپ ہو۔ تمہارے علاوہ اور کسی نے میرا تباخیل نہیں رکھا۔ آسمانی باپ نے زندگی دی
ہے اور تم پاں رہے ہو۔“ اس نے نخل کر عمران کا ہاتھ کپڑا۔ اسے والہانہ انداز میں چونے اور
آنسوؤں سے بھگونے لگا۔

رات کا ابدی سنا پہلے سے بھی زیادہ گہرا معلوم ہونے لگا۔

پیشہ رس

زلزلے کا سفر ملاحظہ فرمائیے۔ کیا زلزلے کے اس سفر کا
سد باب نہ کیا جاسکا؟ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔ عمران کسی کا یہاں
اٹھائے اور وہ کام پایہ تکمیل کونہ پہنچے۔ ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔
دھوئیں کا حصہ بالآخر ثوث گیا۔ دھوئیں کے حصاء کے اندر
کیا تھا؟ کتنی بڑی تباہی کا سامان پروان چڑھ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے آپ
اسے بھی طسم ہوش ربانی پرواز تخلیل سمجھ کر کچھ دری مجھ پر ہنس
لیں۔ لیکن دس سال کے اندر اندر آپ ایسے ہی کسی تباہ کن حرثے
کے وجود سے ضرور آگاہ ہو جائیں گے۔ یہ ساری ایجادات جو اس
وقت آپ کے معمولات زندگی میں داخل ہو کر رہ گئی ہیں۔ بہت
پہلے تخلیل پرست آرٹیشون کی ”پینک“ ہی سمجھی گئی ہوں گی۔ لیکن
آج آپ انہیں خود برت ہیں۔ تمیں سال قبل جب ہالی ووڈ نے چاند
کے سفر پر فلمیں بنائی تھیں تو امریکہ کے سنجیدہ افراد نے ان کا بے
تحاشہ مضمکہ اڑایا تھا۔ لیکن آج سب سے پہلے امریکہ ہی کو یہ فتح
حاصل ہوا ہے کہ اس کے باسی چاند پر چھپ چھل قدمی کر آئے ہیں۔
بہر حال مجھے مطلع کیجئے یہ کتاب آپ کو کیسی لگی۔ س، کا

زلزلے کا سفر

چوتھا حصہ

شگاف“ تک تو آپ نے اس کہانی کو بے حد سرہا ہے۔ آپ کے سیکڑوں خطوط اس کے شاہد ہیں۔

فریدی کے ناول بھی پیش کروں گا۔ لیکن ذرا غیر یہ اس کے سلسلے کی کہانیوں کو مزید دلچسپ بنانے کے لئے ایک پلانگ کر رہا ہوں۔ اس کا خاکہ ذہن میں واضح ہوتے ہی آپ کی شکایات رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔ لہذا فی الحال صرف عمران ہی کی کہانیوں پر قناعت کیجئے!

اس بار کوئی ایسا خط موصول نہیں ہوا جس کی بناء پر ”پیشرس“ بھی آپ کو کچھ مسکراہیں دے سکتا۔ اس لئے یونہی خواہ مخواہ تھوڑا سا مسکرا دیجئے۔ شکریہ!

ان صاحب کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا جنہوں نے لکھا ہے کہ آپ ”دھاکوں“ کے چکر میں نہ پڑیے۔ صرف کتابیں لکھے جائے۔ اس مشورے کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ دیے یہ صرف ایک ”دھاکے“ کا معاملہ تھا۔ ”دھاکوں“ کا نہیں۔ اس دھاکے میں بھی بعض میکنیکل دشواریوں کا بنا پر دیر لگ رہی ہے۔ بہر حال جلد ہی آپ کی شکایات رفع ہو جائے گی۔

ابنِ صفحہ

۱۹۷۳ء

فراگ کی لائچی موکارو کے سنگلاخ ساحل سے دس میل دور ہٹ گئی تھی لیکن اسی کے متوازی چل رہی تھی۔ ساحل کے انتمام پر پہنچ کر پھر پلٹ پتی اور دوسری سمت میں چلے گئی۔

فراگ بہت زیادہ مضطرب تھا۔

موکارو کی ان دونوں کشتوں کی تباہی کے بعد پھر کوئی حملہ آور کشتی نہ دکھائی دی۔

فراگ ظفر سے کہہ رہا تھا۔ ”ہمیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ خطرہ ٹھیک کیا ہے۔ ساکا و اپنی ناکا کی پیاگل ہو جائے گا۔“

”تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“

”اس کی طرف سے کوئی اطلاع ملے بغیر میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔“
”فراگ غریا۔“ اُم بینی کو بلاو۔

ظفر اس کے کیبین سے نکلا ہی تھا کہ جیسی ٹرانسمسٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے تیزی سے ٹرانسمسٹر جیب سے نکلا تھا۔

”دوسری طرف عمران کی آواز آرہی تھی۔“ ”ظفرالملک.... ظفرالملک....“

”ظفر....!“ ظفر چکا۔

”تم لوگ محفوظ ہو نا؟“ عمران کی آواز آئی۔ ”اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہ کرتا۔“

”آپ کہاں ہیں؟“

”خدا کا شکر ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ چکا ہوں۔ جوزف ایچے مودہ میں ہے۔ تم اپنی پوزیشن بتاؤ۔“

”ساحل سے دس میل دور.... متوازی.... چال پھیر ہو رہی ہے۔ ابھی تک دوسرا حملہ مکمل ہوا۔“

”مینڈک آپ کی آواز سننا چاہتا ہے۔“
”غالباً سن ہی رہا ہو گا۔ جتنی تیزی سے ملکن ہو۔ بتائی ہوئی جگہ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔“
”بہت بہتر...!“
”اختتام...!“
”ہاں وہی ہے.... وہی ہے....“ فراغ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”کیا کہہ رہا تھا....؟“
”میں نے کہا تھا کہ آپ اس کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ اس نے پھر کہا ہے کہ جتنی تیزی سے
ملکن ہو پونیاری کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“
”ضرور.... ضرور.... جو کچھ کہے گا کروں گا۔ بعض اوقات وہ میری سوچہ بوجھ پر بھی
ستقت لے جاتا ہے۔“

ٹھیک اسی وقت ام بینی خود ہی وہاں آ پہنچی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔
”وہ وہاں پہنچ گیا ہے۔“ فراغ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اب تجھے پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں۔ اسی کی ہدایت کے مطابق اب ہم پونیاری جا رہے ہیں۔“
”کیا میں اس پر یقین کروں؟“ ام بینی نے ظفر نے پوچھا۔ ”مجھے بھلا یا تو نہیں جا رہا۔“
”کیوں بکواس کر رہی ہے۔“ فراغ غریا۔ ”کیا میں جھوٹ بولوں گا۔“
”نہیں.... نہیں.... میں معافی چاہتی ہوں۔“ ام بینی گزگزانی۔ ”میرے حواس درست
نہیں ہیں۔“
”جاو! آرام کرو۔“ فراغ پھر نرم پڑ گیا۔ چند لمحے اسے ترمیم آمیز نظروں سے دیکھا رہا پھر
بولال۔ ”میری دعا ہے کہ اس کے دل میں تمہارے لیے جگہ پیدا ہو جائے۔“
”محبت کرنے والوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔“ ام بینی مغموم لمحے میں بولی۔ ”وہ صرف
ٹاپتے ہیں۔ اس کے بد لے میں انہیں محبت ملے یا نہ ملے۔“
”ہوتا ہو گا.... سبی ہوتا ہو گا.... اب تم جاؤ۔“

ام بینی لڑکھراتے ہوئے قدموں سے چل گئی۔ ظفر نے مخندی سانس لی تھی۔
”اس کے لیے پاگل ہو رہی ہے۔“ فراغ بڑبوالیا پھر جوک کر بولا۔ ”ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا
کہ ہمیں جلد از جلد پونیاری کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔“

”اس سے کہو! سیدھا پونیاری کی طرف نکل جائے۔ وہیں اسکر کرے۔ ورنہ تم سب خطر
میں پڑو گے۔“

”کیا آپ اس سے گفگو نہیں کریں گے؟“
”ہرگز نہیں.... اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہیں کر سکتا۔ اچھا ہیں اس سے کہہ
دیتا کہ پونیاری کی طرف نکل جانے میں دیرت لگائے.... اختتام....“

ظفر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سوچ آف کیا جا چکا تھا۔ وہ اٹھے پاؤں فراغ کے
کیمین کی طرف پلٹ آیا۔

”خوشخبری یور آزر۔“

فراغ ٹھہرے ٹھہرے رک کر مرا۔

”وہ دونوں پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے شکاف تلاش کر لیا۔“

”نہیں۔“ فراغ کے لجھے میں حیرت تھی۔

”یقین کیجھ! ابھی اپنے نامیز پر پیغام موصول ہوا ہے اور اسے اس بات پر بے حد انوس
ہے کہ آپ سے براہ راست گفگو نہیں کر سکتا۔“

”کیوں؟“ مجھ سے کیوں نہیں کر سکتا؟“

”ایسی کوئی زبان استعمال نہیں کر سکتا جو ان اطراف میں سمجھی جاسکے۔“

”وہم ہے اس کا۔ اگر یہ سمجھتا ہے کہ اپنی ان اطراف میں نہیں سمجھی جاسکے۔“

”ہم نے اپنی میں گفگو نہیں کی تھی بلکہ وہ ایک ایشیائی زبان ہے۔“

”ہو گی....!“ فراغ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

ہم نے کہا ہے کہ لاجھ کو پونیدی کی طرف لے جیا جائے۔ لہر اس کی موجودگی مناسب نہیں۔“

”ہم دونوں کی ذہنی لہمیں ایک دوسرے سے نکراری ہیں۔ وہ لاجھ میرا ہی بینا لگتا ہے۔ میں
سمجھوں یا نہ سمجھوں! تم مجھے اس کی آواز سنوادو۔“

ظفر نے پرانے نامیز نکال کر اشارے والا سوچ آن کیا۔

”بیلو... بیلو... عمر ان صاحب... ظفر مقاطب ہے... بیلو بیلو۔“

”کیا بات ہے؟“ آواز آئی۔

لائچے ایک حقیر سی گیند کی طرح اچھل کے کو دنے لگی۔
”بیلنس کرو... بیلنس کرو...“ فرماں اختر کام کے قریب منہ لے جا کر چینا۔
کیمین کا سامان اور ہر سے ادھر لڑھکتا پھر رہا تھا اور اختر کام دیوار میں نصب نہ رہا ہو تا تو اس کا
بھی یہی شر ہوتا۔

ظفر کو بار بار محسوس ہوتا جیسے معدہ اچھل کر حلق تک آگیا ہو اور پھر نیچے چلا گیا ہو۔ شانوں
پر سر نہیں بلکہ کوئی چکرانے والی چیز معلوم ہو رہا تھا۔ دیر تک خود کو سنجھا لتا رہا۔ لیکن کب تک؟
اس قسم کے حالات کا عادی تو تھا نہیں آہستہ آہستہ اس پر غشی کی طاری ہوتی گئی۔ اور پھر وہ فرش
پر گر کر بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔



صح ہونے والی تھی۔ تاریکی دھنڈ کے میں تبدیلی ہونے لگی اور آبی پرندوں کی تیز آوازوں
سے فنا گونخ اٹھی۔

عمران سورہا تھا اور جوزف کسی رکھوالي کے کتے کی طرح پھرہ دے رہا تھا۔ دونوں نے بقیہ
رات اسی طرح باری باری سے سو جاگ کر گذاری تھی۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی جوزف نے اسے جھنجھوڑا۔
”ہاں... ہاں... زندہ ہوں۔“ عمران بھرائی ہوتی آواز میں بولا اور اٹھ بیٹھا۔
”باس۔ اوه جگ۔ تو مجھے ایک چھوٹی سی گودی معلوم ہوتی ہے۔“
”کون سی جگ...؟“

”وہی جہاں سے ہم ذخیلی پر پہنچے تھے۔ ذرا تم اور پڑھ کر ایک نظر دیکھ تو لو باس۔“
عمران نے تھیلے سے دور میں نکالی اور چٹان پر چڑھتا چلا گیا۔ جوزف نیچے بیٹھا سے دیکھے جارہا
تھا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”باقاعدہ ڈاک بنا ہوا ہے اور اس وقت کچھ
لوگ بھی وہاں موجود ہیں۔“
”اوہ... تو پھر...“
”فی الحال یہی جگہ ہمارے لیے مناسب رہے گی۔“

پھر اس نے کیپٹن کو بدایات دی تھیں اور لائچے پو نیاری کی طرف چل پڑی تھی۔

”اگر پو نیاری پر باقاعدہ حملہ ہواتو؟“ ظفر نے سوال کیا۔

”ایک بار سبق دیا جا چکا ہے۔ اگر اب بھی وہ بازنہ آئے تو پھر بھگتیں گے۔“ فرماں
تو ہوڑی دیر سوچتا رہا پھر پرنس ہر بینڈ اکاڑ کر چھیڑ دیا۔

”میں نہیں جانتا تھا کہ پرنس غوط خوری بھی کر سکتے ہیں۔“ ظفر نے کہا۔

”مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ حقیقتاً ہر بینڈ اہی ہے۔“

”میں اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا مجھے بتایا گیا تھا۔“ ظفر نے فرماں کو غور سے دیکھتے ہوئے
کہا۔ ”لیکن یہ ملازمت بہت مہنگی پڑی۔ جن حالات سے گذرنا پڑتا ہے اس کا تصور بھی نہیں کر
سکتے تھے۔“

دفعہ خطرے کی گھنٹیاں پھر بنجے گئیں اور اختر کام سے کیپٹن کی آواز آئی۔

”مشرق کی طرف سے غیر معمولی تمحوج اسی جانب بڑھتا آ رہا ہے۔ لائچے اس کی متحمل نہ
سکے گی۔“

فرماں جھشت کر اختر کام کے قریب پہنچا۔

”لائف بوٹس تیار رکھنے کا حکم دے دو!“ اس نے کیپٹن کو مخاطب کیا۔ ”یہاں طوفان
ہے؟“

”نہیں یور آز... کمپیوٹر صرف تمحوج بتاتا ہے۔“

”اوہ... اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پھر بھی لائف بوٹس تیار رکھو اور ہاں... الہ
قیدیوں کو ٹھکانے لگادو... ہمارے لیے بیکار ہیں۔“

ظفر الملک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہا گیا۔ عمران کا حکم تھا کہ فرماں کے معاملات میں دخل
اندازی نہ کی جائے۔

لائچے کی رفتار دفعہ تکم ہو گئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس تمحوج کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتی۔
حال میں اس سے پہنچا پڑے گا۔ کچھ ہی دیر بعد لمبیں کا شور سنائی دیا تھا۔

”حیرت انگریز...!“ فرماں آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”بالکل نئی بات... ایسا پہلے بھی نہیں
ہوا۔ سننے میں بھی نہیں آئی یہ بات...“ دیو پیکر لہریں گویا سر پر چڑھی آری تھیں۔

”چلو واپس چلیں۔ فی الحال گودی ہی کی مگر انی مناسب رہے گی۔“

وہ پھر اسی جگہ بلٹ آئے جہاں سے چلے تھے۔ ڈاک پر سنا تھا۔

”کوئی ایسی جگہ ملاش کرنی چاہئے جہاں رات گزاری جائے۔“ جوزف بولا۔ ”جس غار میں سامان رکھا ہے وہ تو مناسب نہیں۔“

”مناسب کیوں نہیں؟“

”دیکھو باس۔ ایسے جگہ ڈاک سے زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ سرچ لاکٹ تباہ ہوئی ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اجنبی کے داخلے کے بارے میں سوچ ہی بیٹھیں۔“

”اوہ... خاصا عقائد ہورہا ہے۔“ عمران نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔ ”ہاں اس کا امکان ہے۔ ان تینوں میں شاید اسی مسئلے پر بحث ہو گئی تھی۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ سورج آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ سمندر کی طرف سے آنیوالی ہوا میں ہلکی گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔ پتا نہیں کیوں عمران کے ذہن پر نیم غنوڈگی کی کسی کیفیت طاری تھی۔ جوزف بار بار اسے غور سے دیکھنے لگتا۔ آخر کار بولا۔

”بعض خطوں کی آب و ہوا عجیب ہوتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“

”تم کہاں ہو باس! میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسی آب و ہوا اسے خطوں میں تھوڑی بہت شراب کے بغیر دماغ قابو میں نہیں رہتا۔“

”اسی لیے مجھے تیری فکر تھی اور میں دو گلشن پار کر لایا تھا۔“

”میں تمہاری بات کر رہا تھا بس۔“

”میں آب و ہوا والا جائز نہیں ہوں۔ چوبیں گھنٹے بعد ٹھیک ہو جاؤں گا۔“

”تم اس زمین کے آدمی نہیں معلوم ہوتے بس۔“

”میں سرے سے آدمی ہی نہیں ہوں۔“

”اوہ... دیکھو... بس۔“ جوزف چوک کر بولا۔

اس نے باسیں جانب اشارہ کیا تھا۔ اس طرف تھوڑے فاصلے پر چٹانوں کے پیچے سے دھواں المان نظر آیا۔ عمران کسی شکاری کے کی طرح چوکتا ہو گیا۔

”وہ ہوئیں کی دیوار بھی دکھائی دی یا نہیں۔“

”اس کا دور دور تک کہیں پتا نہیں۔“

بھر اسی چٹان کے قریب انہیں ایک چھوٹا سا غار بھی مل گیا تھا جس میں انہوں نے اپنا سامان رکھ دیا تھا۔ غوط خوری کا لباس اتنا کر کم معمولی کپڑے پہن لیے تھے۔ ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی غذا سے ناخوش کر کے انہوں نے اس جگہ کچھ نشانیاں قائم کیں اور چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے گودی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔

ڈاک پر تین آدمی نظر آئے۔ ان میں سے دو غوط خوری کے لباس میں ملبوس تھے۔ ایک نے تارچ سنبھال رکھی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں کچھ اوزار تھے۔ پھر وہ پانی میں اتر گئے۔

”میرا خیال ہے کہ انہیں سرچ لائٹ کے ضائع ہونے کی اطلاع ہو گئی ہے۔“ جوزف آہستہ سے بولا۔

”ممکن ہے۔“

تیرا آدمی ڈاک ہی پر کھڑا چاہروں طرف گمراہ تھا۔

پکھ دیر بعد دونوں غوط خور ڈاک پر واپس آگئے۔ شاید ان تینوں کے درمیان کوئی گرم ارم بحث چھڑ گئی تھی۔ بڑے جوش سے ہاتھ ہلا ہلا کر گفتگو کر رہے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے ڈاک سے بہت کر بائیں جانب نشیب میں اترا شروع کیا۔

”دیکھنا چاہئے کہ یہ کہہ جاتے ہیں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

وہ پھر ان چٹانوں کی اوٹ لیتے ہوئے مغرب کی سمت بڑھنے لگے لیکن جلد ہی ان کی امیدوں پر اوس پر گئی۔ نشیب میں اتر کر وہ تینوں ایک جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی تھی۔ پھر وہ دور تک بکھری ہوئی چٹانوں کی اوٹ میں غائب ہو گئی۔

عمران طویل سانس لے کر رہا تھا۔

”یہ تو کچھ بھی نہ ہو باس!“ جوزف کر لے۔

”ضروری نہیں کہ سب کچھ ہماری توقعات کے مطابق ہی ہوتا ہے۔“

”یہ تو ٹھیک ہے۔ اوپر والے کی مرضی۔ اگر یہاں تک پہنچنے کا راستہ ہی نہ ملتا تو ہم کیا کر لیتے۔“

”تم سینیں ٹھہر کر ڈاک کی گرفتاری کرو۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”میں دیکھتا ہوں۔“
وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ چنانیں اتنی بلند تھیں کہ کم از کم ڈاک کی طرف سے ان کے
دیکھ لیے جانے کا ممکن نہیں تھا۔

اس چنان کے قریب پہنچ کر رک گیا جس کی اوٹ سے گہرے دھوئیں کے مرغولے اٹھ
کر فضائیں منتشر ہو رہے تھے۔ چنان خاصی بلند تھی اور بناوٹ کے اعتبار سے ایسی نہیں تھی کہ پہ
آسانی اس پر چڑھا جاسکتا۔ اس نے مزکر دیکھا جوزف اپنی جگہ پر موجود تھا اور دور میں سنجھاں
ڈاک کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

عمران باسیں جاتے چل پڑا۔ اسے کسی ایسے راستے کی تلاش تھی جو اور تک پہنچا سکتا۔
وہ پندرہ منٹ کی جدو جہد بھی پار آور ثابت نہ ہو سکی۔ اور وہ جوزف کی طرف پڑ
آیا۔ ان دیکھی جگہ تھی اس لیے سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ معلوم ہوا۔
”لیکن باس!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ دھواں دیسا تو نہیں معلوم ہوتا جس
کے بارے میں سنتے رہے ہیں۔“

”سنی ہوئی باتیں ہیں۔ جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے لوں یقین نہیں کر سکتا۔“
”کچھ بھی ہو باس.... میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کسی لمحے بھی کوئی بڑا حادثہ پیش آ
سکتا ہے۔“

”کیا کہنا چاہتا ہے۔“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔
”جتنی جلد ممکن ہو کوئی محفوظ جگہ تلاش کرلو۔“
”چپ چپ....“ دفعتاً عمران چونک کر بولا اور کچھ سنتے لگا۔
”ہیلی کوپڑر....“ جوزف بڑا بیلا۔
”پلو.... غار میں....“ عمران پھرتی سے پلنا۔
کچھ دیر بعد وہ ہیلی کوپڑ کی گرج میں اپنے سر دل پر محسوس کر رہے تھے۔
”وہ شاید ڈاک کے چکر کاٹ رہا ہے۔“ جوزف بولا۔
”سکاف والی سرچ لائس ہی کا جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔“ عمران نے سر بلاؤ کر کہا۔
بالآخر ہیلی کوپڑ کی آواز ایک ہی سمت نے آنے لگی۔ اور عمران بولا۔ ” غالباً اس نے ڈاک ہی

”پر لینڈ کیا ہے۔“
”تھت.... تو پھر....؟“
”شاید ہمیں کوئی بہتر موقع مل جائے۔“
”میں نہیں سمجھا باس۔“
”کچھ بھی نہیں.... تم سینیں ٹھہر و.... میں ابھی آیا۔“ عمران نے کہا اور تھیلے سے ڈارت
گن نکالی ہی تھی کہ جوزف کے دانت نکل پڑے۔
”میں سمجھ گیا باس....!“
”کیا سمجھ گیا؟“
”تم ہیلی کوپڑ لے بھاگنا چاہتے ہو۔“
”تو اتنا سمجھ دار کیوں ہو گیا ہے۔“
”بہیش سے ہوں پاس.... بات صرف اتنی ہی ہے کہ تمہارے علاوہ اور کسی کے سامنے
زیادہ بات چیت کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔“
”تب تو شاید تھہ میں کسی قدیم مشرقی یوی کی روح حلول کر گئی ہے....!“ عمران کہتا ہوا غار
سے باہر نکل آیا۔ ہیلی کوپڑ کا انہن شاید بند کر دیا گیا تھا۔
وہ بھر اسی چنان پر جا پہنچ۔ اس کا خیال غلط نہ تھا۔ ہیلی کوپڑ نے ڈاک ہی پر لینڈ کیا تھا اور اس پر
سے دو آدمی اترے تھے۔ ان دونوں کی دردیاں ولیکی ہی تھیں جیسی ان جاپانیوں کی تھیں جنہیں
لائخ پر چھوڑ آیا تھا۔
ان میں سے ایک غوطہ خوری کا لباس پہننے نظر آیا۔
لیکن عمران اس کا انتظار نہیں کر سکتا تھا کہ ایک پانی میں اتر جائے تب وہ کوئی کارروائی
کرے۔ لہذا اخطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ اس نے ڈارت گن سیدھی کی اور چنان سے اتر کر ڈاک کی
ٹرف دوڑ لگا دوڑ نے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے ان دونوں پر وحشتانہ حملہ کرنا چاہتا ہو۔
پھر قبل اس کے کہ وہ پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہو سکتے اس نے ڈارت گن کے نریگ پر
دباوہ لانا شروع کر دیا۔ پل بھر میں دونوں ڈاک پر ڈھیر نظر آئے۔ قریب پہنچ کر عمران نے ایک
کوکاندھے پر اٹھایا اور غار کی طرف چل پڑا۔

جوزف بالکل ویسی ہی پوزیشن میں بیٹھا نظر آیا تھا جس میں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ عمران نے بے ہوش آدمی کو کاندھے سے اتارتے ہوئے کہا۔ ”میدان صاف ہے دوسرے کو تم اٹھاؤ۔“ ”اوکے باس!“

جوزف کے جانے کے بعد عمران نے بے ہوش آدمی کی وردی اتاری تھی اور اس کے ہاتھ پر پاندھ کر منہ پر شیپ چپکا دیا تھا۔



ظفر کو ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کیمین میں نہیں ہے جہاں اس پر غشی طاری ہوئی تھی۔ سمندر بھی اب متلاطم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ انھیں بیٹھا اور آنکھیں بچاڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کیمین جاتا بیچاتا سا لگا۔ لیکن نہ تو وہ خود اس کا کیمین تھا اور نہ فرائگ کا۔ بستر سے اتر آیا اور جوتے پین کر کیمین سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن ہینڈل گھمانے پر دروازہ نہ کھلا۔ شامک مغلبل کر دیا گیا تھا۔

”ادہ... ہم تو قیدی بنالیے گئے ہیں۔“ وہ آہتہ سے بڑا لایا۔ ”لیکن کس کے قیدی؟ کیا ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ پتا نہیں جیسون پر کیا گذری؟...؟ لاچ بیچنیا لٹگنی تھی۔ جیسون سے اس طرح جدائی کا حادثہ تکلیف دہ تھا۔ اس کی آنکھیں بھینٹنے لگیں۔ لیکن پھر جلد ہی ذہن نے سنبھالا لیا۔

قیدی؟ کس کی قیدی؟... اگر موکارو والوں نے پڑا ہے تو فرائگ کے ساتھیوں کا سا ساحر ہو گا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ قفل میں کنجی گھونٹنے کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے اسی پوزیشن میں آگا کہ دروازہ کھلنے پر اس کی اوث میں ہو۔ لیکن دروازے کھلتے ہی ایک نسوی آواز سنائی دی۔ ”کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ تم دشمنوں میں نہیں ہو۔“

آواز لویسا کی تھی۔ ظفر چھلانگ لگا کر سامنے آگیا۔

”جیسون کہاں ہے؟“ اس نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔

”سورہا ہے.... مر نہیں گیا....“ لویسا بولی۔

وہ کیمین میں داخل ہوئی اس کے چیچے ایک آدمی ناشتے کی ٹڑے اٹھائے کھڑا تھا۔ ظفر بستر پر بیٹھ گیا۔ ناشتہ اسنوں پر رکھ دیا گیا اور لویسا کری کھٹک کر بستر کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی۔

”تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہیں مرنے پا۔“

”بڑی خوشی ہوئی... کیا لاچیں الٹ گئی تھی؟“

”نہیں! ایک جزیرے میں خشکی پر چڑھ گئی تھی اور جب ہم نے وہاں استکر کی تو فرائگ کے علاوہ اور کوئی بھی ہوش میں نہیں ملا تھا... دیے لاخ قریب قریب تباہ ہو چکی تھی۔“

”مگر تم وہاں تک کیسے جا پہنچیں؟“

”لاچیں کے قریب ہی قریب رہا تھا ہمارا اسٹینٹر۔ عمران اپنے ساتھ ایک آپریٹس لے گیا تھا۔“

اپریٹس کے وجہ سے ہمیں تمہاری سمت اور فاصلے کا علم رہتا تھا۔“

”وہ موکارو بیٹھ چکے ہیں۔“

”ہمیں علم ہے! اس نے پیغام بھیجا تھا۔ اس لیے اب ہم موکارو سے صرف تمیں میل کے فاصلے پر ہیں اور تمیں میل کے دائرے میں چکر لگاتے رہیں گے۔“

”وہ احتیاط اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہیں کر رہے۔“

”ہمارے ساتھ اردو سمجھنے والے بھی ہیں۔“ لویسا مسکرائی۔

”کیا فرائگ سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔“

”نہیں....! اسے علم نہیں ہے کہ میں اسٹینٹر پر موجود ہوں اور نہ اسے اس کا علم ہونا چاہئے۔“

”میں مختار ہوں گا۔“

”وہ اسے ایک تجارتی اسٹینٹر سمجھ رہا ہے۔ ناشتہ کر کے تم اس سے ملوگے اور بتاؤ گے کہ بچپن رات سمندر میں تلاطم کیوں ہوا تھا۔“

”میں کیا بتاؤں گا؟“ ظفر نے حیرت سے کہا۔

”اس سے کہنا کہ بیلو پیکو کے دیران جزاں میں سے وہی جزیرہ بچپن رات غرق ہو گیا جہاں اس نے لاچیں استکر کی تھی۔“

”نہیں....!“ ظفر اچھل پڑا۔

”صحیح سے اس کے بارے میں خریں نظر ہو رہی ہیں۔ غرقابی کے وجہ زلزلہ بتایا جاتا ہے۔“

”خدا کی پناہ....“ ظفر ناشتہ کرنا بھول گیا۔

بھی اوہر کے آزاد جزاں کے اندر ونی معاملات میں مداخلت کی تو اس کا سختی سے نوٹ لیا جائے گا۔
”بہر حال....!“ ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ ”میر عمران نے دیدہ دانتہ موت کے منہ
میں چلانگ لگائی ہے۔“

”بہت ہی بے جگر آدمی ہے۔“ لوئیسا بولی۔ ”میں دل سے اس کی قدر کرتی ہوں۔“
”مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو تم لوگ ان کی مدد کس طرح کر سکو گے۔ ظاہر
ہے کہ یہ کام صرف دو آدمیوں کے بس کا تو ہے نہیں۔“

”ہم نہیں جانتے کہ ان چنانوں کے پیچھے کیا ہے۔ لہذا اس کی تدبیر بھی وہ خود ہی کرے گا۔
اچھا ب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں فراغ کے کیبین میں پہنچا ہو گا۔“

”سمندری آب و ہوانے تمہیں پہلے سے زیادہ نہیں بنادیا ہے۔“ ظفر آہستہ سے بولا۔
”ہاں میرا حسن خاصاً نکھر گیا ہے.... مگر تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔“

”پہنچ رہا ہے۔“ ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”تمہارے کیسوں کی نزدی میرے
دل گوریشی کئے دے رہی ہے۔“

”فضول باقی چھوڑو.... اٹھ جاؤ جلدی سے۔“

کچھ دیر بعد ظفر فراغ کے کیبین کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔
”کون ہے....؟“ فراغ کی غراہٹ سنائی دی۔

”ظفر الملک!....!“

”بھاگ جاؤ۔“

”ضروری بات ہے یور آئر۔“

”وس منٹ بعد!....!“

”بہت بہتر!“

وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد گھری پر نظر جمایے رکھنا فطری امر تھا۔ لیکن
دروازہ تین منٹ بعد ہی کھل گیا تھا۔ خود فراغ ہی نے کھوا تھا۔ کیبین میں اس کے علاوہ اور کوئی
نہیں تھا۔

”کیا بات ہے؟“ فراغ نے ایسے لمحے میں سوال کیا گیا ظفر الملک اس کے لیے اجنبی ہو۔

”کھاتے رہو۔“
”ہاں ہاں۔! لیکن شاکد تمہیں نہ معلوم ہو کہ بھیپلی رات اس جزیرے میں کیا ہوا تھا۔“
”اوہو.... تو وہاں کچھ ہوا بھی تھا۔“

ظفر نے فراغ کی حماقتوں کی کہانی دہرانی شروع کی اور سمندر کے عالم مکن پہنچا ہی تھا کہ
لوئیسا بول پڑی۔

”لیکن لامی میں کوئی باور دی جیا ہی نہیں ملا۔“

”ہو سکتا ہے کیپن نے فوری طور پر فراغ کے حکم کی تعیل کی ہو۔ اس نے کہا تھا کہ قیدیوں
کو گولی مار کر پانی میں پھیل دیا جائے۔“

”یہ بہت براہوا۔“ لوئیسا پر تکریب لجھے میں بولی۔

”کیوں؟“

”ان سے بہت کچھ معلوم کر سکتے۔ مجھے جیا ہی آتی ہے۔“

ظفر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر لوئیسا نے کہا۔ ”وہ زلزلہ حیرت انگیز تھا۔
صدیوں سے ان اطراف میں کوئی ایسا زلزلہ نہیں تھا جس کی بنابر کسی جزیرے کی غرقابی ہوئی ہو۔“

”اور خصوصیت سے وہی جزیرہ جس میں ہمارا ان سے تکراؤ ہوا تھا۔“

”عمران نہ ہوتا تو یہ یوں قوف مینڈک بھی غرق ہو گیا ہوتا۔“ لوئیسا بولی۔

”لیکن آخر وہاں تک پہنچنے کا موقع کیے ملا۔ اس ساحل کی تو بہت گرانی کی جا رہی تھی۔“

اس سوال پر ظفر کو وہ کہانی بھی سنانی پڑی جو اس نے عمران سے سنی تھی۔

لوئیسا تھیرانہ انداز میں سنتی رہی۔ پھر بولی۔ ”بڑے دل گردے کا آدمی ہے۔ محض اتنی کی
نشاندہی پر اتنا بڑا خطرہ مول لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔“

”خواہ مخواہ جان لا ابیٹھتا ہے یہ شخص۔“ ظفر بر اسمانہ بنا کر بولا۔

اس جملے پر لوئیسا سے غور سے دیکھنے لگی تھی۔ ظفر اس کا مطلب سمجھ کر بولا۔ ”فرانس اس
وقت چو تھی بڑی طاقت ہے۔ کیا باضابطہ کارروائی اس کے لیے ممکن نہیں تھی۔“

”موکارو پر ہمارا کوئی اثر نہیں ہے اور پھر شاید تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ ایک بڑی طاقت
عرس سے ہمیں ان جزاں کے سلسلے میں لکھا رہی ہے۔ اس نے کھل کر اعلان کیا ہے کہ اگر کسی نے

”ہم سب بچالیے گئے ہیں۔“ ظفر نے کہا۔
”تو پھر....؟“

”مطلوب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کا شکر گزار ہونا چاہئے۔“
”بکواس ہے! سب اسی طرح ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔ اگر اس اسٹریٹ کے لوگ
کی دشواری میں پڑے ہوتے تو میں بھی بھی کرتا۔“

”وراصل میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو پچھلی رات والے تموج کی وجہ بتاؤں۔“
”مجھے معلوم ہے۔“

”آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟“

”آم بینی نے ریڈیو پر سنا تھا۔ کچھ دیر پہلے مجھے بتائی ہے۔“
”کیا یہ حیرت انگیز نہیں ہے۔“

”تم کیوں میرا دماغ خراب کرنے چلے آئے ہو۔ دفع ہو جاؤ۔“
”بہت بہتر جناب!“ ظفر نے کہا اور کیبن سے باہر آگیا۔

لوئیسا اس کیبن میں نہیں تھی جہاں ظفر کو ہوش آیا تھا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ آم بینی
نے کہیں فرماں کو یہ بتا دیا ہو کہ سفر کی ابتداء اسی اسٹریٹ سے ہوئی تھی۔
وہ پھر اپنے کیبن سے نکل پڑا۔ آم بینی کی علاش تھی۔ اسٹریٹ پونکہ پہلے ہی، یکجا بھالا ہوا تھا
اس لیے مقصد برداری میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ آم بینی اسی کیبن میں لمبی جہاں وہ سفر کی
شروعات میں مقیم رہی تھی۔

ظفر نے اسے بے حد مُضخل پایا۔

”کیا حال ہے؟“ اس نے ہمدردانہ لمحے میں پوچھا۔

”ٹھیک ہی ہے تم اپنی کہو۔“

لیکن اپنے بارے میں کچھ بتانے کے بجائے آم بینی نے کہا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کیا
کروں۔“

”کیا سمجھ میں نہیں آتا....؟“

”فرماں کو اس اسٹریٹ کے بارے میں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔!“

”قطی نہیں.... میں تو ذر رہا تھا کہ کہیں تم نے بتانہ دیا ہو۔!“

”اتی عقل تو رکھتی ہی ہوں....!“

”نہیں.... اتم بہت ذہین ہو.... فرماں کو فی الحال یہی سمجھنے دو کہ یہ اسٹریٹ اتفاقاً ہی اُدھر
کل آیا تھا جہاں لائچ کو حادثہ پیش آیا تھا۔!“
”کچھ اس کی بھی خبر ملی۔....؟“

”نہیں.... لیکن جلد ہی میں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔!“
”واڑھی والے کا کیا حال ہے؟“

”اُبھی تک ملاقات نہیں ہو سکی.... پتا نہیں وہ کہاں ہے۔!“

”مارتے ساتھی بچالے گئے ہیں....!“ آم بینی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”وہ بھی کہیں نہ
کہیں ضرور ہو گا۔!“

”یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہی جزیرہ غرق ہو گیا جہاں، ہم نے پچھلی رات رنگ رویاں منائی
تھیں۔!“

”ان اطراف میں ایسا کوئی واقعہ کبھی نہیں سنائیا۔!“ آم بینی بولی۔
”فرماں کا کیا حال ہے....؟“

”کچھ نہیں....! اس نے خاموشی سے یہ خبر سنی تھی اور کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔!“
”بڑی عجیب بات ہے....!“

”اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ دیوانہ موت کے منہ میں کو دیا۔... اب میں کیا
کروں۔!“

”کیا واقعی تم اسے اتنا چاہتی ہو....!“

”میری محبت پر شہر کرو گے تو جان سے مار دوں گی۔“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔
”مم.... میں شہر نہیں کر رہا۔“

”چلے جاؤ یہاں سے۔“

”کیا مصیبت ہے.... کوئی بھی منہ لگانے پر تیار نہیں۔“ ظفر کراہتا ہوا لٹک گیا۔
”تم سب اس کے دشمن ہو! کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔“

"جتنی دیر میں اس تک پہنچتا اس نے پرنس سمیت چھلانگ لگادی تھی۔"

ام بینی کچھ نہ بولی۔ کیبین کے کھلے دروازے سے باہر دیکھے جا رہی تھی۔ دفتاراگ، کھائی دیا۔ شاندار اس کی نظر بھی ان دونوں پر پڑی تھی۔ سیدھا اندر چلا آیا۔

"یہ اسٹری فرانس کے محلہ موسمیات سے تعلق رکھتا ہے۔" اس نے ظفر سے کہا۔ "یہ لوگ کسی قسم کی موسمیاتی چھان میں کر رہے ہیں لہذا، میں ایک ہفتے تک اسی اسٹری پر رہنا ہے۔"

"یہ تو بہت برا ہوں۔" ظفر نے پر تشویش لجھے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔" فرائے مکرایا۔ "میں نے ان سے کہا ہے کہ ہمیں پونیاری پہنچا دیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ مجبوری ظاہر کی کہ ایک ہفتے سے پہلے وہ اس علاقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ بھی نہیں بتایا کہ علاقہ کون سا ہے۔"

"یہاں سے ہم عمران سے بھی رابطہ نہ رکھ سکیں گے۔" ظفر بولا۔

"اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ جلد اس جلد پونیاری پہنچ کر کچھ انتظام کر سکوں۔"

"اُرے میراڑا نسیمیر...!" دفتارا ظفر اچھل پڑا۔ جیب میں تو نہیں تھا پھر وہ اپنے کیبین کی طرف جانے والی تھا کہ فرائے بولا۔ "غصوں ہے! ہمارا سب کچھ ان کے قبضے میں ہے۔"

"یعنی میراڑا نسیمیر...!"

"میں کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ ان کے قبضے میں ہے۔" فرائے جھنجھلایا۔

"خدا کی پناہ...! اُنہے ہمارے پاس اسلحہ ہے اور نہ ثرا نسیمیر ز...!"

"میں دیکھوں گا۔" فرائے واپسی کے لیے مرتا ہوا بولا۔

ام بینی اس دوران میں ظفر کو بغور دیکھتی رہی تھی۔ فرائے کے جانے کے بعد بولی۔ "

ایکنگ کب تک چلے گی۔ فرائے بچہ نہیں ہے۔"

"دیکھا جائے گا...!" ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ اسے جیسن کی فکر تھی۔

"یہاں چلے... بیٹھو... تمہارے علاوہ اور کسی سے اس کی بات بھی نہیں کر سکتی۔" ام بینی نے معموم لجھ میں کہا۔

"میں ذرا جیسن کو دیکھوں گا۔"

وہ باہر نکلا۔ چاروں طرف دھوپ چک رہی تھی اور سمندر پر سکون تھا۔

جیسن ڈائینگ روم میں بیٹھا بیٹر پیتا ہوا نظر آیا۔ ظفر کو دیکھ کر شوٹی سے مسکرایا تھا۔ لیکن ظفر نے قریب پہنچتے ہی محسوس کر لیا کہ بیٹر کی بوتل میں بیٹر کی بجائے الکوال ہے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟....؟"

"بیٹر پی رہا ہوں۔" جیسن نے بڑی ڈھنائی سے جواب دیا۔
"یہ طے ہو گیا تھا کہ اب ہم شراب کو تھجھ نہیں لگائیں گے۔"

"بیٹر کو میں شراب نہیں سمجھتا۔"

"لیکن تم شراب پی رہے ہو۔" ظفر نے سخت لجھے میں بولا۔

"اے میرے آقا....! غلام ابن غلام کو اب آزاد فرمائیے.... کہاں تک حق نہ ک ادا کرو۔ میرا باب آپ کے چچا حضور کا غلام تھا لیکن آپ کے چچا حضور نے مجھ حقیر پر ظلم فرمایا کہ مجھے آپ کی غلامی میں دے کر انگلینڈ بھجوادیا۔"

"نشہ ہو رہا ہے۔" ظفر بھٹکا کر بولا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں یور ہائی نس.... لیکن مجھے شراب پینے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اب میں دیکھوں گا کہ تمہیں کیسے ملتی ہے۔"

"سلیمانہ ملے.... لیکن میں اس وقت وہ سب کچھ ضرور کھوں گا جو کہنا چاہتا ہوں۔ ہاں تو مل کیا کہہ رہا تھا۔"

"جہنم میں جاؤ۔!" ظفر نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

"ستے جائیے۔ اب ان صاحب کی واپسی ناممکن ہے جو ہمیں فرشتہ بنا دیتا چاہتے تھے۔
وونہ... فرشتے۔!"

"بکواس مت کرو۔!" ظفر پھر پلٹ پڑا۔

"غمصہ تھوک دیجئے اور بیٹھ جائیے۔" جیسن جھومتا ہوا بولا "اُبھی کچھ دری پہلے لی ہاروے نہیں موجود تھی۔ کہنے لگی۔" کاش فرائے مجھے بھی تم میں سے کسی کو بخش دیتا۔ دیکھے! منہ نہ ہائی۔ ستے جائیے کہ.... اب زندگی کے دن تھوڑے ہیں کیوں نہ انہیں بھی شراب اور گورت میں غرق کر دیا جائے....!"

”اب جو کچھ تم سے کہا گیا اس کے مطابق عمل نہ کر سکتے کی سزا موت ہو گی۔“ لویسا نے اے گھورتے ہوئے کہا اور جیسن نہ پڑا۔ پھر بولا۔ ”اگر یہ سزا تم اپنے ہاتھوں سے دینے کا وعدہ کرو تو پبل بھر میں فرائیں کو مطلع کر دوں گا۔“
”پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔“

”اب کیا میں اس قدر بھی زبان نہ کھولوں... وہ بھتی...“ جیسن کو نشہ ہو رہا تھا۔ ”جاو...!“ لویسا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تمہاری شراب نوشی میں کوئی بھی خل نہ ہو سکے گا...“ جتنی چاہو پیجو...!“
”یہ ہوئی تاکوئی بات...!“ جیسن نے ظفر کی طرف دیکھ کر مشکلہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

”دفع ہو جاؤ۔“ وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔
جیسن دیوانوں کے سے انداز میں ہستا ہوا بہر نکل گیا۔
”وہ اپنے کی بن میں بیہوش پڑی ہے۔“ لویسا بولی۔ ”اور بیہوشی کی مدت ہم اپنی مرضی کے مطابق بڑھا سکیں گے۔“

”بہت پھر تملی ہو۔“ ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اسکریا۔
”جاو آرام کرو۔“
”اوہو.... تو کیا ب محض پر بھی حکم چلاوگی۔“
”یہاں میں انچارج ہوں۔“
”انچارج صاحبہ۔ زندگی کے دن تھوڑے ہیں کیوں نہ انہیں ڈھنگ سے برس کیا جائے۔“
”سنو! پیارے داں ٹوڈاں کبھی پیرس آنا۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔“ لویسا طریقہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

”تم نے ہم دونوں کو بہت یو تو ف بنایا ہے۔“
”تاہیتی کی آب و ہوا ہی ایسی ہے کہ عشق کرنے کے علاوہ اور کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔“
”اچھا تو پھر تاہیتی ہی چلو۔“
”میں کہتی ہوں جاؤ... ورنہ تمہیں بھی بیہوشی کا نجکشن دے دیا جائے گا۔“

”میری ایک بات کاں کھول کر سن لو۔!“
”کھلے ہوئے ہیں کان سنائیے۔“
”فرائیں کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ ہم بنکاتا سے اسی پر روانہ ہوئے تھے۔...!“
”اب تک معلوم بھی ہو چکا ہو گا۔“
”کیا مطلب...؟“
”میں نے لی ہاروے کو بتا دیا تھا۔“
”میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“
”فوراً عمل کچھے اپنے اس فیصلے پر... سک سک کر منے سے کیا فائدہ۔“
”تم نے اسے کیوں بتایا...؟“
”اس وقت بڑی اچھی لگ رہی تھی اور اس نے مجھے بڑے پیار سے دیکھا تھا۔
”دھنٹ اتر کام سے آواز آئی۔“ جھٹڑا مت کرو... کیبن نمبر سات میں میں آ جاؤ۔“ یہ جملے اردو میں ادا کئے گئے تھے اور بولنے والا کوئی مرد تھا۔
”پلوٹھو!“ ظفر جیسن کو گھورتا ہوا بولا۔
”یہاں ہمارے علاوہ اور کون اردو بولنے والا ہے۔“ جیسن نے حیرت ظاہر کی۔
”معلوم ہو جائے گا... تم یہ کرسی چھوڑو... نہیں بوتل اٹھانے کی ضرورت نہیں۔“
”یہ ظلم ہے...!“ جیسن اٹھتا ہوا بولا۔
”ہرگز نہیں۔ اسے نہیں چھوڑو۔!“
”طوعاً و کرہاً و ظفر کے ساتھ ہو لیا تھا۔ کیبن نمبر سات میں صرف لویسا نظر آئی۔ جیسن اچھل پڑا۔
”اوہو.... تو آپ بھی موجود ہیں۔ مجھے علم نہیں تھا۔“ اس نے بہت زیادہ سرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ظفر سے بولی۔ ”فکر مت کرو۔ لی ہاروے اس وقت سے اب تک بیہوش ہے۔ فرائیں کو کچھ نہ بتا سکے گی۔“
”کیا مطلب...؟“ جیسن نے آنکھیں نکالیں۔

”تم بھی ادھر ہی جا رہے ہو باس۔“
 ”کیا تو دیکھنا نہیں چاہتا کہ یہ حیرت انگیز دھواں کدھر جا رہا ہے۔“
 ”اے باس میں کوئی لڑکی تو ہوں نہیں کہ دھوئیں کے پیچا بھاگتا پھروں۔“
 ”بہت چک رہا ہے.... کیا بات ہے۔“
 ”کیا تمہیں میری خوشی بری لگ رہی ہے باس۔“
 ”خوشی کس بات کی ہے۔“
 ”یہاں تم صرف میرے ہو باس.... تمہارے آس پاس اور کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جاتا جس سے تم ہنس کر بات کر سکو....!“
 ”ہائیں.... کیا مطلب....؟“
 ”مجھے سمجھنے کی کوشش کرو باس۔“
 ”یہاں اتنی دور اس دیرانے میں لا کر سمجھائے گا۔“
 ”اے اس طرح سمجھو.... کہ جب پہلے کے بعد دوسرا بچہ ہوتا ہے تو پہلا بچہ دوسرا سے مخفی اس لیے جلن محسوس کرتا ہے کہ ماں باپ کی زیادہ تر توجہ اسی طرف ہوتی ہے۔ تو میرے باپ مجھے دیساہی بچہ سمجھا کرو۔“
 ”اچھا بولوڑھے بے بنی.... اب میں خیال رکھوں گا۔“
 ”اس محبت میں عقل کو دخل نہیں ہے باس.... جنگل میں اسکی ہی محبتیں پروان چڑھتی ہیں۔“
 ”اوہ جوزف.... میرے.... سعادت مند بوڑھے بیٹے مجھے بور نہ کرو۔ محبت کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا کان پک گئے ہیں۔“
 ”جوزف پھر نہیں پڑا اور بولا۔ ”شاد کتابیتی والی لڑکی نے تمہیں بہت بور کیا ہے۔“
 عمران کچھ نہ بولا۔ بہت دور سیاہ رنگ کا ایک پہلا سانظر آ رہا تھا۔
 ”اوہ باس شاد وہی ہے.... دھوئیں کا حصہ....!“
 ”میرا بھی یہی خیال ہے.... ہمیں یہیں سے واپس ہو جانا چاہئے اور اب یہ دھواں اس تک ہماری رہنمائی کر سکے گا۔“
 اس نے یہیلی کو پڑپھر اسی طرف موڑ لیا تھا۔ جدھر سے روائی ہوئی تھی۔

”غیر چھوڑو.... اگر کسی وقت فرماں کا سامنا ہو گیا تو....؟“
 ”جب تک اسیہنہ ہمارے قبضے میں ہے ایسا نہیں ہو سکے گا۔“
 ”سوال تو یہ ہے کہ اب کیا ہو گا؟“
 ”بس دیکھتے جاؤ۔“

یہیلی کو پڑ فضا میں بلند ہوا۔ اسے عمران پائیکٹ کر رہا تھا۔ عمران کے جسم پر ان میں ایک کی وردی تھی جنہیں بیہو ش کر کے غار میں ڈال آئے تھے اور جوزف نے غوط خوری کا لباس پہن رکھا تھا۔

اس نے یہیلی کو پڑ کارخانے اس چنان کی طرف موڑ دیا۔ جس کے عقب سے دھواں انھڑا کھائی دے رہا تھا۔

نیچے سے وہ دھواں بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی مل کی چمنی سے بلکل رہا ہو لیکن اوپر پہنچ کر حقیقت ملکش ہوئی.... دھوئیں کا مخرج کسی غار کا چھوٹا سا دادہ نہ تھا۔
 ”ذراد کیکھ تو دھواں کس طرف جا رہا ہے۔“ عمران جوزف کے کان سے لگا کر بولا۔ وہ اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

”مشرق کی طرف۔“
 ”کتنی عجیب بات ہے۔“
 ”کیوں باس....؟“
 ”ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چل رہی ہے۔ لہذا دھوئیں کو بھی مغرب ہی کی سمت جانا چاہئے۔ لیکن وہ نہ صرف مشرق کی طرف جا رہا ہے بلکہ ہوا اس کے جسم کو منتشر بھی نہیں کر سکتی۔“

”واقعی باس۔ یہ بات تو ہے.... خدا کی پناہ.... کیا بدر و حون کا جزیرہ ہے....!“
 ”بکواس کی تو نیچے پھینک دوں گا۔“
 جوزف بالکل ایسے ہی انداز میں ہنسا تھا جیسے اس نے یہ بات عمران کو چھیڑنے کے لیے کیا ہو۔
 یہیلی کو پڑ اسی سمت پر واڑ کر تارہ جا دھر دھواں جا رہا تھا۔

”میں نے صاف دیکھا تھا بس.... یہ دھواں اسی حصار میں ختم ہو رہا تھا۔“
 ”ہاں بھی بات ہے.... اگر یہ بیلی کو پڑھا تو ہم نے لگتا تو ہم نے جانے کب تک بھکتے رہتے اور
 اب تھوڑی سی تفریخ ہو گی۔ وہ دونوں ہوش میں نہ آئے ہوں گے۔“
 جوزف کچھ نہ بولا۔ عمران نے ٹھیک اسی جگہ بیلی کا پڑھ کیا جہاں سے اڑا تھا۔ اور پھر وہ
 دونوں نیچے اتر کر غار کی طرف چل پڑے۔
 ”اب ہم ان دونوں کو اٹھا کر لا میں گے اور ڈاک پر ڈال دیں گے۔“
 ”اس سے کیا ہو گا بس۔“
 ”اگر وہ دونوں غائب ہو گئے تو ان کے ساتھیوں کو تشویش ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ انہیں
 ٹلاش کرنے کے سلسلے میں ہم تک آپنچیں۔!“
 ”یہ بات تو ہے۔“

”اگر وہ ڈاک ہی پر ہوش میں آئے تو اپنی بیہو شی کو کوئی معنی نہ پہنچ سکیں گے۔“
 ”واقعی خاصی تفریخ رہے گی بس۔“ جوزف نہ کر بولا۔
 وہ دونوں اب بھی بیہو ش تھے۔ انہیں ان کے کپڑے دے دبارہ پہنائے گئے۔
 ”اب ایک کوتم اٹھاؤ اور دوسرا کو میں اٹھاتا ہوں۔“ عمران بولا۔
 اس طرح وہ دونوں اپنے سامان سمیت ایک بار پھر ڈاک پر پہنچا دیئے گئے۔
 اب عمران اور جوزف چنان کی اوٹ سے ان کی گمراہی کر رہے تھے۔ قریباً آدمی گھنٹے بعد ان
 میں سے ایک آدمی نے کروٹ لی اور کچھ دیر تک ہاتھ پر چلا تارہ پھر اٹھ بیٹھا۔ اس کا ساتھی اب
 بھی بے حس وہ حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ بوکھلا کر اس پر جھک پڑا اور جھنگھوڑ جھنگھوڑ کر آوازیں دینے
 لگا۔

جوزف کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ انداز بالکل کسی نہیں سے بچے کا ساتھا جو اپنی کسی
 شرارت سے محظوظ ہو رہا ہو۔

کچھ دیر بعد دوسرا بھی ہوش میں آگیا اور دونوں خاموش بیٹھے ایک دوسرا کو گھوڑتے
 رہے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی بنا پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ پھر ان کے درمیان کس قسم کی گفتگو شروع
 ہو گئی تھی۔ بہر حال غوطہ غوری کا لباس پہنے والے نے شائد پانی میں اتنے کارا دھ ملتوی کر دیا تھا۔

اپنا سامان اٹھا کر وہ بیلی کو پڑھ کی طرف چل پڑے۔
 ”یہ تو کچھ بھی نہ ہوا بس۔“ جوزف بولا۔
 ”تم کیا چاہتے تھے؟“
 ”اس نے غوطہ تو نہیں لگایا۔“
 بیلی کو پڑھ کی آواز سے فضامر لتعش ہو گئی۔ وہ اسی سمت پر واڑ کر رہا تھا۔ جدھر سے آیا تھا۔
 ”آخر دھر کیا ہے باس؟“ جوزف مغرب کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔
 ”میرا خیال ہے کہ ادھر اسی گودی کے نگران رہتے ہیں۔“
 ”اب ہمیں کیا کرتا ہے باس....؟“
 ”فی الحال صرف دیکھیں گے کہ اس دھوکیں کا اخراج کتنی دیر تک ہو تاہم۔ رات کو
 بھی یہ سلسلہ قائم رہتا ہے یا نہیں۔ میں نے وہ جگہ بھی دیکھ لی ہے جہاں سے ہم اس چنان پر پہنچ
 سکیں گے۔ اگر رات کو بھی دھواں برقرار رہا تو زیادہ آسانی ہو گی۔“
 عمران نے جوزف کو تیار رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ بیلی کو پڑھ کے لینڈ کرتے ہی وہ پھر غار سے نکل
 آئے اور اسی چنان کی طرف بڑھنے لگے جس کی اوٹ سے ڈاک کی گمراہی کی جا سکتی تھی۔
 اس بار پھر دو آدمی آئے تھے اور دونوں نے غوطہ خوری کے لباس پہن رکھے تھے۔
 دونوں نے ایک ساتھ غوطے لگائے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں نارنج تھی اور دوسرا سے
 نے اوزار کا تھیلا سنپھال رکھا تھا۔ لیکن دو منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ دہپانی کی سڑھ پر ابھرتے
 دیکھے گئے اور جس انداز میں ڈاک پہنچ تھے اس سے تو یہی ظاہر ہو تاہما جیسے کسی وجہ سے بوکھلا ہٹ
 میں بٹلا ہو گئے ہوں۔ وہ ڈاک پر پہنچ کر دم بھی نہیں لینے پائے تھے کہ پانی کی سڑھ پر بھونچاں سا
 آگیا۔ کوئی سیاہی شے سڑھ پر ابھر رہی تھی۔
 ”اوہو.... آبدوز کشی....!“ عمران آہستہ سے بڑا بڑا یا۔
 جوزف کچھ نہ بولا۔ وہ کسی شکاری کتے کی طرح اس جانب گمراہ تھا۔ دونوں غوطہ خور
 ڈاک پر کھڑے آبدوز کو دیکھتے رہے۔
 ٹھیک اسی وقت پھر کسی بیلی کو پڑھ کی آواز سنائی دی اور عمران چوک پڑا۔
 ”اوہو.... یہ تو مشرق کی طرف سے آ رہا ہے۔ چلو غار میں ورنہ ہم دیکھ لیے جائیں گے۔!“

”پہلی رات وہ جزیرہ غرق ہو گیا جہاں مینڈک نے جشن منایا تھا۔“
 ”غرق ہو گیا....؟“ عمران کے لجھے میں حیرت تھی۔ ”میں نہیں سمجھا....!“
 ”خبر ہے کہ زبردست زلزلے کے نتیجے میں ایسا ہوا۔ سمندر میں ایسا تلاطم ہوا کہ مینڈک کی
 کشتی تباہ ہو گئی۔ ہم نے اس کے ایک ایک فرد کو پھالیا تھا۔ اور وہ سب ہمارے چہارہ پر تھے۔“
 ”تھے سے کیا تمہارا ہے تمہاری....؟“ عمران نے مضطرباً نہ انداز میں پوچھا۔
 ” بتاتا ہوں۔ ہمارا جہاں متعلقہ جزیرے کی سمندری حدود ہی میں چکر لگا رہا تھا۔ محض اس لیے
 کہ ہم تم سے قریب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اچاک جزیرے کی جنگلی کشیوں نے جہاں کو گھیر کر تلاشی میں
 پھر مینڈک پہنچاں لیا گیا اور وہ اسے پکڑ لے گئے ہم نے انہیں اپنی حکومت کی طرف سے الٹی میم
 دے دیا ہے کہ اگر مینڈک کو کوئی گزند پہنچا تو ہماری حکومت تختی سے نوٹس لے گی۔“
 ”وہ تمہارے چہارہ پر کوئی گھیر کر اپنے ساحل پر کوئی نہیں لے گئے....“ عمران نے پوچھا۔
 ”ہوتا تو یہی چاہئے تھا.... لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔“
 ”اور لوگ کہاں ہیں....؟“
 ”وہ سب ہمارے ہی ساتھ ہیں.... انہیں کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔“
 ”جزیرے کی ذمہ دار شخصیت کو باضابطہ الٹی میم بھجواؤ! واقعی اگر مینڈک کو کوئی گزند پہنچا تو
 تمہاری حکومت کے لیے باعث شرم ہو گا۔ کیونکہ تم نے اسے پناہ دی تھی اس کی جان پچائی تھی۔“
 ”ایسا کیا جاچکا ہے.... ہم نے واٹر لیس پر اس ذمہ دار شخصیت سے رابطہ قائم کر کے وارنگ
 دے دی ہے۔“
 ”ٹھیک ہے....!“
 ”کوئی روپورٹ....؟“
 ”کوئی خاص نہیں.... کام جاری ہے.... میرے ساتھیوں کا خاص خیال رکھا جائے۔
 ”دونوں لڑکوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔“
 ”ان میں سے ایک تمہارے لیے ہر وقت روتوی رہتی ہے۔“
 ”خدا اس پر رحم کرے۔ اختتام!“ عمران نے کہہ کر سونکھ آف کر دیا۔
 ”پوری بات سمجھ میں نہیں آئی باس۔“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

یہ ہیلی کو پھر حقیقتاً سمت سے آرہا تھا جو احمد ہرنہوں نے دھوئیں کا حصہ دیکھا تھا۔
 جوزف غار کی جانب دوڑ گیا تھا لیکن عمران اسی چٹان کی ایک درازی میں دبک رہا۔ ہیلی کو پھر
 اس کے اوپر سے گزرتا ہوا ذاک کی طرف جا رہا تھا۔
 پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ ہیلی کو پھر بھی ذاک ہی پر لینڈ کر رہا ہے.... عمران دوبارہ اسی
 جگہ پہنچ گیا جہاں سے ذاک کی طرف جھاکنکرتا رہا تھا بعد میں آنے والے ہیلی کو پھر سے صرف ایک
 آدمی اتراد دوسری طرف آبدوز کے بالائی حصے سے تین افراد برآمد ہوئے تھے جو یکے بعد
 دیگرے ذاک پر پہنچ گئے۔
 انہوں نے غوط خروں کے قریب پہنچ کر کچھ کہا تھا۔ جواب میں وہ بھی ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ
 کہتے رہے۔ پھر عمران نے انہیں دوبارہ غوطے لگاتے دیکھا۔ آبدوز سے اترنے والے تیوں افراد
 بعد میں آنے والے ہیلی کو پھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔
 عمران پھر دراز میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ہیلی کو پھر کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ مشرق ہی کی
 طرف پر واڑ کر گیا تھا۔ عمران غار کی جانب چل پڑا۔
 ”کیا ہو بابا؟“ جوزف نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔
 ”آبدوز سے تین آدمی اترے تھے جنمیں بعد میں آنے والا ہیلی کو پھر مشرق کی طرف لے
 گیا۔ وہ دونوں غوط خور پھر پانی میں اترے ہیں۔“
 ”بہت گھرے معلوم ہوتے ہیں یہ لوگ کیا راستہ بنایا ہے آبدوز کے لیے۔“
 ”روشنی جو شگاف کے دہانے سے نکلتی تھی۔ شائد اسی آبدوز کی رہنمائی کے لیے تھی۔“
 عمران پر تشویش لجھ میں بولا۔ ”ہمیں یہاں سے ہٹ چلنا چاہئے۔ اروشنی غالب ہو جانے کی وجہ
 معلوم ہونے پر آس پاس ضرور ہنگامہ برباد ہو گا۔“
 جوزف کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ٹرانسیمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ عمران نے سونچ آن کیا کہیں
 سے آواز آرہی تھی۔ ”تاریک ہم... تاریک ہم...!“
 ”تاریک ہم...!“ عمران نے جواب دیا۔
 ”صُح سے کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”مصرد فیت تھی....!“ عمران بولا۔ ”کیا خبر ہے؟“

عمران اسے بیلو پکو جزار کے اس مخصوص جزیرے کی تباہی سے متعلق بتانے لگا جہاں
فراگ اور اس کے ساتھیوں پر ہیلی کوپرڈوں سے بمباری ہوئی تھی۔

”اور پھر موکارہ کی گشی پولیس نے لوئیسا کے اسٹریپر چھاپ مار کر فراگ کو گرفتار کر لیا اور
اسے اپنے ساتھ لے گئی۔“

”یہ تو بہت براہوا بس۔!“

”فکر نہ کرو.... وہ اسے مارنے سکیں گے کیونکہ حکومت فرانس اس کی حلیف بن گئی ہے۔
سماکا اسی حکومت کو فرانس کی طرف سے وارنگ دے دی گئی ہے۔

خیر۔ اب ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے.... مناسب یہ ہو گا کہ دھوکیں کے حصہ ہی کی
طرف بڑھ چلیں۔!“

”بہت اچھا بس۔!“ جوزف نے کہا اور سامان سمیٹنے لگا۔



سماکا نے بلند آہنگ قہقهہ لگایا۔ خبر اس کے لیے بید خوش کرنے تھی۔ اس نے خبر لانے
والے سے کہا۔

”فراگ کی گرفتاری کے لیے جوانعی رقم مقرر کی گئی تھی اس مہم میں حصہ لینے والوں میں
تقسیم کر دی جائے۔“

”بہت بہتر یور آزر۔!“

”کیا پرس ہر بذرا بھی اسٹریپر میں تھے؟“

”نہیں یور آزر۔!“

”معلوم کرو۔!“

”اسٹریپر کی تلاشی لینے والوں میں۔ میں بھی شامل تھا یور آزر۔!“

”اسٹریپر کہاں ہے؟“

”ہم نے اسے موکارہ کی سمندری حدود سے باہر نکال دیا تھا۔“

”ٹیک ہے۔“

”کیپن نے یہ تحریری وارنگ دی تھی اور اس کی نقل پر میرے دستخط لیے تھے۔“ اس نے

ایک کاغذ سماکا کا اسی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

سماکا نے پہلے اسے تیز نظر دیں سے گھورا تھا اور پھر کاغذ لے کر پڑھنے لگا تھا۔
”جاو۔...!“ وہ کچھ دیر بعد ہاتھ ہلا کر بولا۔

اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے فون کار سیور اٹھا کر کسی کو
حکم دیا تھا کہ فراگ کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اور وہ دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایک بار پھر فراگ کے ہاتھوں
میں ہٹکریاں نظر آئیں۔ لیکن وہ سینہ تانے کی چٹان کی طرح ایستادہ تھا۔

سماکا اور ہر بذرا کی مکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”فرانس تمہارا حلیف بن گیا ہے۔ لیکن تم مجھے
بہت مہنگے پڑے ہو۔ پچھاں ہر اڑاڑا بہت ہوتے ہیں۔“

”فراگ کچھ نہ بولا۔ سماکا اسی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا رہا۔
”پرس ہر بذرا کہاں ہے؟“ سماکا بالآخر دھڑا۔

”میں نہیں جانتا.... کل رات تک میری لاخ پر تھا۔ غیر متوقع تلاطم نے لاخ کو جاہ کر دیا۔
ہو سکتا ہے غرق ہو گیا ہو۔ بچائے جانے والوں میں وہ نظر نہیں آیا تھا۔“

”وہ لوگ کون تھے جنہوں نے تمہیں بچایا تھا۔“

”فرانس کا اسٹریپر تھا.... وہ لوگ شاید موسمیاتی تحقیق کرتے ہیں۔“

”ہر بذرا کے ساتھ اور کون تھا؟“

”پرسنزا تالا باؤ آکا ایسی یہی سکرٹری عمران۔ دو ایرانی جو پرس کے باڑی گارڈز تھے۔ عمران پرس
کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔ دونوں ایرانی نجگ گئے تھے۔ وہ اسٹریپر ہیں۔“

”تم نے ایرانی دے ساواں اور کسی ڈھمپ لوپوکا کے متعلق بتایا تھا۔“

”اس سفر کے دوران میں وہ نہیں دکھائی دیئے۔“

”اب تم اپنی سزا خود ہی تجویز کرو۔“

”فرانس سے جھگرا مول لیا ہو تو مجھے ہاتھ لگانا۔“

”میں تمہاری کھال اڑوا کر تمہیں فرانس کے حوالے کر دوں گا بے فکر ہو۔...!“

”تم مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتے.... غلام ابن غلام.... کھال اڑ جانے کے باوجود میں آزاد
کیا۔“

رہوں گا۔

”یقین کرو میں تمہیں سکا سکا کر ماروں گا۔“

”اگر میری آدمی سکی بھی سن سکے تو میں تمہیں ایک لاکھ ڈال بدوں گا۔“

سماکا وادانت پیش کر رہ گیا۔ صاحب اختیار تھا۔ لیکن نہ جانے اس کے ذہن میں کیا تھا کہ فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پا کر مسکرا دیا۔ ویسے یہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو گھوڑے جارہے تھے۔

”اس جزیرے کو سمندر نگل گیا جہاں بچھلی رات تم لوگوں نے جشن منایا تھا۔“ سماکا وادی

سانپ کی طرح پھٹکا رہا۔

”اتفاقات ہی نے تمہیں چمچن بنایا ہے۔“ فراغ نے خنک لجھے میں کہا۔

”اور اتفاقات ہی نے تمہیں میرے چنگل میں لا پھنسایا ہے۔ دیکھوں گا کہ کنگ چانگ تمہیں کس طرح رہائی دلاتا ہے۔“

”مجھے چیزے نہ جانے کتنے غلام کنگ چانگ کی شان بڑھانے کے لیے زندہ رہیں گے۔“ فراغ

گرایا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور سماکا وادا نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا شائد کوئی ایسی ہی بات کہہ رہا تھا کہ سماکا وادا کے چہرے پر سراسیکی کے آثار نظر آنے لگے۔ فراغ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

دفعہ سماکا وادا نے رسیور کریڈل پر رکھ کر سپاہیوں سے کہا۔ ”اے لے جاؤ۔“

فراغ خود ہی دروازے کی طرف مڑا اور شاہزادہ انداز میں چلتا ہوا سماکا وادا کے دفتر سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہی سماکا وادا بھی اٹھا تھا۔ باہمیں جانب والے دروازے سے گذر کر وہ آپریشن روم میں پہنچا۔

آپریشن نے اسے تعیین دی تھی۔ یہ سب جلاپی تھے۔

”کمال کتی دیر سے جاری ہے....؟“ اس نے چیف آپریشن سے سوال کیا۔

”پہلی ہی کال پر میں نے آپ کو آگاہ کیا تھا یور آزر....!“

”ٹھیک ہے۔ تم نے کوئی جواب تو نہیں دیا۔“

”نہیں یور آزر....“

”سوچ آن کرو....!“

اس نے مژا نسیمیر کا سوچ آن کر دیا۔

”بیلو.... موکارو.... بیلو موکارو....!“ مژا نسیمیر سے آواز آئی۔ ”پرانس ہر بند اکانگ موکارو.... بیلو موکارو۔ پرانس ہر بند اکانگ.... کوئی جواب نہیں دیتا۔ لیکن میں اس موقع پر موکارو والوں سے مخاطب ہوں کہ کوئی تو میری آواز سن رہا ہو گا.... اے اپالیان موکارو.... میں پرانس ہر بند اکانگ.... تم سے اگریزی میں مخاطب ہوں۔ فرانسیسی اس لیے نہیں بول سکتا کہ مجھے فرانس سے نفرت ہے.... اخشارہ سال پہلے میں نے قسم کھائی تھی فرانسیسی نہیں بولوں گا.... مادری زبان بھی نہیں بولوں گا کیونکہ بکھانا.... میری.... ماں.... فرانسیسیوں کی غلام ہے.... بیلو موکارو.... کوئی سن رہا ہے یا نہیں.... پرانس ہر بند اکانگ.... اب میں اس سور کا نام لیتا ہوں جس نے موکارو کو جاتی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے.... سماکا وادا کیا تو سن رہا ہے۔“ سماکا وادا نے تھوک نگل کر ہوتوں پر زبان پھیری اور مژا نسیمیر سے ثیپ ریکارڈ رائچ کر دینے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد ہر بند اپھر سماکا وادا کو پکارنے لگا۔ ”سماکا وادا۔ تیرے آدمیوں نے میرے دوست ذیلی فراغ کو پکڑ لیا ہے.... اس نے یقیناً یہی کہا ہو گا کہ ہر بند اڑوب گیا۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ کیا تجھے میں اتنی ہمت ہے کہ فراغ کو گزند پہنچا سکے۔ میں ہر بند اتجھے وار نگ دیتا ہوں اگر اس پر ہلاکا سا بھی تشدد ہو تو تیری خیر نہیں اور اب اسے موکارو کے باشندوں میں پھر تم سے مخاطب ہوں.... سماکا وادا نہیں چاہتا کہ میں موکارو میں قدم رکھوں اگر فراغ نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو سماکا وادا مجھے قتل کر دادیتا۔

”بکواس بند کرو....!“ سماکا وادا نسیمیر سے قریب ہو کر بولا۔

”یہ کون بد تیز ہے جو مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا ہے....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں سماکا وادا بول رہا ہوں۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے مخاطب کرنے کی عکلنڈی کر بیٹھے۔“ کان کھوں کر سن لو۔ ہر مجھنی کا فرمان ہے کہ جب تک تم اپنے باپ سے معاف نہیں مانگو گے تم

موکارو میں داخل نہیں ہو سکو گے۔

”ہر مجھی کبھی ایسا فرمان جاری نہیں کر سکتے... تو جھوٹا ہے۔ ہر مجھی روایات کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ میرا باب موكارو کے شایخ خون سے تعلق نہیں رکھتا...!“

”ہر مجھی لکیر کے فقیر نہیں ہیں۔ ان کے حوالے سے جھوٹ نہیں بول سکتا تم برادر است انہیں مخاطب کر سکتے ہو۔“

”میں جانتا ہوں کہ تو نے عورت اور شراب کا جادو چلایا ہے۔“

”پُن ہر بندہ۔ حد سے نہ بڑھو۔“

”میں پھر دار تنگ دیتا ہوں کہ فراغ کوئی گزندہ پہنچے۔“

”اگر اس نے تمہارا اپنا نہ بتایا تو جان سے مار دوں گا۔“

”وہ قادر دوست کبھی اپنی زبان نہ کھو لے گا۔“

”تو پھر اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔“

”اچھا.... اچھا.... میں دیکھوں گا.... اور اس بڑی طاقت کی دھمکی کو بھی دیکھوں گا جو اس

نے موکارو کے اندر ونی معاملات میں داخل اندازی کرنے والوں کو دی ہے۔“

اس کے بعد سناثا چھاگیا تھا۔

سماکاوانے نیپ ریکارڈ سے اسپول نکلا کر اپنے دفتر میں پہنچانے کا اشارہ کیا اور آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر وہ اپنے دفتر میں داخل ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

خون پر کسی سے رابط قائم کر کے فراغ کو دوبارہ پیش کرنے کا حکم دے کر ریسیور کریل پر رکھا اور زیورہ سے ثم اب کی بوتل نکالی۔

شراب نوشی ہی کے دوران میں فراغ ایا گیا۔ وہ قہر آؤد نظر وں سے سماکاوا کو ٹھوٹتا رہا۔ سماکاوا کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے محض اپنی سے نوشی کا اشائل دکھانے کے لیے فراغ کو طلب کیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد خالی گلاس میز پر کھڑک رکھ کر فراغ کی طرف متوجہ ہوا۔

”تم نے کہا تھا کہ ہندا غرق ہوئے۔“ وہ بے حد نشمچے میں بوائے۔

”ہاں۔ میں نے کہا تھا۔“

”لیکن وہ زندہ ہے....!“

”ہو سکتا ہے....!“ فراغ نے لاپرواہی سے کہا۔

”اور تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے۔“ سماکاوا میز پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

فراغ کوئی جواب دینے کی بجائے اسے ثنوںے والی نظر وں سے دیکھنے لگا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر ریکارڈ کی ہوئی کال کا نیپ اس دوران میں سماکاوا کے آفس والے نیپ ریکارڈ پر چڑھایا جا پکا تھا۔ اس نے اسے چلانے کا اشارہ کیا۔... معتمد نے نیپ ریکارڈ کا سوچ آن کر دیا۔ ریکارڈ کی ہوئی آواز کرنے میں گنجے گئی۔

ایک بے ساختہ سی مکراہٹ فراغ کے ہونٹوں پر شمودار ہوئی کیونکہ یہ ہر بندہ اکی بجائے عمران کی آواز تھی۔ وہ بحثیت ہر بندہ سماکاوا سے مخاطب ہوا تھا۔ لیکن عمران نے تو کہا تھا کہ اسے انگلش نہیں آتی۔ بہر حال اس کا یہ مطلب ہوا کہ سماکاوا ہر بندہ اکی آواز نہیں پہچان سکتا۔ وہ سوچتا رہا اور عمران کی علیحدگی پر عشق عش کرتا رہا۔ اس کی جان بچا لینے کا بھی مناسب ترین طریقہ تھا۔ اب سماکاوا اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہو گا تاہم قیکل وہ اسے ہر بندہ کا سچ پڑھنے دیتا ہے۔ کال کے اختام پر سماکاوا اسے گھورتا ہوا لواد۔ ”اب کیا کہتے ہو؟“

”جی جی میری کھال اتار دو تب بھی نہ بتاؤں گا۔“

”تم پیاسے معلوم ہوتے ہو۔“ سماکاوا نے نرم لمحے میں کہا۔

”نہیں.... ایک کوئی بات نہیں....!“

”میں تمہیں ضرور پلاوائیں گا۔“

”اس وہم میں نہ پڑو، کہ نش میں مجھ سے آچھا گلووا سکو۔“

”سنو فراغ! تمہاری وجہ سے میرے کئی درجن آدمی شائع ہوئے ہیں۔ میں سب پچھے

نہ مول جاؤں گا اگر تم مجھ سے تعاون کرو....!“

”ہو سکتا ہے لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔!“

”میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”تمہاری قیدی میں مجھے زندہ رکھ سکتی ہے۔“

”صاف صاف کہو....!“

"میں فرانس کی گرفت میں آگیا ہوں۔"

"کھل کربات کرو۔"

"ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا۔"

"بیٹھ جاؤ۔!"

"میں پہلے بھی تم سے ڈھمپ لوپو کا اور لویسا کا ذکر کرچکا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ ان لوگوں نے کیا چکر چلا یا ہے۔" فراغ بیٹھتا ہوا بولا۔

ساکا واالے خاموشی سے دیکھتا ہے۔ فراغ بھر بولا۔ "هم خواہ مخواہ آپس میں جھگڑا کر بیٹھنے تھے اور میں بے ہوشی کی دوادینے کی کوشش کرتے اور نہ تمہارے خلاف جھجھلاہٹ میں بٹلا ہوتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ مجھے عقل سے کام لینا چاہئے تھا۔"

"ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں فرانس کے مفاد کے خلاف کچھ ہو رہا ہے ابے چارہ ہر بندہ ایک مہرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"

"تم جانتے ہوئے کہ ہر بندہ اکھاں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"تو پھر مجھے بتا دو۔"

"تم اصل معاملے کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتے! ہر بندہ ایک ایک ایک میں شامل تھا جو فیل ہو گئی۔ اب وہ موکاروں میں داخل ہونے کا کوئی دوسرا ذریعہ تلاش کریں گے۔ رہی ہر بندہ اکی بات تو میں اسے دوست کہہ چکا ہوں۔ اس سے نہیں پھر سکتا خواہ تم مجھے اپنے شکاری کتوں سے نجوادو۔"

ساکا واپس کی گھری سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر بعد گارڈز کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "تھھڑیاں کھول دو۔"

فراغ کے چہرے پر پہلے توجیہت کے آثار نظر آئے پھر اس نے خود پر قابو پالیا۔ ساکا واالے یورپیو سے دوسرے گلاس نکالا اور اس میں فراغ کے لیے شراب اٹھیلنے لگا۔

"دوستی کا جام....!" گلاس آگے سر کاتے ہوئے اس نے فراغ کو مناطب کیا تھا۔

"بشرط و قادری....!"

"میں تمہیں غلط سمجھا تھا۔" ساکا وا سمجھی گی سے بولا۔ "تعلفی کر دی جائے گی فرمت کرو۔" فراغ نے گلاس اٹھایا۔ دونوں نے گلاس ٹکرائے اور برسوں پر اسے دوستوں کی طرح پینے لگا۔

"جاو۔....!" ساکا وا نے گارڈ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

گارڈز کے چلے جانے کے بعد فراغ بولا۔ "میں نے ہر بندہ سے محض اسی لیے تعلقات بڑھائے تھے کہ کسی طرح ڈھمپ لوپو کا پر ہاتھ ڈال سکوں۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں نے اس کے ہاتھوں کتنی بڑی شکست کھائی ہے۔ میں اس کی فکر میں تھا کہ تم الجھ پڑے۔"

"بھول جاؤ۔! سب کچھ بھول جاؤ۔" ساکا وا بیجد نرم لبھ میں بولا۔ "لیکن میں یہ ضرور جانتا چاہوں گا کہ تم نے اس سے شکست کس طرح کھائی تھی۔"

"ہو سکتا ہے میں تمہیں بتا دوں۔ لیکن اس کی تشکیر پسند نہیں کروں گا۔ میرے لیے مر جانے کا مقام ہے۔"

فراغ کا گلاس خالی ہو چکا تھا۔ دوبارہ لبریز کیا گیا اور وہ ایک ایک گھونٹ لے کر ڈھمپ لوپو کا لکھنال دہرانے لگا۔ ساکا وا بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اختتام پر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہیں پہلے ٹیکا بتا دینا چاہئے تھا۔"

" بتانے کی ابتدا نہ کی ہوتی تھی.... اب تم ان دونوں تک میری راہنمائی کرو۔ ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آنے پائے گا.... تم اپنا یہی بیان ہر مجھ کی سامنے دہراوے گے.... میں تمہارے لیے معافی نامہ حاصل کروں گا۔ معافی نامہ کل کے لافکیاں میں شائع ہو گا.... اور تم یہاں از لون زندگی سر کر سکو گے۔"

"ڈھمپ لوپو کا....!" فراغ دانت پیس کر بڑا یا۔



انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی تھی اور دھوئیں کے حصہ کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔ گار

”آدمی قابل اعتدال نہیں ہے....!“

عمران پلتے پلتے رک آیا اور جو زف کی طرف مڑ کر بولا۔ ”تم شائد نہیں جانتے کہ اگر اسے
میری ایک حیثیت کا علم ہو جائے تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔“
”اوہ۔ کوئی ایسی بات بھی ہے۔“

”وہ مچپ لوپوکا....!“

”یہ کیا بلایا ہے.... تم ایک بار پہلے بھی اس کا حوالہ دے چکے ہو۔!“

عمران اسے ڈھنپ لوپوکا والا واقعہ بتانے لگا۔ جو زف آواز سے مٹ رہا تھا۔
کہانی کے اختتام پر پھر نہ جانے کیوں اچانک سمجھیدہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔
”ہاں.... وہ دونوں خطرے میں ہیں۔“

”ظفر اور جیمن....؟“

”ہاں.... باس.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ تمہاری اس کال کے بعد وہ خطرے میں پڑ گئے
ہیں۔ پرانی ہر بندرا کے باڑی گارڈز کی حیثیت سے وہ اس کے ساتھ فرانس سے آئے تھے۔ فراؤ
بیان تو جانتا ہے۔ نا۔ فرض کرو اس پر تشدید کیا جاتا ہے اور وہ وقّتی طور پر اپنی جان چھڑانے کے لیے
کہ دیتا ہے کہ ہر بندرا کے باڑی گارڈز سے پوچھو کر وہ کہاں ہیں۔ میں تو نہیں جانتا بس پھر اس نے
گھر جانے کا اور وہ دونوں پکڑ لیے جائیں گے۔“

”میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ دونوں بھی پہنچ جائیں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”اس کال میں یہ
مقصد بھی پوشیدہ تھا۔ وہ پھر کو جب تم سور ہے تھے! میں نے ظفر سے رابطہ قائم کر کے کہہ دیا تھا
کہ وہ اس کے لیے تیار ہے اور میں نے اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہاں پہنچ کر اسے کیا کرنا ہے۔“
”تب ٹھیک ہے۔“

عمران ڈھنپ لوپوکا کی کہانی سنانے کے لیے بیٹھ گیا تھا۔ اسی بہانے وہ دونوں کچھ دیر استا
لے تھے۔

”بلیں اب اٹھ جاؤ۔“ عمران جو زف کا شانہ تھپک کر بولا لیکن ٹھیک اسی وقت کسی یہی کو پڑر
کی لڑگانہ اہم سنائی دی۔

”لیٹ جاؤ....!“ عمران خود بھی زمین پر گرتا ہوا بولا۔ ”ہو سکتا ہے وہ ادھر ہی سے
زبان نہیں کھوتا۔“

کے دہانے سے نکلنے والے دھوئیں کا اخراج صرف تین گھنٹے جاری رہا تھا۔ شام ہوتے ہی انہوں
نے آگے بڑھنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ آبوزادا اک کے قریب سے بھر نہیں بلیں تھیں اور
ندوہ تین آدمی ہی واپس آئے تھے۔ جنہیں یہی کوپڑہ دھوئیں کے حصاء کی جانب لے کیا تھا۔...
غوط خرونوں کا یہی کوپڑہ بھی کچھ دیر بعد ذاک سے پرواہ کر گیا تھا۔

اس وقت رات کے نوبجے تھے۔ پورا چاند بادلوں کے چھوٹے چھوٹے نگاروں میں آنکھ
چھوٹی کھلی رہا تھا۔ فضا کبھی تو شفاف چاندنی سے نہا جاتی اور کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے اس پر
کہر کی ہلکی سی چادر پھیل گئی ہو۔ بہر حال وہ دونوں اپنے راستے کا تعین پر آسانی کر سکتے تھے۔
”مجھے تو ایسا لگتا ہے باس ہیسے میں خواب دیکھ رہا ہوں۔“ جو زف بڑھا یا۔

”کیوں....؟ تمہارے لیے یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے۔ اس سے پہلے تم نے مہماں میں
میرے ساتھ رہ چکے ہو۔!“ عمران بولا۔

”ہاں.... ہاں.... کیوں نہیں.... بونا والی مہم اس سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔ لیکن نہ
جانے کیوں ایسا لگتا ہے جیسے دنیا اسی جزیرے سے شروع ہوئی ہو۔ یا نہیں بلکہ زندگی ہبنا چاہتے۔“

”میں صبح سے محسوس کر رہا ہوں کہ تو فلسفیوں سے تازہ تازہ میں سوچنے لگا ہے۔“
جو زف کچھ نہ بولا۔ رات کا سناٹا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے دریائے ناچیر کے بڑے بڑے آدم
خور گمراх مچھ بے آواز رینگتے ہوئے اپنے کسی غالی شاکر کی طرف بڑھ رہے ہوں۔

”باس کیا نیا ہے.... فراؤ زندہ ہو گا۔“ اس نے پچھہ دیر بعد پوچھا۔
”اے زندہ رکھنے کے لیے میں نے پرانی ہر بندرا کی طرف سے ساکا، اتو پورا اتنا۔“

”ٹھیک ہے! وہ اسے جان سے نہیں مارے گا۔ لیکن ہو سکتا ہے اتنا تشدید، وہ اس پر کہ۔“
ہمارے بارے میں پچھی بات اگلے۔“

”یقیناً اس پر اسی حد تک تشدید کیا جائے گا۔“
”اگر اس نے بتا دیا کہ ہم کہاں ہیں تو کیا ہو گا؟“

”اس کے امکان کو میں نے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ لیکن فراؤ اتنا نمقل نہیں ہے کہ تشدید
سے پہنچ کے لیے زندگی کا سودا نہ میٹھے گا۔ ساکا، اس وقت تک زندہ رکھے کا جب تک واپس
زبان نہیں کھوتا۔“

گزرے۔"

جوزف نے مشین انداز میں ہدایت پر عمل کیا تھا۔

ہیلی کو پڑ کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ان سے کسی قدر فاصلے سے گزرا۔ اس کا

پوشیدہ گودی ہی کی طرف تھا۔

"ہو سکتا ہے اسی آبدوز سے اترنے والے واپس ہوئے ہوں۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"نن.... نیں باس وہ تو اسی طرف چکر لگا رہا ہے.... وہ دیکھو....!" چیخ ہیلی کو پڑ رہا۔

ایک لمبا چکر لیا تھا۔

"چپ چاپ پڑے رہو... فردہ برابر بھی حرکت نہ ہو۔" عمران بولا۔

ہیلی کو پڑ رہا ان سے قریباً تین چار سو گز کے فاصلے پر نیچے اتر رہا تھا۔

"ہوشیار! " عمران آہستہ سے بولا۔ "پستول میں سائیلنسر لگالو۔"

خود وہ بھی اپنا پستول سنبھالنے لگا تھا۔ دفعتاً ہیلی کا پڑ نظر وہ اسے او جھل ہو گیا۔ وہ بائیں

جانب والے نشیب میں کھینچا تھا۔

"اس طرف بھی کچھ ہے کیا؟" جوزف بڑا ہے۔

"دیکھیں گے۔"

تھوڑی دیر تک وہ ہیلی کو پڑ کے انجن کی آواز سننے رہے پھر اچانک نانا چھا گیا۔

"لیئے ہی لیئے کھمک چلو۔" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

جوزف زمین سے لگا ہوا کسی چھپکی ہی کی طرح دوڑ پڑا تھا۔

وہ چنان کے سرے نکل چلے آئے۔ ہیلی کو پڑ نے قریباً سو فٹ نشیب میں لینڈ کیا تھا۔

دو سائے ہیلی کو پڑ سے اتر کر ایک جانب بڑھتے ہوئے نظر آئے ایک جگہ ان میں سے ایک نے ثارچ روشن کی۔

"اوہو.... وہ اس دراز میں داخل ہو رہے ہیں۔" جوزف آہستہ سے بولا۔

"خاموشی سے دیکھتے رہو۔"

وہ دونوں سامنے والی چنان کی ایک دراز میں داخل ہو کر نظر وہ اسے او جھل ہو چکے تھے۔

اب پھر وہی پہلے کا سامنہ اتھا رہ ویرانے کی رات سامیں سائیں کر رہی تھی۔

یہ دونوں چنان کی طرف گمراہ رہے۔ غالباً میں منٹ بعد وہ دونوں سامنے اس دراز سے برآمد ہوئے۔ انہیں ہیلی کو پڑ کی طرف بڑھتے دیکھ کر یہ دونوں پھر اپنی پہلی پوزیشن پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔

ہیلی کو پڑ کا انجن دوبارہ جاگا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ فضائیں بلند ہوا اور چکر کاٹ کر اسی سمت پر واڑ کر گیا جو دراز سے آیا۔

"آخر وہ بیہاں کیا کرنے آئے تھے اس دراز میں کیا ہے؟" جوزف بولا۔

"دیکھ لیں گے.... آؤ....!" عمران انھ کر بہائیں جانب بڑھتا ہوا بولا۔ "لیکن جب تک میں نہ کہوں تارچ ہر گزوں نہ کرنا۔ اوہاں۔ تھہر و....! تھیلے میں جھوڑے چلتے ہیں۔!"

ڈھلان ناقابل عبور نہیں تھی۔ وہ آسانی اس جگہ تک پہنچ گئے جہاں ہیلی کو پڑ لینڈ کیا گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک وہیں رکے رہے پھر آگے بڑھے اور عمران نے جھک کر ایک پھر اٹھایا۔

جوزف نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا ہے باس؟"

"پھر....!"

"پپ.... پھر....!"

"ہاں پا گل ہو گیا ہوں.... تجھے ماروں گا....!"

"اڑے.... ہی.... ہی.... باس! "

"خاموشی سے چلو۔"

کچھ دور آگے بڑھ کر ایک بڑے پھر کی اوٹ سے عمران نے اپنے ہاتھ والا پھر دراز کی طرف پھیکا تھا۔ سنانے میں پھر گرنے کی آواز دور دراز تک پھیل گئی لیکن اس کا کوئی رد عمل نہ ہوا۔

"آؤ....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "تم دراز کے باہر ہی تھہر تا۔"

وہ بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔

دراز و ڈھائی فٹ سے زیادہ تھوڑی نہیں تھی۔ جوزف باہر ہی رک گیا۔ عمران دراز میں افل ہو کر چند لمحے بے حس و حرکت کھڑا رہ۔ پھر اس نے پہلی تارچ نکالی۔ روشنی کی تلی کی لگبرائی کے پیروں کے پاس سے آگے ریگتی چلی گئی۔ راستہ ناہموار نہیں تھا۔ وہ بے آواز چلے لگا۔

عمران نے نارچ روشن کی اور پنجھرے کا جائزہ لینے لگا۔ پنجھرہ مغلل تھا۔

"صرف اتنا بادوکہ وہ دونوں پھروابیں تو نہیں آئیں گے۔" عمران نے پوچھا۔

"میں تمہاری باتوں میں نہیں آسکتی۔"

"میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اطمینان سے اس کچھ کا قفل کھول سکوں۔"

"تم آخر ہو کون؟ میں نے یہاں کسی کو بھی اتنی شائستگی سے انگش بولتے نہیں سن۔"

"بس ایک دوست سمجھ لو۔۔۔ مجھ پر اعتماد کرو۔"

"وہ کل ہی کسی وقت آئیں گے۔ لیکن مجھے زندہ تباہیں گے۔" لڑکی نے کہا اور پھر کھانے لگی۔

عمران نے قفل پر روشنی ڈالی اور جیب سے فاؤٹھین پن کی شکل کا کوئی اوڑا نکالا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟" اس نے قفل پر ہاتھ صاف کرتے وقت لڑکی سے پوچھا تھا۔

"میں بھوکی ہوں۔ انہوں نے تین دن سے مجھ پر کھانا اور پانی بند کر رکھا ہے۔"

"اوہو۔۔۔ تو تمہیں سزا دی گئی ہے!"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اتنے میں قفل بھی کھل گیا۔ اس نے کچھ کا دروازہ کھولتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ "نکل آؤ۔"

وہ لڑکھراتے ہوئے قدموں سے باہر آئی تھی۔ عمران نے سہارے کے لیے اپنا بازو پیش کیا۔

"میرا سر پچکار ہاہے۔ میں چل نہیں سکتی۔"

"کیا میں تمہیں اٹھاؤں۔"

"نہیں۔" وہ اس طرح اس کا بازو چھوڑ کر دور ہٹ لگی جیسے اس نے کوئی بہت نامناسب بات کی ہو اور پھر وہ گری پڑی تھی۔

عمران نے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ لڑکی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ رک رک کر مانسیں لے رہی تھی۔ اس کی پیشانی تھک تھک کر آوازیں دیں۔ لیکن وہ تو یہو شوچی تھی۔ عمران نے اسے اٹھا کر کانہ میں پر ڈالا اور داہنے ہاتھ سے نارچ روشن کئے ہوئے

"درے کے دہانے تک آپنچا۔"

"یہ میں ہوں جو زف۔۔۔" اس نے اطلاع دی۔

دو چار قدم چل کر رک جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یقین اور بے یقینی کی کنکش میں بتا ہو یہ
اقدام سود مند بھی ثابت ہو گایا نہیں؟

پچھے دور چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا جیسے وہ درے سے گذر کر کسی بہت وسیع اور کشادہ
غار میں پہنچ گیا ہو۔ نارچ کی روشنی کی پتلی سی لکیر اندر ہیرے میں گم ہو کر رہ گئی۔

ٹھیک اسی وقت اس نے کسی کے کھانے کی آواز سنی تھی اور پھر تی سے زمین پر لیٹ گیا تھا
کھانی پھر سنائی دی۔ غالباً وہ کوئی عورت تھی۔ بائیں جانب سے آواز آئی تھی۔

نارچ روشن کئے بغیر وہ اسی طرف رین گئے۔

"کون ہے؟" نسوی آواز تھی۔ سوال انگریزی میں کیا گیا تھا۔

"یہاں اجنبی تو آئے سے رہا۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اہر گز نہیں۔۔۔ مجھے اس طرح بھی خوفزدہ نہیں کیا جا سکتا۔"

نسوانی آواز پھر آئی اور اس کے بعد کھانیاں۔

عمران رینگتا ہوا آواز کے قریب ہوتا جا رہا تھا اور پھر اچاک نارچ روشن کی اور تھیرہ گیا
روشنی کی لکیر ایک بڑے سے پنجرے پر رینگ رہی تھی اور وہ لڑکی اسی پنجرے میں بند تھی۔ کئی
پنجرے اور بھی نظر آئے لیکن وہ خالی تھے۔

اس نے ایک بار پھر لڑکی کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی
تھی۔ لباس ٹکلتے تھا اور آنکھوں کے گرد حلقے نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ بہت زیادہ
بیمار ہو۔

"کیا تم یہاں تھا ہو؟" عمران نے انگریزوں کے سے لجھے میں پوچھا۔

"مجھ پر کوئی فریب نہیں چل سکتا۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔۔۔ مجھے بھی بارڈ او اور میرے باب کو
بھی مار ڈالو۔"

"تم غلط سمجھی ہو! میں ان میں سے نہیں ہوں۔"

"یہاں ان کے علاوہ اور کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔"

"دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔۔۔ یقین کرو میں یہاں کے مظلوموں کا دوست ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولی کیونکہ کھانیوں کا دورہ پڑ گیا تھا۔

”آدھا سے کیا مراد ہے؟“
 ”آسفورڈ کا طالب علم رہ چکا ہوں اور میرے کئی دوست انگریز ہیں۔ سارے خواب انگلش
 ہی میں دیکھتا ہوں۔“

”محظے باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔ بھوکی پیاسی مر جانا گوارا ہے لیکن وہ نہ ہو سکے گا
 جو تم چاہتے ہو۔“

”ہم نیوزی لینڈ کے باشندے ہیں۔ میرے ساتھ ایک مادری پریسٹ بھی ہے۔ ہم اپنے
 ایک ایسے آدمی کی تلاش میں آئے ہیں جسے انگوکیا گیا ہے۔“

”کون ہے وہ؟“

”نیو کلیئر سائنسٹ ڈاکٹر گرام پولارٹ...!“

”اوہ.... میرا باپ بھی تو نیو کلیئر سائنسٹ ہی تو ہے اور ہم دونوں کو بھی انگوکیا گیا تھا۔ ہم
 کینیڈین ہیں۔ ادھر تفریق کے لیے آئے تھے۔ وہ میرے باپ سے جانوروں کی طرح کام لیتے
 ہیں۔“

”لیکن تمہیں یہ سزا کیوں ملی؟“

”وہ چاہتے تھے کہ میں ان لوگوں کی تفریق بن جاؤں۔ لیکن میں نے حتیٰ سے انکار کر دیا۔ کئی
 لڑکیاں ان کی بھینٹ چڑھ گئی ہیں۔ جو اس پر تیار نہیں ہو تھیں اس تاریک اور ویران غار میں
 قید کر کے بھوکا پیاسا سار کھا جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ میرا دماغ
 درست ہوا یا نہیں....!“

”اس سے پہلے تم کہاں تھیں؟“

”زمین دوز رہائش گاہیں جن کے اوپر گہر ادھوں چھایا رہتا ہے۔“

”دھوں غالباً اس لیے ہو گا کہ وہ دیکھنے نہ جا سکیں۔ لیکن جب انہوں نے زمین دوز رہائش
 گاہیں بنار کھی ہیں تو پھر اس دھوئیں کا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”وہ دھوں تو اس لیے ہے کہ کوئی قیدی فرار ہونے کی کوشش نہ کرے کچھ مخصوص
 آدمیوں کے علاوہ اور کوئی دھوئیں کے اس گھرے کوپار نہیں کر سکتا۔“

”بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”اوکے بس!“ جو زفاف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”چلو.... آگے چلو!“

”اوہ ہو.... یہ کیا تھا کھا ہے؟“

”وہی جو مقدر میں ہے۔ یہاں بھی ایک لڑکی ہاتھ لگی ہے۔“

”بولتی ہوئی نہیں ہے کیا؟“

”بولے گی.... بولے گی.... ذرا ہوش تو آنے دو۔“

”میں نہیں.... سمجھا!“

”صلتے رہو.... اور فی الحال ادھر ہی کوئی ایسی پناہ گاہ تلاش کرنے کی کوشش کرو کہ ہم اپر
 سے دیکھنے جا سکیں۔“

تو ہوڑی سی تلاش کے بعد انہیں ایک ایسی جگہ مل گئی تھی۔ عمران نے بیہو ش لڑکی کو شہزادی پر
 ڈال دیا اور جو زفاف سے بولا۔ ”تھیلے تیکیں اٹھا لاؤ۔!“ یہ تین دن سے بھوکی پیاسی تھی۔ نقابت نے
 اس حال کو پہنچایا۔“

اس کے جانے کے بعد وہ لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا تھا۔ خہنڈی ہوا کے
 جھونکے بھی اس میں مدد و معاون ثابت ہوئے اور لڑکی جلد ہی ہوش میں آگئی۔

”تم.... میں کہاں ہوں؟“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”میں تمہیں اس غار سے نکال لایا ہوں اور اب تم کھلے آہمان کے نیچے ہو میرا ساتھی سامان
 لینے کے لیے گیا ہے۔ جلد ہی ہم تمہیں کچھ کھانے پینے کو دے سکیں گے۔“

”ایسی چالوں سے بھی تم لوگ کام نہ نکال سکو گے۔“

”لڑکی تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جنہوں نے تمہیں اس
 حال کو پہنچایا ہے۔“

”بھر تم کون ہو۔“

”پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔“

”اتنا ہی بتاؤ کہ تم کہاں کے باشندے ہو۔“

”اوھا انگریز سمجھ لو۔!“

”جو کوئی اس دھوکیں سے گذرنے کی کوشش کرتا ہے جل کر بھرم ہو جاتا ہے۔ دھوکیں میں بجلیاں سی کونتی ہیں اور جھلسا کر آدمی کو کونٹہ بنادیتی ہیں۔“
عمران پچھے کہنے ہی والا تھا کہ جوزف واپس آگیا۔

”یہ دیکھو! اگر پہلے کبھی تم نے کوئی مادری دیکھا ہو!“ عمران نے کہہ کو جوزف کے چہرے پر نارنج سے روشنی ڈالی۔

”ہاں... ہاں!“ لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”اب تم اپنی شکل بھی دکھاؤ۔“

محمد در و روشنی کا دائرہ جوزف کے چہرے سے عمران کے چہرے پر منتقل ہو گیا۔

”نہیں۔ تم ان میں سے نہیں معلوم ہوتے وہ سب چھٹی ناکوں والے زرد لوگ ہیں۔“

”جلپانی...؟“

”ہاں... سفاک اور خونخوار لوگ...؟“

”غیر... اب تم پہلے کچھ کھاپی لو... شراب کے بھی صرف دو گھونٹ مل سکیں گے۔“

”میں شراب نہیں پیتی... میرا باپ بھی نہیں پیتا۔“

”یہ اچھی بات ہے۔“

ڈبے میں محفوظ کی ہوئی غذا سے پیٹ بھر لینے کے بعد وہ ایک بار بھر بے حس و حرکت ہو گئی لیکن یہو شی کا وقفہ قلیل تھا۔

جوزف نے اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نحیف سی آواز میں بولی۔

”اب مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”تھوڑی سی باتیں اور ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔“ عمران نے لجھے میں انتباہ انداز پیدا کر کے کہا۔

”ضرور... ضرور!“

”آخر وہ لوگ دھوکیں سے کس طرح گزرتے ہیں؟ تم بھی اسی سے گذر کر بیہاں تک پہنچی ہو...!“

”دھوکیں سے گذرنے کے لیے وہ ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ مجھے بھی پہنایا گیا تھا۔ پھر وہ اسے واپس لے گئے تھے۔“

”اوہو... تو ان کے چہرے بھی چھپ جاتے ہوں گے اس لباس میں۔“

”ہاں۔ آنکھوں کی جگہ ان میں شکستے لگے ہوئے ہیں۔“

”اس وقت بھی وہ اس دھوکیں ہی سے گذر کر آئے ہوں گے؟“

”ہاں۔ ان کے جسموں پر وہ لباس موجود تھے۔“

”تمہارے لیے بھی لائے ہوں گے اس توقع پر کہ شاند تمہارے خیالات تبدیل ہو گے ہوں۔“

”ہو سکتا ہے۔“

”تب پھر میں تم سے استدعا کروں گا کہ ایک رات اور اسی بیان پر میں گزار لو۔“

”لکھ... کیوں...؟“

”میں ان سے وہ لباس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”اب میں سمجھ گئی... تجویز عمدہ ہے... لیکن تم دو آدمی کیا کر سکو گے؟“

”تم کیا جانو کہ ہم صرف دو ہیں یا دو ہزار...“

”اچھا... اچھا... میں تم سے مقتنق ہوں... ایک رات اور سہی...!“

”بہت بہت شکریہ! لیکن کیا وہ صرف رات ہی کو آتے ہیں۔“

”ضروری نہیں ہے... کل دن میں آئے تھے!“

”بس نہیں ہے۔ میں تمہیں کھانے پینے کے لیے کچھ اور بھی دوں گا۔ تاکہ تم کل کا دن گزار سکو۔“

”میں تیار ہوں۔ بھوکی پیاسی رہ کر بھی ان درندوں کے خلاف جگ کر مکون گی۔ دھوکیں کے گھرے کے اندر کی بہتیری جگہیں میری دیکھی بھالی ہیں۔ اوپر انہوں نے کچھ عمارتیں اور تفریح گاہیں بھی بنار کھی ہیں جہاں کام سے فارغ ہو کر عیش کرتے ہیں۔ دو تین عمارتیں خالی بھی پڑی ہیں۔“

”اور وہاں ہو کیا رہا ہے؟“

”کوئی انتہائی تباہ کرنے تیار کیا جا رہا ہے۔ ایٹھم بم سے بھی زیادہ خطرناک اور وہ زیادہ تر ہمیزیماں کی بات کرتے رہے ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو سلام کرنے کی بجائے ایک

کہتا ہے ”واشگن کی تباہی“ اور دوسرا کہتا ہے ”قریب ہے۔“
”اوہ...!“

”انہوں نے بہترین قسم کے دماغ دنیا کے مختلف حصوں سے انواع کے میں اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیتے ہیں۔ میں نے کئی بڑے سائنسدانوں کو ان کے ہاتھوں پٹھے بھی دیکھا ہے!“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ گنتگوا لگکش میں ہو رہی تھی اس لیے جو زفہ بھی سب کچھ سن اور سمجھ رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔
تحوڑی دیر بعد لڑکی پھر اسی پیغمبرے میں پہنچا دی گئی۔ اور یہ دونوں درے کے قریب ہی کوئی معقول سی کمین گاہ تلاش کرنے لگے۔ جزیرے کا یہ حصہ دروں اور غاروں سے اتنا پڑا تھا۔ جلد ہی انہیں اپنے مقصد میں کامیاب حاصل ہو گئی۔

دوسرادن تھکا دینے والا تھا۔ اور یہ تھکن سو فہمدہ ہی تھی جس نے بس ان اختمال میں بھی بنتلا کر دیا تھا۔ انتظار اسی طرح تھکا دیتا ہے۔ وہ یہیلی کو پڑ کی واپسی کے منتظر تھے۔
پورا دن گزر گیا۔ انہیں اپنے لگا تھا کہ اچانک انہوں نے یہیلی کو پڑ کی آواز سنی۔ عمران نے تھیلے سے ڈارٹ گن نکالی۔

”ہو سکتا ہے ان کے لباس اسے کامیاب نہ ہونے دیں۔“ جو زفہ بڑا یا
”دیکھیں گے....!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنمیں دی۔
یہیلی کو پڑا ہر سے گذرتا ہوا مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

”اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے باس کہ فرگاگ نے ہمارے بارے میں سب کچھ اگل دیا ہو۔ اور یہ لڑکی ہمیں چھاننے کے لیے چارے کے طور پر استعمال کی جا رہی ہو....!“ جو زفہ بولا۔
”سب کچھ ممکن ہے! لیکن ہمیں کسی نہ کسی طرح کام تو شروع ہی کرنا پڑے گا۔ جب بازی واضح نہ ہو تو کبھی کبھی انہی چال چلتی پڑتی ہے۔“

”محظے غلطانہ سمجھو باس۔ میں خائف نہیں ہوں۔“
”ہمیں مزید انتظار کرنا پڑے گا۔“

”انتباہ و بآس۔ اس لڑکی نے شراب تو نہیں مانگی تھی۔“
”نہیں....! تمہاری شراب محفوظ رہے گی۔ وہ نہیں بتتی۔“

”خد اس کی عمر میں برکت دے۔“

”تیرے جو ہر بھی اس دیرانے میں آکر کھل رہے ہیں۔“
جو زفہ صرف دانت نکال کر رہا گیا۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ٹھیک اسی وقت ختم ہوئی تھیں جس وقت پچھلی رات کو انہوں نے یہیلی کو پڑ کی آواز سنی تھی۔ پہلے تو وہ مہیں سمجھتے تھے کہ شام کے مغرب کی جانب والے یہیلی کو پڑ کی واپسی ہوئی ہے لیکن جب انہوں نے اسے نشیب میں اترتے دیکھا تو پوری طرح تیار ہو گئے۔
”مناسب طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے انہیں دراٹ میں جانے دیا جائے۔“ عمران جو زفہ کے کام میں بولا۔ ”اور ہم یہیلی کو پڑ کے قریب جا چھپیں اور جیسے ہی ان کی واپسی ہو ایک ایک کو سنبھال لیا جائے۔“

”ٹھیک ہے بآس....!“

یہیلی کو پڑ سے آج بھی دوہی اترے تھے۔ لیکن ان کی تعداد اس سے زیادہ بھی ہو سکتی تھی۔
یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی یہیلی کو پڑ ہی میں بیٹھا رہا ہو۔

جیسے ہی وہ دونوں درے میں داخل ہوئے عمران پتھروں کی اوپر لیتا ہوا یہیلی کو پڑ کی طرف ہٹھنے لگا۔ جو زفہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

یہ طمیان کر لینے کے بعد کہ یہیلی کو پڑ بالکل خالی ہے دونوں نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ پندرہ یا میں منٹ بعد ان دونوں کی واپسی ہوئی تھی اور جیسے ہی وہ یہیلی کو پڑ کے قریب پہنچے ان پر قیامت نوٹ پڑی۔

بعد میں عمران نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ بے خبری کی بنابردارے گئے ورنہ دونوں بڑے جاندار تھے مشکل ہی سے قابو میں آتے۔

ارادہ مار ڈالنے کا نہیں تھا لیکن اس لباس کی وجہ سے جو زفہ اور عمران اس حد تک ان کی گرد میں نہیں دبائے تھے کہ وہ صرف بیہوش ہو جاتے۔ جب تک وہ بچ نکلنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے تھے کہ دونوں پر دباؤ بھی بڑھتا رہا تھا۔ پھر انہوں نے ان کی لاشیں کاندھوں پر اٹھائی

لاشون کو ہم یہیں چھوڑ جائیں۔ ”اس نے کچھ دیر بعد کہا۔
”تو پھر کیا کریں بس۔ ”جوزف بولا۔

”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ ان کے غائب ہونے کے بعد ان کی تلاش یہیں سے شروع ہوگی۔ کیوں نہ ان لاشون کو سمندر میں پھینک دیا جائے۔“

”موکارو کا ساحل چھوڑنا بھی مناسب نہ ہو گا۔“
”میں نہیں سمجھی۔!“

”مطلوب یہ کہ میں یہیں کوپڑ کو سمندر کی طرف نہیں لے جانا چاہتا۔“
”وہ تو تمہیں پانی پر سے گذرانا ہی پڑے گا۔ آگے قریاد و فرلانگ لمبا یک کٹاؤ ہے اسی پر ہے گذر کر یہیں کوپڑ ہوئیں کے گھیرے کی طرف جائے گا۔“

”تب تو نہیں ہے۔!“ عمران نے جوزف کو مخاطب کر کے کہا۔ ”ہم ان لاشون کو اٹھانے لاتے ہیں۔“

”تم یہیں نہ ہو بس میں دونوں کو ایک ایک کر کے اٹھاؤں گا۔“
جب وہ چلا گیا تو لڑکی خوفزدہ ہی ہنی کے ساتھ ہوئی۔ یہ مادری بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ اس نے سوچا کہ کہیں دونوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میں تھا ہی فرار نہ ہو جاؤں۔“

”کیا سے نہ سوچنا چاہئے۔۔۔؟“ عمران نے سوال کیا۔
”ضرور سوچنا چاہئے۔۔۔!“



ام ہنی بہت پریشان تھی۔ پریشانی کا باعث فرگ تھا۔ اس لیے نہیں کہ موکارو والے اسے پکڑ لے گئے تھے۔ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ عمران کی نشاندہی نہ کر دے۔

”میرا خیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔“ ظفر نے کہا۔

”تم اسے نہیں جانتے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب کیا کر گزرے گا۔“

ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیپین کی طرف سے اس کی کال ہوئی اور وہ ام ہنی کے کیپین سے نکل کر کیپین کی طرف چل پڑا۔

تحسیں اور رورے کی طرف چل پڑے تھے۔ درے ہی میں ان کے مخصوص بس ان دونوں کے جسموں پر منتقل ہوئے۔

”لک... کیا... تیرا جوڑا بھی موجود ہے؟“ لڑکی نے پوچھا۔ وہ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتی تھی۔

”یہی کوپڑ میں تلاش کریں گے۔“ عمران نے جواب دیا۔
”میا تم نے انہیں مار ڈالا؟“

”غائب امر ہی گئے۔“
”بھجے دکھاو۔!“

”تم ابھی تک ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکیں۔ جوزف لاشون پر روشنی ڈالو۔!“
جوزف نے تاریچ روشن کی اور لڑکی جھک کر انہیں دیکھنے لگی۔

”م... مار کیوں ڈالا۔“ وہ بالآخر ہپتی ہوئی بولی تھی۔
”ارادہ نہیں تھا۔۔۔ اتفاقاً مر گئے۔!“

”تواب ان کا کیا کرو گے؟“
”یہیں چھوڑ جائیں گے۔!“

یہیں کوپڑ تک پہنچتے پہنچتے لڑکی کو سہارا دینا پڑا۔ وہ پھر لڑکھرانے لگی تھی۔

”اب کیا مصیبت آگئی۔ آج تو تم بھوکی بھی نہیں ہو۔“ عمران نے کہا۔
”لک... کچھ نہیں۔۔۔ وہ دونوں میری وجہ سے مارے گئے۔“

”ہم بیہاں امن کا نفرنس میں شرکت کرنے نہیں آئے۔“

لڑکی کچھ نہ بولی۔ ان لباسوں کے سرپوش ہٹائے بھی جاسکتے تھے۔ لہذا ان کے چہرے کے ہوئے تھے اور وہ بے آسانی ایک دوسرے تک اپنی آوازیں پہنچا سکتے تھے۔ عمران کے اندازے کے مطابق تیرالباس یہیں کوپڑ میں موجود تھا۔ لڑکی نے اسے چہن لیا۔

جوزف کیٹھ گاہ سے سامان کے تھیلے اٹھا لایا۔ اور عمران نے لڑکی سے کہا۔ ”اب ہماری کامیابیا کا انحصار تم پر ہے۔“

پھر وہ یہیں کاپڑ پر بیٹھتے بیٹھتے رک کر کچھ سوچنے لگا۔ یہ مناسب تو نہیں ہے کہ ان دونوں

کیپن تھا نہیں تھا کیمین میں لوئیسا بھی موجود تھی۔ اس نے ظفر کو دیکھتے ہی کہا۔ ”ہم اب بھی موکارو سے تمیں میل کے فاصلے پہنچیں۔ پہلی رات عمران کی کال آئی تھی۔ اس نے جو کمیں کے حصار میں داخل ہونے کی کوئی راہ نکال لی ہے اس کے بعد سے پھر پچھے نہیں معلوم ہوا۔ کال دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ فراغ کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ اس کے علاوہ اور کسی کو نہیں پہچانتے تھے میں نے خود دیکھا تھا انہوں نے اخبار میں چھپی ہوئی تصویر دیکھ کر فراغ کی شاخت کی تھی۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ اب تم دونوں کی بھی باری آجائے۔ فراغ کے ساتھیوں سے ہمیں کوئی سردار نہیں۔ لیکن تم دونوں کا تحفظ کرتا ہماری ذمہ داری ہے۔“

”میں نہیں سمجھاتم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”میک اپ.... ایسا میک اپ کہ فراغ کے ساتھی بھی تمہاری شاخت نہ کر سکیں۔“

”یعنی ہم فراغ کے ساتھیوں کے ہمراہ موکارو نہ پہنچ سکیں۔“

”ہاں۔ میں بھی کہہ رہی تھی۔“

”اس سلسلے میں عمران صاحب کی ہدایت ضروری ہے۔ ان سے رابطہ قائم کرو۔“

”قائم نہیں ہو سکا۔ بہت کوشش کی گئی ہے۔“

”سوال تو یہ ہے کہ صرف ہم دونوں ہی محفوظ رہ کر کیا کریں گے جب کہ عمران اور جوزف اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال چکے ہیں اور پھر ہمارے اس سفر کا مقصد یہی تھا کہ ہم موکارو کی سر زمین پر قدم رکھ سکیں۔“

”کہنا کیا چاہتے ہو....؟“

”ہم قیدی بن کر بھی موکارو جانا پسند کریں گے۔“

”اگر موت کے گھاث اتار دیئے گئے تو....؟“

”ہم نے یہ سفر ایس لیے نہیں کیا تھا کہ زندہ رہنے کے کریکھ سکیں۔“

”تم مجیب لوگ ہو....!“

”جہاں ہمارا چیف وہاں ہم.... خواہ وہ جہنم ہی کیوں نہ ہو۔“

”تمہاری مرضی....!“ لوئیسا نگل لجھے میں بولی۔

پھر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ لوئیسا کے خدشات حقیقت بن گئے۔ تین جنگی کشتیوں

نے ایک بار پھر اسٹریٹر کو گھیر لیا۔

ایک کشتی پر خود فراغ دکھائی دیا جو ماں یکر و فون پر کہہ رہا تھا۔ ”میرے ساتھیوں کو سامان میت ان کشتیوں پر منتقل کر دیا جائے۔ حکومت فرانس پر میری یا میرے ساتھیوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ میرے ساتھیوں میں پرنس ہر بندٹا کے باڑی گارڈز بھی شامل ہیں۔“

”کیا خیال ہے؟“ ظفر نے اُم بینی سے سوال کیا۔

”جباں وہ ہے وہی میری جنت ہے خواہ میرے جنم کا ریشہ ریشہ الگ کر دیا جائے۔“

”میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے سلسلے میں اتنی جذباتی نہ ہو۔“

”یہ میرا معاملہ ہے۔ میں تو اس سے اس کی بھی خواہاں نہیں ہوں گے وہ مجھے چاہے۔ میری تکمیل اسی میں ہے کہ میں اسے چاہتی ہوں۔“

”تم غیر ترقی یافتہ لوگ ابھی زندہ ہو۔“ ظفر ٹھنڈی سائنس لے کر بولا۔

لوئیسا نے بہت کوشش کی تھی ظفر اور جیمسن ان کشتیوں پر نہ جائیں لیکن یہ دونوں نہیں مانے تھے۔

”ان لوگوں نے تمہیں روکنے کی کوشش تو نہیں کی؟“ فراغ نے ظفر کو گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”بھلا دہ کیوں روکنا چاہتے۔ وہ کیا جائیں گے ہم کون ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں ان سے کوئی لٹکو نہیں کی۔“ ظفر نے جواب دیا۔

”یہ تم نے بہت اچھا کیا۔“ فراغ اس کاشانہ تھپک کر بولا۔

”مجھے حیرت ہے کہ آپ خود ہی ہمیں لینے آئے ہیں۔“

”اوہ۔ سا کا وہ کوئی مجھ پر مہربان ہونا ہی پڑا ہے۔ شاہد تم نے عمران کو آگاہ کر دیا تھا۔“

”ظاہر ہے۔!“

”لیکن انہوں نے تو تمہارے جیبی ٹرانسٹری پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔“

”وہ پھر میرے قبضے میں آگیا تھا۔ اس کے لیے مجھے چوری کرنی پڑی تھی۔“

”ہوں.... تو عمران کو جب یہ معلوم ہوا کہ میں سا کا وہ کی قید میں ہوں تو اس نے پرنس ہر بندٹا کی حیثیت سے سا کا وہ کو کال کرنا شروع کیا۔ اس طرح میری جان بچ کی۔ سا کا وہ اسختا ہے۔

موکارو پہنچ کر وہ دونوں ساکا دا کے سامنے پیش ہوئے اور انہوں نے اسے وہی بتایا جو اپنے
ہاتھ میں بتا چکے تھے۔

”پرس کہاں ہیں؟“ ساکا دا نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

”آزیبل فراگ کے علاوہ شائد ہی کسی کو معلوم ہو۔“ ظفر کا جواب تھا۔

اس نے صاف محسوس کیا جیسے ساکا دا وادانت پیش کر رہ گیا ہو۔

”لیکا وہ اس وقت کشٹی پر موجود تھے جب کشٹی کو حادثہ پیش آیا۔...؟“

”نہیں یور آز۔ آزیبل فراگ نے ... پہلے ہی انہیں دوسری کشٹی پر منتقل کر دیا تھا۔ ہم
نے ساتھ چانا چاہا لیکن آزیبل فراگ ہمیں مار ڈالنے پر تسل گئے ... زندگی تو بھی کو پیاری ہوتی
ہے....!“

فراگ اور اس کے ساتھی ایک بڑی عمارت میں نظر ہائے گئے تھے۔ پوچھ گئے کے بعد ظفر
اور نہیں بھی وہیں پہنچا دیئے گئے۔

ان کے جبی ٹرانسپری اس وقت ان کے حوالے کر دیئے گئے تھے جب وہ اسٹریٹ سے موکارو
کی شیوں میں منتقل کئے جا رہے تھے اور لوئیسانے بختی سے ہدایت کی تھی کہ عمران سے رابطہ قائم
کرنے میں اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہ کی جانے۔

فراگ کے کہنے پر ظفر نے عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن جواب نہ ملا۔

”آخری بار اس سے کب بات ہوئی تھی؟“ فراگ نے سوال کیا۔

”کل شب کو...!“

”کیا بات ہوئی تھی؟“

ظفر نے سوچا اسے تفصیل بتانا چند اس ضروری نہیں۔... دیے بھی وہ اس کی طرف سے
طمین نہیں۔ اس نے یہی کہا کہ ابھی تک وہ ہوئیں کا خصار نہیں دیکھ سکا۔

”یہ مہم صرف دو آدمیوں کے بس کاروگ نہیں۔“

بات آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ ساکا دا اکا قاصد فراگ کے لیے پیغام لا یا تھا۔

ضروری نہیں تھا کہ فراگ ظفر کو بھی یہ بتاتا کہ ساکا دا نے اسے فوری طور پر طلب کیا ہے۔

کہ مجھے ہر بندہ کی کہیں گاہ کا علم ہے۔ اس لیے مجھے اس وقت تک مار ڈالنے کی بہت نہیں کر سکے
جب تک کہ ہر بندہ اکا پتہ نہ معلوم کر لے۔ اگر تم سے پوچھتے تو تم بھی نہیں کہنا کہ آزیبل اس نے
فراگ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ پرس کہاں ہے۔“

”بہت بہتر جناب! لیکن کیا آپ سچے قیدی ہیں۔“

”یقیناً... لیکن مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس نے بادشاہ سے بھی مجھے معافی دلوادی ہے
اور میں نے سارا الارام ڈھمپ لوپکا پر رکھ دیا ہے۔“

”یہ کون ہے جناب؟“

”اپنے کام سے کام رکھو۔“ فراگ اچانک گرم ہو گیا۔

”بہت بہتر جناب...“

”میں وہاں آزادانہ چل سکتا ہوں اور تم لوگ بھی قیدی نہ ہو گے۔ لیکن یہ میں اچھی طرح
جانتا ہوں کہ کم از کم دس آدمی ہر وقت میری گمراہی کرتے رہتے ہیں لہذا بہت زیادہ محاط رہنے“

”آپ کی مرضی کے بغیر ہم سانس بھی نہ لیں گے۔ یور آز...!“

”شباش! ٹھیک ہے۔“ فراگ پھر اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ”اور میں تمہیں ایک خاص
بات بتاؤ۔ ساکا دا کہہ رہا تھا کہ بیلو پیکو کے قبرستان والے زلزلے کا سفر موکارو ہی سے شروع
ہوا تھا۔“

”میں اس کا مطلب نہیں سمجھا جناب...!“

”اس نے میرے استفسار پر بھی اس جملے کی وضاحت نہیں کی تھی لیکن انداز سے معلوم
ہوتا تھا کہ اس زلزلے کی نوعیت قدرتی نہیں تھی...!“

”اوہ....!“ ظفر تھیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہا گیا۔

”اُم بینی کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہے لیکن لیلی ہاروے بیمار ہو گئی ہے۔“

”اور تمہارا اڈا اڑھی والا...?“

”وہ بھی ٹھیک ہے۔“

”اب ہماری کوشش یہ ہو گی کہ کسی طرح عمران سے جا ملیں۔“ فراگ متکرانہ لمحے میں

وہ پیغام لانے والے کے ساتھ ہی روانہ ہو گیا۔ ساکاوا اس وقت اپنی قیام گاہ پر اس کا منتظر تھا۔
”آرٹشوشوں کی ایک جماعت تمہاری منتظر ہے۔“ اس نے فراگ کو اطلاع دی اور فراگ
بھونچ کارہ گیا۔ آرٹشوشوں کی جماعت اور اس کی منتظر؟
”تم نہیں سمجھے....؟“ ساکاوا مسکرا یا۔
فراگ نے سر کو جینش دی۔

”تم ذہمپ اوپوکا کا حلیہ بیان کرو گے اور وہ اس کی تصویر بنانے کی کوشش کریں گے۔“
”بے حد مشکل کام ہے۔“
”دس آرٹشوشوں میں سے کوئی ایک یقیناً کامیاب ہو جائے گا۔ اس سے پہلے بھی میں اس قسم
کے کامیاب تجربے کر چکا ہوں۔“
”تمہاری مرضی۔“

”ایک یہی کوپڑ تمہیں وہاں لے جائے گا۔ بڑی پر فضا جگہ ہے اگر تم وہاں رہنا پسند کرو تو
تمہارے ساتھی بھی وہیں پہنچادیے جائیں گے اور وہاں تمہارے ساتھ شائد وہ لڑکیاں بھی
ہیں....!“

”ہیں تو.... بھر؟“ فراگ کا لبھ اچھا نہیں تھا۔
”میں نے یونہی پوچھا تھا۔!“ ساکاوا مسکرا کر بولا۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم عورتوں کے بغیر
زندہ نہیں رہ سکتے۔“

”یہ درست ہے۔ اگر تم مجھے قید کر دیتے تو تم سے میری یہی ایک درخواست ہوتی کہ مجھے
عورتوں کی جیل میں رکھو۔“

”اور اگر گولی مار دینے کا حکم دیتا تو....؟“
”تب یہ درخواست ہوتی کہ رائفل کسی خوبصورت سی عورت کے ہاتھ میں دو۔“
”خبر.... تو تم تیار ہو....؟“

”ہاں.... میں تیار ہوں۔ لوپوکا کے جسم کے نکلوے نکلوے کرنا میری زندگی کا اہم ترین
مشن بن کر رہ گیا ہے....!“
فراگ وہاں سے یہیں پیڈ پر لے جایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو فوجی افسر تھے۔ لیکن ان کی بڑی

نیپاں دیکھ کر فراگ نٹھکا تھا۔
”دیکھا جائے گا۔“ اس نے سوچا اور یہیں کوپڑ پر بیٹھ گیا۔

لاشوں کو نٹھکانے لگادینے کے بعد عمران لڑکی کی ہدایت پر یہیں کوپڑ کو پانیت کرتا رہا تھا۔
پھر ایک جگہ اس نے یہیں کوپڑ کو لینڈ کرنے لئے لئے کہا تھا۔ یہاں باقاعدہ طور پر یہیں پیدا ہوتا ہے۔
گیا تھا اور کچھ فاصلے پر ایک دو منزلہ عمارت بھی دکھائی دی تھی۔
انہوں نے اپنے چہرے ڈھک لیے کیونکہ یہیں پیدا ہے ایک آدمی کھڑا نہیں اشارہ سے لیندا
کرنے کے متعلق بدیات دے رہا تھا۔
یہیں کوپڑ سے وہ سماں کے تھیلوں سمیت اترے تھے اور لڑکی کی بتائی ہوئی سمت پہل پڑے
تھے۔ اجائے کی حدود سے نکل جانے کے بعد انہوں نے اپنے سرپوش ہٹائے اور لڑکی چلتے چلتے
رک گئی۔
”اب مجھے ایک خاص بات یاد آ رہی ہے۔“ اس نے کہا تھا۔
”بلدی سے کہہ ڈالو۔“

”جب میں نے یہ لباس دھونیں سے گذرنے کے لیے پہنچا تو اس میں بھی طرح کی
قرقرہ اہٹ تھی جو دھونیں سے گذرتے وقت بہت تیز ہو گئی تھی۔“
”یہ بہت اہم بات تھی لڑکی۔ تمہیں آخر پہلے کیوں نہیں یاد آئی تھی میرا لباس بالکل ساکن
ہے۔ اس میں ذرا سی بھی قرقرہ اہٹ نہیں ہے۔“
”یہی حال ادھر بھی ہے باس۔“ جوزف بولا تھا۔
”اب میں دھونیں سے گذرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“ عمران نے کہا تھا۔
”تو پھر کہاں جائیں گے۔“ جوزف نے پر تشویش لجھے میں پوچھا تھا۔
”اب تم جنم میں جاؤ گے۔!“ آواز آئی اور تینوں اچھل پڑے کیونکہ یہ آواز بیک وقت تینوں
کے سرپوشوں سے آئی تھی۔
”یہ.... یہ.... آواز تم نے سنی؟“ لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

لیکن عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس معاملے میں بچ گھ حماقت ہی سرزد ہوئی ہے۔

”پرواہ مت کرو۔ لڑکی ہی تو ہے۔“
”اس خوست سے ویرانے میں بھی پیچھا نہ چھوٹا۔“ جوزف نے شہنڈی سانس لے کر انگلش میں کہا تھا۔

جنگل میں داخل ہو کر وہ پچھنے کے لیے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرنے لگے تھے۔ یہاں عمران نے پہلی تاریخ روشن کر لی تھی۔ وہ دور تک جنگل میں گھٹے چلے گئے تھے اور اب لڑکی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی تھی کہ دھوئیں کا حصہ کس سمت ہو گا۔

آخر ایک جگہ انہیں ایک چھوٹا سا غار میں گیا تھا جس کے اندر کامی کی بساندھ موجود تھی۔ لڑکی نے بہت بر اسامنہ بنایا تھا لیکن رات بہر حال وہیں گزارنی پڑی تھی۔

غار کا وہاں کھنکی جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا۔ اس لیے عمران کو اطمینان تھا کہ وہ آسانی سے ان لوگوں کے ہاتھ نہ آ سکیں گے۔

”شائد میرے مقدار میں بر بادی لکھدی گئی ہے۔“ لڑکی نے کہا تھا۔

”چپ چاپ سو جانے کی کوشش کرو۔“

”نہیں۔ مجھے نہیں نہیں آئے گی۔“

رات خواب اور بیداری کے ملے انداز میں گذری تھی۔ کبھی وہ اوکھے جاتے اور کبھی اندر ہرے میں آنکھیں پھاڑنے لگتے۔

دوسری صبح انہوں نے وزنی قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ شائد فوجی انہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں بتر تج دوڑ ہوتے ہوئے سنائیں میں مدغم ہو گئی تھیں۔

”اب کیا ہو گا۔۔۔؟“ لڑکی بولی۔

”مر جائیں گے یا زندہ رہیں گے۔“ جوزف نے بھنا کر جواب دیا۔

”عورتوں سے نرم لبھ میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔“ عمران نے اسے ٹوکا۔

جوزف بر اسامنہ بنا کر رہ گیا تھا۔

”تم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔“ لڑکی بولی۔

”تو سمجھاؤتا۔۔۔!“

”ان کے پاس بیکاری کتے بھی ہیں ہو سکتا ہے کوئی ایسی پارٹی بھی اور ہر سے گزرے۔“

اسے ممتاز رہنا چاہئے تھا۔ فراغ سے وہ اس بٹن کی کہانی سن چکا تھا جس کی بدولت فراغ کی آواز کمیں اور بھی سنی تھی اور اسے اس کا خیال زدہ بھگتا پڑا تھا۔

بس پھر اس نے بڑی پھر تی بے وہ لباس اتار پیچھا کھا۔ خود اس کے کپڑے اس لباس کے پیچے پہلے سے موجود تھے۔ جوزف سے اس نے اردو میں کہا تھا کہ وہ بھی جلد از جلد اس لباس سے پیچا چھڑا لے۔ لڑکی کا لباس خود اس نے اتار پیچھا کھا۔ اور پھر انہوں نے اندر ہی میں ایک جانب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

یہاں زمین ہموار تھی اور راستے بھی صاف تھا اور نہ بڑی دشواری پیش آتی۔ دفعتاً بیلی پیڈ کے قریب والی عمارت کی سرچ لائٹ روشن ہوئی تھی اور اس نے پکڑ کا نہ شروع کر دیا تھا۔ اس کی روشنی زمین پر بھی پڑ رہی تھی۔ ایک بار تو وہ بھی روشنی کی زد میں آگے تھے اور فارروں کی آواز سنی گئی تھی لیکن شائد فارر کرنے والوں نے اندر ھادھنڈ فارر کئے تھے اس لیے وہ گھوٹکھوڑی رہے تھے۔

لڑکی کی گھنکھنکھنی بندھ گئی تھی اور وہ کہی بارگری بھی تھی۔ عمران روشنی کی زد سے پیچے کی کوشش کر رہا تھا۔ ویسے اس روشنی کی وجہ سے ایک فائدہ بھی ہوا تھا۔ وہ گرد پیش کا جائزہ بہ آسانی لے سکتے تھے۔

وہ جنگل بھی عمران نے دیکھ لیا تھا جس کا فاصلہ اس جگہ سے کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ”مناسب یہیں ہو گا کہ ہم جنگل میں گھس چلیں۔“ جوزف بولا۔

”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ پھر انہوں نے جنگل کی طرف دوڑا گئی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ جوزف نے لڑکی کو کانہ ہے پڑا لاتھا اور عمران نے سامان کے تھیلے سنجھا لے تھے۔

فارروں کی آوازیں وہ اب بھی سن رہے تھے۔ لیکن روشنی کی زد سے نکل چکے تھے۔ ان کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ اور جوزف نے لڑکی کو کانہ ہے سے اتار دیا تھا۔

”اب کیا ہو گا۔۔۔؟“ لڑکی خوفزدہ لبھ میں بولی تھی۔

”جو کچھ بھی مقدار میں ہو گا۔“ عمران کا جواب تھا۔ ”باس۔ لڑکی فراز مالوم ہونا۔“ جوزف نے اردو میں کہا تھا۔

رکھ سکتا... غار سے کچھ زیادہ دو، بھی نہیں تھا۔
تھوڑی ہی دیر بعد بزر ٹوپوں والے فوجی دکھائی دیئے جو تعداد میں چھ تھے اور غار سے دور
ہی دور گزرتے چلے گئے تھے۔



فراگ اس آرٹسٹ کی صلاحیتوں پر متین رہ گیا جس نے من و عن لوپوکا کی تصویر کشی کی
تھی۔ دس آرٹسٹوں کا یہ گروپ جنگل کی ایک عمارت میں مصروف کار رہا تھا اور فراگ کسی متحکم
کی طرح ٹھیل کر ان کی کار کردگی کا جائزہ لیتا رہا تھا۔
وہ لوگ بھی یہاں موجود تھے جو اسے اپنے ساتھ لائے تھے۔

”تم بہت اتنے آرٹسٹ ہو۔“ فراگ آرٹسٹ کا شانہ تھپک کر بولا۔
”شکریہ جتاب!“

ٹھیک اسی وقت ساکاوا بھی ڈیاں آپنچاہا اور فراگ سونپنے لگا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی
کیوں نہیں چلا آیا تھا۔
ساکاوانے نہیں ڈھنپ لوپوکا کی تصویر کیکھی تھی۔ اور کسی قدر منتظر نہ آنے لگا۔

”خونقاک چہرہ...!“ فراگ بڑیا۔
”خاک میں ملا دوں گا۔ خواہ کوئی ہو۔“ ساکاوانہ انتہیں کر بولا۔
”مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوئی چوروں کی طرح موکاروں میں گھس آیا ہے۔“
”کون...؟“ فراگ چوک کر بولا۔

”یہ نہیں معلوم... لیکن یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ میرے دو آدمی بھی مارے
گئے ہیں۔“

”ڈھنپ لوپوکا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“ فراگ بولا۔
”وو آدمی ہیں... اور اسی جنگل میں انہوں نے پناہ لے لی۔“
”تب تو آسانی سے مار لیے جائیں گے...“ فراگ اظہار سرست کرتا ہوا بولا۔
”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی انہیں تلاش کریں گے۔“
”مجھ پر یہ فرمہ داری مت ڈالو۔“

”تم بھی اپنی نویعت کی ایک ہی معلوم ہوتی ہو۔... ارے بارہ گھنٹے بعد یہ بات بتائی ہے۔“

”میرے حواس درست نہیں ہیں۔“

”لہذا حواس کی درستگی کے لیے تم شکاری کتوں کی منتظر تھیں۔“

”میرا سرچکردار ہے۔“

”باس یہ پاگل مالوم ہوتا۔“ جوزف نے اردو میں کہا۔

”مکث نہیں کھائے گی چب بیٹھا رہا۔...!“

”اس صنف کا ذہساہو اسک سک کر مرتا ہے۔“ اس بار اس نے اظہار خیال کی دشواری کی
بنا پر الگش میں کھا تھا۔

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے شیکھ پسیر نہ ہو جائے۔“ عورتوں کے بارے میں ہمیشہ اچھی پاتیں
سوچا کر۔“

”کیوں...؟ کیا یہ مجھے کچھ کہ رہا ہے۔“ لڑکی بول پڑی۔

عمران اسے کوئی جواب دینے کی بجائے جوزف سے بولا۔ ”تم یہیں ٹھہر دے گے میں آس پاس
کوئی مناسب سادرخت تلاش کرتا ہوں۔“

”کس لیے...؟“

”کتوں سے پہنچنے کے لیے۔ ورنہ اگر وہ اس غار کی طرف جھپٹ پڑے تو بھاگتے راستہ نہیں
ملے گا۔“ عمران نے کہا اور تھیلے سے ڈارت گن نکالی۔

”اوہ... لیکن... انہیں پا چل جائے گا۔“ جوزف بولا۔

”ہرگز نہیں! میرے پاس سو نیاں بھی ہیں کہ کتوں کا پوسٹ مارٹم کئے بغیر ان کا سراغ نہیں
ملے گا۔“

”تب ٹھیک ہے۔“ جوزف سر ہلاکر بولا۔

عمران غار سے نکل کر جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔ ہر چند کہ وہ گھنٹے سامنے
میں پل رہا تھا لیکن جنگل سے اٹھنے والے انجرات کی بناء پر اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا بیسے دھپ
بھی میں چل رہا ہو۔

آخر کار وہ ایک ایسا درخت تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا جس پر سے چاروں طرف نظر

”موکارو کی دولت حرام کی نہیں ہے کہ مفت کھاتے رہو گے۔“
”میں سمجھ گیا۔“ فرائج نے سیکھے لبھے میں کہا۔
”کیا سمجھ گئے؟“

”تم سمجھتے ہو کہ وہ لوگ کنگ پانگ سے تعلق رکھتے ہیں اور مجھے دیکھ کر سامنے آ جائیں گے۔“

”مکنگ چانگ!“ ساکاوا حقارت سے ٹھوک کر بولا۔ ”اس کی کیا جال ہے کہ میری مرضی کے بغیر موکارو میں قدم بھی رکھ سکے۔“

”تو پھر....؟“

”تو یہ کہ مفت خوری نہیں ہو سکے گی۔ تمہیں کام کرنا پڑے گا۔ اور اسے بھول جاؤ کہ اب زندگی بھر موکارو سے باہر قدم نکال سکو گے۔“

”فی الحال جو چاہو کہہ لو۔ لیکن عقریب تمہیں اس کا خیاڑہ بھلتا پڑے گا۔“

”فی الحال....!“ ساکاوا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا یا۔

”ہاں....فی الحال....!“

”فی الحال.... تمہارے سارے ساتھی بھی بیہیں پہنچ گے ہیں۔ اس عمارت کی اوپری منزل پر ہیں اور وہ دونوں لڑکیاں میرے جوانوں کا دل بھلا میں گی۔“

”یہ ناممکن ہے....!“

”یہاں وہی ممکن ہے جو میں چاہوں۔ اس کے علاوہ اور سب سچے ناممکن سمجھو۔“

”لڑکیاں نہیں جاسکیں گی۔!“

”وہ تو گئیں بھی۔“

”اس سے بڑی کمینگی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔“

”خاموش ذلیل کتے۔ ادب ملحوظ رکھ۔ تو موکارو کے وزیر اعظم سے گفتگو کر رہا ہے۔“
آرٹسٹ جاپکے تھے لیکن وہ دونوں فوجی دہیں موجود تھے۔ فرائج انہیں آنکھیوں سے دیکھتا ہوا

بولا۔ ”اس وقت ہتنا جی چاہے اکڑلو۔ کبھی تو میرے ہتھے چڑھو گے۔“

”اسے مارو....!“ ساکاوا نے غصباٹاک ہو کر فوجیوں کو حکم دیا اور وہ دونوں فرائج پر ٹوٹ

۔۔۔۔۔

وہ شاہد پہلے ہی سے اس کے لیے تیار تھا۔ وہ اس پر کے بر ساتے رہے اور اس نے بڑی پھرتی سے دونوں کے ہوش روں سے ریو اور کھینچ لیے۔ پھر اچھل کر پیچے ہتا ہوا غرایا۔
”اگر کسی نے اپنی جگد سے جبش بھی کی تو کھوپڑی اڑ جائے گی۔“

وہ تینوں دم سادھے کھڑے رہ گئے۔ پھر دفعتا ساکاوا نے بہنا شروع کر دیا اور آخر کار بولا۔
”مذاق ہی مذاق میں سنجیدہ ہو گئے۔ جوانو! تم دونوں باہر جاؤ!“

”ہرگز نہیں! مشر ساکاوا۔ میں لوڈنا نہیں ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی بلا بھی تو فائز کر دوں گا۔“ فرائج نے غصیلے لبھے میں کہا۔

”تبت.... تو پھر...؟“ ساکاوا کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزرا گیا۔
”لڑکیوں کو واپس بلواؤ.... میں تمہارے خون کا پیاسا نہیں ہوں۔ ہم سب جہاں بھی رہیں گے.... ایک عمارت میں ہم سب کو بند کر کا کے اسے ڈاکتا ہیں کردا یا مجھے ذرہ برابر بھی شکوہ نہ ہو گا۔“

”اچھا.... اچھا.... مذاق کو دشمنی کا رنگ نہ دو۔ ریو والو واپس کر دو۔“
”ہرگز نہیں۔ تمہارا ایک سپاہی جائے گا اور انہیں واپس لائے گا اور اگر اس کے خلاف ہوا تو تم دونوں زندہ نہ رہو گے۔“

جب ساکاوا کو یقین ہو گیا کہ فرائج محض دھمکی نہیں دے رہا۔ تو اس نے اپنے ایک سپاہی کو ہدایات دے کر وہاں سے روانہ کر دیا۔ اتنی دیر میں فرائج ایک بڑی میز گزار کر اس کی اوٹ میں پوزیشن لے چکا تھا۔

”دیکھو!“ اس نے رخصت ہونے والے سپاہی کو لکار کر کہا تھا.... ”اسے یاد رکھنا۔ یہ دونوں پہلے مریں گے۔ اس کے بعد مجھ پر آنچ آئے گی۔“

”ساکاوا، مسکراتا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سب کچھ محض مذاق رہا ہو۔۔۔۔۔ ترد کی ہلکی کی جھلک بھی اس کی آنکھوں میں نہ کھائی دی۔



درخت پر بیٹھے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ لیکن ادھر سے کوئی نہ گزرا۔ آخر کار عمران

نے سوچا ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو کتے استعمال کریں تاکہ نہیں فرار کے راستے بھی نہ بھائی دیں۔ اور ہم ان کی گرفت میں آ جائیں۔

گھنی شاخوں والے درخت پر بھی وہ کچھ ایسی تکلیف وہ حالت میں نہیں تھا کہ ڈرپ سین کی جلدی ہوتی۔ غار کی نگرانی بھی کر سکتا تھا اور دور دور کی آوازیں بھی سن سکتا تھا۔ لہذا نگرانی کے لیے درخت ہی مناسب نہ ہے۔

بھاری قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونا تھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی باسیں جانب والی گھنی جھاڑیوں میں جبکش ہو رہی تھی۔ پھر سبز رنگ کی دلوپیاں نظر آئیں۔ لیکن جھاڑیاں پھیل تو فوجیوں سے پہلے دو لاکیاں نظر آئیں۔

”خدا کی پناہ....!“ اس نے طویل سانس لی۔ یہ ام بینی اور لی ہاروے تھیں اور دونوں فوی انبیاء کی نکدوں سے دھکیل دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ مژ مژ کر انہیں فرانسیسی میں گالیاں دیتی جا رہی تھیں لیکن ایسا معلوم ہوا تھا جیسے فرانسیسی ان کے لیے ناقابل فہم ہو۔ ”اب موت کا کھیل شروع ہی ہو جائے تو بہتر ہو گا احمد صاحب۔!“ عمران براسامنہ بنا کر بڑھا یا۔

ذارت گن سے یکے بعد دیگرے دو بے آواز فائر ہوئے اور دونوں فوجی چند قدم چل کر اس طرح لڑکھڑائے کہ پھر نہ سنبھل سکے۔ گرتے ہی بے حس و حرکت ہو گئے تھے اور دو لاکیاں گویا اپنی جگہ پر جم کر رہ گئی تھیں۔

پھر وہ چو نکلیں اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ عمران کچھ دیر اور درخت پر ٹھہرا۔ پھر اطمینان کر لینے کے بعد کہ آس پاس اور کوئی موجود نہیں ہے۔ درخت کی پتلی شاخ پر پہنچ کر زمین پر چھلانگ لگادی لڑکیاں ایک بار پھر اچل پڑی تھیں۔

ام بینی نے تیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کی طرف دوڑ پڑی۔

”میرے مالک.... میری جان....!“

اور پھر وہ بیجان ہی ہو کر اس کے بازوں میں جھوٹ گئی تھی۔

”اف.... فوہ.... یہ تو بیوش ہو گئی۔“ وہ لی ہاروے کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”بب.... بیوش ہو گئی؟“ شاید لی کو بھی ان الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہیں سو جھا تھا۔ عمران نے ذارت گن بینی میں اڑسی اور بیوش ام بینی کو کانہ ہے پر ڈال کر لی کاہاتھ پکڑا۔ اب وہ غار کی طرف دوڑ لگا رہا تھا۔ لی خاموشی سے اس کے ساتھ گھستی رہی۔

جوزف نے انہیں دیکھا تو ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑ دیں۔ لہذا ایک طرف پڑی خڑائے لے رہی تھی۔

”لی.... تم یہیں نہ ہے کر ام بینی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔ میں ان دونوں لاشوں کو نکلنے لگا دو۔“ عمران بولا۔

پھر وہ جوزف کو لے کر باہر نکلا۔ وہ اس جگہ پر پہنچ جہاں دونوں فوجی پڑے تھے۔ ”یہ تو مر گئے!“ جوزف بولا۔

”ان کی وردیاں اتنا رو....!“ عمران اس کے ریمارک پر توجہ دیئے بغیر بولا۔ جوزف خاموشی سے تعجب میں لگ گیا تھا۔ وردیاں اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہ ان لاشوں کو غار سے خاصے فاصلے پر جھاڑیوں میں ڈال آئے۔

واپسی پر غار میں جو منظر دکھائی دیا۔ اس سے دونوں ہی کافی محظوظ ہوئے۔ ام بینی اور لی ہاروے فرانسیسی میں کامیں کر رہی تھی اور وہ لڑکی انگریزی جھاڑے چلی بخار ہی تھی۔

”لیس بس۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم دونوں تو خاموش ہی رہو۔... یہ صرف انگریزی بل عکتی ہے۔“

”یہ کون ہے....؟“ لی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”ایک مصیبت زدہ۔“

”کتنی مصیبت زدہ لڑکیاں اکٹھا کر دے گے۔“ ام بینی مسکرا کر بولی۔

”میں کیوں اکٹھا کر دیں گا۔ پتا نہیں کہاں سے آپنکی ہیں۔!“

”مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔“

”فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے نظر آ رہی ہو....؟“

ام بینی نے کپکاپتی ہوئی آواز میں اپنے ساتھیوں کی کہانی شروع کر دی۔

”فرماں کہاں ہے؟“ عمران نے اختتام پر پوچھا۔

”میں نہیں جانتی۔“

”اس عمارت تک میری راہ نمائی کر سکو گی۔“

”محجھے ہوش نہیں..... بس اتنا ہی یاد ہے کہ عمارت کی دوسری منزل پر لے جائے گئے تھے اور پھر ہم دونوں کو وہاں سے بھی نکال دیا گیا تھا۔ پتا نہیں یہ دونوں ہمیں کہاں لے جا رہے تھے۔“

”محجھے راستہ یاد ہے۔“ لیلی نے کہا۔ ”تمہیں وہاں لے جا سکوں گی۔“

”تم اپنی سناؤ.... میری جان کے مالک۔“ ام بنی عمران کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔

”مم.... میں....“ عمران نے بوکھلا کر کینیڈین لڑکی کی طرف دیکھا تھا۔

”میں نے بہت دکھ اٹھائے ہیں.... اب میری محبت کا نداق نہ اڑاؤ۔“

محبت کی خالہ....! ان کے پاس شکاری کتے بھی ہیں۔ اگر ان سے سابقہ پر گیا تو شامت ہی آجائے گی۔“

”تمہارے شانے پر سر رکھ کر میں سکون سے مر سکتی ہوں۔“

”او.... ام بنی سید ہی بیٹھو.... ورنہ اب میں بیٹھوں ہو جاؤ گا۔“

”میں اب تمہاری گیدڑ بھکپیوں میں نہیں آسکتی۔ اب تم میرے ہو۔“

دوسری طرف جوزف اور کینیڈین لڑکی کے درمیان کھسر پھر ہو رہی تھی اور جوزف کے دانت لگلے پڑ رہے تھے۔

”لی ہاروے۔ تم مجھے سبز نوپی والے فوجیوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کیا ان میں صرف جاپانی ہیں۔؟“

”نہیں تو۔ موکارو کے باشندے بھی ہیں اور دو چار تو تمہارے پنس سے مشابہت رکھنے والے نظر آئے تھے۔“

”تمہارا مطلب ہے پرنس ہی کی نسل سے تعلق رکھنے والے۔“

”ہاں.... ہاں۔!“

عمران نے طویل سانس لی اور ہر دو فوجیوں کی وردیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ان کے جوتے بھی اتار لایا تھا۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ لیکن اس فوجی کی واپسی نہ ہوئی۔ جو لڑکیوں، بو و اپس لانے کے لیے گیا تھا۔

ساکاوا باردار روازے کی طرف دیکھنے لگتا۔ اتنی دیر میں فراغ نے بھی اندازہ لگایا تھا کہ اس عمارت میں اور کوئی فوجی موجود نہیں ہے۔ لہذا وہ سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کرہی گذرنا چاہئے۔

”ساکاوا تم شاکنڈ مذاق سمجھ رہے ہو۔“ دفتار وہ گوئی بھی آواز میں بولا۔

”میں تو مذاق ہی سمجھتا رہا ہوں گا کیونکہ تمہیں اتنا حق بھی نہیں سمجھتا۔“
”کیا مطلب....؟“

”تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ کرو۔“

”لڑکیوں والے معاملے سے پہلے میں شرافت ہی سے پیش آتا رہا ہوں۔“
”لڑکیاں واپس آ جائیں گی۔“ ساکاوا جھنجھلا کر بولا۔

”اب بھی تک تو نہیں آئیں۔“

ٹھیک اسی وقت وہی فوجی روازے میں وکھائی دیا جو لڑکیوں کی بازیافت کے لیے گیا تھا۔

”انہوں نے آنے سے انکار کر دیا ہے یور آئرن۔“ فوجی نے اطلاع دی۔ یہ موکارو کی باشندہ تھا اور فرانسیسی میں مخاطب ہوا تھا۔

”بکواس ہے۔ بالکل جھوٹ۔!“ فراغ دہاڑا۔

”اب خاموش رہو۔“ ساکاوا کو بھی غصہ آگیا۔
”میں یقین نہیں کر سکتا۔“

”تو جہنم میں جاؤ۔!“

”چی بات جوان.... تم میری زد پر ہو۔“ فراغ نے فوجی کو مخاطب کیا۔
”وہ.... دراصل وہ دونوں یہ رک میں ہی نہیں۔“

”کیا بک رہا ہے۔!“ ساکاوا اگر جا۔

”تھ کہہ رہا ہوں یور آئرن۔ اور وہ دونوں جوان بھی غائب ہیں۔“
”یہ ناممکن ہے.... تو چپ رہ۔!“

اپاںک فوجی کو کچھ کر گزرنے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ فرائی ساکاوا اکی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں فرائی کی پشت والی دیوار سے دھماکہ پیدا کرنے والی کوئی چیز نکرانی اور کرہ دھوئیں سے بھرنے لگا۔ اس دھماکہ کے بعد ہی ساکاوا اور دوسرے فوجی نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی تھی فرائی کے دونوں فائر خالی گئے۔ ساکاوا اور دونوں فوجی جھپٹتے ہوئے عمارت کی اوپری منزل پر پہنچتے ہوئے اور زینوں کا دروازہ انہوں نے بند کر دیا تھا۔

یہاں فرائی کے نزدیک ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے بھی دھماکہ سنا تھا۔ واپس آنے والا فوجی اب نہتا نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں اعتماد یہ چار پانچ کاریوں اور نظر آرہا تھا۔

"ج..... یہ سب کیا ہو رہا ہے یور آزر۔ آپ تو بہت مہربان تھے۔" ظفر بولا۔

"اس مینڈنک کے پنج نے ضرور کوئی غلط حرکت کی ہو گی۔" جیمس نے غصیلے لمحے میں کہا۔ "ورنہ مسٹر پرائم مفسٹر تو بہت اچھے آدمی ہیں۔"

"یہی بات ہے۔" ساکاوا اسے گھورتا ہوا بولا۔

"مسٹر پرائم مفسٹر ہمیں اس سے نجات دلائے پڑی۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا بلایا ہے۔" ظفر نے جیمس کو گھور کر دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

"بہت جلد..... بہت جلد! اگر وہ اتنی دیر میں بھاگ نہ گیا ہو گا لیکن اس جنگل سے نہیں سکتا۔ سور کا پچ..... تم دونوں ایرانی ہوئا۔"

"یہ درست ہے یور آزر....!"

"اچھا تو تم دونوں ادھر آ جاؤ۔ تمہیں تو میں بھول ہی گیا تھا۔ تم ہمارے پرنس کے باڈی گاڑڑ ہوئا!"

"یہ بھی درست ہے یور آزر....!"

"تب پھر ان گندے سوروں کے ساتھ کیوں ہو؟"

"مجبوڑی تھی یور آزر۔" جیمس آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ادھر پنجے فرائی زینوں کے دروازے پر زور لگا رہا تھا۔ آخر دروازے کے پاٹ پڑھنے کے تھے۔ لیکن فرائی غصے کی شدت میں اس دھماکے کو بھول گیا تھا جس کی گونج محض اسی عمارت تک

بودنہ رہی ہو گی۔

کئی فوجی ادھر آنکھ تھے اور انہوں نے اپنی رائفلیں جھتیاں تھیں۔ فرائی کو ریو اور اٹھانے کا بعث بھی نہ مل سکا جو اس نے اپنے پیروں کے قریب ہی ڈال دیئے تھے اور دونوں ہاتھوں سے پانچے پر زور آزمائی کرنے لگا تھا۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھانے فوجیوں کی طرف رخ کے کھڑا تھا لیکن اس کے چہرے پر سراسیکی آنکھ نہیں تھے۔

پھر اچانک اس کی کمر پر ساکاوا کی لات پڑی اور وہ منہ کے مل زمین پر گر پڑا۔ "اے باندھ لو....!" ساکاوا نے گرج کر فوجیوں کو حکم دیا۔

قہیل میں دیر نہیں گئی تھی۔ فرائی تسویں سے کسا کھڑا تھا اور ساکاوا دونوں ہاتھوں ہے اس کے گالوں پر تھپٹر مار رہا تھا۔

پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور فرائی کے ساتھیوں میں سے ایک کو قریب بلا کر کھا۔ "اب تم اس کے منہ پر تھپٹر مارو۔" اس نے اس سے کہا۔

"نن.... نہیں....!" وہ ہکلایا۔

"چلو... ورن... گولی مار دی جائے گی۔"

"مار دی جائے۔" وہ تن کر چیخا تھا۔ ساکاوا نے ایک فوجی کو اشارہ کیا اور اس نے چیخ اس پر ہڑکر دیا۔

فرائی کھنک سے ہونٹ بھینچ کھڑا تھا۔ ساکاوا اس کے بقیہ ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ اب تم میں سے ایک ایک خود ہی آگے بڑھے اور اس کے ایک ایک تھپٹر سید کرتا جائے ورنہ لاٹھ مر جاؤ گے۔"

فرائی نے اپنے ہونٹ ڈھلے چھوڑ دیئے اور اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ "میرے پوچھ کرو۔ جو یہ کہہ رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تاپک ہاتھوں سے مارے جاؤ۔"

"تمری اکڑی بھی تک قائم ہے۔" ساکاوا دہاز۔

"لاش بھی اکڑی ہی رہے گی۔" فرائی نے قہقہہ لگایا۔ "جان لینا اور جان دے دینے کے لیے تارہ نہیں اکھیلے ہے۔"

اٹے گا۔ وہ چلتے رہے کبھی کبھی فوجی انہیں راٹھوں کے کندوں سے مار مار کر تیز چلنے پر بھی مجبور رہتے۔

اچاک ایک جگہ مجاڑیوں سے دو فوجی لئکے اور قیدیوں کے ساتھ والے فوجیوں پر ٹوٹ ہے۔ جتنی دیر میں وہ چاروں معاملے کی نوعیت ہی سمجھ پاتے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے۔ راٹھوں کے کندے ان کی گردنوں پر پڑے تھے اور پھر وہ دوبارہ نہیں اٹھا پائے تھے۔ فراغ اور اس کے ساتھی تو گواستکتے میں آگئے تھے۔

”میرے بیٹے.... میرے عمران!“ فراغ نے بالآخر گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ جوزف اور عمران پہلے شکار کئے جانے والے دو قیدیوں کی وردی میں لمبوس تھے۔ دونوں نے جلدی جلدی فراغ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ کھولنے شروع کر دیئے۔ ”اس نے شکاری کئے منگوالیے ہیں۔“ فراغ مضطربانہ انداز میں بولا ”بچاؤ کی فکر کرو.... اور پھر وہ پورے جنگل پر بمباری بھی کر سکتا ہے....!“

”مگر نہ کیجئے یور آزر.... اب سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ لیکن پرنس کے باڑی گارڈز کہاں ہیں؟“ عمران نے پر تشویش لجھے میں پوچھا۔

”انہیں بھول جاؤ.... وہ غدار لئکے۔ ساکاوانے اپنے انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔“ ”اوہ....!“ عمران نے طویل سانس لی اور فراغ سے بولا۔ ”میرے پیچھے چلے آئے۔ لیکن تمہرے اپنے آدمیوں سے کہئے کہ ان فوجیوں اور ان کے اسلخ کو انھالیں۔“ میں مزید وردیوں اور المک کی ضرورت پیش آئے گی۔“

اس کی ہدایت پر فوراً عمل کیا گی۔ وہ انہیں اپنی کمین گاہ تک لا یا۔ ”غار چھوٹا ہے۔ لیکن ہماری کس قدر نو زیکنگ تو ہو ہی سکے گی۔“ عمران نے کہا۔ ”خطرناک.... بیجد خطرناک۔ کتوں کے جملے کی صورت میں ہم یہاں آسانی سے مار لیے جائیں گے۔“ فراغ بولا۔

”بچھلی رات سے ہم یہیں ہیں۔ بچھلی رات ہم صرف تین تھے۔ آج پہلے دو لڑکوں کا انداز ہوا۔... پھر آپ بارہ عدد.... خدا کی پناہ۔ سڑ جائیں گے....!“ ”دو لڑکیاں.... کون دو لڑکیاں؟“ فراغ پوچک پڑا۔

”چلو.... مارو.... تم چلو....!“ ساکاوانے فراغ کے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دہاڑیں مار مار کر روتا ہوا آگے بڑھا اور فراغ کے گال پر تھپٹ مار کر اس کے قدموں پر رکھ دیا۔ فراغ کی آنکھوں سے دو موٹے موتے قطرے رخساروں پر ڈھلک آتے تھے۔ ساکاوانے اور اس کے سپاہی بری طرح ہس رہے تھے۔

”لبس.... لبس....!“ ساکاوانے ایک ہاتھ پیٹ پر رکھے اور دوسرا سے کو ہلاہلا کر بولا۔ ”میں یہی دیکھنا چاہتا تھا.... تیرے آنسو.... ڈیٹیلی فراغ.... ہلہلہ.... ہلہلہ.... ڈیٹیلی فراغ.... پو....!“

”یہ ڈیٹیلی فراغ کے نہیں.... ایک درد مند باپ کے آنسو ہیں کہتے۔“ فراغ شیر کی طرف دہاڑا اور جکڑی ہوئی ناگوں سے پھر کتا ہوا ساکاوانے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ ”دیکھو.... دیکھو بالکل مینڈک.... ہے نا.... ہلہلہ!“ ساکاوانی کے مارے بدھال ہو جا رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت کتوں کے شور سے جنگل گونجنے لگا اور ساکاوانے چیخ کر اپنے فوجیوں سے کہا۔ ”ان سکھوں کو پیر کوں میں لے جاؤ۔ اب میں خود ہی شکار تلاش کروں گا.... او، فراغ سن لے اپنا تاشہ دیکھے بغیر تو نہ مرے گا۔“ ان سکھوں کے ہاتھ پشت پر باندھے جانے لگے۔ ساکاوانے ظفر اور جیمسون کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم دونوں میرے ساتھ رہو گے....!“

وہ خاموش کھڑے رہے۔ فراغ جس طرح تموں سے جکڑا گیا تھا اس حالت میں وہ چل نہیں سکتا تھا۔ لہذا اس کے پیر کھوں دیئے گئے۔ پھر فوجیوں میں سے چار افراد انہیں ایک طرف لے چلے تھے۔ فراغ کے ساتھی تعداد میں گیارہ تھے اور وہ خود بارہوں تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ فوجیوں کی رانقلیں ان کی طرف انھی ہوڑتی ہیں۔ ان میں وہ فوجی بھی شامل تھا جس نے کمرے میں دھوئیں کا بام پھینک کر ساکاوانے کو فراغ کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔

فوجیوں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بھیڑ کر بیوں کو ہنکا کر کہیں لے جا رہے ہوں۔ فراغ کا آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موقع ملے ہی ان چاروں فوجیوں کو کچا ہے؟

”ایک آپ کی اور دوسری.... دوسری۔ کیا بتاؤں شرم آرہی ہے۔“
”تو کیا تلی اور ام میں....؟“

عمران نے سر کو.... اشیائی جنبش دی۔
”کہاں ہیں....؟“

”غار کے اندر....!“
فراگ اسے حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں کیا چیز ہو۔“

”آلو ہوں اچھا خاصا۔ ایک اور مل گئی ہے....!“
”کیا مل گئی ہے؟“

”لل... لڑکی۔ لیکن یور آزر.... اس کا خیال رکھئے گا کہ وہ میری پناہ میں ہے۔“
”کہاں ہے.... مجھے دکھاؤ۔“

”غار میں.... اسی کی رہنمائی کی بنابر ہم یہاں تک پہنچ سکے ہیں۔“
پھر وہ ایک ایک کر کے غار میں داخل ہوئے۔

فوجوں میں سے ایک چل بسا تھا اور تین اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہے تھے۔ جوزف۔
تاریخ روشن کی اور فراگ ان کا جائزہ لے کر بولا۔ ”یہ بھی نہیں بچپن گے گرد نہیں نوٹ ہیں۔“ اس کا لبجہ شرات آمیز قلقاریوں سے بھر پور تھا۔ پھر اس نے عمران سے پوچھا۔ ”وہ لڑا کہاں ہے؟“

”یور آزر۔ میری دارنگک یاد رکھئے گا۔“

”ہاں ہاں... یاد ہے...!“ فراگ براسامنہ بنا کر بولا۔

عمران نے تاریخ روشن کی اور روشنی کا داوارہ حرکت کرتا ہوا لڑکی پر جا پڑا۔
”اوہو.... ہوف....!“ فراگ کراہ کر رہا گیا۔

”مجھے حیرت ہے۔“ عمران نے تاریخ بچھاتے ہوئے کہل دی۔

”کس بات پر حیرت ہے؟“

”تحوڑی دیر پہلے آپ بندھے چلے جا رہے تھے۔ پتا نہیں زندہ جلا دیئے جاتے یا آپ کا کہاں“

”اچھا تو پھر....!“

”آپ ایسے وقت بھی اپنی بائیے والائے سے باز نہیں آتے۔“

فراگ نے فخریہ انداز میں قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”عورت اور زندگی دو الگ الگ چیزیں نہیں
ہیں جب تک عورت سے بھاگتے رہو گے نامکمل ہی رہو گے۔“

”میں نامکمل ہی بھلا۔ لیکن اس لڑکی کا تحفظ جان کی بازی لگا کر بھی کروں گا.... خواہ
آتریں۔ فراگ ہی نے کیوں نہ مکر لینی پڑے۔ یہ بڑی عظیم لڑکی ہے....!“
پھر عمران نے اسے مختصر لڑکی کے بارے میں بتایا۔

”اوہ.... اوہ.... تب تو یہ میری ماں ہے.... میں اسے سلام کرتا ہوں۔“ فراگ بھرائی
ہوئی آواز میں بولا۔



جنگل میں دھند لکا پھیل گیا تھا۔ پرندوں کے شور سے فضام قوش ہو زدی تھی۔ لیکن وہ
اوپنے اوپنے شکاری کے نہایت خاموشی سے راستے کر رہے تھے۔ ساکا وانے ظفر اور جیسن کو
تھیا تھا کہ وہ کئے شکار کی تلاش میں نکلنے کے بعد اسی طرح خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔
ہو سکتا ہے کہ وہ ان پر اپنی اس بات کا رد عمل دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ اسے سمجھ گئے تھے اور اپنے
چہوں سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کے بعد ساکا وانے انہیں بھی یہ کوں
میں بھجوادیا تھا۔ پھر آٹھ کتوں اور تین گھوڑے سواروں کی یہ پارٹی جنگل میں گھستی چل گئی تھی۔ خود
ساکا و اس کی قیادت کر رہا تھا۔ دوسرے گھوڑوں پر فوجی سوار تھے۔

ایک جگہ کتوں نے رک کر اپنی تھو تھنیاں اور پر اٹھائیں اور پھر ایک جانب تیزی سے دوڑتے
چلے گئے۔

پھر انہوں نے یہی وقت جھاڑیوں کے ایک جھٹٹہ میں چھلانگیں لکائی تھیں۔ فوجیوں نے
ریو اور نکال لیے۔ خود ساکا وانے بھی اعشار یہ چار پانچ کاریوں اور نکال لیا تھا۔ انہوں نے اس
جھاڑی کو گھیرے میں لے لیا اور ساکا و اگرچ کر بولا۔ ”تم ریو اور وہ کی زد پر ہو۔ خود کو ہمارے
والے کر دو۔!“

”ہم کیا عرض کر سکتے ہیں یور آئر۔ ہم تو بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ اس سے بہتر تو ہیں تھاں پر میں بھیک مانگ رہے ہو تو۔“

”ڈھمپ لوبوکا کہاں ہے؟“

”ہم کس طرح یقین دلانیں کہ یہ نام ہمارے لیے نیا ہے۔“

”لوئیسا کہاں ہے؟ جس نے تمہیں ملازم رکھا تھا۔“

”تاہیں تک ہمارے ساتھ تھی۔ اس کے بعد پھر پتا نہیں کہاں غائب ہو گئی۔ ہمارا معاملہ تو ہمارا راست پر نہیں سے تھا۔ پھر وہ بھی پر نسز نالاباؤ کے سکرٹری کے ساتھ کہیں غائب ہو گئے۔ اب ہم کیا کریں۔ ہماری کچھ میں تو نہیں آتا۔“

”تم حققت اگل دو لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم پر تشدد کیا جائے۔ پر نہیں کا احترام ہم پر بھر موڑ واجب و لازم ہے۔“

”ای احترام کا واسطے کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ نہیں کچھ معلوم نہیں۔“

”پر نہیں تم سے کہاں علیحدہ ہوئے تھے۔“

”پونیاری میں.....! جب پونیاری پر جگلی کشیوں نے حملہ کیا تھا..... ہم فرائک کی لانچ پر پہنچا دیے گئے تھے۔ لیکن وہاں پر نہیں پار نسز کا سکرٹری نہیں ملے تھے۔“

اتنے میں کسی نے باہر سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی۔ ساکاوا اسے اجازت ملنے پر ایک فوجی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

”ڈاکٹر..... دس منٹ بعد اپنی روپورٹ پیش کرے گا۔ یور آئر۔“ اس نے اطلاع دی۔

”ٹھیک ہے..... جاؤ....!“

فوجی چلا گیا اور ساکاوا نے ظفر اور جیمس سے کہا۔ ”فی الحال تم لوگ بھی خود کو قیدی ہیں۔“

”جگہ جب تک کہ پرنس بھی ہم سے نہ آلیں۔ تم پر..... اعتدال نہیں کیا جا سکتا۔“

”آپ کی مرضی! ہم روٹی کی ٹلاش میں نکلے تھے وہ آپ کی قید میں بھی ملتی رہے گی۔“

”اے لے جاؤ۔“ ساکاوا نے گارڈز میں سے ایک کی طرف دیکھ کر ظفر کی جانب اشارہ کیا۔

اب جیمس نے تھہارہ گیا۔ وہ بڑے ادب سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

”میرا دل کہتا ہے کہ تم جھوٹ نہیں بولو گے۔“ ساکاوا نے اسے مخاطب کیا۔

لیکن یہ کیا؟ کتنے دو بڑے لاشیں جھاڑیوں سے گھیٹ لائے تھے۔

”یہ تو..... یہ تو..... اپنے ہی ساتھی ہیں..... یور آئر۔“ ایک فوجی چیخادر و گھوڑے پر سے کوڈ پڑے۔

”یہی تو ان دونوں لاکیوں کو لے گئے تھے۔“ دوسرا نے کہا۔

”اوہ....!“ ساکاوا کے چہرے پر سراسیگی کے آثار نظر آئے۔

فوجی لاشوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

”لیکن جیرت ہے یور آئر۔ کسی کے جسم پر بھی زخم نہیں ہے۔ چہروں سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ گلاہی گھونٹ کر مارے گئے ہوں۔“ ایک فوجی بولا۔

”ذراد کیجھے! بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یونہی..... یونہی..... کیا کہا جائے جیسے یونہی خواہ مخواہ مر گئے ہوں۔“

”ور دیاں بھی اتار لی گئی ہیں۔“ ساکاوانے پر تشویش لجئے میں کہا۔ ”انہیں انھا کر گھوڑوں پر ڈالو اور یہاں سے چلو۔ سید ہے یہ کوں کی طرف..... ہوشیداری سے..... بہت ہوشیداری سے.....!“

کتنے اب پھر خاموشی سے چلے جا رہے تھے۔ فوجیوں نے لاشیں گھوڑوں پر ڈالی تھیں اور خواہ بیدل چل رہے تھے۔

دھند لکا آہستہ آہستہ تاریکی میں تبدیل ہوا جا رہا تھا اور ساکاوا کا ذہن ڈھمپ لوبوکا میں الجھا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس سے مر عوب ہو گیا ہو۔ ایک انجمنا سا خوف اس کے ذہن پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔

بیرک میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ن تو قیدی وہاں پہنچے ہیں اور نہ وہ چاروں فوجی جو انہیں دیاں پہنچانے والے تھے۔ ساکاوا آپ سے باہر ہو گیا۔ جیمس اور ظفر الملک طلب کئے گئے۔

ساکاوا انہیں دیکھتے ہی چیخا۔ ”تمہاری بوئیاں کاٹ کر کتوں کو کھلادی جائیں گی۔“

”ہمارا تصور..... یور آئر۔“ ظفر بولا۔

”تم سب سازشی اور دھوکے باز ہو۔ میرے دو سپاہی مار ڈالے گے اور ان چاروں کا قیدی سمیت کچھ پتا نہیں۔“

”میں آپ کی مردم شناسی کا قدر دان ہوں یور آزر۔!“
”ہوں۔ سچی بات سننا چاہتا ہوں۔“

”سچی بات کیا ہے۔۔۔ یہ میں نہیں جانتا۔۔۔ لیکن اپنے شے کا انہمار ضرور کروں گا۔“
”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کہو۔۔۔!“ ساکاوا نرم لبھے میں بولا۔
”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔ اگر ہر بند اشہزادہ ہی تھا تو وہ لوگ اسے تباہی میں
شاہی آداب کیوں سکھاتے تھے۔“

”اوہو۔۔۔ یہ بیات ہے۔۔۔!“

”ہاں یور آزر۔۔۔ میں نے چھپ کر دیکھا تھا۔“

”بولو۔۔۔ کیا مانگتے ہو؟ تم نے میرے شے کو یقین میں بدل دیا۔“

”میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ موکارو میں ہی رہ جاؤ۔“

”یہ ناممکن ہے۔۔۔ یہاں کوئی غیر ملکی نہیں رہ سکتا۔“

”اپنی ہی ملازمت میں مجھے کہیں باہر بھجواد تجئے۔ میں اپنی دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ بھر
الکامل کے جزاً میں محبت ہی محبت ہے۔“

”اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اچھا ب تم بھی جاؤ۔ دوسرا سے قیدیوں کے مقابلے میں آرام
سے رکھے جاؤ گے۔“

”مشکر یہ یور آزر۔۔۔!“

گارڈز سے بھی لے گئے۔ ساکاوا تھا کرے میں نہیں رہا۔ بھی اس کا چہہ غصے سے سرخ ہو
جاتا اور کبھی آنکھوں سے تشویش جھائکنے لگتی۔

”تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے کرے میں قدم رکھا۔

”کیا پورٹ ہے؟“ ساکاوا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

”حتیٰ رپورٹ پوست مارٹم کے بغیر ناممکن ہے یور آزر۔۔۔ لیکن میرا تجربہ کہتا ہے کہ“
زہر میں سو یوں کاشکار ہوئے ہیں جو اتنے زیادہ پریشر سے چھینکی گئی تھیں کہ جلد سے گوشہ میں
خاصی گہرائی تک اتر گئی ہوں گی۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔ ساکاوا نے طویل سانس لی۔

”تو پوست بارٹم کیا جائے؟“

”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ جاتے ہوئے کمانڈر کو ادھر بھیجتے جانا۔“

اس کیکپ میں وہ وزیر اعظم کی بجائے ایک پولیس آفیسر ہی لگ رہا تھا۔

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد وہ پھر ٹھیلنے لگا۔

کمانڈر کی آمد پر سب سے پہلے اس نے ان چاروں فوجیوں کے متعلق گفتگو شروع کی تھی جو
قیدیوں کو لے کر چلے تھے۔

”اب تو کہنا پڑتا ہے یور آزر کہ انہیں بھی کوئی حادث پیش آیا ہے۔“ کمانڈر نے بالآخر کہا۔

”ہوں۔۔۔!“ ساکاوا کچھ سوچ رہا تھا۔

”اب تو بھاری کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔“ کمانڈر بولا۔

”نہیں۔۔۔ اس علاقے میں دھماکے مناسب نہیں ہوں گے۔ کل دیکھیں گے۔ میں آج
رات ادھر ہی قیام کرنے کا راہ رکھتا ہوں۔“

”بہت بہتر یور آزر۔۔۔ آپ کی موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہو گی۔“

”کہتے کھلے رکھنا۔۔۔!“

”بہت بہتر یور آزر۔“

”اور۔۔۔ میں تین گھنٹے تک اپنے مخصوص کرے میں قیام کروں گا۔ اس لیے اس دوران
مجھے ڈسٹرబ نہ کیا جائے۔“

”بہت بہتر یور آزر۔۔۔!“

کمانڈر چلا گیا۔ اس کمرے میں آمد و رفت کے دروازے کے علاوہ ایک دروازہ اور بھی تھا۔ یہ
دروازہ بند تھا۔ ساکاوا اس دروازے کی طرف بڑھا، تھا کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی
دی۔

”سر۔۔۔ یور آزر۔ کتنے مر گئے۔۔۔ سارے کتنے مر گئے۔“ وہ اپنتا ہوا بولا۔

”نہیں۔۔۔!“ ساکاوا مضری بانہ انداز میں پیچا۔۔۔ پھر خود پر قابو پا کر گرا یا۔

”تم سب اندھے ہو۔ اب تمہاری کمزوریاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ جب کوئی بہت ہی چالاک
آدمی مقابل آیا ہے۔ جاؤ اسے تلاش کرو۔ ورنہ تم سب بھی کتنے ہی موت مر جاؤ گے۔“

کمانڈر دروازے کی طرف مڑا۔

”شہرو....!“ ساکا وہا تک اٹھا کر بولا۔ اور کمانڈر پھر اس کی طرف مڑ گیا۔

”تم تو وہاں تک پہنچ بھی نہ سکے ہو گے۔“

”جو خبر لایا ہے۔ باہر موجود ہے یور آئر۔“

”اے بلاو....!“

خبر لانے والا فوجی اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ خود بھی خاصابد حواس دکھائی دیتا تھا۔

”پور آئر....!“ وہ ہانتا ہوا بولا۔ ”انہیں کھانے کو.... دیا گیا تھا بس ایک ایک کر کے

گرے اور مر گئے۔“

”جو کچھ وہ کھار ہے تھے ان کا کچھ حصہ باقی بچا ہے؟“ ساکا دانے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ضرور.... بچا ہو گا.... یور آئر.... وہ بچارے کھاہی کتنا کے تھے۔“

”جاوہ تم دیکھو۔“ ساکا دانے کمانڈر سے کہا۔ ”اور پچی ہوئی ندا کوڈاکٹر کے حوالے کر کے تحریکے کے لیے کہو۔“

”بہت بہتر.... یور آئر۔“

”میں یہیں منتظر ہوں۔ فی الحال ریٹائرمنٹ روم میں نہیں جا رہا۔“

وہ دونوں چلے گئے۔ تارکی پوری طرح پھیل گئی تھی اور جنگل سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔



جب عمران کو پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ انہیں خوفزدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے اپنی اس ہم کا آغاز کیا جس کی کامیابی کا انحصار محض اتفاقات پر تھا۔ اور یہ ہم تھی اس لباس کو تلاش کرنے کی ہے وہ بد حواسی میں اتار پھیکھتے ہوئے کسی معقول سی پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

کیمپ میں کتے اسی کی ڈارٹ گن کے شکار ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ ہوا تھا کہ سپاہی کیپ ہی تک مدد و ہو کر رہ گئے تھے۔ کسی نے بھی انہیں اپھلے پر جنگل میں گھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ آج کی بھاگ دوڑ کے دروازے میں اس نے ایک دوسرا مناسب سی پناہ گاہ تلاش کر لی تھی اور اپنے ساتھیوں کو وہاں منتقل کر دیا تھا۔ یہ ایک طویل چنانی دراز تھی جس میں سے کہیں نہیں آسمان بھی

دکھائی دیتا تھا۔

بہر حال وہ جوزف کو ساتھ لے کر ان ملوسات کی تلاش میں نکلا تھا۔ جوزف آج کی مصروفیات اور کارناموں پر بے حد خوش تھا۔

”آج مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے بس جیسے میں اچانک جاگ پڑا ہوں۔“

”بس اب جا گتے ہی رہتا۔ ورنہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گے۔“

”شہر و بس....!“ جوزف چلتے چلتے رک گیا۔

”کیا باث ہے؟“

”ہم ادھر سے نہیں گزرے تھے۔ مجھے ادھر اپنی سانس نہیں محسوس ہو رہی۔“

”میا بکواس شروع کر دی۔“

”تم جنگل کو نہیں سمجھ سکتے۔ بس۔“

”ارے تو کیا اس اندر ہرے میں اب تیری سانس بھی تلاش کرنی پڑے گی۔“

”تم جنگل کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں تمہیں ٹھیک اسی جگہ لے چلوں گا۔ جہاں ہم

نے وہ لباس اتار پھینکا تھا۔ بس اب تم میرے پیچھے پیچھے ٹپے آؤ بس۔“

”چل بیکی... سمجھے تیری اس صلاحیت پر اعتماد ہے۔“

”یکن بس۔! پھر کہتا ہوں کہ فرگ سے ہوشیار رہتا۔ جس دن اسے معلوم ہو گیا کہ تم ہی

ڈھمپ لوپ کا بھی ہو تو وہ تمہارے لیے بیحد خطرناک ہو جائے گا۔ جب سے ملا ہے مسلسل گالیاں

دیے جا رہا ہے۔“

”ڈھمپ کو....!“

”ہاں بس۔ وہ اپنی اس بے عزتی کا باعث ڈھمپ کو ہی سمجھتا ہے۔“

”کیا یہ غلط ہے۔“

”اب میں کیا جانوں بس غلط ہے کہ صحیح۔ اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ ڈھمپ لوپ کا کون ہے تو میرا خون بھی نہ کھولتا۔“

”ختم کرو۔ اس معاملے کو پھر دیکھیں گے۔ ہاں تو وہ تیوں لباس کسی ایک جگہ نہ ملیں گے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ہم دوڑ رہے تھے اور ساتھ ہی انہیں اتار پھینکنے کی کوشش بھی کرتے جا

رہے تھے۔

جوزف کچھ نہ بولا۔ ایک جگہ رک کر وہ بائیں جانب مڑا تھا۔ اور پھر وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے تھے۔ دفعتاً انہوں نے یہی کوپر کی گزگراہٹ سنی اور جہاں تھے وہیں رک گئے۔ یہی کوپر ان سے دور ہی دور گزرا تھا۔

وہ بہت دیر تک ان لباس کی تلاش میں سرگردان رہے تھے لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر کار وہ یہی پیدا کی طرف چل پڑے۔ عمران کہہ رہا تھا۔ ”ہو سکتا ہے اس عمارت میں بھی اس قسم کے لباس پائے جاتے ہوں۔“

”لیکن باس.... آج تو ادھر اندھیرا ہے۔“ جوزف بولا۔

سچ نجی یہی پیدا کے قریب والی دو منزلہ عمارت بالکل تاریک تھی۔ کسی کھڑکی یار و شدن دان میں روشنی نہ کھائی دی۔ یہی پیدا بھی تاریک پڑا تھا۔

”اسنے خائف ہو گئے ہیں یہ لوگ۔“ عمران بڑا بڑا یا۔

”تمہاری ڈارٹ گن کا کمال ہے باس۔“ جوزف بولا۔ ”ان دیکھی موت سے سب ہی ڈرتے ہیں۔“

”اچھا یہیں ٹھہرو۔ میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں۔“ عمران بولا۔ ”میرا مطلب کچھ گئے نا؟“

”ہاں.... مجھے بیہاں رک کر جنگل کی طرف نظر رکھنی ہوگی۔“

”ٹھیک ہے اور اب تم جاگ ہی پڑے ہو۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

عمارت کی پشت پر پہنچ کر رکا تھا۔ کچھ دیر آہٹ لینے کی کوشش کر تاہم لیکن ناکامی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے عمارت بالکل خالی ہو۔

اس کا ما تھا خنکا اور وہ واپسی کے لیے مراہی تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز پیشانی سے آگئی۔ ساتھ ہی تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ ”اپنی جگہ سے جبنتہ کرنا۔“

یہ الفاظ انگلش میں ادا کیے گئے تھے۔ عمران نے بڑی پھرتی سے بیٹھ کر لوٹ لگائی اور ریوالوں والے کو سمیٹ کر نشیب میں لڑکنے لگا۔

اس نے بہت براخترہ مول لیا تھا۔ ریوالوں سے فائز بھی ہو سکتا تھا لیکن شاکر ریوالوں اور اب اس کے ہاتھ میں تھا ہی نہیں۔

لڑکتے لڑکتے جب وہ ایک مسلح جگہ پر ملے تو عمران اسے چھاپ بیٹھا۔
”منہ سے ہلکی سی آواز بھی نکلی تو گلا گھونٹ دوں گا۔“ اس نے حریف کو دھمکی دی جو اس کے پیچے باہوا بڑی طرح ہاتھ پر رہا تھا۔

”وہاں اور کتنے آدمی ہیں؟“ بالآخر اس کی گردان پر بادا ڈال کر پوچھا۔
”بب... بارہ....!“

”اس ڈرائے کا مطلب....؟“

”ہم.... بچ جانتے تھے.... کہ تم.... بالآخر.... اوھر ہی کارخ کر دے گے۔“
”باہر کتنے آدمی ہیں؟“

”سب.... بب.... باہر ہیں.... مختلف جگہوں پر....!“

دفعتاً عمران کے دونوں ہاتھ اس کی کنٹیوں پر جا پڑے اور بادا پڑتے ہی وہ بیہو ش ہو گیا۔
شام بقیہ لوگ ایسی ہی پوزیشنوں پر تھے کہ انہیں اس واقعہ کا علم نہیں ہو سکا۔ بہر حال اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ہاتھ آنے والے آدمی کو کاندھے پر ڈالے اور اسی سمت پلٹ جائے جہاں جوزف اس کا منتظر تھا۔

وہاں سے وہ اس غار میں پہنچ تھے جسے تیکی کی وجہ سے چھوڑ چکے تھے۔ بعض مداریں کی بنا پر قیدی کو جلد ہی ہوش آگیا۔

اس نے بتایا کہ وہ دو منزلہ عمارت آبزروری اور کنٹرول ٹاور کی حیثیت سے استعمال کی جاتی ہے۔ اور وہاں کسی قسم کے بھی لباس نہیں رکھے جاتے۔ دھوئیں کے حصاء کے اندر کے لوگ ان لمبسرات میں آتے ہیں اور انہیں میں رخصت ہو جاتے ہیں۔ لباس اس عمارت میں نہیں اتنا رے جاتے۔ آبزروری یا کنٹرول ٹاور سے متعلق افراد نے کبھی دھوئیں کے حصاء کو پار نہیں کیا۔ اس کا فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس وقت یہی پیدا پردو یہی کوپر موجود تھے۔ ایک ساکاوا کا ذاتی یہاں کوپر تھا اور دوسرا وہیں رہتا تھا۔ تیرے یہی کوپر نے کچھ ہی دیر پہلے کسی نامعلوم جگہ کے لیے پرواز کی تھی۔“

”یہ تو کچھ نہ ہو باس۔“ جوزف بڑا بڑا یا۔

”بہت کچھ ہوا ہے.... تم فکر نہ کرو۔ ہم سب مل کر انہیں زیچ کر دیں گے۔“

”میری بھی سن لو۔“ قیدی کرہا۔ ”اگر تم بنے شب تک تم میں سے کوئی ہمارے ہاتھ نہ تو پورے جنگل میں آگ لگادی جائے گا۔ اور یہیں کوپڑے گولیوں کی بارش بھی جاری رہے گی۔“ اس صورت میں تمہیں بھی ہمارے ساتھ ہی مر جانا پڑے گا۔“

”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟“

”صرف دھوئیں کے حصہ سے گزرا ناچاہتے ہیں۔ ہماری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔“

”لباس کے استعمال سے صرف وہی لوگ واقف ہیں جو اسے استعمال کرتے ہیں۔ اگر لباز تمہارے ہاتھ آبھی جائے تو تم اس کا صحیح استعمال نہ کر سکو گے۔“

”تم تو موکارو ہی کے باشدے معلوم ہوتے ہو۔“

”اسی لیے میں مرنا نہیں چاہتا یہ جالپانی یہاں کیا کر رہے ہیں؟“

”اگر تم ساکاوا کے وفاداروں میں سے نہیں ہو تو تمہارا یہاں کیا کام۔“

”اب تو وہی موکارو کا مالک ہے۔ جسے چاہے بھوکار دے۔“

”کچھ بھی ہو.... اب تو تمہیں ہمارے ساتھ ہی مرنا پڑے گا۔“ عمران بولا۔

”اگر تم لوگ مجھ پر اعتدال کرو تو تم بھی محفوظ رہو گے اور ایک بیج کینٹ آدمی کے لیے میری جان بھی نہیں جائے گی۔“

”تمہارے ساتھیوں میں کتنے تمہارے ہم خیال ہیں.....؟“

”میں نہیں جانتا.... لیکن ساکاوا سے کبھی نفرت کرتے ہیں۔ آبزرویٹری میں صرف چار جالپانی ہیں۔“

”وہ اس وقت کہاں ہیں.....؟“

”وہیں سب کے ساتھ آبزرویٹری کے آس پاس۔“

”تمہارے وہ ساتھی جو موکارو کے باشدے ہیں کیا ان جالپانیوں سے بھی متفہ ہیں۔“

”صد فی صد...!“

”اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ جنگل میں چھپے ہوئے لوگوں میں پرنس ہربنڈا بھی شامل ہے تو ان پر کیا رد عمل ہو گا۔“

”کیا یہ حق ہے؟“ قیدی نے پر مسرت لجھے میں کہا۔

”پہلے میری بات کا جواب دو۔“

”وہ ان چاروں جالپانیوں کو قتل کر کے پرنس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ خواہ جنگل آگ انہیں بھی کیوں نہ چٹ کر جائے۔“

”کیا تم ہر بندا کو پہچان لو گے؟“

”کیوں نہیں۔ انہیں نہیں دیکھا تو ان کی تصویریں تو دیکھی ہیں۔“

”تو دیکھو! پہچانو!“ عمران نے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی ثارچ کی روشنی کا دارہ بوزف کے چہرے پر پڑا۔ فراغ اور اس کے ساتھیوں کی بازیابی کے بعد عمران نے جوزف کے چہرے سے مادری پریسٹ والا میک آپ واش کر دیا تھا۔

قیدی اپنی مادری زبان میں کچھ کہتا ہوا جوزف کے قدموں میں گر پڑا۔

”انھواخو! میرے بچے تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہوئے۔“ جوزف شاہانہ لجھ میں بولا۔

”لیکن نہ میں فرانسیسی بول سکتا ہوں اور نہ اپنی مادری زبان۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک بکانا پر فرانسیسی تسلط رہے گا میں یہ دونوں زبانیں نہیں بولوں گا۔“

”اب میں تمہارے لیے اپنی جان دے سکتا ہوں میرے مالک۔“ قیدی گزر گیا۔

”نہیں! تم سب زندہ ہو گے! میں تمہیں ساکاوا سے نجات دلانے آیا ہوں۔!“

”تھوڑی دیر بعد وہ تینوں سر جوڑے بیٹھے مشورے کر رہے تھے۔



ساکاوا یہ کو اپنے کرے میں تھا نہیں تھا۔ کمانڈر بھی موجود تھا۔ دونوں کے چہروں پر تنویش کے آثار تھے۔ باہر یہ کیس خوب روشن تھیں اتنی روشن کے آس پاس کے جنگل میں بھی ان کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سپاہی چوکس تھے۔

”ٹھیک دو بچے یہ کیس خالی کر کے جنوب کی طرف کھلے میں اتر جانا۔“ ساکاوا نے کہا۔ ”تم بچے یہیں کوپڑا ادھر آئیں گے اور کارروائی شروع ہو جائے گی۔“

”بہت بہت جناب۔“ کمانڈر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

”بارہ نج کرنی منٹ ہوئے تھے۔

”اب اس فتنے کو ختم ہو ہی جانا چاہئے۔“ ساکاوا جماہی لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا۔ اب میں

اپنے خاص کمرے میں آرام کروں گا۔ تم ٹھیک دو بجے تک جاتا۔

”کیا آپ کو اس وقت بیدار کیا جائے یور آئز؟“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں! میں اب صحیح کو بیدار ہونا پسند کروں گا۔“

”بہت بہتر جناب!“ کمانڈر بھی اٹھ گیا۔

ساکاوا بائیں جاپ والے دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ کمانڈر پکجہ دیر کھڑا کسی گہری فکر میں ڈوبا رہا۔ پھر باہر نکلا چال آیا۔ ساکاوا نے اپنے خاص کمرے کا دروازہ پہلے ہی بند کر لیا تھا۔

کمانڈر نے فوجیوں کی پوزیشن چیک کیں اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ کہیں فراؤگ کے ساتھی شب خون نہ ماریں کیونکہ اب وہ نبیتے نہیں تھے۔ ان کے پاس چھر رانفلین تھیں۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے ظفر اور جیمسن کو بلوایا۔

”تم لوگ جانتے ہو کہ اب کیا ہونے والا ہے۔“ اس نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا اور بوقت سے گلاس میں شراب اٹھیں گا۔

”نہیں جناب.... ہم نہیں جانتے۔“ ظفر نے خوفزدگی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”جگل میں آگ لگادی جائے گی اور ہیلی کو پڑ سے گولیاں بر سائی جائیں گی۔“

جیمسن نے تھہبہ لگایا اور چیکتی ہوئی سی آوز میں بولا۔ ”وہ مارا۔ اب دیکھوں گا کہ مینڈک کا پچ کیسے پختا ہے۔“

”تم چاہتے ہو کہ وہ مارڈا لاجائے۔“

”کیوں نہیں! اسی کی وجہ سے ہم ان مصائب کا شکار ہوئے ہیں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے؟“ کمانڈر نے ظفر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے.... فراؤگ ہی کی وجہ سے ہم ان دشواریوں میں پڑے ہیں۔“

”آزیزیبل ساکاوا تم پر مہربان ہیں۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ یہاں سے ہٹنے وقت ہم نہیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔“

”ان کا بہت بہت شکریہ! وہ جانتے ہیں کہ ہمارا فراؤگ سے کوئی تعلق نہیں...!“

”بیٹھ جاؤ...!“ کمانڈر نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

”وہ دونوں اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گے۔“

”لیکن میں تمہیں شراب نہیں پیش کروں گا۔“ کمانڈر ان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”ہمیں مدد و کوئی ملتا ہے۔“

”ہم دونوں شراب نہیں پیتے۔“

”اوہو.... حیرت انگیز...!“

”ٹھیک اسی وقت ہیلی کو پڑ کی گڑگ زاہد سنائی دی۔ اور کمانڈر چوک کر بولا۔ ہائیں... ایسی سے کیوں۔ ابھی تو صرف ایک بجا ہے۔“

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بچھتا۔ وہ ہیلی کو پڑ بیر کوں کے اوپر چکر لگا رہے تھے اچاک ان پرے مشین گنوں کی فائزگ شروع ہو گئی۔ کمانڈر تیزی سے کمرے میں ملٹ آیا۔ مرنے والوں کی خفیہ ہیلی کو پڑ کی آواز میں دب کر رہے گئی تھیں۔ ساکاوا کے سپاہی گہرائے ہوئے چوہوں کی طرح چاروں طرف دوڑتے پھر رہے تھے۔

”ہیلی کو پڑ سے گولیاں بر سائی رہیں۔“

”یہ کیا ہو رہا ہے آخر...؟“ کمانڈر پیر چیخ کر بولا۔

لیکن اس کا جواب کون دیتا۔ ظفر اور جیمسن حیرت سے ایک دوبارے کو دیکھتے رہے۔

کمانڈر نے بڑی بھرتی سے کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے اور ایک گوشے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”تم دونوں بھی ادھر ہی آ جاؤ۔ پتا نہیں یہ کیا شروع ہو گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ برآمدے مک آرہی ہے۔“

”آپ کے آدمیوں کا کیا حشر ہوا ہو گا؟“ ظفر بولا۔

”پتا نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ فی الحال یہ بھی ممکن نہیں کہ میں وزیر اعظم کے کمرے تک جا گکوں۔“

”میرا خیال ہے کہ گردھٹاں کامیاب ہو گئے ہیں۔“ جیمسن نے اردو میں کہا۔

”میں بھی کہی سوچ رہا ہوں۔“ ظفر بولا۔

”تو پھر اسے کیوں نہ سنبھال لیں۔“

"ٹھہر وا۔!" ظفر آہست سے بولا۔ "مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔" پھر اس نے اوچی آواز میں کہا تھا۔ "تم کون ہو؟"

"اغا۔۔۔ تو آپ زندہ ہیں۔" باہر سے آواز آئی۔ "جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔" جیسن نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ عمران سامنے کھڑا تھا اور اس کے پیچے تین مسلح آدمی تھے۔

"یور مجھی۔!" جیسن جھک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "ہم نے دستے کے کمانڈر کو گرفتار کر لیا۔ ملاحظہ فرمائے۔"

کمانڈر خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ کس قدر تشدید برادشت کرنے کے بعد اس نے تیلارکہ سا کاوا پنے کرہ خاص میں چلا گیا تھا۔ اب پتا نہیں وہ کہاں ہو گا۔ کرہ خاص کا دروازہ اندر سے بند ملا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کے بعد سے ساکا وابہر نہیں لکلا۔ کمانڈران کے ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ پشت پر بند ہے ہوئے تھے۔ عمران نے آہستے سے اس کے کان میں کہا۔ "میں دروازہ پیٹتا ہوں اور تم اسے آواز دو۔"

لیکن وہ خس کھڑا رہا۔

"وہی کرو جو کہہ رہا ہوں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "ورنہ گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔" پھر قربیادس منٹ تک دروازہ کھلوانے کی کوشش جاری رہی تھی لیکن کوئی نتیجہ نہیں لکلا۔

قد

"دروازہ تو زد...!" عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف اور فراؤگ کمرے میں داخل ہوئے اور صورت حال کا علم ہوتے ہی خود فراؤگ دروازے کی طرف بڑھا اور اس سے اپنا شانہ نکار کر زور لگانے لگا دروازے کی چڑچڑاہٹ کمرے میں گونج رہی تھی۔ اور کمانڈر خوفزدہ نظروں سے جوزف کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ قدموں پر جھکو۔ دیکھ کیا رہے ہو۔" جیسن اس کی گردن پکڑ کر جوزف کے قدموں میں جھکاتا ہوا بولا۔ "پرنس ہر بند اکو تعظیم دو۔!"

"م۔۔۔ میں۔۔۔ بے قصور ہوں۔" کمانڈر ہکلایا۔

"موکارو میں کوئی جاپانی بے قصور نہیں ہے۔" جوزف غرایا۔

"تم لوگوں نے کیا کواس شروع کر دی ہے۔ فرانسیسی یا انگلش میں گفتگو کرو۔" کمانڈر انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"اپنی زبان میں رو رہے ہیں جا ب۔" ظفر نے فرانسیسی میں لہا۔ "مصیبت پڑنے پر ہر شخص کوما یاد آ جاتی ہے۔ لہذا مادری ہی زبان میں رو تا ہے۔"

اچاک جیسن کمانڈر پر ٹوٹ پڑا اور ظفر نے اس کے ہوانہ سے یواں نکال لیا۔

"یہ کیا۔۔۔ یہ کیا۔۔۔؟" کمانڈر جو کسی قدر نہیں میں بھی تھا ہکلایا۔ لیکن وہ جواب دیئے بغیر اسے بے بن کر دینے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ذرا ہی س دیر میں وہ فرش پر بندھا رہا تھا۔

"اب کیا کرنا چاہئے۔۔۔؟" جیسن بولا۔

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔" ٹھہر اور دیکھو کہ حالات کون ساری اختیار کرتے ہیں۔"

فارنگ اب بند ہو گئی تھی لیکن ہیلی کو پڑ بدستور فضائیں پکڑ لگا رہے تھے۔

"مجھے کھول دو ورنہ چھتاوے گے۔" کمانڈر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"چپ چاپ پڑے رہو۔ اگر وہ فراؤگ کے ساتھی ہی ہوئے تو ہم تمہیں بچائیں گے۔" ظفر نے نرم لبھیں میں کہا۔ "ہم نے مصلحت ایسا کیا ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو آدھا گلاس بناؤ کر میرے ہلق میں اندھیل دو۔ تھہرا بہت بہت شکریہ۔" جیسن کے ہونٹوں پر شرات آمیز مسکراہٹ نظر آئی۔ اور وہ سچ مجھ اس کے لیے شراب مک کرنے لگا۔

ہیلی کو پڑ کی آواز اب ایک ہی جگہ سے آرہی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لینڈ کر چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز گوئی بخیگی۔

"یہاں اس کمرے میں کوئی معلوم ہوتا ہے۔" باہر سے کسی نے کہا اور قدموں کی آوازیں کمیں۔

"اندر کون ہے۔ دروازہ کھولو۔!" کسی نے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "ورنہ ہم یہ کو ڈائیماہیت کر دیں گے۔"

"دیکھا۔!" جیسن چک کر بولا۔ اس نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

دروازہ ٹوٹ پکا تھا۔ لیکن ساکا دا کمرہ خاص تو خالی تکلا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

بائیں جانب ایک گوشے میں قلین فرش سے ہٹا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ یہ کسی تھہ خانے کا راستہ معلوم ہوتا تھا۔ عمران نے اشارے سے فرماں کو قریب بلا کر کہا۔ ”آپ اور پھر یہ یور آزر۔ ہو سکتا ہے بھاگے ہوئے فوجی دوبارہ واپس آکر ہمارے کام میں مغل ہونے کی کوشش کریں۔“

”میں تمہیں تھا نہیں اترنے دوں گا۔“

”مان جائیے۔ آپ کے علاوہ اور کوئی ان لوگوں کو کمائنا نہیں کر سکتے گا۔ میں دیکھوں گا۔ یہ تو مجھے تھے خانے کی بجائے سرگ معلوم ہوتی ہے۔“

”اچھا۔ پہلے دیکھو لو۔ سرگ ہے یہ تھے خانہ...!“

عمران زینے طے کر کے نیچے پہنچا۔ یہ کچھ ایک طویل اور تاریک سرگ ہی ثابت ہوئی۔ عمران واپس آگیا۔ ظفر اور جیمسن بھی مسلح کئے گئے تھے۔ یہ کوں میں جدید ترین اسلحہ ان کے ہاتھ آیا تھا۔

فرماں پر آمادہ کر لیا گیا کہ وہ اور پر ہی پھر کر پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کرے گا اور عمران، ظفر، جیمسن، جوزف اور موکارو کے دو فوجیوں نمیت سرگ میں اتر گیا۔ موکارو کے فوجی آگے چل رہے تھے اور انہوں نے تار میں روشن کر رکھی تھیں۔ کچھ دور تک تو وہ سرگ قدرتی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن پھر آدمی کی فکارانہ مشائقوں کی جھلکیاں ملنے لگی تھیں۔ لیکن آخر کتنی طویل تھی یہ سرگ۔ اس کا دوسرا سراکھاں تھا؟ اندازے کے مطابق دو فرلانگ کی مسافت طے کرنے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کے لیے کہا اور موکارو کے باشندوں سے پوچھا کہ اپنے اندازے کے مطابق وہ کہا جا رہے ہیں۔

”میرا خیال ہے کہ ہم دھوئیں کے حصہ کی طرف جا رہے ہیں۔“ ایک نے جواب دیا اور دوسرے نے اس کی تائید کی۔

”ٹھیک ہے۔ میں بھی بھی سوچ رہا ہوں۔ چلے چلو!“

اس بارہ ان کی رفتار تیز تھی۔ مزید دو فرلانگ بھی طے ہوئے وہ اپنی داشت میں اب کھلے میں نکل آئے تھے لیکن آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا۔ پھر عمران چونک کر بولا۔ ”اوہ ہو۔ ہم تو دھوئیں

کے حصہ کے اندر پہنچ کے ہیں....!“

چاروں طرف اوپری اور پنچی چنانیں مکھری ہوئی تھیں۔ آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا تو پھر یہ مادروں کی چھاؤں سی کیا تھی جس میں چٹانوں کے بیوالے صاف نظر آ رہے تھے۔ اور وہ راستہ بھی دیکھ سکتے تھے۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھے تھے۔ اس کے ملکے پن کاراز بھی ظاہر ہو گیا تھا۔ انہیں ایک عمارت نظر آئی تھی اور یہ روشنی اسی کی متعدد کھڑکیوں سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ دبے پاؤں عمارت کی طرف بڑھتے رہے۔ عمارت زیادہ دور نہیں تھی۔ اس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اندر کسی کے چیخ چیخ کر بولنے کی آواز آئی۔

”اوہ۔ یہ تو ساکا دا کی آواز معلوم ہوتی ہے۔“ ظفر آہستہ سے بولا۔

”تمہیں یقین ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“ جیمسن نے ظفر کی تائید کی۔

ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے جس میں سلانجیں نہیں تھیں۔ وہ اندر داخل ہوئے اور آواز کی سمت بڑھتے بڑھتے ایک ایسے کمرے میں جا پہنچ جہاں تین آدمی مصروف گفتگو تھے۔ ان میں سے ایک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ظفر اور جیمسن کو گھوڑے جا رہا تھا۔ جن کے ہاتھوں برین گنگیں تھیں۔

”شریف آدمیو! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“ عمران نے بید زم لجھ میں کہا۔

”اوہ..... سمجھا.....!“ تیرے آدمی نے دانت پیس کر کہا۔

”کیا یہی ساکا دا ہے.....؟“ جوزف آگے بڑھ کر بولا۔

”یہ یورہائی نس.....!“ ظفر نے کہا۔

”اے گرفتار کر لو۔“ جوزف نے موکارو کے فوجیوں سے کہا۔

”یہ ہر بڈا..... نہیں ہے۔“ ساکا دا ہاتھ اٹھا کر چینا۔ ”فرانسیسوں کا..... ایجٹ ہے۔“

”چپ رہو سور کے پچے۔“ موکارو کا ایک فوجی آگے بڑھ کر بولا۔ ”ہم اپنے ماک کو پہنچانے ہیں۔ ہمارا نجات دہنہ آپنچا۔“

”تم سب پچھتا گے۔ لیکن تم یہاں تک کیسے پہنچے؟“

”تمہاری کمرہ خاص والی سرگ کے ذریعے۔“ عمران بولا۔

"تت.... تم کون ہو؟"
"ڈھمپ لوپا کا...!
"نہیں!"

"میں وہی ہوں! فرماگ نے مجھے دوسرا ٹکل میں دیکھا تھا۔"
"میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔" اچانک ساکاوا نے عمران پر چھلانگ لگائی اور عمران نے اوپری آواز میں کہا۔ "فاتحہ مت کرتا۔" ساتھ ہی اس نے کس قدر پیچھے ہٹ کر ساکاوا کے جڑ پر ایک ہاتھ بھی رسید کیا تھا۔

ظفر نے یہ احوال دیکھے تو اپس اسی کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اسے خدا شناخت کہیں کچھ لوگ باہر سے آ کر انہیں گھرے میں نہ لے لیں۔ پھر اپنی اس حمافت پر بھی آگئی۔ وہ کھڑکی داخلے کا دروازہ تو نہیں تھی۔ اسے بند کر کے پہنچنے تی والاتھا کر ذرا دور اندر ہرے میں کچھ سائے سے حرکت کرتے نظر آئے۔ اس نے کھڑکی کی بند کر کے بول کر دی اور دوڑتا ہوا اسی کمرے میں واپس آگیا جہاں عمران ساکاوا کی مرمت کر رہا تھا۔
"کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں۔" ظفر نے اطلاع دی۔

ساکاوا قریباً بے دم ہو چکا تھا۔ بالآخر موکارو کے فوجیوں نے اسے بڑی بیدردی سے باندھ لیا۔ وہ دونوں بھی گرفتار کر لیے گئے جو اس سے گفتگو کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی دروازہ توڑا جا رہا ہو۔ عمران جزو کو اپنے ساتھ آنے کا شارة کرتا ہوا آواز کی سست بڑھاتھا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے فرماگ اور اس کے ساتھی تھے۔ عمران کو واپسی میں دیر ہوئی تھی تو فرماگ بھی اپنے چند مسلح آدمیوں کے ساتھ سرگ میں اتر گیا تھا۔

"میں نے وہیں ٹھہر نے کو کہا تھا۔" عمران جھنجھلا کر بولا۔
"بائیں....؟" فرماگ نے جرأت سے کہا۔ "تمہارا الجہہ....؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں یور آزر۔ مجھے افسوس ہے۔ دراصل ذہن الجھا ہوا ہے۔"

"پلو چلو۔ کوئی بات نہیں۔" فرماگ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔
اس کے بعد وہ اسی کمرے میں آئے تھے جہاں ساکاوا اور وہ دونوں بندھے پڑے تھے۔ ساکاوا

واس حال میں دیکھ کر فرماگ نے ایک زوردار قبیہ لگای۔
"یہ ڈھمپ لوپا کا ہے۔" ساکاوا چینجا تھا۔
"کون....؟" فرماگ بے ساختہ چونک ہڑا۔
"یہی جو تمہارے برابر کھڑا ہے۔"

فرماگ نے عمران کو گھوکر کر دیکھا اور عمران آکھ مار کر بولا۔ "صدے سے دماغ الٹ گیا ہے
بچارے کا۔"

"فرماگ نہ ہڑا اور پھر اس نے ساکاوا کو ٹھوکر رسید کرتے ہوئے کہا۔" اب میں تجھے
ریکھوں گا۔"

"نہیں! اس سے پہلے یہ ہمیں بتائے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔" عمران سرد لمحے میں بولا۔
لیکن ساکاوا نے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر لیے تھے۔ عمارت کی تلاشی لینے پر وہ سترہ
سائنس دان وہیں سے برآمد ہوئے جنہیں دنیا کے مختلف حصوں سے انخوا کیا گیا تھا۔

ان میں عمران کے ہموطن دنوں سائنسدان بھی تھے۔ گذشتی طور پر وہ اس سے واقف نہیں
تھے۔ لیکن اس کی ٹکل دیکھتے ہی چونک ہڑے اور پھر جب اس نے اردو میں ان کی مزاج پر سی کی
تھی اب تو ان کا اظہار مسرت دیکھنے کے قابل تھا۔

وہ ان دونوں کو علیحدگی میں لے گیا اور اصل موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔
"انہیں تباہ کن حربہ۔" ان میں سے ایک بولا۔ "اعلان جنگ کی بغیر اس طرح کسی بھی ملک
پر جانی لاٹی جا سکتی ہے کہ دنیا اس تباہی کا ذمہ دار کسی غیر قدرتی ذریعے کو نہ ٹھہرا سکے۔ ابھی وہ
ون پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے ایک تجربہ کیا تھا۔"

"کیسا تجربہ....؟" عمران چونک کر بولا۔

"کسی غیر آباد جزیرے کو تباہ کر دیا۔"

"زائرہ....؟"

"ہاں.... دنیا سے زائرہ ہی سمجھے گی۔"

تو بیلو پکو کا وہ جزیرہ اسی طرح تباہ ہوا تھا۔۔۔ اسے ساکاوا کے وہ الفاظ یاد آئے جو فرماگ کے
ذمہ سے اس نکل پہنچے تھے کہ جزیرہ پیٹک زائرے ہی کی بناء پر تباہ ہوا۔ لیکن اس زائرے کا سفر

موکارو سے شروع ہوا تھا۔



لوئیسا کا اسٹر ایٹھائی تیز فقار سے موکارو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے عمران کی طرف سے پیغام ملا تھا کہ چور پکڑے گئے اور اب اس کا اسٹر موکارو کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے اس نے شاہی اجازت نامہ حاصل کر لیا ہے۔

عمران موکارو کے چند آفیسروں کے ساتھ بندرگاہ پر موجود تھا۔ لوئیسا بڑی گر مجوسی سے ملی۔ ”واقعی تم گریٹ ہو۔“ وہ عمران کا بازو بھینخت ہوئی بولی۔ ”کیا تصدھے ہے؟“ ”زمیں دوز ایٹھی راکٹ۔ جو آب دوز کشی کے ذریعے زمین کی سطح سے ایک ہزار فٹ کی گہرائی میں اتار دیا جاتا تھا۔ بیلو بیکو کی جاہی اس کا پہلا تجربہ تھا۔ راکٹ کے پھٹتے ہی زمین کے طبقات میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔“

”خدا کی پناہ...!“

”لیکن میں نے سب کو تباہ کر دیا۔“

”کیا مطلب...؟“

”اس زمیں دوز کار خانے کو تباہ کر دیا جس میں نشانے پر مار کرنے والا راکٹ زیر تعمیر تھا۔ انہوں نے بڑی چاؤ سے اس پر لکھ رکھا تھا“ واشکشن کے لیے ”اور سنو! اس کی تباہی کے بعد وہ دھوکے میں کا حصہ بھی ختم ہو گیا۔“

”تم کو اس کر رہے ہو۔“ وہ دھن کر بولی۔

”ابھی تم خود ہی دیکھ لو گی۔“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ تم کوئی ایسی حماقت کرو گے۔“ لوئیسا نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”ایسی حماقتوں صد ہا بادر کر چکا ہوں۔ میں اس کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کہ چھوٹے چوروں کی یہ ایجاد کسی بڑے چور کے ہاتھ لگ جائے۔ چھوٹے چور خود بھی یہ نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے خود ہی اسے تباہ کر دینے کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ میں نے تو صرف ایک بٹن دبایا تھا۔ سب کچھ بھک سے اڑ گیا اور دھوکے میں کا حصہ بھی غائب۔ البتہ آب دوز کشی موکارو کی حکومت کے

قضے میں ہے۔ ساکا دادیوار سے سر نکلا نکلا کر ختم ہو گیا۔ اس قسم کی خود کشی بھی میری نظر و نہ سے پہلی بار گذری ہے اور یہ بھی جاپانیوں ہی کا حصہ ہے۔ اس وقت تک دیوار سے سر نکلا اتار ہاتھا جب تک کہ کھوپڑی کی بہیاں ٹوٹنے سے مفرغ نہیں بہہ نکلا تھا۔ خدا کی پناہ...!“

”اب وہی حشر تمہاری کھوپڑی کا بھی ہو گا۔“

”اللہ ما لک ہے۔“

”اس مہم کی انچارج میں تھی۔ تمہیں میرا منتظر کرنا چاہئے تھا۔“

”میں خود کو دنیا کے ہر امن پسند ملک کا نمائندہ سمجھتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں ہر ایسی چیز کو تباہ کر دوں جس سے بنی نوع انسان کو خطرہ ہو۔ ہیر و شیما کی بربادی کے باعث امریکی عوام نہیں بننے تھے۔ وہ تو بڑے زندہ دل لوگ ہیں۔ زندگی سے پیار کرنے والے۔ مجرم صرف حکمران ٹوٹے ہوتے ہیں۔“

”مجھے سیاست نہ پڑھاو۔“ وہ آپ سے باہر ہوتی ہوئی چھپنی۔

”کیا تم اسے پسند کرو گی کہ ایک دیساہی راکٹ فرانس کے ساحل میں دھنس کر زمین کے طبقات توڑتا ہوا ٹھیک پیرس کے نیچے جا پھٹئے اور پیرس کی عشرت گاہیں زمین میں دھنستی چل جائیں۔“

”بکواس مت کرو...! میں تمہیں دیکھ لون گی۔“

لیکن وہ پھر اسے نہیں دیکھ سکی۔ کیونکہ ٹھیک اسی وقت اُم بینی بھی وہاں آپنچی تھی۔ لوئیسا کو دیکھ کر بھر گئی۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ چلو۔“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینختی ہوئی دوڑ لے گئی۔

”آخر کس احتراق کی بنا پر وہ کتنا تم سے ایسے لمحے میں گفتگو کر رہی ہے۔“ اس نے عمران کا بازو جھنجھوڑ کر پوچھا۔

”یہ سبھی اسی طرح مجھ پر بھون گئی رہتی ہیں۔“

”میں اس کے چیخڑے اڑا دوں گی۔“

”وکھو! ایسی کوئی حرکت نہ کرن! لوئیسا شاہی مہمان ہے۔“

”فرماں اس شاہی مہمان کی تاک میں ہے۔“

کیا مطلب....؟

وہ اسے اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ اسے کسی ڈھمپ لوپکا کے بارے میں معلومات نہیں فراہم کرے گی۔

اس اطلاع پر عمران بوکھلا گیا۔ پھر اس نے لویسا کو دیہن چھوڑ کر فرائی کی طرف دوڑ لگائی۔ اس سے ذکر آیا تو وہ بھڑک اٹھا۔

”ہرگز نہیں چھوڑوں گا اسے۔“

”دیکھئے! موکارو میں یہ جھگڑانہ اٹھا یے۔“ عمران بولا۔

”موکارو کے باہر دہشاندہی میرے ہاتھ آسکے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ....!“

”میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔....!“

عمران براسامنہ ہنا کر رہ گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں ان دونوں کا آپس میں مل بیٹھنا نہ ہو جائے۔ لویسا جانتی تھی کہ فرائی کے ساتھ پنس ہر بندہ کے اسٹیر پر عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور عمران اس وقت ڈھمپ لوپکا کے میک آپ میں تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ لویسا عمران سے چڑھنی تھی۔ لہذا اس کی کوئی بات ماننے پر تیار نہ ہو گی۔ دراصل عمران اب فرائی سے نہیں اٹھتا چاہتا تھا۔ ڈھمپ کی حقیقت ظاہر ہو جانے پر نکراوا لازمی تھا۔ اس الجھن میں وہ طرح طرح کے منہ بنا تارہ۔ دفعتا فرائی زور سے ہنس پڑا۔ پھر عمران کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا۔ ”ایک وعدے پر میں تمہاری بات مان سکتا ہوں۔“

”کیا وعدہ....؟“

”اگر تم وعدہ کرو کہ تالا بول آکی ملازمت ترک کر کے میرے پاس آ جاؤ گے تو میں کم از کم موکارو میں لویسا سے نہیں الجھوں گا۔“

” وعدہ....!“ عمران نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا اور دونوں قہقہے لگاتے ہوئے ایک دوسرے سے بغلکیر ہو گئے۔

عمران سیریز نمبر 72

بلیک اینڈ وہاست

پانچواں حصہ

پیشہ رس

شاید میں نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کاغذ کا ذکر نہ چھیڑوں گا۔
لیکن قیمت کسی ایک جگہ ٹھہر نے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اللہ اکتاب کی
قیمت میں مزید اضافے کے لئے ذہن بنائے رکھئے گا۔ ہو سکتا ہے
ایک بار پھر یہ ناگوار قدم اٹھانا پڑے۔

ویسے آئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پاکستانی سیمیوں کو
بھی نیوز پرنٹ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (خواہ وہ گنے کی پھوک ہی
کا کیوں نہ ہو) آمین اور اتنا ہی گراں کیوں نہ ہو جتنا غیر ملکی ملکی
کاغذ ہے۔ اس طرح کم از کم کتاب تو فربہ نظر آئے گی اور آپ کو
اس کی پسلیاں تو نہ گنٹی پڑیں گی۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ ان دونوں آپ کی کتاب خریدنے
کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے اسے پڑھا جائے یا اس کی پسلیاں
گن لی جائیں۔

آخر میں اس کتاب کے کسی قدر تاثیر سے شائع ہونے پر
معذرت خواہ ہوں۔ صرف آپ ہی کا محبوب مصنف تو نہیں نزلہ
زکام بھی مجھ پر جان چھڑ کتے ہیں۔ تباہ معدہ بھی عزیز رکھتی ہے۔

والسلام

ابن صفحہ

۱۹۷۲ء فروری ۲۵

”بلیک اینڈ وہاٹ“ حاضر خدمت ہے۔ یہ اس سلسلے کی آخری
کڑی ہے۔ جس کی ابتداء کنگ چانگ سے ہوئی تھی۔ اس سلسلے کو بے
حد سراہا گیا ہے۔ دو چار خطوط ناپسندیدگی کے بھی آئے ہیں۔ لیکن یہ
احباب ایسے ہیں جو سری ادب میں بھی صرف دو اور دو چار دیکھنا پسند
کرتے ہیں۔

بہر حال اس سلسلے میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ پسند اپنی اپنی۔
آئندہ ناول بھی عمران ہی کا ہو گا۔ اس سے یہ سمجھئے گا کہ پھر کوئی
نکتہ نکال کر کنگ چانگ ہی کے سلسلے کو مزید طوالت دینے کا ارادہ
رکھتا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے اسے بلیک اینڈ وہاٹ ہی پر ختم سمجھئے۔

آپ کا یہ خیال بھی درست نہیں کہ فریدی سے روگردانی
کر رہا ہوں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ”جاسوسی ناول“ کے لئے
کچھ نئے اطوار زیر غور ہیں۔ جیسے ہی انہیں روبہ عمل لانے کے قابل
ہو سکا آپ فریدی کے ناول بھی پڑھ سکیں گے۔

اور لوئیسا موجود ہیں۔ شاہ لوئیسا پر لٹو ہو رہا ہے۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم موکارو میں رہنا پسند کرو تو اب وزارت عظیمی تمہارے ہی حوالے مکنے دیتا ہوں۔“

”خوب.... خوب....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا خوب خوب کر رہے ہو۔ تمہارا ان لوگوں سے اب کوئی تعلق نہیں تم میرے ساتھ چلو گے۔“

”بالکل.... بالکل....!“

فراگ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ پھر عمران کو اس کی آنکھوں میں شہبے کی جھلکیاں نظر

آئیں۔ اس نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ فراگ اس سے مطمئن نہیں معلوم ہوتا تھا....!

اور پھر اس وقت وہ بات سامنے آئی گئی جس نے فراگ کے دل میں اس کے خلاف شہباد پیدا کئے تھے۔ اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہیں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔“

اس نے یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔ لیکن عمران ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے بیٹھا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ بھی پلے نہ پڑا ہوا۔

”زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ زیادہ دن میری آنکھوں میں دھول نہیں جھوک سکتے۔“
اس بار بھی انہمار خیال کا ذریعہ انگریزی ہی تھی۔

”کیا آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں؟“ عمران نے فرانسیسی میں پوچھا۔

”میں تمہیں انگریزی نہیں آتی؟“

”کیوں نہیں آتی؟... نہ آتی ہوتی تو ہر ہائی نس میرے لیے بالکل گونگے ہوتے...“
”دعا باز....!“ فراگ دانت پیس کر بولا۔ ”پُنس ہربنڈا کی بجائے تم ہی موکارو کو کال کرتے رہے تھے تم نے سوچا ہو گا کہ ساکاوانے ہربنڈا کی آواز نہ سنی ہو گی۔ اس لیے دھوکا کا کھاجائے گا۔“

”اور وہ کھا گیا۔“

”میری وجہ سے.... میں نے تصدیق کی تھی کہ وہ ہربنڈا ہی کی آواز ہے....!“

”شکر یہ یور آزر....“

”پھر تم نے مجھ سے کیوں جھوٹ بولتا تھا۔“

”میں نے یہی تو کہا تھا کہ اپنی میری مادری زبان ہے اور فرانسیسی بول سکتا ہوں۔ آپ نے



عمران خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ اپنے اسے فراگ کا قہقهہ سنائی دیا۔ وہ غالباً برابر والے کمرے میں تھا لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ قہقهہ خود اس کی طرف بڑھتا آ رہا ہے تو سنپھل بیٹھا۔

دوسرے ہی لمحے میں فراگ نمودار ہوا تھا۔ اب بھی فتنے جا رہا تھا لیکن تھا تھا ہی۔

”کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں؟“ عمران نے کرسی سے اٹھ کر خوفزدہ لمحے میں پوچھا۔

”تم....!“ فراگ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بنتا ہوا بولا۔ ”تم نے سب کا کام تمام کر دیا...“

”میں نہیں سمجھا یور آزر۔“

”یہ تمہارا پُنس ہربنڈا تو ساکا دا سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔“

”جب خدا چاہے گا تب آپ کی بات میری سمجھ میں ضرور آ جائے گی۔“ عمران نے مایوس

سے کہا۔

”میں خود ہی سمجھائے دیتا ہوں.... خدا کو تکلیف نہ دو۔“

”اچھا تو سنو۔ پویناری کی کچھی شراب جو چوری چھپے موکارو میں آتی تھی۔ اب باضابطہ طور پر آئے گی۔ اس کے لیے شاہی اجازت نامہ مل گیا ہے اور یہ بھانجے صاحب کا کمال ہے۔ ماموں صاحب سے فرمایا کہ یہ بھی کوئی پینے کی چیز ہے جو آپ پینے ہیں۔ پویناری کی شراب ملنگا یہ پھر دیکھئے کیا سرور آتا ہے۔“

”ہمیں.... تو کیا ماموں بھانجے پینے بیٹھے گئے ہیں۔“

”دونوں بالکل الونظر آ رہے ہیں۔ ابھی میں شاہی خلوٹ ہی سے آ رہا ہوں۔ وہاں ہربنڈا شاہ

یہ کیسے فرض کر لیا کہ بس یہی دوزبانیں مجھے آتی ہیں۔ ازے مجھے تو وہ زبان بھی آتی ہے جسے کتوں کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

عمران نے کہہ کر کتوں کی طرح بھوکنکا شروع کر دیا۔

”چپ.... چپ.... مجھے باقتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔“

”اچھا یور آزر تواب سنئے! جب میں پہلی بار آپ سے ملا تھا تو مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کون ہیں۔ پر نسز تالابو آنے صرف اتنا کہا تھا کہ خطرناک آدمی ہے۔ اختیاط سے اسے تائیں پہنچا دو۔ پھر جب مجھے آپ کا نام معلوم ہوا تو اور زیادہ محتاط ہو گیا۔“

”میرے کان نہ کھاؤ۔ ساکا وانے آخر یہ کیوں کہا تھا کہ تم ہی ڈھمپ لوپو کا ہو....؟“

”محض اس لیے کہ آپ مجھ پر چڑھ دوڑیں اور اسے آزاد ہونے کا موقع مل جائے۔“

”زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ میری قوت فیصلہ جواب دے گئی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ تم جھوٹے ہو یا پچ۔“

”آپ صرف یہ دیکھئے کہ میں نے ابھی تک آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا اور ابھی بات تو یہ ہے کہ اس حرکت پر مجھے آپ ہی نے اکسالیا تھا۔“

”کس حرکت پر؟“

”یہ دیکھنے پر کہ موکارو میں کیا ہو رہا ہے۔ ورنہ میرا مشن تو صرف اتنا تھا کہ بھانجے کو ماموں تک پہنچا دوں۔“

”تونے مجھے ہر طرح سے شکست دی ہے۔“

”ارے تو بہ تو بہ....“ عمران اپنا منہ پیٹھا ہوا بولا۔

”فراگ ہر حال میں گریٹ رہے گا، اس حقیقت کو کبھی نہ بھولنا۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”لیکن اپنی ایک حماقت کا اعتراف کرو۔“

”کس حماقت کا۔“

”تمہیں اس کارخانے کو اس طرح نہ برپا کر دینا چاہئے تھا۔“

”اس سلسلے میں کچی بات میں نے ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتائی۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اور مجھے بھی نہ بتاؤ گے۔“ فراگ اسے گھوڑا ہوا بولا۔

”اگر آپ کو نہ بتانا ہوتا تو میں اس کا ذکر ہی نہ چھپتا۔ ہوا یہ کہ اس زمین دوز کارخانے کا پانہ لینے کے بعد جب ساکا دا سمیت سرگ کے گذر کر اس پیرک والے کمرے میں پہنچا تو اس نے مجھے شکست دے دی۔“

”کیا مطلب....؟“ فراگ چوک پڑا۔

”اس سے بڑی چوٹ میں نے زندگی میں پہلے بھی نہیں کھائی تھی۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اور کچھ سوچنے لگا۔

”کیا تم اپنی بات جلد ختم نہیں کر سکتے۔“ فراگ جھنجلا کر بولا۔

”او.... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ پیرک والے کمرہ خاص میں پہنچ کر میں نے پوچھ گچھ کے ملے میں ساکا دا پر کسی قدر تشدید کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس فیکری کا سارا کنٹرول پیرک والے کرے ہی سے ہوتا تھا۔ دھوئیں کا حصہ غائب بھی ہو سکتا تھا اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ساکا دا کے ہاتھ پیر جذڑے ہوئے تھے اور اسے دو آدمی انھا کر پیرک والے کمرے تک لائے تھے۔“

”اچھا تو پھر....؟“

”ساکا وانے مجھ سے کہا تھا کہ میں ایک الماری گھول کر اس کے اندر لگا ہو اسراخ رنگ کا ایک ہڈل گھماوں۔ ظاہر ہے کہ میں نے بغیر سمجھے بوجھے اس کے مشورے پر عمل نہ کیا ہو گا۔ ساکا دا نے کہا ہے ایک تجوری کا پینڈل ہے جس میں اس خطرناک حربے کا پلان اور ڈیاگرام موجود ہے پھر اس نے اپنی مظلومیت کا ذکر نکال لیا تھا کہ دراصل وہ خود بھی کسی کا اُللہ کار ہے اور اس حربے سے چلن عکنیکی باتیں اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکیں۔“

”میں کہتا ہوں جلدی سے ہینڈل گھماو۔“ فراگ پیر پیچ کر دہڑا۔ ”بات کو طول نہ دو۔“

”عمران احقة نہ از میں مسکرا کر بولا۔“ میں نے ہینڈل گھما دیا اور سب کچھ تباہ ہو گیا۔ خدا کی ہنگامتے بھی ایک دھماکے تھے۔ پھر کیسی زمین میں تھی میں تو سمجھا کہ اب موکارو بھی غرق ہوا۔“

”شروع ہی سے میری یہی رائے رہی ہے کہ تم بنیادی طور پر اول درجے کے احمق ہو۔“ فراگ بر اسمانہ بنا کر بولا۔

”سماکا دا کی قید سے صرف سترہ آدمی ہمارے ہاتھ لے گئے تھے۔“

”اوہو... تو وہ کسی اٹھارویں کا مطالبہ کر رہی ہے۔“

”اب وہ خود ہی دوڑی آئے گی۔“

”ویسے مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔“ فراغ باہمیں آنکھ دبا کر بولا۔

”میں نہیں چاہتا کہ اب کا اور آپ کا سامنا ہو۔“

”تم کو بھی اچھی لگتی ہے کیا؟“

”زہر کی پڑیا سے ہی اچھی لگے گی جو خود کشی کا تہبیہ کر چکا ہو۔“

”غفتگو پھر فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ اس بار جوزف کی آواز تھی...!“

”باس کیا تم تھا ہو؟“

”نہیں مینڈک بھی ہے۔“ عمران نے اردو میں جواب دیا۔

”بہت ضروری باتیں کرنی ہیں،“ باس اسے کسی طرح رخصت کر دو۔“

”اچھا میں کوشش کروں گا۔“

ریسیور کھکھل کر وہ فراغ کی طرف مڑا۔

”اب کون تھا؟“

”پُنس! فرمائے تھے کہ ہر مجھ سی پونیاری کی شراب کے لیے بہت بے چین ہیں۔ آج ہی

اں کی ایک کھیپ موکارو پہنچنی چاہئے۔“

”یہ کس طرح ممکن ہے۔“ فراغ بر اسمانہ بنا کر بولا۔

”اگر ایک تیز فتار بیلی کا پھر مہیا کر دیا جائے تو؟“

”تب شاید بادشاہ کی یہ خواہش پوری کی جاسکے۔“

”بس تو پھر جلدی کیجئے۔ آپ کے پاس اجازت نامہ موجود ہے۔ سیدھے شاہی محل کے بیلی

پہنچ جائیے۔“

عمران نے محسوس کیا کہ فراغ کچھ غیر مطمئن سانظر آ رہا ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ

وچتار ہا پھر سر ہلا تا ہوا ہاں سے چلا گیا۔

عمران پھر فون پر متوجہ ہو۔ نمبر ڈائل کئے اور ماٹھ پیس میں بولا۔ ”اب آ جاؤ۔ وہ چلا گیا۔!“

”مٹکر ہے کہ آپ نے اس کا اعتراف تو کیا۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ایسی شکل والے عقائد نہیں ہوتے۔“ فراغ اس کے چہرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”اگر وہ حربہ جو زیر تکمیل تھا۔ میرے ہاتھ لگ جاتا تو جانتے ہو کیا ہوتا۔“

عمران نے نفی میں جبکش دی۔

”بھر کا کالا پر میری گکومت ہوتی۔“

”اور آپ کا ہل اعظم کہلاتے۔“ عمران باہمیں آنکھ دبا کر مسکرا یا۔

”بکاؤں بند کرو مجھے بتاؤ کہ میں ڈھمپ لوپا کو کہاں تلاش کروں۔“

”مجھے یہ نام قطعی پسند نہیں۔ سخت کریہ الصوت واقع ہوا ہے۔“ عمران بر اسمانہ بنا کر بولا۔

”لو یہ سارہ ہاتھ ڈالے بغیر کام نہیں ٹلے گا۔“

”آپ مجھ سے وعدہ کر چکے ہیں کہ اسے موکارو میں نہیں چھینیں گے۔“

”اس کے علاوہ تو اور کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ اس کے سلسلے میں۔“ فراغ اسے گھورتا ہوا

غصیلے لمحے میں بولا۔

”اور کیا مطالبہ ہو سکتا ہے؟“

فراغ کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرات آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

عمران مستقر انہ نظروں سے اسے دیکھتا ہے۔ تھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے

میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”لو یہ سارے ساتھ خطرناک لوگ ہیں.... یور آئز...“

جواب میں فراغ نے کس پائے کی گاہی لو یہ سارے ساتھیوں کو دی تھی عمران نہ سنس کا

کیونکہ ریسیور اٹھانے کے بعد وہ اس آواز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جس نے فون پر اسے خاطب

کیا تھا۔

لو یہ سارے پوچھ رہی تھی۔ ”اٹھارواں آدمی کہاں ہے؟“

”سوری.... راگ نمبر....!“ کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا۔

”کون تھا؟“ فراغ اسے گھورتا ہوا بولا۔

”لو یہ ساری اٹھارویں آدمی کا پوچھ رہی تھی۔“

”کیا مطلب....؟“

تحوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا تھا۔ آنکھیں نئے میں ڈوبی ہوئی تھیں؟
چال میں لڑکھراہت نہیں تھی۔

”باس وہ کتنا تو بڑی خطرناک نکلی۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہر کتنا خطرناک ہوتی ہے۔ لیکن تم کس کتنا کی بات کر رہے ہو۔“

”وہی لوئیسا۔“

”کائنے دوڑی تھی۔“ عمران نے خوفزدہ لمحے میں پوچھا۔

”سبجیدہ ہو جاؤ باس۔ ہم دشواریوں میں پڑ گئے ہیں۔“

”ارے کچھ بکے گا بھی یا شہزادوں ہی کے سے انداز میں بولے جائے گا۔“

”ہم نے وہاں سے سترہ قیدی برآمد کئے تھے لیکن وہ کسی اٹھارویں کی بات کر رہی ہے۔“

”ایک سو اسی کی بھی بات کر سکتی ہے... تو پھر...“

”کہتی ہے اگر اٹھارویں کا سراغ نہ ملا تو وہ بادشاہ سے کہدا گی کہ میں نقلی ہر بندزاہوں

”اچھا تو کیا زندگی بھر شہزادہ ہی بنا رہنا چاہتا ہے۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”جہنم میں گئی شہزادگی۔ یہ تو سوچو کہ تمہاری کیا پوزیشن ہو گی۔ اور ہاں! وہ یہ بھی کہہ ر

تھی۔ اگر عمران نے تعاون نہ کیا تو وہ دونوں سائنسدان بھی واپس نہ جائیں گے جس کے لیے

نے اس مہم میں شرکت کی تھی۔“

”وہ مجھ سے براہ راست گفتگو کیوں نہیں اکرتی۔“

”تم ان سفید فام سوڑوں سے واقع ہونے کے باوجود بھی اس قسم کی باتیں کر رہے

باس! وہ اب تمہارا ذکر بڑی حقارت سے کرتی ہے۔“

”ہوں!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑا بڑا۔ ”لیکن یہ اٹھارواں قیدی؟“

”سوال یہ ہے کہ ان سترہ کے علاوہ اگر کوئی اور بھی تھا تو مجھے اس کا علم کیوں نہ ہو۔ کا

لوئیسا کو اس کا علم کیوں نہیں کر رہا۔“

”اب یہ بات تو ان دونوں سائنسدانوں ہی سے معلوم ہو سکے گی۔“

”اگر انہیں کسی اٹھارواں کا علم ہوتا تو مجھے ضرور بتاتے۔“ عمران نے پر تشوش لمحے:

کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ”ہمیں ان دونوں سائنسدانوں کو یہاں سے فر

بلو پر نکال دینا چاہئے۔“

”تم تو اس طرح کہہ رہے ہو۔ جیسے خود قیام کرو گے۔“ جوزف پوک کر بولا۔

”ہاں....! اب ایک دوسری مہم درپیش ہے۔“

”دوسری مہم....؟“

”ہاں....! اصلی ہر بندزاہ۔“

”کمال کر دیا۔ ہمیں اس سے کیا سر دکار۔“

”سنوا! اس عورت نالا باؤ آکو بے وقف بنا کر خوش نہیں ہوں۔“

”اوہ.... تو اس کا یہ مطلب ہوا بس کہ اب تم صرف نالا باؤ آکی ہمدردی میں اصلی ہر بندزاہ کو
ٹلاش کرو گے۔“

”شش....!“ عمران ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔ ”کوئی آرہا ہے....!“

قدموں کی چاپ قریب ہوتی جا رہی تھی۔

دروازے پر بلکل ہی دستک ہوتی۔

”آ جاؤ۔“ عمران نے گونجیں آواز میں کہا اور لوئیسا کی ٹیکم کا دادہ ممبر کمرے میں داخل ہوا جو
اردو بول اور سمجھ سکتا تھا۔

”آہا.... موسیو ڈالیس.... خوش آمدید۔“

ڈالیس کے ہونٹوں پر زبردی سی مسکراہت نمودار ہوتی۔

”مادام ایڈلی دے ساواں کے ہلک پر میں تم سے ساکا دا کے اٹھارواں قیدی کا مطالبہ کرتا
ہوں۔“ وہ چبا چبا کر بولا۔

جوزف نے شاید اس کے لمحے سے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ عمران سے مناسب برداشت نہیں کر رہا
اک لیے اس کی بھنویں تن گئی تھی۔

”مجھے کسی اٹھارواں قیدی کا علم نہیں۔“ عمران نے کہا۔

”دوسری صورت میں!“ ڈالیس نی ان سنی کر کے بولا۔ ”اس ہر بندزاہ کا راز فاش کر دیا جائے
گا۔“ اور تمہارے ملک کے دونوں سائنسدان بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔“

”تیسرا صورت اس سے بھی زیادہ خطرناک ہو گی موسیو ڈالیس۔“

”ہوں.... وضاحت کرو۔“
عمران نے جیب سے اپنی ڈائری نکالی اور اس کے ورق اللہ ہوا بولا۔ ”قریب آؤ.... یہ دیکھو۔“ قریب آ کر وہ ڈائری دیکھنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ اوندھے منہ فرش پر چلا آیا۔ ایسا چالا کرائے کا ہاتھ اس کی گردان پر پڑا تھا۔
جوزف ہکا ہکا عمران کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

”ہونق.... اسے اٹھا کر دوسرا کرے کرے میں لے چلو۔“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔!...
آ.... آ.... اچھا باس۔“

جوزف نے تعمیل کی تھی لیکن اس کے چہرے پر شدید امتحان کے آثار تھے۔ بے ہوش آدمی کو بستر پر ڈال دیا گیا اور عمران اپنے بیگ سے ہائپوڈرم سرنخ کالنے لگا۔ پھر ڈالیز کے بازو میں کوئی سیال انجیکٹ کر کے بڑھایا تھا۔ ”تین گھنٹے کی۔“

”مم.... مگر باس....“
”وہ پاگل ہو گئی ہے۔ میں کسی اٹھارہویں کے وجود سے واقف نہیں! بہر حال اس کی یہ دھمکی کا گر ٹابت نہیں ہو سکے گی کہ وہ میرے سامنے انوں کو روک لے گی....!“

”آہا.... اچھا ب میں سمجھا....“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ ”تم بھی یرغمال رکھو گے....!
”ظاہر ہے... ڈالیز اس کا فرست استھنت ہے اس سے زیادہ اہم آدمی اس کی پوری ٹم میں کوئی دوسرا نہیں۔“

”واقعی باس! تم بہت جلدی کرتے ہو۔“
”تیز رفتاری کے اس دور میں جو خور کرنے کے لیے رکاوہ مارا گیا۔ اب اس کرے کو مقفل کر دو.... تین گھنٹے بعد پھر دیکھیں گے۔“



ظفر اور نجمیں لے داراں، میں پاگلوں کی طرح رقص کر رہے تھے۔ دو مقامی لڑکیاں ان کی ہم رقص تھیں۔ بہت بڑی بھیڑ تھی.... داراں جیسی عظیم الشان تفریح کے شایان شان۔ طویل و عریض رقص گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ وہ لوگ جشن نجات منواری ہے تھے.... ساکاوا کی موت ان کے لیے مسر توں کا پیام لائی تھی۔ رقص گاہ میں عجیب سی خوبصورت

بلیک اینڈ و اسٹ

لراتی پھر رہی تھیں۔ تیز موسمی کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھی اور رقص کرنے لوں کے نزدیک زندگی گویا صوت و حرکت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی۔

سر مستی کے اس عالم میں کسی نے ظفر کی ہم رقص کو دھکا دیا اور خود اس کی جگہ ظفر کے انسے تھر کئے گئی۔ یہ لویسا تھی۔ اس نے ظفر کو اس بھیڑ سے نکل جانے کا اشارہ کیا تھا۔

ظفر بھیڑ میں راستہ بناتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی ہم رقص نے شائد اسے لیاں دی تھیں۔ ہو سکتا ہے اس نے لویسا کو اسے اشارہ کرتے دیکھ لیا ہو۔

”کیوں رنگ میں بھگ ڈال دیا۔“ وہ دروازے سے نکلتا ہوا بولا۔
لویسا اس کے پیچھے تھی۔

”میں تمہیں کسی دوسری عورت کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔“

”آہا....“ ظفر تھیرہ گیا۔ رک کر تیزی سے اس کی طرف مڑا تھا۔

”غلط نہیں کہہ رہی۔ چلو ہم ”فینیر دوانا“ میں رقص کریں گے۔ جہاں صرف اعلیٰ طبقے کے نراؤ ہوتے ہیں اس عمومی بھیڑ سے مجھے نفرت ہے۔“

”بڑی شاندار تفریح گاہ ہے۔ تم اسے گھنیا کہہ رہی ہو۔“

”یہ عواید دور ہے۔“

”میں فرائیسی ہوں۔ ایک طبقاتی سماج کی فرد لہذا مجھ سے پرولاری قسم کی کبواس مت رو۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اپاک بمحض پر اتنی عنایات کیوں؟“

”کبھی کبھی اچھے بھی لگتے ہو۔“

”لیکن اتنے شابث نوش پر میں بالکل بدھو ہو جاتا ہے۔“

شٹ اپ۔ وہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلنے لگی پھر کچھ دور چل کر بولی۔ ”ڈالی ہی والا ملدا تعاقب تو نہیں کرے گا۔“

”شاید اس وقت نہ کرے کیونکہ اسے اپنے معیار کی مل گئی ہے۔“

”کیا معیار ہے اس کا؟“

”سامنے کا ایک دانت رہ رکھتی ہو۔“

”اس سے کیا ہوتا ہے؟“
”نشے میں پیار کرتی ہے تو سیٹی کی سی آواز نکلتی ہے۔“
”تمہارا معیار کیا ہے؟“

”ایسی ہونی چاہئے کہ دوسرے دن شکل نہ دھائے۔“
”جھوٹ بول رہے ہو۔ تم مستقل طور پر اپنا لینے کے قائل ہو۔“
”کسی دشمن نے اڑاں ہوگی۔ مستقل روگ پالنا میرے بس سے باہر ہے۔“
وہ فیر دوناکے قریب پہنچ کر رک گئے۔

”توب کس کا انتظار ہے۔ چلو اندر۔“ ظفر بولا۔
”نہیں! نہبڑو... میں سوچ رہی ہوں۔ کیوں نہ اپنی قیام گاہ پر چلیں۔“

”مادام لوئیسا... چکر کیا ہے؟“
”مشرقی حسن کی دلدادو ہوں۔ تم اس وقت بہت اچھے لگ رہے ہو۔“

ظفر کی آنکھوں سے تشویش جھانکنے لگی۔ بالآخر اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”تمہاری
مرضی! چہاں دل چاہے لے چلو۔“

ایک نیکی نے انہیں لوئیسا کی قیام گاہ تک پہنچایا تھا۔
وہ دونوں سنگ روم میں کھڑے ایک دوسرے کو بغور دیکھے جا رہے تھے....!
”میں سوچ رہی ہوں کہ تمہارے جسم سے کتنا گوشت نکلے گا۔“ لوئیسا بولی۔
”بڑیوں سے کم۔“

”میں سنجیدہ ہوں مسٹر ظفر الملک۔“
دفعاً ظفر کی نظر سامنے والے دروازے پر پڑی چہاں لوئیسا کی ٹیم کا ایک آدمی اعشار یہ چار
پانچ کاریو اور سنبھالے کھڑا تھا۔

”میں اس کا مطلب نہیں سمجھتا۔“

”سماکا اور کی قید سے کل کتنے آدمی برآمد ہوئے تھے؟“

”ستہ۔“

”بکواس ہے۔ اٹھا رہا۔“

”شام کم خواب دیکھتی رہی ہو، تم وہاں تنہا نہیں تھیں اور بھی لوگ تھے انہوں نے بھی
دیکھا ہو گا۔“

”اٹھا رہاں آدمی۔“ لوئیسا انت پیش کر بولی۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”عمر ان کہاں ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔ انہوں نے پرنس کے ساتھ قیام کیا ہے۔ ہم دوسری عمارت میں میں۔“

لوئیسا مسلح آدمی کی طرف مڑے بغیر بولی۔ ”اے لے جا کر بند کر دو۔“

لیکن دوسرے ہی لمحے میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز سن کر تیزی سے مڑی۔ مسلح
آدمی فرش پر اونڈھا پڑا نظر آیا۔

ظفر تو سے شروع ہی سے دیکھا رہا تھا۔ لیکن اس کے اس طرح فرش پر آ رہنے کی
وجہ نہ معلوم ہو سکی۔

دونوں ہکابکا کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ گرنے والا بے حس وہ حرکت ہو چکا تھا۔

پھر ظفر چونکا... اور اس کا داہنا ہاتھ بغلی ہو لشتر پر چلا گیا۔ پھر لوئیسا جتنی دیر میں اس
طرف مڑتی ریو اور کی تال سیدھی ہو چکی تھی۔

”تم سے زیادہ شور چانے والی چیز میرے ہاتھ میں ہے۔“ ظفر مسکرا کر بولا۔....!

لیکن وہ سنی ان سنی کر کے چھینی۔ ”عمر ان سامنے آؤ۔ ورنہ تمہیں پچھتا ناپڑے گا۔“

پھر سنا چھا گیا۔ اور لوئیسا کھڑی دامت پیشی رہی۔

”دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔“ دفتہ اور ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”اور اس سے کہہ دینا اگرچو میں گھنٹے کے
اندر میر اتابہ شالیخ نہ ملاتا تو مگر اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“

ظفر ریو اور کارخ آس کی طرف کئے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گیا لوئیسا اس کے
قدموں کی دور ہوتی ہوئی چاپ سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ پھر
جب وہ اپنے بے ہوش ساتھی کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی مگر عمر ان کی آواز سنائی
دی۔

”یہ کھلیں اسی طرح جاری رہے گا۔“

”میں تمہیں فاکر دوں گی۔“ وہ مز کر چھی۔ عمران اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا چبوٹ گم سے شغل کر رہا تھا۔

”تمہارا دماغ چل گیا ہے۔“ عمران سرد لبجھ میں بولا۔ ”میں کسی اٹھارھویں آدمی کے وجود سے واقف نہیں ہوں۔“

”تم جھوٹے ہو۔“

”جہنم میں گیا اٹھارھواں آدمی میرے ملک کے دونوں سائنسدان کہاں ہیں۔ تم انہیں بقیہ قیدیوں کی میٹنگ میں لے گئی تھیں۔“

”اٹھارھواں آدمی؟“ لویسا ہاتھ اٹھا کر بولی۔

”اچھی بات! میں دیکھوں گا تم اپنی نیم کے ساتھ کس طرح موکارو سے نکل جاتی ہو ایک ایک کونار ڈالوں گا۔“

”دیکھا جائے گا۔“

”یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔“

”مہنگے.... ستے کی پرواد میں نے کبھی نہیں کی۔ ... دونوں سائنسدان یا تمہارے چاروں ساتھیوں کی موت!“

”میری اپنی بھی تو کچھ ذمہ داریاں ہیں!“ لویسا زرم پڑتی ہوئی بولی۔

”تمہاری ذمہ داری پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ اگر میرے آدمی دوسروں کی نسبت کسی قدر جلد چلے جائیں گے۔“

وہ کچھ نہ بولی۔ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

”کیا خیال ہے؟“ عمران گھٹری پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

”اٹھارھواں آدمی۔“ وہ اس طرح بولی جیسے ستے میں بڑی بڑی ہو۔

”میں تمہیں بہت عقل مند سمجھتا ہوں۔“ عمران نے پر تشویش لبجھ میں کہا۔ ”کیا مطلب؟“ وہ چونک پڑی۔

”اٹھارھویں آدمی سے متعلق تمہارا ذریعہ معلومات کیا ہے؟“

”ان سترہ میں سے تین آدمیوں کا بیان۔“

”بقیہ چودہ آدمی کیا کہتے ہیں؟“

”انہوں نے لا علیٰ ظاہر کی ہے۔“

”میا تم ان تین آدمیوں کے معتبر ہونے کے سلسلے میں کوئی دلیل رکھتی ہو؟“
”تینوں فرانسیسی ہیں۔“ لویسا نے ڈھیلے ڈھانے لبجھ میں کہا۔

”انہیں کسی جرم کا بھوت نظر آگیا ہوگا۔“ عمران براسامنہ بنا کر بولا۔

”بہر حال کیا تم مجھے ان سے کچھ سوالات کرنے کی اجازت دو گی۔“

”ہرگز نہیں!“

”تب پھر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ میں تمہیں ٹھل کر کھا جاؤں۔“
لویسا اس سے کہتے تو زندریوں سے دلکھ کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں۔

”اچھا... تاثا۔“ عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”ٹھہر وہ ایک شرط پر میں دونوں کو چھوڑ سکتی ہوں۔“

”تم چھوڑ سکتی ہو؟“ عمران نے مٹھکر اڑانے والے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ لویسا ایک بار پھر چوک پڑی۔

”وہ بہت دور جا چکے ہوں گے۔“

”نہیں!“

”وہ اس عمارت کے اسی کمرے میں تو بے ہوش پڑے تھے جس کی دیوار پر چیتے کی کھال آؤ یہاں ہے۔“

لویسا نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں اور عمران مسکرا کر بولا۔ ”اب ان کی جگہ وہاں تمہارے دونوں پہرے دار بے ہوش پڑے ہیں۔“

”میں تمہیں مار ڈالوں گی۔“ وہ عمران پر جھپٹ پڑی۔

”عمران اس کی کلائیاں پکڑتا ہوا بولا۔“ لپٹ جھپٹ اچھی نہیں ہوتی۔“

”تم کتے ہو۔“ وہ اپنی کلائیاں چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

”تب تو تمہیں مجھ پر بیدار آنا چاہئے کہ تم لوگ اپنے کتوں کو والدین سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہو۔“

”دلیل کہنے...!“

”رہوگی عورت ہی خواہ کسی نسل سے تعلق رکھتی ہو...!“

”میرے ہاتھ چھوڑ دو۔“

”یہ لو....!“ عمران نے اسے دھکا دے کر ہاتھ چھوڑ دیئے اور وہ گرتے گرتے پنجی۔

”اب تم دیکھنا پا حشر۔“ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

عمران پھر دروازے کی طرف بڑھا۔

”شہر جاؤ۔“ اس بارہ وہ رہائی آواز میں چینی تھی۔

عمران رک گیا۔

”کیا تم مجھے اتنی دیر المحتار رکھنا چاہتی ہو کہ تمہارے ساتھی واپس آجائیں۔“

”نہیں....!“ وہ پھر چینی۔

”خیر.... اگر تم موکارو کے موسم سے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہو تو رکا جاتا ہوں۔“

وہ چند لمحے خاموش کھڑی خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میری پوزیشن بے حد خراب ہو جائے گی۔“

”کھل کر کہو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”مجھ سے سختی سے جواب طلب کیا جائے گا۔“

”ہوں.... اوں“ عمران بیان گال کھجاتا ہوا پر تفکر لجھ میں بولا۔ ”فیکٹری کی تباہی تمہیں دشواری میں بٹلا کر سکتی ہے۔“

”اگر وہ اخبار ہواں آدمی ہاتھ آجائے تو....!“

”ایک منٹ....“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اخبار ہوں آدمی سے متعلق گفتگو کرنے۔

قبل اس کا تصفیہ ہونا چاہئے کہ مجھے اس کا علم ہے یا نہیں۔“

لوئیسا کچھ نہ بولی وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مضھل سی آواز میں کہا۔ ”گفتگو کی ابتداء کرنے کے لیے میں فرض کئے لیتی ہوں کہ تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“

”ٹھیک ہے.... بیٹھ جاؤ۔“ عمران نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ ہی رہی تھی کہ دھنعتا اس کا بے ہوش ساتھی ہر بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ چوڑک کر اس

طرف مڑی اور سرد لبجھ میں بولی۔ ”اپنے کرے میں جاؤ۔“

”مم.... مادام...“ وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

”اپنے کرے میں جاؤ۔“

”بب.... بہت بہتر.... مادام۔“ پھر وہ چپ چاپ رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن بھجن کے آثار اس کی آنکھوں میں برقرار رہے تھے۔

”میرے پاس وقت کم ہے لوئیسا۔“ عمران گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

”اس کا نام ڈان اسپاریکا ہے.... اچھی نی ہے.... فیکٹری کافور میں سمجھ لو۔ میری اطلاع کے مطابق اس خطرناک حربے کا مکمل پلان اسی کے قبضے میں تھا۔ میرے ملک کے تینوں ساتھی دان اس کے ساتھ کام کر رکھے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے وہ اس وقت فیکٹری ہی میں رہا ہو جب دھاکہ ہوا تھا۔“

”وہ دو دن پہلے کہیں چلا گیا تھا۔ روائی کے وقت اس کے ساتھ موکارو کی ایک لڑکی لی ہارا بھی تھی۔“

”اوہو.... لڑکی کا نام تک جانتی ہو۔ شاکر ڈان اسپاریکا کوئی بہت خاص آدمی تھا ساکا و اکا۔“

”ہاں.... وہ آزاد تھا۔ دوسروں کی طرح قیدی نہیں تھا۔“

”تم نے بہت دیر کر دی لوئیسا۔ اگر وہ زندہ بھی ہو گا تو بھی کاموکارو سے فرار ہو چکا ہو گا اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ حربے کا مکمل پلان اب بھی اس کے قبضے میں ہے۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔“



ام بینی بے حد سنبھیڈہ ہو گئی تھی۔ ہر وقت خیالات میں ڈوبی رہتی اور اس کی آنکھوں سے غم جھانکتا رہتا۔ عمران اب اس کی طرف بہت کم توجہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ خاطب تک نہ ہوتا وہ خود ہی چھیڑ چھیڑ کر بولتی رہتی۔

اس وقت تو وہ جھنجھلاہست میں بٹلا تھی کیونکہ وہ موکارو کے نئے چیف آف پولیس سے کسی لڑکی لی ہدا کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا۔

”ہمارا گھر انہیاں کے معزز گھرانوں میں شمار ہوتا ہے۔“ پولیس چیف نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے۔“

اسی گھرانے کی کوئی لڑکی ہو۔

”میں اس لڑکی سے ملتا چاہتا ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔

اس کے بارے میں حزیر معلومات حاصل کر کے آدمی گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مطلع کر دوں گا۔“

جب پولیس چیف چلا گیا تو امینی عمران پر چڑھ دوڑی۔

”تم کیوں اس سے ملتا چاہتے ہو۔“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں نے سنائے کہ وہ چوہے بہت ابھی کھلاتی ہے۔“

”مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔“

”امینی..... پلیز..... میں بہت پریشان ہوں۔“

”مجھے بتاؤ..... میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔“

”ہم چاروں دشواریوں میں پر گئے ہیں۔“

”میا پرنس کو بھی شامل کر رہے ہو؟“

”ہاں پر نس بھی۔ لوئیسا بادشاہ کو ہمارے خلاف ورغلانے کی کوشش کر رہی ہے۔“

”تو کیا تم یہیں ڈیرہ ڈال دینے کی سوچ رہے ہو۔؟“

”نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”تمہارا مشن پورا ہو چکا۔ پرنس موکارو پہنچ گیا۔ اسے یہیں چھوڑو اور ہم نکل چلیں۔“

”کہاں نکل چلیں؟“

”تم نے فراغ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا ہاتھ بٹاؤ گے۔“

”میا مجھ سے متعلق کنگ چانگ سے کوئی نی ہدایت ملی ہے۔“

”نہیں۔“

”بہر حال تم اسی کے لیے کام کر رہی ہو۔“

”ہر گز نہیں۔ اب تو میں تمہاری کنیت ہوں۔ فراغ پر بھی خاک ڈالو ہم تم کہیں اور چلیں گے۔“

”اچھا..... اچھا..... میں سوچوں گا۔ فی الحال مجھے عبادت کرنے دو۔“ کہہ کر عمران سر کے

بل کھڑا ہو گیا۔

”پھر وہی دیو آگئی۔“ وہ جھنجلا کر بولی۔

”میرے نہ ہبھی جذبات کو نہیں پہنچائی تو خود کشی کر لوں گا۔“

نہیں اسی وقت کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی تھی اور امینی صدر دروازے کی طرف چلی گئی تھی۔ جھنجلا ہٹھی کے عالم میں اس نے دروازہ کھولا لیکن فراغ پر نظر پڑتے ہی سہم کر رہا گئی۔ وہ بہت غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ امینی اسے راستہ دینے کے لیے پیچھے ہی۔

”کہاں ہے وہ؟“ فراغ دہڑا۔

”عبادت کر رہا ہے۔“ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

فراغ دندناتا ہوا اس کرے تک آپنچا جہاں عمران سر کے بل کھڑا تھا۔

”یہ کیا لوٹا پن ہے؟“ وہ حلک پھاڑ کر دہڑا۔

”آپ کو علم ہے کہ عبادت کو لوٹا پن نہیں کہتے۔“ عمران نے اسی حالت میں جواب دیا۔ لمحے میں نہ ہبھا اور سکون تھا۔ جیسے کسی مہاتمانے اپنے پیلے کو ”شانت“ رہنے کی نصیحت کی ہو۔

”تم لوگ احسان فراموش ہو۔“

و�퇟ا ایسا معلوم ہوا جیسے فراغ کے اس جملے نے اسے پھوکی طرح ڈنگ مار دیا ہو۔ اچھل کر

سید حاکم ہو گیا اور آنکھیں نکال کر بولا۔ ”آپ میری توہین کر رہے ہیں یور آئر۔“

”میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس کا لئے کوتے سے کہا تھا کہ ذرا میرا میک آپ کر دے کہنے لگا آج منگل ہے اس لیے نامکن ہے وہ دون بھول گیا۔ جب تم دونوں میرے رحم و کرم پر تھے۔“

”یہ نہیں ہے۔ پرنس منگل کو کسی کام کے نہیں رہتے۔“

”کیا مطلب؟“

”ان پر کسی بدرجہ کا سایہ ہو جاتا ہے منگل کو۔“

”یہ بکھڑا والے سارے کے سارے الو ہیں۔ خواہ شاہی نسل ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔“ فراغ بر اسمانہ بنا کر بولا۔ ”بدروج کا سایہ ہو جاتا ہے۔“

”آخر میک آپ کی کیا سو جبھی یور آئر۔“

”مرضی کامالک ہوں، تم کون ہو پوچھنے والے۔“

”میں سمجھ گیا..... موکارو میں کوئی سورت پسند آگئی ہو گی۔“

”تم جھوٹے ہو..... تم ہی ڈھمپ لوپو کا ہو۔“
 ”شائد پو نیاری کی کچی شراب خود بھی پی رکھی ہے آپ نے۔ آخر آپ کو ڈھمپ لوپو کا کیوں
 ہو گیا ہے.... آہا سمجھا.... آپ باز نہیں آتے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 ”ضرور ایدلی دے ساداں سے پیدا کی باتیں ہوئی ہیں۔“
 ”کیا کہنا چاہتے ہو؟“
 ”ایسے آپ کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ خیر میں اسے بھی دیکھوں گا۔“
 ”بکواس مت کرو۔“
 ”اچھا اس کے علاوہ اور کیا ثبوت ہے آپ کے پاس۔“
 ”پر نس پر مادری پر یہ سٹ کامیک آپ تم نے ہی کیا تھا۔“
 ”اچھا تو پھر؟“
 ”تم ڈھمپ لوپو کا کامیک آپ بھی کر سکتے ہو۔ اب وہ مجھے میک آپ ہی معلوم ہو رہا ہے۔“
 ”اگر لوکیسانے چیخ چیخ آپ سے لگاؤٹ کی باتیں کر لیں ہیں تو میں آپ کو جادو کا اثر دہا بھی
 معلوم ہو سکتا ہوں۔“
 اتنے میں فون کی گھنٹی کی آواز آئی تھی۔ پھر عمران کسی سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا۔ اس
 گفتگو کا حصل امینی کی سمجھی میں نہ آسکا۔
 ”کون تھا؟“ تھوڑی دیر بعد فرماں کی آواز سنائی دی۔
 ”موکارو کا چیف آف پولیس۔“
 ”کیا کہہ رہا تھا؟“
 ”در اصل اسی معاملے نے مجھے پریشان کر رکھا ہے جس کی بنا پر لوکیسا میری دشمن ہو گئی
 ہے.... انمار وال آدمی....!“
 ”جہنم میں جائے.... میں کس بھڑج یقین کروں کہ تم ڈھمپ لوپو کا نہیں ہو۔“
 ”دیکھئے یور آئر! میں نے آپ سے بھی بات کہہ دی۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں۔“
 ”یقین نہ کرنے کی صورت میں تمہیں مارڈاں گا۔“

”میرا مذاق اڑا رہے ہو۔“
 ”ہر گز نہیں.... میں نے بھی اس دوران میں پرنس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ کس قسم
 کامیک آپ کرنا چاہتے ہیں۔“
 ”بے حد خوف ناک شکل والا بننا چاہتا ہوں۔“
 ”اچھا... اچھا... میں سمجھا۔“ عمران پر گانہ انداز میں ہنسا۔
 ”کیا سمجھے ہو؟“
 ”کوئی ایسی عورت معلوم ہوتی ہے جس کے پچھے بہت شریر ہیں۔“
 ”اب میرا مذاق اڑایا تو تھپٹ ماردوں گا۔“
 ”یور آز!... بد صورت تو آپ کو وہی کلوٹانا بانے کے گا۔“
 ”پھر تم کیا میک آپ کر سکتے ہو۔“
 ”الرجھے ٹیلہ بناسکتا ہوں آپ کو۔“
 ”چیخ ماردوں گا۔“ وہ گھونستاں کر عمران کی طرف جھپٹا۔ لیکن امینی چیخ میں آگئی۔ فرماں
 رک کر اسے قبر آؤند نظروں سے گھورنے لگا۔ اور عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔“
 ”تم چلی جاؤ یہاں سے۔“ فرماں دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔
 ”ہاں.... ہاں.... جاؤ.... تمہارے سامنے پہنچے ہوئے مجھے بھی شرم آئے گی۔“ عمران
 نے کہا۔
 ”نہیں.... نہیں....!“
 ”جاو!“ عمران خون خوار انداز میں غریا۔ اور امینی اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی
 کمرے سے نکلی۔ دروازہ بند کر لیا اور دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ان کی آوازیں صاف سن سکتی
 تھی فرماں کہہ رہا تھا۔ ”تاہیتی میں ہر بنداکے اسیں رواںے ریڈ یوروم میں میرے ساتھ کون تھا؟“
 ”کب کی بات کر رہے ہیں آپ؟“
 ”میری بات کا جواب دو۔“
 ”میں کیا جانوں کہ آپ ریڈ یوروم میں کب تھے؟“

اس نے ظفر کو پکڑا کر دھمکیاں دی تھیں۔ ظاہر ہے کہ مجھے اس پر غصہ آتا ہی جائے تھا۔
”پھر کیا ہوا؟“

”اے مصالحت کرنی پڑی۔ ورنہ میں ان چاروں کو قتل کر دیتا۔ بھی تک تو ایسا ہوا نہیں کہ مجھے دھمکیاں دینے والا زندہ بچا ہو۔ البتہ ایک آدمی پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا اور وہ ہے آزِ بیل ذیلی فرگ۔“

”ہونہہ... خوشامدی۔“

”اگر اجازت ہو تو ایک ہاتھ رسید کر دوں۔“

”کہنے کا اندازہ ایسا تھا کہ فرگ بے ساختہ بھس پڑا اور عمران بچوں کی طرح تالیاں بجاتا ہوا پیٹھنے لگا۔ ہااا... خوفناک والد صاحب بھس دیئے۔ ہاااا۔“

”چپ رہو... چپ رہو... میری بات سنو...!“

عمران یک بیک خاموش ہو گیا۔

”تم مجھے پاگل بنا دے گے... آخر ہو کیا تیری...!“

”مجھ پر حرم کرنا سمجھے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”ہااا... اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ مجھے تمہارے خلاف شکوک و شبہات میں بتلا کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ لیکن میں کیا کروں وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔“

”اس کی تدبیر بھی ہو جائے گی۔“

”کیا تدبیر ہو جائے گی؟“

”پھر دل محبوب قدموں پر... تعویز منگوادوں گا۔“

”تعویز کی؟“

”چارم... جادو...!“

”بکواس مت کرو... کوئی مناسب تدبیر بتاؤ۔“

”پہلے آپ وعدہ سمجھ کر آئندہ مجھے ڈھمپ لو پو کا نہیں سمجھیں گے۔“

فرگ پھر اسے گھومنے لگا۔ عمران کہتا رہا۔ ”آپ عورتوں کے بہکانے میں آ جاتے ہیں۔ آپ یعنی آزِ بیل ذیلی فرگ.... سوچ کر مجھے شرم آتی ہے.... خود آپ معلوم نہیں کس مٹر

”کوشش کر کے دیکھئے“
”مجھے چلتیج کر رہا ہے۔“

”نہیں۔ لیکن آپ مارڈالنے پر تسلی جائیں گے تو پھر مجھے بھی کچھ سوچنا پڑے گا۔“
”دفتارِ ام بینی زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔“

فرگ نے حصکے کے ساتھ دروازہ کھولا اور ام بینی کو مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ عمران بولا۔ ”نہیں یور آزر... ایسی حماقت نہ کیجئے گا۔“

”کیا مطلب...؟“ فرگ غرا کر پیٹا۔

”مجھے عطا کر چکے ہیں لہذا مار پیٹ کا حق بھی میری ہی طرف منتقل کیجئے۔“

”بکواس مت کرو تم سب میرے غلام ہو۔“

”ہم دونوں کے علاوہ اور سب...!“

”تو مجھے کیوں غصہ دلاتا ہے۔“ فرگ حلچ پھاڑ کر دہاز۔

”میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ لوئیسا آپ کے سر پر سوار ہو گئی ہے۔“

فرگ لوئیسا کا نام لے کر گندی گندی گالیاں دیتا ہوا بولا۔ ”عورت میرا کھلونا ہے میں اس کا غلام نہیں ہوں۔“

”شکر ہے خدا کا۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شاائد خدا نخواستہ آپ لینڈی مرد ہیں۔“

”تو مجھے پا نہیں کیا کیا کہتا رہتا ہے۔ میں تیری ہڈیاں توڑوں گا۔“

”تم جاؤ...!“ عمران نے ام بینی کو مخاطب کر کے کہا۔ ”یہ ایک ڈرامے کی ریہر سل ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!“

ام بینی دونوں کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ عمران نے اس وقت تک دروازہ بند نہیں کیا تھا جب تک وہ راہداری کی اختتام پر نظروں سے او جھل نہیں ہو گئی تھی۔

”آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔“ عمران فرگ کی طرف مزکر زم لجھ میں بولا۔

”وہ ہمیں لڑادینا چاہتی ہے ابھی حال ہی میں میں نے اس کے چار آدمی پکڑ لئے تھے...“

”کیوں پکڑ لئے تھے؟“

کر دی گئی ہیں جناب! اس گھرانے کی ایک لڑکی اس وقت موکارو میں موجود نہیں ہے۔ پورا نام رائی لی ہارا ہے۔ اس کے انگوکی روپورٹ بھی اس کے گھروالے درج کراچے ہیں۔“

”انگوکی روپورٹ۔“

”جی ہاں تین دن پہلے کی بات ہے۔ یہ روپورٹ انہوں نے ڈان اسپاریکا کے خلاف درج کرائی ہے۔“

”کوئی غیر ملکی....!“

”جی ہاں۔ اپنی ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ رائی لی ہارا سے اس کے پرانے تعلقات تھے۔ گھروالوں کو بھی اس کا علم ہے۔ اگر ساکاوا زندہ ہوتا تو وہ اس کے خلاف بھی روپورٹ درج نہ کرتا۔“

”اوہو.... میں نہیں سمجھتا۔“

”ڈان اسپاریکا... ساکاوا کے گھرے دوستوں میں سے تھا۔“

”اچھا... اچھا... میں سمجھ گیا۔ ساکاوا کی زندگی میں اس کے گھروالوں کو دونوں کے تعلقات پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔“

”جی ہاں.... یہی بات ہے جناب!“

”اب ڈان اسپاریکا کے بارے میں بتاؤ۔“

”موکارو کے معززین میں اس کا شمار تھا۔ چھان بین کرنے پر معلوم ہوا کہ پچھلے دو سال سے جب بھی موکارو سے باہر جاتا تھا رائی لی ہارا اس کے ساتھ ہوتی تھی۔“

”کچھ اندازہ ہے کہ وہ کہاں گئے ہوں گے؟“

”اس کے متعلق کچھ بتانا مشکل ہے۔ اس بار بھی وہ باضابطہ طور پر موکارو سے باہر نہیں گئے۔ کہیں کوئی اندر راج نہیں ہے۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“

”ساکاوا کی خصوصی عناست سمجھ لجھے۔“

”میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں گئے ہوں گے۔ یہ کیا بتائے گا۔“ فتحا فراغ نے انگلش میں کہا اور پولیس چیف چونک کراس کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

کے بنے ہوئے ہیں....!“
فراگ اسے گھورتا ہوا پنا نچلا ہونٹ چبائے جا رہا تھا۔
”لی ہاروے کہاں ہے؟“ فتحا عمران سوال کر بیٹھا۔
”موکارو کے بادشاہ کو بخش دی۔“

”اب خدا آپ کو بخشنے... ایک مجھے بخش دی.... ایک بادشاہ کو.... اور خود رہ گئے اکیلے... ظاہر ہے کہ اسی لیے تو لوئیس اسپرسوار ہوئی ہے۔“

”خاوش رہو.... آج تک مجھ پر کسی کو بھی تقیدی کی جرات نہیں ہوئی۔“

”مجبوری ہے....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اب تو آپ کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“

”بکواس مت کرو۔ اب میں تمہیں منہ نہیں لگاؤں گا۔“ فراغ نے کہا اور کسی گزرے ہوئے سانڈ کی طرح فون فون کر تھا اور کمرے سے نکل گیا۔

عمران نے جیب سے چیو نگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر اسے آہستہ آہستہ کچلا رہا۔ دو یا تین منٹ بعد اس نے راہداری میں قدموں کی چاپ سنی تھی۔

”چیف آف پولیس!“ ام بینی نے دروازہ کھولا۔

”اوہ۔ بیتھیج دو۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”نہیں.... نہیں.... میں اس سے برآمدے ہی میں ملاقات کروں گا... کیا فراغ چلا گیا۔“

”نہیں.... مہمان کو دیکھ کر وہ رک گیا ہے۔“

”جان کو آگیا ہے!“

”میں نے تھہاری باتیں سنی تھیں۔ جسے وہ ڈھمپ لوپو کا کہتا ہے، وہی تو نگ چائیگ تھا۔“
”رہا ہو گا....!“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

پولیس چیف کو ام بینی نشست کے کمرے میں بٹھا آئی تھی۔
فراغ بھی وہیں بیٹھا ہوا ملا۔ پولیس چیف اسے کینہ تو ز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن ”
بظاہر اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پولیس چیف نے عمران کو تعظیم دیتے ہوئے کہا۔ ”اس کے بارے میں خاصی معلومات فراہم

”ابھی....!“

”بہت بہتر.... کیا انہیں یہیں طلب کر لیا جائے۔“

”نہیں.... ہم خود چلیں گے۔“

”آپ کی مرضی....!“ چیف اٹھتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک قدیم و ضعی کی بڑی عمارت کے سامنے رکی تھی۔ پوکیدار نے چانک پر لئکے ہوئے گھنٹے پر تین ضریب لگائیں۔ غالباً یہ مہماںوں کی آمد کا اعلان تھا۔ پھر دباؤ روی ملازمیں انہیں تعظیم دیتے ہوئے عمارت کے اندر لے گئے تھے۔ صاحب خانہ ایک دراز قد عمر آدمی تھا۔ رائی کے باپ کی حیثیت سے چیف نے چیف نے عمران سے اس کا تعارف کرایا۔ بوڑھا اچھے موز میں معلوم ہوتا تھا۔

”ساکا و اکادور ہمارا بدترین دور تھا۔“ وہ ناخوشگوار لمحے میں بولا۔

”اور اسی وجہ سے پہلے کبھی آپ رائی کے انخواکی روپورٹ نہیں درج کر سکے۔“ چیف نے طریقہ لمحے میں کہا۔

”میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”وہ پہلے بھی تو ڈاں اسپاریکا کے ساتھ موکارو سے باہر جاتی رہی ہے۔“

بوڑھا تھوک نگل کر رہا گیا۔

”کیا یہ غلط ہے کہ تم نے محض اپنی پوزیشن محفوظ کرنے کے لیے وہ روپورٹ درج کرائی تھی۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”مم.... میں.... کیا کہوں۔“

”وہ دونوں کہاں گئے ہیں؟“

بوڑھے نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

”کیا تمہیں بھی غداروں کی لست پر چڑھا دیا جائے۔“ چیف آنکھیں نکال کر بولا۔

”نن.... نہیں....“ بوڑھا دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ ”ہم سب ابھی تک خوف اور دہشت

کے سامنے میں زندہ رہے ہیں۔ وہ دونوں بالی سونار میں ہیں....!“

”پتا تاؤ....!“

”بہت بہت شکریہ چیف!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

پولیس چیف کے چلے جانے کے بعد فرائی عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ ”کیا تصدی ہے۔“

”اٹھارواں آدمی۔“

”کیا مطلب؟“

”لوئیسانے اپنی معلومات کے مطابق اس کا نام ڈاں اسپاریکا بتایا ہے۔“

”لی ہار اخندان کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”مجھے خاندان سے سروکار نہیں۔ رائی لی ہار اور ڈاں اسپاریکا زیر بحث ہیں۔ آپ یہ بتانے والے تھے کہ وہ کہاں گئے ہوں گے۔“

”ہاں.... شاید میں بتاسکوں گا۔“

”کتنی دیر بعد....؟“

”تمہیں نہیں تاؤں گا۔ کیوں نہ براہ راست لوئیسانے کو بتاؤں....!“

”کیا بات ہوئی....؟“

”میرا کام بن گیا....!“ فرائی کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔

عمران اسے حرمت سے دیکھتا ہے۔ فرائی اٹھ گیا۔ وہ تیزی سے اپنی جیپ کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔



توہڑی دیر بعد عمران چیف آف پولیس کے دفتر میں داخل ہوا۔ وہ دفتر میں موجود تھا۔ عمران کو دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”مجھے یاد فرمالیا ہوتا جناب۔“

”نہیں۔ میں اس کی موجودگی میں بھتیری باتیں نہ کر سکتا۔“ عمران اس کے سامنے کری پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”میں بھی متعدد تھا جناب! اگر اس نے آپ لوگوں کی مدد نہ کی ہوتی تو ہم موکارو کی سرزین پر اس کا وجود برداشت نہ کر سکتے۔“

”اے جہنم میں جھومنگو۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں رائی لی ہار کے متعلقین سے ملتا چاہتا ہوں۔“

”ضرور.... ضرور.... جب آپ چاہیں جناب!“

”پتے مجھے کبھی نہیں معلوم ہو سکا۔“

”خیر ہم دیکھ لیں گے۔ تم اپنی زبان بند رکھنا۔“

”ایسا ہی ہو گا۔“

وہ دونوں اٹھ گئے۔ اب پھر ان کی گاڑی کا رخ چیف کے آفس کی طرف تھا۔!

”بالی سونار کہاں ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہاں سے سائھ میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ ہے جناب۔ سیاحوں کی جنت۔ لیکن مجھے انسوں ہے کہ اس کے ساحل پر کبھی قدم نہ رکھ سکوں گا۔“

”کیوں؟ کیا وہاں بھی کچھ ہو رہا ہے؟“

”معلوم نہیں۔ لیکن صرف وہی سیاح وہاں جا سکتے ہیں جو داڑھے کی شر انکا پوزی کرتے ہوں۔“

”لیکا شر انکا ہیں؟“

”اگر آپ کسی رنگ دار نسل سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کی یوں کو سفید فام ہونا چاہئے اور اگر آپ سفید فام ہیں تو آپ کی یوں کسی رنگ دار نسل کی ہونی چاہئے۔“

”اوہ... دلچسپ... آخر ایسا کیوں ہے؟“

”وہاں کی ملکہ سفید فام ہے اور اس کا شوہر سیاہ فام۔ وہ مختلف نسلوں کے میل جوں کے قاتل ہیں۔ آپ بھی تو اپنی ہیں جناب۔ آپ وہاں جا سکیں گے بشرطیکہ کسی مقامی عورت کو ساتھ لے جائیں۔“

”تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے چیف۔ میں نے جغرافیہ میں کسی ایسے جزیرے کے بارے میں نہیں پڑھا۔“

”ادھر ایسے چھوٹے موٹے کئی عجائبات آپ کو میں گے جناب!“

”یہ جزیرہ تو اس قابل ہے کہ اسے عالمی تحریکات میں اتحاد کا نشان بنایا جائے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں جناب!“

پھر بقیہ راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر عمران نے اُم بی کو بہت زیادہ سر اسکھے پلا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ اسے گھورتا ہوا بولा۔

”اگر... کچھ نہیں...!“

”اگر مجھے تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی تو خسارے میں رہو گی۔“

”میری کچھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم ان سکھوں کو نہیں چھوڑ کر لکھ چلیں۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔“

”اصل بات بتاؤ۔“

”تمہارے جانے کے بعد فرماں سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے خود ہی رنگ کیا تھا کہ رہا تھا کہ میں اس کے لئے تمہاری سراغر سی کروں۔ اسے تمہاری مصروفیات سے مطلع کرنی رہوں۔“

”مارا گیا۔“

”کیا مطلب؟“

”لوئیسا اسے زندہ فن کر دے گی۔“

”مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم اس وقت گھر پر موجود نہیں ہو۔“

”فکر نہ کرو۔ میں سب دیکھ لوں گا۔“

”میں پھر کہتی ہوں کہ یہاں سے نکل چلو۔“

”پُرنس کو تھا نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں.... صرف ہم دونوں کچھ دونوں کے لیے موکاروں سے باہر چلیں گے۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”تھوڑا صبر کرو۔ سمجھا دوں گا۔“

”میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھے ضرف بہلاتے رہتے ہو۔“

”یہ بھی بہت بڑی بات ہے حق بڑی۔“

”ہل ٹھیک ہے مجھے اور چاہئے بھی کیلی۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتی۔ صرف تمہیں چاہتی ہوں۔“

”کاش میں بچ چک آدمی ہوتا۔“ عمران سختن دی سانس لے کر بولا۔

”کیا مطلب؟“

”میں تمہارے اس جذبے کی قدر کر سکتا۔“

”اٹھارواں آدمی کہاں ہے.... میں جانتا ہوں ماوام!“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میں جانتا ہوں وہ دونوں کہاں گئے ہیں۔“
 ”کون دونوں؟“
 ”وان سپاریکا... اور.... رائی لی ہارا!“
 ”میں سمجھ گئی.... عمران اب کوئی دوسرا چال چلانا چاہتا ہے۔“
 ”اوہو.... تو یہ بات ہے.... میں فضول اور آیا۔“
 ”کیا کہنا چاہتے ہو؟“
 ”یہی کہ مجھے مسٹر علی عمران نے یہاں نہیں بھیجا ہے۔“
 ”پھر کیوں آئے ہو؟“
 ”اٹھاد ہویں آدمی کی تلاش میں تم ضرور جاؤ گی۔ لہذا اگر مجھے یہ موقع دو تو کیا حرج ہے
 تمہاری ٹھم میں تو ایک بھی رنگ دار آدمی نہیں ہے۔“
 ”میا تم کھل کر بات نہیں کر سکتے۔“
 ”میا یہاں کوئی ایسا جزیرہ بھی ہے جہاں صرف مخصوص قسم کے شادی شدہ جوڑے ہی جا
 سکتے ہیں؟“
 ”لو یہاں چونک کرائے گھورنے لگی۔“
 ”تمہارا مطلب ہے کہ وہ بالی سونار گئے ہیں۔“ اس نے کسی قدر توقف کے ساتھ سوال کیا۔
 ”جیسے نے اپنے سر کو اشتابی جبنت دی۔“
 ”کیا تم نے عمران کی زبانی سنائے؟“
 ”ان کی زبانی نہ سنتا تو اسے قابل ذکر ہی نہ سمجھتا۔“
 ”ہونہے.... اگر ایسا ہے تو مجھے رنگ دار شوہر تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے
 گی.... ہمارے ذرائع لا محدود ہیں۔“
 ”تمہاری مرضی.... میں سمجھا تھا.... شاید تمہارے کسی کام آسکوں۔“
 ”نہیں۔ شکریہ اتم جاسکتے ہو۔“

”آمینی کے ہونوں پر عجیب سی مسکراہٹ غمودار ہوئی اور وہ اس کی آنکھوں میں دمکتی رہی۔“



فراگ نے جیسن کو تاکا۔ اس کا خیال تھا کہ ظفر کے مقابله میں وہ زیادہ کار آمد ثابت ہو سکے گا۔ کچھ باتیں اس کے ذہن نشین کرائیں اور لو یہساکی طرف دوڑا دیا۔
 جیسن کے تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ اس کے مشوروں پر عمل کر کے وہ عمران کے مفاد کے خلاف کچھ کر رہا ہے۔ لیکن پھر بھی احتیاط اس نے عمران سے فون پر رابطہ قائم کر کے سب کچھ بتا دیا۔
 ”تو پھر تم نے کیا کیا؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں نے سوچا پہلے آپ کو مطلع کر دوں پھر جاؤں گا لو یہساکی طرف۔“
 ”تم سے عالمندی سرزد ہوئی ہے۔ فراگ بینکے لگا ہے۔“
 ”میں نہیں سمجھا یور میجٹی۔“

”فکر نہ کرو۔ فراگ دانتے طور پر میری مشکلات میں اضافہ کر رہا ہے۔ خیر پرواد نہیں تم جاؤ لو یہسا کے پاس وہی کرو جو فراگ نے کہا ہے بقیہ معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔“
 ”جیسا آپ فرمائیں۔“

”ویسیں آں“ کہہ کر دوسری طرف سے سلسہ مقطوع کر دیا گیا۔
 جیسن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب یہ کیا شروع ہو گیا ہے۔ بہر حال اب تو اسے جانا ہی
 تھا لو یہساکی طرف۔

لو یہسا اپنی قیام گاہ پر موجود تھی۔ جیسن نے اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی اور اسے اندر بلوالیا گیا۔
 وہ لو یہسا کو لگاؤٹ کی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”کئی دن سے نہیں دیکھا تھا دل نہیں مانتا۔
 چلا آیا۔“

”غالباً تمہیں اب میری پوزیشن کا علم ہو گیا ہے۔“ لو یہسا نے بے حد سرد لمحے میں کہا۔
 ”ہاں مادام۔ مجھے علم ہے کہ آپ فرانس کے محلہ کار خاص کی ایک بہت بڑی عہدیدار ہیں۔
 لیکن میرا دل بھی کسی سے کم نہیں۔ ”جیسن پینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔!
 ”وہ کلے دے کر نکلا دوں گی۔“

”ایسی ناقداری....!

”جاتے ہو یا بلاوں کسی کو....!

”تم ہی کافی ہو.... بندگل خاتون.... میں جا رہا ہوں۔ تم نے میرا دل توڑ دیا!

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

بیہاں تک نیکی سے آیا تھا۔ وابسی پر کوئی نیکی نہ مل سکی اس لیے پیدل ہی چل پڑا۔ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ فراغ کی جیپ اس کے برابر فٹ پاٹھ سے آگئی۔ وہ رک کر مڑا۔

”آ جاؤ....!“ فراغ اس کے لیے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔

”شکر یہ یور آزر!“ جیسن اس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔

”کیا رہی؟“

”ناکاں۔ میرا مقدر۔ آپ نے تو بڑی مہربانی فرمائی تھی۔“

”اس نے کیا کہا؟“

”کہنے لگی میرے لیے ضروری نہیں کہ مقامی شوہر فراہم کروں، دوسرے ذرائع بھی ہیں۔“

”یہ تو کچھ بھی نہ ہو۔“

”میں عورت کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔“ جیسن براسامنہ بناتا کر بولا۔

”خیر.... میں اسے دیکھوں گا۔“

”آپ بہت رحمدی ہیں.... عمر ان کو امین بخش دی۔ لی ہاروے بھی آپ کے لیے پرانی ہو چکی ہے۔“

”اس کا نام مت لو.... بادشاہ کو بخش چکا ہوں۔“

”ہائیں تو پھر آپ کی کیسے گذر رہی ہے؟“

”فی الحال میں چھٹی پر ہوں۔“

جیسن نہیں پڑا اور فراغ نے چلا ہونٹ دانتوں میں دبایا کچھ بولا نہیں۔

”کہاں اترو گے؟“ کچھ دیر بعد فراغ نے پوچھا۔

”کسی اچھے سے ریستوران کے قریب۔“

”شاید خرچ پر بڑی عیاشیاں کر رہے ہو تم لوگ۔“

فراغ کے اس ریمارک پر جیسن کچھ نہ بولا۔ وہ ایک خشکوار شام تھی اور جیسن رات کے تصور میں مگن تھا۔ دو غلی نسل کی موکاری لڑکیاں بہت زندہ دل اور خوش باش تھیں۔ گھنے بھر کی ملاقات بھی کچھ ایسا تاثر دے جاتی تھی جیسے زندگی بھر کے رفیق کا ساتھ رہا ہو۔

فراغ نے ایک ریستوران کے قریب گاڑی روک دی۔

جیسن کو اتار کر اس نے لو یمساکی قیام گاہ کی طرف دوڑ لگادی تھی۔ اس کا ذیال تھا کہ اس بار لو یمساکے مل کر اسے مایوسی نہ ہو گی۔ یہ اندازہ صدقی صد درست نکلا۔ لو یمساکے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔

”ہلو.... گریٹ میں!“ اس نے اسے انگریزی میں مخاطب کیا۔

”ارے تم اپنی ہی زبان بولو تو نا....!“

”میں تمہیں بتانا چاہتی تھی کہ میری انگریزی بھی بری نہیں ہے اور میں یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی ہوں۔“

”یقیناً بول سکتی ہو گی۔ میں تمہاری صلاحیتوں کا مدراج ہوں لیکن اس وقت تم سے ایک ملے پر صاف صاف گفتگو کرنا پاہتا ہوں۔“

”ضرور.... ضرور.... اب ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا۔ اس لیے ہم دوستوں کی طرح کھلے دل سے گفتگو کر سکتے ہیں۔“

”ڈھمپ لو پوکا کہاں ہے؟“

”کون کہاں ہے؟“ لو یمساک نے تھیرانہ لجھ میں پوچھا۔

”ڈھمپ لو پوکا...!“

”میرے لیے یہ نام بالکل نیا ہے۔“

”جیکن سیکرت ایجنت تمہارے ساتھیوں میں سے تھا۔“

”یقین کرو میرے دوست۔“ لو یمساک بڑے خلوص سے بولی۔ ”میری پارٹی میں اس نام کا کوئی آدمی کبھی نہیں رہا۔“

فراغ نے ڈھمپ کا حلیہ بیان کیا۔

”ہرگز نہیں.... ایسا کوئی آدمی میری نظر سے کبھی نہیں گزرا۔“

”اچھا تو اب سنو! پرنس ہربنڈا کے اسٹری کے ریڈیوروم میں میرے ساتھ صرف ڈھرمپ لوپ گا تھا۔“

”نہیں!“ لوئیسا اچھل پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھی۔ بھروس نے بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دیا۔

”ارے.... ارنے.... نیے کیا بات ہوئی۔“ فرگ نے ناخوشنگوار لمحے میں کہا۔
”بے حد مکار آدمی ہے۔“ لوئیسا انہی روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

”کون....؟“

”عمران....!“

”کیا مطلب....؟“

”ہمارے علم کے مطابق عمران کے علاوہ ریڈیوروم میں اور کوئی نہیں تھا۔ دشمن بن کر تمہیں بہکانا تک لے گیا اور پھر دوست بن کر موکار و تک لایا۔“

لوئیسا پھر ہنسنے لگی۔ فرگ کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔
”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ نالابو آکاملازم ہے۔“

”پھر کیا سمجھوں؟“

”وہ بھی میرے ہی ساتھ آیا تھا۔“

”اب میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ مائی ڈیزیریڈیلی فرگ۔ وہ جتنا مخصوص اور احتق نظر آتا ہے۔ اندر سے اتنا ہی بھیاںک بھی ہے۔ پوری بات سنو! ہم یہاں ساکاوا کا طسم توڑنا چاہتے تھے۔ لیکن داخلہ مشکل تھا۔ لہذا میں نے پرنس ہربنڈا کو تلاش کیا تھا۔ تمہیں سن کر حیرت ہو گی کہ پرنس ہربنڈا اسی شخص عمران کے یہاں معمولی سی ملازمت کر رہا تھا۔“

”اوہ.... اوہ....“ فرگ مختیاں بھینچ کر غرایا۔

”اس سے کوئی فائدہ نہیں۔“

”پھر تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔“

”جب ہم موکارو کے لیے روانہ ہو گئے تھے تو ہمارا مقصد ایک تھا لیکن اب عمران زیادتی پر

آمادہ ہے ہم میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اب ہم الگ اخبار ہوں آدمی پر قابو پانا چاہتے ہیں۔“

”اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا۔“

”یہاں تک تو یہ بات تھی۔ اب آگے سنو۔ موکارو میں وہ پرنس کی وجہ سے خاصی مضبوط پوزیشن رکھتا ہے۔ لہذا یہاں تک چھپنے کا چاہتے ہیں۔“

”یہ ضروری تو نہیں کہ وہ جلد ہی موکارو کو خیر باد کہہ دے۔“

”کہہ گا خیر باد.... بہت جلد.... تم اس پر نظر رکھو۔ پھر ہم اس کے پیچے چلیں گے۔“

”آخر کہاں؟“

”بالی سونار.... اخبار وال آدمی وہیں ہے۔“

”تمہیں یقین ہے؟“

”ہاں میرا خیال ہے کہ وہ وہیں ہے تھم اگر عمران پر نظر رکھو تو اس کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔“

”تو پھر اب ہم دوست ہیں نا۔“ فرگ مسکرا کر بولا۔

”بالکل....“ لوئیسا اس کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔ فرگ نے اسے بڑی نرمی سے پکڑ کر بوسہ دیا تھا۔

” غالباً تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ ہم کس طرح بالی سونار میں داخل ہو سکیں گے۔“ وہ فرگ کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”ڈھونگ ہی سکی۔ لیکن میرے لیے اس زندگی کا ہر لمحہ بے خوبی حسین ہو گا۔“ فرگ کی مسکراہٹ بھی لگادوٹ سے خالی نہیں تھی۔



جوزف، عمران، جیمن اور ظفر الملک کھانے کی میز کے گرد بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ کچھ دیر قبل انہوں نے رات کا کھانا کھایا تھا اور عمران نے وہیں کافی طلب کر لی تھی۔

دفعہ جیمن کافی کی پیالی میز پر رکھ کر بولا۔ ”بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ یور میجھنی....!“

”اس نے اپنے لیے راہ ہموار کرنے کے لیے تمہیں اس کے پاس بھیجا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ.... تو وہ اس کے ساتھ جانا چاہتا ہے۔“

کرے کا جائزہ لیا تھا پھر اندر چلا گیا تھا۔
”بڑی خاموشی ہے۔“ اس نے زم لجھ میں کہا۔ ”کیا تم لوگوں کو میرا یہ رویہ پسند نہیں!“

”کون سارو یہ یور آز؟“ عمران نے سوال کیا۔
”یہی کہ میں لوئیسا سے قریب ہو گیا ہوں۔“
”آپ مرضی کے مالک ہیں۔“
”سمجنے کی کوشش کرو۔ ویسے کیا تمہاری تقیش کا نتیجہ بھی وہی نکلا ہے جس کا اندازہ مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا۔“
”ڈاڑھی والے کی زبانی جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا اندازہ بالکل درست تھا۔“
”کیسے معلوم ہوا؟“
”راہی باراکے باپ کو بالآخر اعتراف کرتا ہی پڑا کہ وہ بالی سوتار گئے ہیں۔“
”تم نے دیکھا؟“
”آپ بہت تجربہ کار اور عقائد ہیں۔“
”اب میں تھا نہیں۔“ فرائغ نے قہقہہ لگایا۔
”لوئیسا مبارک ہو۔“
”شکریہ! کیا تم لوگ مجھے کافی پیش نہیں کرو گے۔“
”ضرور.... ضرور.... ام بینی! باس کے لیے کافی۔“ عمران بولا۔
”اوہو.... یور ہائی نس بھی تشریف رکھتے ہیں۔ میرے آداب قبول ہوں۔“ فرائغ جوزف کی طرف کی قدر خم ہو کر بولا۔
”ہم تم سے خوش نہیں ہیں مسٹر ڈیلی فرائغ!“ جوزف نے سرد لجھ میں کہا۔
”میرا قصور یور ہائی نس۔“
”تم نے ہمارے ماموں کے حرم میں ایک کا اور اضافہ کر دیا۔“
”ہر مجھی کو پسند آگئی تھی۔ میں کیا کرتا یور آز۔“
”تم اپنی عورتوں کو اس طرح بانٹتے کیوں پھرتے ہو؟“

”آج کل وہ کسی اپیسے بھیڑیے کی سی زندگی ببر کر رہا ہے جس کی مادہ مرگی ہو۔ لہذا میں خود ہی یہ چاہتا تھا کہ اب اسے لوئیسا کے حوالے کر دوں۔“
”یہ کیا کہہ رہے ہو بس۔“ جوزف پونک کر بولا۔ ”اگر لوئیسانے اسے بتایا تو...؟“
”میرا خیال ہے کہ وہ اب تک اسے بتا چکی ہو گی۔ فرائغ سے بہتر ساتھی اور کوئی نہیں مل سکتا۔ وہ اس موقعے سے ضرور فائدہ اٹھائے گی۔“
”یہ تو اچھا نہیں ہوا بس!“ جوزف بڑیا لیا۔
”فکر مت کرو۔ اتنے بڑے جزیرے میں تھا نہیں ملاش کر لیتا آسان نہ ہو گا۔ اس کے لیے کم از کم دو پارٹیاں ہونی چاہیں۔ فرائغ پہلے بھی میرا آلہ کا رتحا اور دشمن بن جانے کے بعد بھی میرا ہی آلہ کا رہر ہے گا۔“
”میں نہیں سمجھا...!“ ظفر بولا۔
”اوھر کے سارے جزیرے فرائغ کے دیکھے بھالے ہوئے ہیں اسی لیے میں نے اسے ساتھ الجھالیا تھا۔ اب لوئیسا اسی مقصد کے تحت اس سے قریب ہونے کی کوشش کرے گی۔ فرائغ بہت چالاک ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اسی بھانے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔“
”کیا وہ بھی کوئی مقصد رکھتا ہے۔“
”لوئیسا۔“ عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔
”اسنے میں ام بینی بوکھلائی ہوئی وہاں آئی اور ہانپتی ہوئی کہنے لگی۔“ وہ پھر آیا سے ہے اور اس کے تیور اچھے نہیں معلوم ہوتے۔“
”کون آیا ہے؟“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔
”فرائغ...!“
”تو تم اتنی پریشان کیوں ہو۔ آنے دو اسے۔“
”آہی رہا ہے... کیا میں اسے روک سکتی ہوں۔“
”بیٹھ جاؤ...!“ عمران اس کے لیے اپنی کرسی خالی کرتا ہوا بولا۔
”وہ چپ چاپ بیٹھ گئی اور عمران مینٹل چیس کے قریب جا کھڑا ہوا۔
”فرائغ کے وزنی جو توں کی آواز راہداری میں گونخ رہی تھی۔ دروازے پر رک کر اس نے

”ایک وقت میں ایک سے زیادہ نہیں رکھ سکتا اور کسی ایک کے ساتھ پوری زندگی لزارنے کی طاقت نہیں رکھتا۔“

”کیا تم کر پچن نہیں ہو؟“

”میں صرف ڈینلی فرائج ہوں یورہائی نس... اور ڈینلی فرائج میں کسی قسم کی بھی ملاوٹ پسند نہیں کرتا۔“

”کیا دوسرا زندگی پر تمہارا ایمان نہیں؟“

”ہے کیوں نہیں! ہر نئی عورت میرے لیے دوسرا زندگی ہوتی ہے اس طرح کبھی جنت میں بسر ہوتی ہے اور کبھی جہنم میں... ام بینی کافی...!“

ام بینی ان کی گفتگو سننے میں محبوگی تھی۔ دفاتر پونک پڑی اور کافی کا کپ لے کر اس کی طرف بڑھی۔

”تم خوش ہونا...؟“ فرائج نے آہستہ سے پوچھا۔

”بہت خوش۔“

”اب تو نہیں بھڑکتا؟“ فرائج نے عمران کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری۔ ام بینی کچھ نہ بولی سر جھکائے چپ چاپ کھڑی رہی۔

”بہر حال۔!“ عمران اوپنجی آواز میں بولا۔ ”اخبار وال آدمی میر امسکہ نہیں ہے۔“

”کیا مطلب...؟“

”مجھے پرنس کو موکاروںک پہنچانا تھا اور اس۔!“

”پھر تم اب کیا کرو گے؟“

”بادشاہ سلامت کا خیال ہے کہ میں لڑکوں کے اسکول کی ہیئت ماضری اچھی طرح کر سکوں گا۔ لہذا اب تو میں بھی موکاروں کا ہوا۔ پرنس بھی یہیں رہ کر ایک ڈٹلری لگانے کا سوچ رہے ہیں۔“

”دیسی ہی کشید کرائیں گے جیسی پوئیاری میں ہوتی ہے۔“

”یہ تو بہت بری بات ہے تم نے وعدہ کیا تھا کہ میرے لئے کام کرو گے۔“

”یہاں رہ کر بھی وعدہ پورا کر سکتا ہوں۔ بظاہر لڑکوں کی ہیئت ماضری اور...!“

”نہیں! تم ایک ہی کام کر سکو گے۔ میرا یا موکاروں کے بادشاہ کا...!“

”بادشاہ بادشاہ ہی ہوتا ہے یور آزر...!“

”وہ کوئے باز۔!“

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جبنت دی۔

”خیر... خیر... میں تمہیں دیکھ لوں گا۔“ فرائج نے کہا اور خالی پیالی ام بینی کو پکڑا کر باہر

نکل گیا۔

”تم نے بہت برا کیا۔“ ام بینی عمران کے قریب پہنچ کر بولی۔

”یا برا کیا؟“

”اس طرح کھل کر اس سے گفتگونہ کرنی چاہئے تھی۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ میں اس کے لیے جرام میں شریک نہیں ہو سکتا۔ تم

اچھی طرح جانتی ہو۔“

”میں تمہیں برآدمی نہیں سمجھتی۔“

”بس تو پھر مجھے حالات کا مقابلہ کرنے دو۔“

”وہ چھپ کر بھی دار کر سکتا ہے۔“

”میں کسی طرح بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔“

”ہاں یہ بات تو ہے جو دل چاہے کرو۔ لیکن مجھ سے پچھا نہیں چھڑا سکو گے۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ اب وہ سب بھی اسی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

”یہ ایک طرح کا اعلان جگ ٹھا بس۔“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہو سکتا ہے۔“

”لیکن...“ ظفر کچھ کہتے کہتے رک گیا اور جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ٹھہر! مجھے سوچنے دو۔“

کوئی نہ اسے موکاروں سے نکال دیا جائے اور ہمیشہ کے لیے اس کے داخلے پر بابندی لگوادی جائے۔“

”بہت زیادہ ٹھلنڈ بننے کی ضرورت نہیں۔“ عمران اسے گھوڑا ہوا بولا۔ پھر چند لمحے خاموش

رہ کر ام بینی سے کہلا۔ ”یہ تم شوں شوں کیوں کر رہی ہو۔“

”شاید زکام ہو گیا ہے۔“ ام بینی تاک پر رومال رکھتی ہوئی بولی۔

”تو پھر یہاں کیا کر رہی ہو چلو میرے ساتھ۔“ عمران اس کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف

”ڈالیسٹر! آداب مخواز ہے۔ موسیو فرگ میرے شوہر کا روں ادا کر رہے ہیں۔“
 ”نہیں میرے بارے میں بتاؤ۔“
 ”میرے اسٹینر پر تو نفہ سہ کچھ بھی نہیں ہو موسیو فرگ۔“ لویسا نے سرد لمحے میں کہا۔
 ”یہ تم کہہ رہی ہو؟“
 ”اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتی ہوں۔“
 ”کاش تم مرد ہوتی تو پھر بتاتا۔“
 ”فضول پاؤں میں کیا رکھا ہے۔ تم اپنے دماغ کو خنثیار کھا کرو۔ ورنہ یہ لوگ چھیڑ چھیڑ کر
 تمہیں پاگل بنادیں گے۔“
 ”ایسی تک مجھے میرا کیمین نہیں بتایا گیا۔ میں تمہائی چاہتا ہوں۔“ فرگ نے دونوں کو قبہ
 آلوں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”تم جاؤ!“ لویسا نے ڈالیسٹر سے کہا اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ فرگ نے دوسری طرف منہ
 پھیر لیا تھا۔
 ”مجھے یقین نہیں آتا کہ عمران موکاروہی میں بیٹھا رہے گا۔“ لویسا نے کچھ دری بعد کہا۔
 ”جہنم میں جائے... مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔“
 ”اگر اسی طرح تمہارا مودہ خراب رہا تو ہم کچھ بھی نہ کر سکتیں گے۔“
 ”تم نے اپنے ماتحت کی موجودگی میں میری توہین کی تھی۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“
 ”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔ تم اس اسٹینر پر تمہا ہو یا نہیں۔“
 ”اچھا تو پھر؟“
 ”ظاہر ہے کہ بے اختیار ہو۔“
 ”سنو۔ مجھے غصہ آتا ہے تو میں نہیں دیکھتا کہ مقابل کی تعداد کتنی ہے۔“
 ”میں جانتی ہوں۔“
 ”اس کے باوجود بھی مجھے غصہ دلاتی ہو۔“
 ”ایک چڑپے شوہر کے روپ میں تمہیں بالی سونار لے جانا چاہتی ہوں۔“
 ”کیوں....؟“

کھینچتا ہوا بولا۔

وہ اسے اس کی خواب گاہ میں لایا اور بے حد مشقانہ لہجہ میں بولا۔ ”تم اپنی صحت کی طرز
 سے لا پرواہ ہوتی جا رہی ہو۔ ادھر بیٹھو... نہیں بہتر یہ ہو گا کہ لیٹ جاؤ... میں انجشن دون گا۔“
 ”نہیں... انجشن نہیں۔“ وہ بچکانہ انداز میں بولی۔ ”مجھے ذرگتاتا ہے۔“
 ”کہناں لیتے ہیں... چلو بیٹھو۔“
 ”وہ نہیں نہیں کرتی رہی تھی اور عمران نے اسے بستر پر لٹا دیا تھا اور پھر جب اس نے اس
 کے بازو میں ہائپوڈر مک سرخ چھوٹی تو وہ دوسری طرف منہ پھیر کر کسی نہیں سی بیچی کی طرز
 ب سور نے لگی۔ لیکن پھر وہ عمران کی جانب سر نہیں گھما سکی تھی۔ سرخ خالی ہونے سے قبل ہی اس
 کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔
 وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکی تھی۔ عمران نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سر کو خفیہ کر
 جبکش دی۔

◎

لویسا کا اسٹینر بالی سونار کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے کچھ آدمی موکارو میں
 چھوڑے تھے اور کچھ اس کے ہمسفر تھے۔ فرگ نے اپنے آدمیوں میں سے کسی کو بھی ساتھ نہیں
 لیا تھا۔ لویسا کا ساتھی ڈالیسٹر فرگ کے سر پر سوار تھا۔
 ایک موقعے پر تو فرگ نے جلا کر کہہ دیا تھا۔ ”اپنی چونچ بند کرو۔ تمہاری آواز بہت اچھی
 نہیں ہے۔“

ڈالیسٹر نے بڑی خوش دلی سے اس کا یہ جملہ برداشت کیا تھا اور بدستور بولتا رہا تھا۔
 ”فرانسیسی بیٹھ۔“ فرگ کا پارہ چڑھ گیا۔
 ”موٹے آدمیوں پر مجھے رحم آتا ہے۔“ ڈالیسٹر بولا۔ ”چوبی کے پہاڑ...!“
 ”اپنی گردن کی بہی پر رحم کھاؤ... مجھے غصہ نہ دلاؤ۔“
 بات بڑھ جاتی لیکن لویسا وہاں آپنی۔
 ”فرگ کو میری آواز اچھی نہیں لگتی مادام۔“ ڈالیسٹر نے چڑھانے کے سے انداز میں کہا۔
 ”اے سمجھاؤ کہ میں کون ہوں۔“ فرگ دہاڑا۔

”بکواس مت کرو۔ اٹھ جاؤ۔“
 فرگ اٹھ کر اس کے پیچے چلنے لگا۔
 ”تم کیا سمجھتی ہو۔“ وہ ایک گجرک کربولا۔
 ”کیا کہنا چاہتے ہو؟“ وہ بھی رک گئی لیکن اس کی طرف مڑے بغیر بولی۔
 ”یہی کہ میں زبردستی بھی تمہیں اپنے تصرف میں لاسکتا ہوں۔“
 ”کیوں شامت آئی ہے۔“ وہ جھلا کر اس کی طرف مڑی۔
 کھلے سمندر میں لگ چاگ کی باشناہت ہے اسے نہ بھولو۔ نفحی گزیا۔
 ”تم تھا ہو یہاں۔“
 ”ان سمندروں میں لگ چاگ کا کوئی آدمی کسی وقت بھی تھا نہیں ہے۔“
 ”کیا مطلب....؟“
 ”میری سلسلہ کشتیاں آس پاس موجود ہیں۔ بالی سونار جانے والی ہر کشتی کی نگرانی کی جا رہی ہے۔“
 ”مک... کیوں....؟“
 ”عمران کے لیے۔“
 ”اوہ.... تو یہ کہنا....!“ وہ اس کے بازو پر ہاتھ مار کر فس پڑی۔ پھر بولی۔ ”میں سمجھی شاید جھگڑا کرنا چاہتے ہو۔“
 ”نہیں! میں نے تمہیں آگاہ کیا ہے میرے ساتھ کسی قسم کی بھی چالاکی بار آور نہ ہو سکے گی۔“
 ”اوہ.... بر امان گئے.... دراصل میں تم سے یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ تھوڑی بہت عقل بھی رکھتے ہو یا نہیں۔“
 ”بس اب زبان بند رکھو.... کہاں ہے میرا کیبین؟“
 ”وہ رہا.... یہ کنجی لو....!“



ام نینی کراہ کر اٹھ بیٹھی۔ پڑھ نہیں کلتی دیر تک سوتی رہی تھی۔ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے بستر نے بچکا لایا ہو۔ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگی وہ تو کسی بڑی لاخچ کا کیبین تھا لیکن وہ بیمار

400
 ”تاکہ ہم الگ الگ کر دوں میں رہ سکیں اور کسی کو ہم پر شبہ نہ ہو....!“
 ”یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ میں نے محض تمہاری شکل دیکھنے کے لیے تو یہ تکلیف گوارہ نہیں کی۔“
 ”خیر.... اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔ فی الحال مجھے یہ بتاؤ کہ عمران سے نکراو کی صورت میں تم کیا کرو گے؟“
 ”اگر یہ ثابت ہو گیا کہ وہی ڈھمپ لوپو کا ہے تو میں اسے مار دا لوں گا۔“
 ”اور اگر ثابت نہ ہوا تو....؟“
 ”پھر میرا اور اس کا کوئی جھگڑا نہیں۔“
 ”میں ثابت کر دوں گی۔“
 ”کرونا....!“
 ”وقت آنے پر۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔
 ”ذان پاریکا کے مل جانے پر تم کیا کرو گی؟“
 ”وہ ہمارا قیدی ہو گا۔“
 ”آخڑ کیوں....؟“
 ”ظاہر ہے کہ مجرموں میں سے صرف وہی زندہ بچا ہے۔“
 ”تم اسے مجرم کیسے کہہ سکتی ہو جب کہ وہ فرانس کی کسی نو آبادی کا شہری نہیں تھا؟“
 ”تم مجھ سے بحث کیوں کر رہے ہو؟“
 ”اپنے چڑچے پن کا ثوت دے رہا ہوں۔“ فرگ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔
 ”چلو تمہارا کیبین دکھادوں۔“
 ”تم کہاں رات بسر کرو گی؟“
 ”اپنے کیبین میں۔“
 ”یہ تو زیادتی ہے! اشوہر چڑچڑا ہی لیکن اس کے ساتھ یہ بر تاؤ تو نہیں کرتے۔“
 ”موسیو فرگ میں کر پچن ہوں۔ تجھ کی شادی کے بغیر تمہارے کیبین میں رات بسر نہیں کر سکتی۔“
 ”تو تجھ شادی کرلو۔ میں بھی کر پچن ہو جاؤں گا۔“

کیسے پہنچ؟ وہ تو اپنی خوابگاہ میں تھی اور عمران نے اسے زکام سے بچاؤ کا نجکش دیا تھا۔ بستے سے اتر کر وہ دروازے کی طرف چبیٹی۔ ہینڈل گھمایا لیکن دروازہ نہ کھلا۔ شاید باہر سے مقفل کر دیا گیا جھلابہٹ میں وہ دروازے کو پیٹنے لگی۔ پھر اس نے قفل میں کنجی گھونٹنے کی آواز سنی۔ اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک سفید قام آدمی کھڑا تھا۔ لبجے سے فرانسیسی ہی معلوم ہوتا تھا۔

”کیا تکلیف ہے مادام؟“ اس نے بڑے ادب سے پوچھا تھا۔ لبجے سے فرانسیسی ہی معلوم ہوتا تھا۔

”تم کون ہو؟“ ام بینی نے غصیلے لبجے میں پوچھا۔

”یہی سوال میں آپ سے بھی کر سکتا ہوں مادام۔“

ام بینی کی سمجھتے نہ آیا کہ اس کے جواب میں اسے کیا کہنا چاہئے۔

”اندر چلنے۔“ اجنبی نے نرم لبجے میں کہا۔

”میں پوچھتی ہوں مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔“

”آپ کو غلط قسمی ہوئی ہے۔“

آئی۔

”کیا ہوا....؟“ اجنبی بول کر بولا۔

وہ اس کی طرف دیکھ کر ہکلائی۔ ”مم.... میں.... کون ہوں؟“

”آپ ایک انڈو نیشی خاتون مادام عامرہ ہیں۔“

”نہیں.... نہیں.... میں ام بینی ہوں۔ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟“

”اور تم یہ نہیں دیکھتیں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔“ اجنبی نے کہا اور اس بار وہ اچھل ہی پڑی کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔

”کک.... کیا مطلب؟“

”ہر ہائی نس نے مذاق فرمایا ہے کیا تمہیں یاد نہیں کہ وہ کتنی آسانی سے مادری پر یہ سٹ بنت گئے“

”لیکن کیوں؟“

”بیٹھ جاؤ۔ میں نے تمہیں بے ہوشی کا نجکش دیا تھا۔“

”کیوں؟ کیوں؟ کیوں؟“

”تاکہ ہر ہائی نس آسانی سے تمہارا میک آپ کر سکتیں۔ اب تم بحیثیت ام بینی نہیں پہچانی جا سکتیں۔“

”اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم پہک منانے چلیں گے۔ لہذا ہم بالی سونار جا رہے ہیں۔“

”اوہو.... تو یہ بات ہے۔ ام بینی چیکی۔“ میں ایک سفید قام کی رنگ ذار یوں ہوں۔“

”بہت دیر میں سمجھیں۔“

”تو میں تمہاری یوں ہوں۔“ اس کے لبجے میں چکار کچھ اور بڑھ گئی۔

”اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”لیکن مجھے حیرت ہے تم اپنی آواز تک بدل سکتے ہو۔“

”تم نہیں بدل سکتیں۔ اس لیے تم دسروں کے سامنے خاموش ہی رہو گی....!“

”اتھا تو میں سمجھتی ہوں۔“

”فراگ لوئیسا کے شوہر کی حیثیت سے رو انہ ہو چکا ہے۔“

”میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ دوستی دشمنی میں بدلتے دیر نہیں گلتی۔“

”فکر نہ کرو۔“

”سوال تو یہ ہے کہ تمہیں انھار ہویں آدمی سے کیا سروکار۔ تم پر نس کو موکارہ پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ ہو گیا۔“

”انھار ہویں آدمی کی شکل نہ دیکھی تو مجھے قبر میں بھی چھین نہ آئے گا۔“

”پر نس اور ان کے باڑی گارڈز کہاں ہیں۔“

”انہیں موکارہ ہی میں چھوڑ آیا ہوں۔“

”اوہو.... تو بس ہم دونوں ہی....!“

”ہاں.... اور کیا....!“

"یہ تو بہت اچھا ہو۔ اب تم ہر وقت میرے پاس رہ سکو گے۔ کیا فرائی بھی ہم دونوں کو رپہچان سکے گا؟"

"جب تم خود ہی مجھے یا اپنے آپ کو نہ پہچان سکیں تو بے چارہ فرائی کیا پہچان سکے گا۔"

"بڑا مزہ آئے گا۔ وہ خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے لیکن تم اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ اگر تم زہر توت سما کا دا اسے مار ڈالتا۔"

"میں تو بالکل الو ہوں۔"

"تم.... تم بھیز کی کھال میں بھیز ریے ہو۔"

"ایسی باتیں نہ کرو کہ ڈر کے مارے میرا دم کل جائے۔"

"چلو باہر نکلیں.... کیا وقت ہو گا۔"

"گیارہ بجے ہیں۔" عمران گھری دیکھ کر بولا۔ "وہ لوگ تو شاید اب بالی سونار پہنچ بھی گئے ہوں۔"

"جس کہتی ہوں! مزہ آجائے گا۔"

"مزہ بھی آسکتا ہے اور ہم مارے بھی جاسکتے ہیں۔"

"تم قریب ہو تو مرتنا بھی گوارا ہے۔"

"یہ آخر تھی مجھت میں سے کیوں کرنے لگی ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔ کچھ بھی ہو۔ مجھے محبت کرنے دو۔... تمہیں تو مجبور نہیں کرتی کہ تم بھی مجھے چاہو۔"

"ایسی لئے تو مجھے اس محبت پر اعتراض نہیں ہے۔"

"ہمیا خود تم نے کبھی کسی کو نہیں چاہا؟"

"نہیں! مجھے کبھی اپنے بارے میں سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔"

"پھر تم کیا سوچتے رہتے ہو؟"

"بھی کہ آخر میں کیوں پیدا ہوا؟"

"شاید میرے ہی لئے پیدا ہوئے ہو۔ اب تو تمہیں مجھے سے محبت کرنی ہی پڑے گی....!"

"جن سے پیدا ہوا ہوں انہی سے محبت کرنے کا اتفاق آج تک نہیں ہوا۔"

"میں سمجھ گئی! تمہیں والدین کی محبت نہیں ملی۔"

"والدین کیا چیز ہے؟" عمران نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔ آؤ۔ ادھر بیلگ کے قریب آؤ۔" اور پھر انہیں وہ تم مسلخ کشتیاں نظر آئیں جو غالباً ان کی لائچ کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"تم کہیں میں جاؤ۔" عمران اُم بیٹی کا شانہ دبا کر بولا۔

"مک... کون لوگ ہیں؟"

"تم جاؤ... میں دیکھوں گا... کون ہیں۔"

ام بیٹی خاموشی سے چلی گئی تھی۔ لائچ کے گرد کشتیوں کا دائرہ ٹنگ ہوتا جا رہا تھا۔

عمران کے ہونٹوں پر شراست آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کیپین کے کہیں کی طرف چل پڑا۔ یہ لائچ بالی سونار ہی کی تھی اور پچھلے ایک بفتے سے موکارو کی بند رگاہ میں انگر انداز رہی تھی۔ چیف آف پولیس نے ان کا سفر اسی لائچ سے مناسب سمجھا تھا۔

ابھی وہ کہیں کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ ایک کشتی کا لاڈا پسیکر پنگھاڑ نے لگا۔ "انجمن بند کر دو... ہم تلاشی لیں گے۔"

بار بار یہی جملہ دہرایا جانے لگا۔ اور کیپین اپنے کہیں سے نکل آیا۔

"یہ کیا قصہ ہے؟" عمران نے تھیرانہ لجھ میں کہا۔

"آپ فکر نہ کیجھ موسیو۔ کچھ دنوں پہلے موکارو کی جنگی کشتیاں بھی یہی سب کچھ کرتی پھر رہی تھیں۔ ہو سکتا ہے انہیں کسی مفترور کی تلاش ہو۔" کیپین بولا۔

"مگر یہیں کون؟"

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔" کیپین نے کہا اور اپنے کہیں میں واپس چلا گیا۔ پھر اس کشتی کا لاڈا پسیکر بھی جاگ اٹھا اور عمران نے کیپین کی آواز سنی۔

"یہ بالی سونار کی لائچ ہے اور ہم اپنی سمندری حدود میں ہیں تم کون ہو اور کس لیے تلاشی لینا چاہتے ہو؟"

"کوئی جھگڑے والی بات نہیں ہے۔" جنگی کشتی سے آواز آئی۔ "ہمارا ایک آدمی موکارو سے فرار ہوا ہے ہمیں اس کی تلاش ہے۔"

”بالکل پہلی بار۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا لیکن زگہاب بھی تصویر پر جمی ہوئی تھی۔

”میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے تصویر سے متعلق اپنے احساسات سے آگاہ فرمائیے۔“ کیپشن نے کہا۔

”بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارا بادشاہ اس دنیا کی مخلوق نہ ہو....!“
”کیا آپ اس روایت سے واقف ہیں۔“

”کس روایت سے؟“

”میرا مطلب یہ ہے کہ آپ ہمارے بادشاہ سے متعلق کچھ نہیں جانتے؟“
”بالکل نہیں! میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمہارے جزیرے میں ملی جمل نسلوں کے جوڑے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔“

”تو پھر یہ تجھی ہو گا۔“ کیپشن نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔
”کیا تجھ ہو گا؟“

”اوہ موسیو! آپ کو شروع سے کہانی سنانی پڑے گی۔“
”ضرور سناؤ! میرے دوست!“

”اس وقت تو مجھے بھی یقین آگیا ہے کہ ہمارا بادشاہ تجھ کوئی آسمانی مخلوق ہے۔“
عمران نے احتمان انداز میں سر کو جنتیں دی اور اس کی آنکھیں حرمت سے پھیل ہوئی تھیں۔
کیپشن کی قدر توقف کے ساتھ تھا۔ ”بہت دنوں کی بات ہے جب بالی سونار پر فرانسیسیوں نے قبضہ کیا تھا۔ مار کوئی آر اگاہ ڈیڑھ سو ساپاہیوں سمیت حملہ آوار ہوا۔ اور پن جوئی قبیلے کی بادشاہت کا خاتمه ہو گیا۔ پھر خود مار کوئی آر اگاہ حکمران بن بیٹھا۔ بے حد خونخوار آدمی تھا جس کی سمجھ لیجئے کہ اپنے ڈیڑھ سو سفید فام ساپاہیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی آدمی نہیں سمجھتا تھا۔ بالی سونار کے باشندے اس کے تحت جانوروں کی سی زندگی بر کرنے پر مجبور ہو گئے ایسے مظالم ہوئے تھے ان پر کہ شاید جانوروں کو رحم آنے لگا ہو۔ بہر حال دو ظالم بادشاہوں کے بعد ایک عورت بالی سونار کی قسمت کی مالک بنی۔ شاید آسمان والے کو ہم پر رحم آگیا تھا اس ملکے نے سارے بغیر انسانی توانیں یک لخت منسوخ کر دیئے اور مقامی باشندوں کو بھی سفید فاموں کے برابر حقوقی

”اس لائق کے سارے مسافر معزز ہیں۔ تم ہماری سمندری حدود میں تلاشی لینے کے مجاز نہیں ہو۔!“

”سمندر پر صرف کنگ چانگ کی بادشاہت ہے۔ کنگ چانگ کے نام پر اگر اب بھی تم نے تعلیم نہ کی تو اپنے خارے کے خود مدد دار ہو گے۔!“ جنگی کشتی سے جواب آیا۔

”اچھا.... اچھا.... تم اپنا طمیان کر سکتے ہو۔“ کیپشن کی آواز فضائیں گوئی تھی۔ پھر لائق کا انجن بند کر دیا گیا تھا اور جنگی کشتی اس سے اتنی قریب آگئی تھی کہ چار پانچ آدمی چھلانگ میں مار کر لائق پر چڑھ آئے۔ یہ سب فرماںگ کے ان ساتھیوں میں سے تھے جو عمران کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔

وہ اس کے قریب سے گذرتے چلے گئے۔

لائق کی تلاشی کے بعد انہوں نے کیپشن کا شکریہ ادا کیا تھا اور کشتی پر واپس چلے گئے تھے۔

”بڑی عجیب بات ہے۔“ عمران کیپشن کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے کیبین میں داخل ہوتا ہوا بڑھ دیا۔

”یہ کنگ چانگ.... کیا آپ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، موسیو؟“
کیپشن نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔ ”تشریف رکھئے موسیو!“

لیکن عمران کو اب کنگ چانگ یا تشریف رکھنے کا ہوش کہاں تھا۔ وہ تو سامنے والی تصویر کو مبہوت ہو جانے کے سے انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔

کیپشن نے اس کی طرف دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔ پھر کنکھار کر بولا۔ ”یہ ہماری ملکہ اور بادشاہ ہیں موسیو۔“

”بادشاہ۔“ عمران پچونک پڑا۔
گھنی ڈاڑھی اور موچھوں والا ایک سیاہ فام مرد ایک سفید فام عورت کے ساتھ کھڑا تھا۔

”ہاں.... موسیو.... یہ ہمارے بادشاہ ہیں۔“

”تیرت اگنیز!“

”میں نہیں سمجھا موسیو!“

”م..... میرا مطلب ہے۔ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔“

”اوہ.... تشریف رکھئے تا۔“ وہ پر جوش لججھ میں بولا۔ ”اور براہ کرم مجھے اپنے احساسات سے آگاہ فرمائیے۔ کیا آپ پہلی بار بالی سونار تشریف لے جا رہے ہیں؟“

مل گئے۔ ملکہ کی نیک دلی کے گیت گائے جانے لگے وہ اپنے محل سے نکل کر عوام کے درمیان آ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ بالی سونار میں ایک سیاہ فام اجنبی دکھائی دیا۔ جس کے بعد میں محاس تھی اور آنکھیں ستاروں کی طرح روشن تھیں۔ وہ بات کرتا تو ایسا لگتا تھیں کہی زمرو دریا بخیر زمینوں کو سیراب کرتا بہجا گارہا ہو۔ وہ کہتا تھا مجھے چیزوں نے حکمت سکھائی ہے یہ نئے نئے کیڑے میرے راہبر ہیں۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں دکھاؤ۔ وہ لوگوں کو کسی ایسی جگہ لے جاتا جہاں چیزوں کی قطاریں اپنی روزی اپنے نئے نئے جیزوں میں دبائے رواں دواں ہوتیں۔ وہ لوگوں سے کہتا یہ دیکھو یہ سب ایک دوسرے کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اپنی یہ مندا کی جگہ ذخیرہ کریں گی اور مزے سے پوری بر سات گزار دیں گی۔ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ اس دا نے کوئی اٹھا کر لائی تھی۔ یہ صرف میرا ہے کیا تم لوگ چیزوں سے بھی زیادہ بے وقت ہو۔ بول اے آدم زادو! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دس آدمیوں کا کہنا ہے ایک کمرے میں سڑتا رہے اور چار افراد کا کہنہ دس کمروں کی عمارت پر قبضہ جائے بیٹھا رہے۔ بول اے آدم زادو! کیا تو چیزوں سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ مر نے کے بعد تجھے بھی کیڑوں کی مندا بنتا ہے۔ حقیر ترین کیڑوں کی غذ۔ لہذا اپنی عظمت کے گیت نہ گا۔ اپنی عقل کا تم کر۔۔۔ بہر حال بالی سونار کے باشدے اس کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔ ملکہ نے ایک دن اسے اپنے محل میں بلوایا۔ اور پھر بالی سونار کے دن پنج پنج پھر نے لگے۔ امداد بائی کا نظام رانج ہو گیا اور ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق ملنے لگا۔ ہیئتیوں کا تعین ہو جانے کے بعد کسی کو کسی سے شرمندگی نہ رہی۔ وہ کہتا تھا بادشاہ کے لیے اتنا ہی اعزاز کافی ہے کہ سب اس کا حکم مانتے ہیں۔ اس کا معیار زندگی عام آدمی کے معیار زندگی سے بلند ہوتا چاہئے۔ ملکہ اسے چاہئے گلی۔ شادی تک بات جا پہنچی اور پھر یہ ہوا جناب کہ وہ دونوں تین کمروں کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے اور وہ جو جھوپڑیوں میں رہتے تھے محالت میں بسادیے گئے۔ اب بالی سونار جنت ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ اس دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔ اُن بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آیا تھا۔

عمران متکرانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔“

”اور مو سیو! آپ نے اس کی تصدیق کر دی۔“

”بادشاہ کا کیا نام ہے؟“

”نجات دہندا۔۔۔ ہم سب اسے صرف نجات دہندا کے نام سے جانتے ہیں۔۔۔!“
”یہ توصیت ہوئی اس کی نام بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔“ عمران بولا۔
”ہمتوں میں کیا رکھا ہے۔“ اوصاف ہی آدمی کو زندہ رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم معموم رہتے ہیں۔“

”کیون؟ معموم کیوں رہتے ہیں؟“

”ملکہ اور بادشاہ ابھی تک جانشین پیدا نہ کر سکے۔“

”میں انہیں صاحب اولاد بنادوں گا۔“ عمران اردو میں بڑھ دیا۔ ”سنیاں بابا کی گولیاں۔“
”کیا فرمایا مو سیو!“ کیپٹن چوک کر بولا۔

”کچھ نہیں! اچھا کہپن بہت شکریہ۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔



بالی سونار کے سب سے بڑے ہوئی ”تلوداں“ کے ایک کمرے میں فرماں بیٹھا رہی و تاب کھارا تھا۔ پیچ و تاب کا سلسلہ تو اسی وقت شروع ہو گیا تھا۔ جب لویں سانے کا ونڈر پر پہنچ کر دوالگ الگ کر کے بک کرائے تھے اور اب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ ڈائینگ ہال میں بیٹھ کر شراب نوشی بھی نہ کر سکے گا۔ شراب بیہاں صرف رہائشی کمروں میں سرو کی جاتی تھی اور نئے کی حالت میں باہر نکلا قانوناً جرم تھا۔ پورے ہے ہر یہ قانون لا گو تھا۔ اس لیے پہنچنے والے عموماً گمروں ہی پر پی کر سور ہتے تھے۔

اس ہوئی میں اسے پیشہ ور لڑکیاں بھی نہیں دکھائی دی تھیں۔ اس کے نکتہ نظر سے عجیب نامعقول جگہ تھی۔ اس جزیرے کے متعلق اس نے پہلے جو کچھ بھی سنا تھا اس میں سے پچاس فیصد کو انہوں سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن اب یہ حقیقت اس پر واضح ہو گئی تھی کہ یہ جزیرہ ایک ایسا مریض ہے جس پر معانگ نے دودھ اور دلیا کے علاوہ اور سب کچھ حرام کر دیا ہو۔
وپر شراب لے کر آیا تو وہ اس سے الٹھ پڑا۔

”یہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟“

”میں نہیں سمجھا جناب عالی۔“ اس نے مودباہ کہا۔

”بند کر کے میں تھا بیٹھ کر پہنچنے سے کیا فائدہ؟“

”آپ کی الہیہ کا دفتر پر آپ کے لیے یہ لفاظ دے گئی تھیں۔“ اس نے براون رنگ کا ایک لفاظ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اچھا.... اچھا....!“

لفاظ دے کر وہ واپس چلا گیا۔ فرائغ لفافے کو ہاتھ میں لیے اس طرح گھورے جا رہا تھا۔ جیسے کسی قسم کی انہوں نے دو چار ہو گیا ہو۔ پھر اس نے لفاف چاک کر کے تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ لوئیس نے لکھا تھا۔

”اس امداد کا بہت بہت شکریہ! تمہارے بغیر آمد ناممکن تھی۔ لیکن واپسی بے حد آسان ہو گی۔ یہاں میرا ایک عمر زاد بھی رہتا ہے۔ اسی کے ساتھ قیام کروں گی۔ ایک بار پھر شکریہ!...!“

”کیتا!“ فرائغ میز الٹ کر دہاڑا اور بوتل کسی کیتائی طرح بھونکتی ہوئی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

”میں دیکھوں گا تجھے۔“ وہ مکا ہلاکر چھخارہ۔ ”مجھ سے نک کر کہاں جائے گی۔ تو نے مجھے عمران کے خلاف اسی لیے ور غلاماً تھا۔“

لوئیسا کا کمرہ خالی ملا۔ وہ اپنا سوت کیس بھی ساتھ لے گئی تھی۔ آہستہ آہستہ فرائغ خندنا پڑ گیا۔ لیکن اس کے ہاتھوں کی کلبلاہت بدستور باقی تھی۔ جو کسی کا گلagonوٹ دینے سے قبل محسوس کیا کرتا تھا۔

ویٹر کو طلب کرنے کے لیے اس نے گھنٹی کا بن دبایا اور اس کے انتظار میں ٹھیٹا رہا۔ کچھ دیر بعد ویٹر نے اپنی آمد کی اطلاع دے کر دروازہ کھولا تھا۔ اور پھر دروازے کے قریب ہی رک کر اٹا ہوئی میز کو جھرت سے دیکھا رہا۔

”میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں میرے دوست۔“ فرائغ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تمہارا بادشاہ کوئی مافق افطرت ہستی ہے۔“

”مم.... میں نہیں سمجھا جتاب۔“ ویٹر ہکلایا۔

”تمہارے جانے کے بعد کسی نظر نہ آنے والے ہاتھ نے میز الٹ دی۔ بوتل ٹوٹ گئی اور شراب فرش پر پھیل گئی۔“

”قانون.... قانون ہے جتاب!“

”یجھے معلوم ہوتا تو ہر گزاہ کا رخ نہ کرتا۔“

ویٹر شراب رکھ کر جانے لگا تو اسے روک کر بولا۔ ”کوئی اچھی سی لڑکی بھی چاہئے۔“

”پانچ سال پہلے آپ آئے ہوتے تو اس کا بھی انتظام ہو جاتا۔“ ویٹر نے خشک لبجھ میں کہا۔

”میں ٹھیک کر دوں گا اس جزیرے کو۔“ فرائغ اسے گھورتا ہوا غرایا۔

”ہم اس لبجھ کے عادی نہیں ہیں جتاب!“

”اچھا.... اچھا.... جاؤ۔“ فرائغ ہاتھ ہلاکر بولا۔ ”کیا شپ بھی نہیں لیتے؟“

”ہر گز نہیں۔ ہماری توہین نہ کیجئے جتاب۔ ہمیں سردوں کی معقول تباخہ ملتی ہے۔ پھر ہم بھیک لے کر کیا کریں گے۔“

”جاؤ۔ اے فرشتے دفع ہو جاؤ۔ میں تمہاری جنت میں کوئی ابلیس ضرور بھجواؤں گا۔“

ویٹر کے ہونوں پر عجیب مکراہت نمودار ہوئی اور اس نے بے حد نرم لبجھ میں کہا۔ ”انسانیت کے رشتے سے میں آپ کو ایک معقول مشورہ دینا چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”اس جزیرے میں غیر انسانی بر تاؤ سے احتساب کیجئے۔ ورنہ کوئی بھی شہری آپ کے اخراج کی سفارش کر دے گا اور آپ کو تمنے گھنٹے کے اندر اندر جزیرہ چھوڑ دینا پڑے گا۔ اس کے لیے ہماری ایک لانچ ہر دو قوت مخصوص رہتی ہے۔“

”اڑے.... تم تو برامان گئے۔“ دفتار فرائغ نے تھکہ لگایا۔

”نہیں.... آپ بہت غصہ ور معلوم ہوتے ہیں اس لیے میں نے آپ کو اگاہ کر دیا۔“

”اچھا.... اچھا.... شکریہ!“

ویٹر کے ٹپے جانے کے بعد فرائغ کی پیشانی پر سلوٹس پر گئی تھیں۔ بہر حال اس نے شراب نوش شروع کر دی۔ شاید دس منٹ بعد دروازے پر دشک ہوئی تھی۔

”آ جاؤ....!“ فرائغ غرایا۔

وہی ویٹر دروازہ کھول کر اندر دا غل ہوا جو شراب لایا تھا۔

”میا خبر ہے؟“ فرائغ اسے گھورتا ہوا بولا۔

”یقین نہیں آتا آنکھوں پر۔“ اجنبی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
 ”بینچ جاؤ!“
 وہ بیٹھتا ہوا بولا۔ ”کیا آپ تمہاریں آنے تک فرماں...؟“
 ”یہ نام مت لو...؟“ فرماں کے رجسٹر میں موسیو اور مادام مالپوفینگ
 درج ہے۔
 ”کوئی سفید فام خاتون... شادی کب کی؟“
 ”ہشت... شادی... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک فرانسیسی عورت ہے۔
 ”اچھا... اچھا...“ اجنبی مسکر لیا۔
 ”ضرور تباہ آیا ہوں۔ ایک اپنی کی تلاش ہے۔ جو موکارو سے ایک لڑکی کو انگوکھا لایا ہے۔“
 ”مجھے بتائیے! میں آج کل پولیس کا اعلیٰ عہدیدار ہوں۔“
 ”پولیس! فرماں! اچھل پڑا۔“
 ”ہاں جناب! ہم ہی سے بد معاشوں کو شریف بنانے کے لیے بڑی بڑی ذمہ داریاں سونپ دی
 گئی ہیں۔“
 ”تب تو میں نے برائیا۔ یہاں سب ہی فرشتے ہو گئے ہیں۔“
 ”ایسا تو نہیں ہے۔ بہترے دل کی بات دل ہی میں رکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔“
 ”یعنی تم اب بھی کمیسہ پن پر ہی یقین رکھتے ہو؟“
 ”ہاں موسیو! مجھے بندھی نگی سے نفرت ہے۔ لیکن مجبوری۔“
 ”ٹھیک ہے... تب تم میرے کام آسکو گے۔“
 ”مادام کہاں ہیں؟“
 ”اے بھی تلاش کرتا ہے۔ یہاں تک ساتھ آئی تھی۔ پھر جلدے کر نکل گئی۔ وہ ان
 دونوں پر گلک سے ہاتھ ڈالنا چاہتی ہے۔ سو ماں تو میرے دوست! تم بہت اچھے موقع پر ملے۔“
 ”اب آپ کو میرے ساتھ قیام کرنا پڑے گا۔“
 ”بڑی خوشی نے سوار تو...؟“
 ”آپ نے اس اپنی کے بارے میں نہیں بتایا۔“

”اوہ....“ ویٹر کے حلقت سے گھنی گھنی سے آواز نکلی۔
 ”اب میں تم سے شراب مانگوں بھی تو نہ دینا۔“
 ”بہت بہتر جناب.... آپ کے حکم کی قیل کی جائے گی۔ اس ویٹر کو بھی سمجھا، وہ گاج
 دوسری شفت میں میری جگہ لے گا۔“
 ”بہت بہت شکریہ!“
 ”میں ابھی فرش صاف کرائے دیتا ہوں۔“
 اس کے چلے جانے کے بعد فرماں کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ سر بلہ
 کر بڑا بڑا۔ ”تم سمجھوں کو دیکھوں گا۔“
 کبھی باہی سونار بھی لگ کچاگ کی تجارت کا گھوارہ رہ پکا تھا۔ یہاں بھی فرماں کے جانے
 والے موجود تھے اور اب وہ اس ہوٹل کو چھوڑ کر انہی سے رابط قائم کرنے کی سوچ رہا تھا۔
 کمرے کے فرش کی صفائی کے بعد وہ ڈائنسنگ ہال میں آیا اور ایک میز پر قبضہ کرنے کے بعد
 کافی طلب کی۔ شراب کی اتنی مقدار اس کے جسم میں پہنچ چکی تھی جو دماغ کو گرم رکھ لئی۔ دیے
 تو بلا نوش تھا اور ڈھیروں پی جانے کے بعد بھی بہت نہیں تھا یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی بے پے
 بھی اول درجے کا پاگل نظر آتا تھا۔
 کافی نوشی کے دوران میں گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا۔ اسے توقع تھی کہ اس کے پرانے
 شناسوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور دکھائی دے گا۔
 دفتار اس کی نظر کاؤنٹر پر رکی جہاں ایک جانا پیچانا چہرہ دکھائی دیا تھا۔ اس نے قریب سے
 گذرنے والے ایک ویٹر کو روک کر کہا۔ ”ذر امیرے لیے ایک تکلیف کرو...!“
 ”فرمائیے جناب!“ ویٹر مود بانہ بولا۔
 ”ذر ایہ چٹ ان صاحب کو دے آوجو کاؤنٹر کلارک سے گھنگو کر رہے ہیں۔“ فرماں نے اپنی
 نوٹ بک سے ایک ورق نکال کر اس پر جلدی جلدی کچھ لکھتے ہوئے کہا۔
 ”بہت بہتر جناب!“ ویٹر نے کہا اور کاغذ اس کے ہاتھ سے لے کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔
 تھوڑی ہی دیر بعد اجنبی فرماں کی میز کے قریب کھڑا اسے متین ان نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔
 ”ارے بوڑھے بیٹھے اس طرح کیا دیکھ رہے ہو؟“ فرماں کی کمر پر ہاتھ مار کر بولا۔

”لوئیسا فرگ کو جمل دے گئی۔“
”کیا ہوا....؟“
”فرگ اسے ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ لوئیسانے ہوٹل میں دوالگ الگ کمرے بک کرائے تھے۔
پھر وہ اسے تھاچھوڑ کر غائب ہو گئی۔“
”بہت اچھا ہوا۔ اب اسے تمہاری قدر معلوم ہو گی۔“
”مجھے فرگ سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں اپنے انعام کو پہنچے۔!“
”لک.... کیا.... مطلب؟“
”کیا تم اس سے انتقام نہ لو گی؟“
”مم.... میں.... آم بینی تھوک نگل کر رہ گئی۔“
”خیر چھوڑو.... وقت آنے دو۔“
”آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟“
”بس دیکھتا۔ اس وقت بساط کے سارے مہروں پر میری نظر ہے۔ ڈان اسپاریکا، فرگ اور
لوئیسا۔“
”کیا تم نے اسے بھی ڈھونڈ نکالا۔“
”ہاں۔ وہ یہاں کی ملکہ کے چپازاد بھائی کا مہمان ہے اور فرگ اب ہوٹل سے ایک پولیس
آفیسر کے مکان میں منتقل ہو گیا ہے میری معلومات کے مطابق یہاں کے بہترے لوگوں سے
اس کے مراسم ہیں۔“
”تب پھر یہ توہبت برآہو۔“
”ہو سکتا ہے کسی قدر دشواری پیش آئے۔“
”میں تو کہتی ہوں واپس چلو۔ تمہیں آخر ان بکھریوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔“
”بکھریوں میں پڑنا میری ہابی ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی تفریح نہیں۔“
”میرا خیال ہے کہ لوئیسانے تمہارے ذہن پر قبضہ جمالیا ہے۔“
”کھانا تھیں مگر واہیں یاذا گنگ ہاں میں کھاؤ گی۔ پھر میں تمہیں اس تفریح گاہ میں لے چلوں
گا۔ جہاں فرگ سے ملاقات ہو سکے گی۔“

”اس کا نام ڈان اسپاریکا ہے اور ٹرکی کا نام لی ہادر۔“

”وہ اسے اغوا کر کے لایا ہے؟“ سومار تو کے لجھے میں حیرت تھی۔

”ہاں.... آں....“

”مگر وہ دونوں تو یہاں جانی پچانی شخصیتیں ہیں۔ آتے ہی رہتے ہیں۔ ملکہ کے پچا بھائی
مار کوئی دوبن کے مہمان اور دوست۔“

”لا لا لا۔“ فرگ انگلیوں سے میز بجا تا ہوا گنگلیا۔ پھر سومار تو کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے
سوال کر بیٹھا۔ ”یہ مار کوئی کیسا آدمی ہے؟“

”اس نظام سے وہ بھی غیر مطمئن ہے اور ایسے آدمیوں کی تلاش میں رہتا ہے جو اس کے ہم
خیال ہوں۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اب تو یہاں مجھے اپنی آمد ایسی ہی لگتی ہے جیسے آدم کی جنت میں
بالآخر سانپ داخل ہو گیا ہو۔“

”باقیہ باقیں پھر۔“ سومار تو آہستہ سے بولا۔ ”اب چلنے کی تیاری کیجئے۔“



آم بینی شدت سے بور ہو رہی تھی۔ عمران اسے ہوٹل میں چھوڑ کر خود تھا انکل کھڑا ہوا تھا۔
آج بھی قریباً پانچ گھنٹے گزر جانے کے بعد ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ آم بینی عمران کی
غیر موجودگی میں کمرے ہی تک مدد و دہنی۔ نہیں چاہتی تھی کہ عمران کے کسی کام میں دشواری
بیدا ہو۔ وہ اسے پہلے ہی بادر کر چکا تھا کہ خود اس میں آواز بدل کر گفتگو کرنے کی صلاحیت نہیں
ہے۔ اس لیے اسے زیادہ تر خاموش ہی رہنا پڑے گا۔

عمران رات کے کھانے سے قبل ہی واپس آگیا۔ ورنہ آم بینی نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر وہ آٹھ
بجے کے بعد واپس آیا تو پھر وہ نہ خود کھائے گی اور نہ اسے کھانے دے گی۔

عمران نے اسے منہ بناتے دیکھ کر تہیہ کیا اور بولا۔ ”مزہ آگیا۔“

”بس خاموش رہو۔ ورنہ تمہیں اس تفریح کی سفر کا مزہ بھی پچھا دوں گی۔“

”سنگی تو تم بھی ہنس پڑو گی۔“

”کہو جلدی سے جو کچھ کہنا ہے۔“

توت بھی مل رہی ہے۔

”ایکن فراغ کے آدمی یہاں کیسے داخل ہو سکیں گے؟“

”اگر یہاں کے باشندے انہیں جزیرے میں لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ بلیک اینڈ وائٹ کی پابندی تو صرف غیر ملکی سیاحوں کے لیے ہے۔“

”آخر سیاحوں نے کیا قصور کیا ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ان کے نظام کی پہنچی ہو سکے۔“

”مجھے بھی ان کا نظام پسند ہے۔ یہاں کے دوسرے مجھے اس کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں۔“

”فراغ کے بہترے لوگ جزیرے میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ اب یہاں تباہ نہیں ہے۔“

مارکوئی دوپنِ ڈان اسپاریکا اور فراغ کا ملکت مکمل ہو گیا ہے۔“

”یہ تو بہت براہوا۔ ایسے عمدہ نظام کو جاہ نہیں ہونا چاہئے۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ بادشاہ کو مطلع کر دیا جائے۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ

میری بات پر یقین ہی کر لے۔“

”اور وہ کیا کر رہی ہے؟.... لوئیسا۔“

”وہ ڈان اسپاریکا کو زندہ گرفتار کر لے جانا چاہتی ہے۔ یہاں اس نے اپنے ہمدرد بھی پیدا کر

لیے ہیں۔ ہو سکتا ہے پہلے ہی سے اس کی جان بچان رہی ہو۔ بہر حال اگر اس سازش کا علم

بھی ہے تو وہ اس سے چشم پوشی ہی کرے گی اور منتظر ہے کہ کب ہنگامہ شروع ہوتا ہے۔ پھر وہ

ہنگامے کے دوران میں ڈان اسپاریکا پر ہاتھ ڈال دے گی۔“

”پچھے کرو عمران! یہاں کے لوگ بہت خوش ہیں۔ انہیں سینکڑوں سال بعد آزادی کا سانس

لینا نصیب ہوا ہے۔ میں نے سنائے کہ بادشاہ سے ہر وقت ملاقات کی جا سکتی ہے۔ وہ بالکل عام

آدمی کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ تم کہتی ہو تو میں تیار ہوں۔ لیکن اس کے لیے تمہیں فراغ کے پاس

واپس پہنچنا ہو گا۔“

”نن.... نہیں....“ وہ بوکھلا کر بولی۔

”اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ بعض اوقات دوسروں کے تحفظ کے لیے اپنی قربانی دینی

”مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔“

”یہ بہت بری بات ہے، ہم تفریح کے لیے آئے ہیں۔“

”سنوا! فراغ میرے چلنے کے انداز سے مجھے پہچان لے گا۔ میں اس پر بھی قابو نہ پاسکوں گی۔“

”اوہ....“ عمران اسے غور سے دیکھ کر رہا گیا۔ ام نینی غمزدہ انداز میں مسکرانی اور بولی۔ ”میں سوچتی ہوں کہ تمہارے لیے بوجھ بن کر رہ گئی ہوں۔“

”اگر تم میرے لیے بوجھ بن گئی ہو تو تمہیں موکارو ہی میں چھوڑ آتا۔ فضول باقی نہ کرو چلو! اُنگ ہاں میں کھانا کھائیں گے۔“

”پھر تم مجھ سے بھاگے بھاگے کیوں پھرتے ہو؟“

”میں تمہیں بتاؤں گا کہ مجھے اس دوران میں کیا کچھ معلوم ہوا ہے۔ خاطر خواہ بھاگ دوز کے بغیر یہ ممکن نہ ہوتا۔“

”وہ ڈاکنگ ہاں میں آئے۔“

”یہاں کے لوگ بے حد شاکست ہیں۔ ام نینی پاروں طرف نظر دوڑاتی ہوئی بولی۔“

”لیکن مجھے افسوس ہے کہ بہت جلد سب کچھ جاہ ہو جائے گا۔“

”کیوں؟ کیا تم اسی لیے آئے ہو؟“

”نہیں میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ یہاں فراغ کی موجودگی نے سازشیوں کو بڑی تقویت پہنچائی ہے۔“

”کھل کر بات کرو۔ پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”میں تمہیں بتا پکا ہوں کہ یہاں موجودہ نظام کس طرح نافذ ہوا تھا۔ لیکن ملکہ کے خاندان کے افراد کو یہ تبدیلی پسند نہیں آئی تھی۔ اس کا چچازاد بھائی مارکوئی شروع ہی سے اس پکر میں رہا

تھا کہ کسی طرح سب کچھ ملیا میٹ کر دے لیکن بادشاہ اور ملکہ کو عوام کی حمایت حاصل ہے۔ عوام امداد بائی ہی والے نظام کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے مارکوئی دوپن کے لیے اس کے علاوہ کوئی

صورت نہیں رہ جاتی کہ وہ تشدد کے ذریعے حکومت کا تختہ الٹ دے۔ ڈان اسپاریکا مارکوئی کا دوست ہے۔ اس نے اسلخ کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ اب فراغ کی وجہ سے انہیں افرادی

پڑتی ہے۔

”لیکن آخر اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟“

”تاکہ میں اس کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکو۔ ورنہ پھر یہاں کے مخصوص لوگوں کی مدد کیسے کی جاسکے گی۔“

”ام بینی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر بھرائی آواز میں بولی۔ ”میں تیار ہوں۔“

”بالکل ٹھیک۔ تو اب میں تمہارا میک آپ ختم کر دوں گا اور تم اپنی اصلی شکل میں آ جاؤ گی۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ مجھ پر باتھہ ڈالنے کے لیے لوئیسا تمہاری طرف بھی متوجہ ہو جائے گی۔ اور میرا کام آسان ہو جائے گا۔“

”تمہارا کام؟“

”ہاں! میرا اصل کام تو یہی ہے کہ ڈاں اسپاریکا کو لوئیسا کے ہاتھ نہ لگنے دوں! دنیا کو امن کی ضرورت ہے۔ مہلک ہتھیاروں میں زیادہ اضافہ نہیں چاہتی۔“

ام بینی بہت زیادہ متر د نظر آنے لگی تھی۔

کھانا کھا کر وہ پھر کمرے میں واپس آگئے۔ عمران ام بینی کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم کچھ بجھ کی گئی ہو۔“

”میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔“ وہ دفعہ اور پڑتی۔

”پروردگار میرے گناہ معاف کر۔“ عمران چھت کی طرف دیکھ کر اردو میں بڑا بڑا۔ پھر ام بینی کا شانہ تھپک کر بولا۔ ”تم یہ کام میرے ہی لئے کرو گی۔“

”اور اگر میں اس کے بعد تمہیں نپاکی تو؟“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

عمران ام بینی کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر دستک ہوئی۔

عمران نے ام بینی کو دوبارہ اشارہ کیا کہ دستک دینے والے کو غلط کرے۔

”کون ہے؟“ ام بینی نے اوپنی آواز میں پوچھا۔

”پولیس....!“ باہر سے آواز آئی۔

عمران آہستہ سے بولا۔ ”فراگ کا کوئی آدمی ان کے ساتھ ضرور ہو گا۔ اس لیے تم بالکل

خاموش رہنا۔“

اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تھا۔ ام بینی کو ایک سلیخ پولیس میں کے ساتھ فراگ کے دو آدمی دکھائی دیئے۔ جنہیں وہ اچھی طرح پچانتی تھی۔

پولیس میں نے عمران کو گھوکر کر دیکھا اور فراگ کے آدمی عمران سے سوالات کرنے لگے۔ پھر وہ ام بینی کی طرف مڑے۔

”وہ انڈو نیشی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتی۔“ عمران نے کہا۔ اس کے بعد ان کے سامن کی تلاشی لی گئی اور وہ واپس چلے گئے تھے۔ ام بینی چند لمحے عمران کو دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”تم حیرت انگیز طور پر اپنی آواز بدل سکتے ہو۔“

عمران کسی گہری سوچ میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولا۔ ”بس اب تم یہیں ٹھہر و فی الحال کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ فراگ کو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔“

”نہیں! تمہارا تحفظ میں اس کے قریب ہی رہ کر کر سکوں گی۔“ ام بینی نے کہا۔ ”ضروری نہیں کہ وہ تمہاری باتوں میں آہی جائے گا۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو! میں اسے کوئی کہانی سنادوں گی۔ لیکن اس میک آپ میں اس کے دو آدمی مجھے دیکھے چکے ہیں۔“

”میک آپ بدلا بھی جا سکتا ہے۔“

”تم بدل سکو گے؟“ ام بینی خوش ہو کر بولی۔

”کیوں نہیں! پرانی سے تھوڑا بہت میں نے بھی سیکھ لیا ہے۔“

”تب تو پھر کوئی دشواری نہیں! میرا میک آپ بدلو۔ اور مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں فراگ مل سکے گا۔“

رات کے سارے نوبے تھے۔ عمران دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ”کل پر رکھو۔ اس وقت مناسب نہیں۔“



فراگ کے چہرے پر اب مصنوعی ڈاڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک چڑھائے رکھتا تھا۔

اب وہ کرنل سومار توکا مہمان نہیں تھا۔ مارکوئی دوپن نے اسے بھی اپنی مہمانی کا شرف بخشنا تھا۔ اس طرح فراغ کوڈا ان اسپاریکا سے بہت قریب ہو جانے کا موقع مل گیا تھا اور پھر جیسے ہی لی ہارا کی ہم نئی حاصل ہوئی سب کچھ بھول گیا۔ اب نہ اسے لوئیسا کی فکر تھی اور نہ ان اسپاریکا کے مہلک حربے کے پلان اور ڈائیگرام کی۔ وہ تو ہارا کی کھلکھلتی ہوئی سی ہنی میں کھویا رہتا تھا۔ شاید ڈاٹ اسپاریکا نے اسے محوس کر لیا تھا۔ اس لیے لی ہارا کو اس کے ساتھ تھا نہیں چھوڑتا تھا۔

اس وقت بھی وہ لی ہارا کے ساتھ تھا اور لی ہارا فراغ کا مٹھکہ اڑا رہی تھی۔ فراغ بالکل احتمالوں کے سے انداز میں اس کے لیے تفریغ کے موقع پیدا کر رہا تھا۔ دفتار مارکوئی دوپن نے کرے میں داخل ہو کر کہا۔ ”کوئی عورت موسیو ماپوفینگ سے ملتا چاہتی ہے۔“

فراغ چونکہ پڑا۔

”کیا اس نے یہ نام لیا ہے... یور آزر؟“ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

”نہیں۔ اس نے صرف تمہارا حلیہ بتایا تھا۔“

”وہ کہاں ہے یور آزر؟“

”ملقات کے کمرے میں...!“

”میں دیکھتا ہوں۔“ فراغ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

ملقات کے کمرے میں پہنچ کر اس نے اس لڑکی پر تمحیرانہ نظر ڈالی۔ وہ سمجھا تھا لوئیسا ہو گی لیکن وہ تو کوئی پولی نیشی ہی معلوم ہوتی تھی۔

”کیا تم مجھ سے ملتا چاہتی ہیں؟“ فراغ نے پوچھا۔

لڑکی نے مسکرا کر سر کو اشبانی جنبش دی۔

”کیا بات ہے؟“

”عمران نے مجھے دھوکا دیا۔“

فراغ اس کی آواز س کراچپل پڑا۔

”ام نینی...!“ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا تھا۔

ام نینی کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ڈھلنے لگے تھے۔

”کیا ہوا... تو روکیوں رہی ہے... عمران کہاں ہے؟“

”مجھے اس بھیس میں یہاں لایا تھا۔ پھر پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا۔“

”ہم دونوں ہی نے دھوکا کھایا۔“ فراغ کے ہونٹوں پر مردہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”اب میں کیا کروں؟“

”تم اس کے ساتھ چلی کیوں آئی تھیں؟“ فراغ نے کہا پھر چونکہ کرے گھورتا ہوا بولا۔

”تم یہاں کس طرح پہنچیں؟“

”کیا یہ ڈاڑھی تمہاری شخصیت کو چھاکتی ہے۔ میں نے پچھلی رات تمہیں لاپلاس میں دیکھا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم یہاں رہو گے۔“

”اوہ.... تو تم میرا تعاقب کرتی ہوئی یہاں پہنچی تھیں۔“

”یہی بات ہے!“ ام نینی سر ہلا کر بولی۔ ”چونکہ تم نے مصنوعی ڈاڑھی لگا رکھی تھی اس لئے اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمہارا نام نہ الوں بلکہ تمہارا حلیہ بتا کر اپنا پیغام بھجواؤ۔“

”تم نے سمجھ داری کا بہوت دیا ہے۔ اس طبقے میں میرا نام مالا پفینگ ہے۔“

”لیکن تم یہاں آئے کیوں ہو؟“

”انھار ہوئیں آدمی کی تلاش میں۔ لوئیسا مجھے یہاں لائی تھی۔ پھر خود غائب ہو گئی۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ دونوں غیر ملکی ہمیں بے وقوف بnar ہے ہیں۔“ ام نینی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”یہ سب کچھ پرانے ہر بنڈا کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہاں سے واپسی پر اسے مارڈا لوں گا۔“

”مجھے بتاؤ کہ اب کیا کروں۔ کہاں جاؤں؟“

”میری زندگی میں ایسی باتیں سوچنے کا خیال کیسے آیا تھے۔“

”تمہارا کیا اعتبار۔ ہو سکتا ہے کہ کل پھر کسی اور کو بخشن دو۔“

”نہیں.... نہیں.... اب ایسا نہیں ہو گا۔ میں عمران کو بھی مارڈا لوں گا۔“

ام نینی کچھ نہ بولی۔ فراغ کہتا رہا۔ ”انھار وال آدمی میرے قبضے میں ہے۔“

”اوہو.... تو پھر؟“

”لیکن مجھے اس سے کیا پچپی ہو سکتی ہے۔“

”عمران کہہ رہا تھا کہ وہ اس خطرناک حربے کے بارے میں پوری پوری معلومات رکھتا ہے۔“

اپنی مرغیوں کو دانہ ڈال رہی تھی۔ عمران کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
”خوش آمدید...!“ اس کی آنکھیں مسکرا چکیں۔ ہونتوں پر گھنی موچھیں چھائی ہوئی تھیں۔

”میں یہاں بچ بولنے آیا ہوں۔ یور مجھنی۔“ عمران بڑے ادب سے بولا۔

”یور مجھنی نہیں... بھائی کہو۔ بالی سونار کے باشندے باپ کہتے ہیں۔“

”یہ سب اتنے اچھے ہیں کہ مجھے سمجھنے لگتے ہیں۔“ عمران کے لمحے میں شرمیلا پن تھا۔

”چلو اندر چل کر بینیں۔ مجھے سیاحوں سے بڑی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تم شاید

فرانسیسی ہو۔“

”نہیں بھائی۔ میں ایشیا کا باشندہ ہوں اور پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ سے بچ بولوں گا۔“

بادشاہ نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”نہیں تم ایشیا کے باشندے نہیں معلوم ہوتے۔“

”یہ میک آپ ہے بھائی...!“

”کیا مطلب؟“

”اس کے بغیر آپ کی سر زمین پر تدم نہ رکھ سکتا۔“

”اندر چلو۔“ بادشاہ مضطربان انداز میں بولا۔ ”ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی بھی دھوکا دینے کی کوشش کرے گا۔“

”میں نے یہ قدم دھوکا دینے کے لیے نہیں اٹھایا تھا بھائی۔ بالی سونار تو جنت بن گیا ہے۔“

میں دراصل آپ کو یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ اس جنت میں کچھ سانپ گھسنے آئے ہیں اور اسے

تاباہ کر دینا چاہتے ہیں۔“ عمران اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا بولا۔ وہ ایک کمرے میں آئے اور بادشاہ

نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آریں۔“

”شکریہ!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ ”میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔“

بادشاہ اسے غور سے دیکھتا ہوا خود بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”سب سے پہلے میں آپ کو یہ اطلاع دوں گا کہ بالی سونار میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں

جو محض آپ کی آنکھوں کی بنا پر آپ کو بیجان لیں گے۔“

بادشاہ بے ساختہ چوک پڑا اور کپکاپا ہوئی آواز میں بولا۔ ”آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”یہی کہ آپ تاریک شیشوں کی عینک لگانا شروع کر دیجئے۔“

”رکھا کرے۔“ فراغ نے لاپرواہی سے شانوں کو جبکش دی اور پھر بولا۔ ”تمہارا سامان کہاں ہے؟“

”اپسار تائیں۔“

”منگوالیا جائے گا۔ تم بیہیں میرے ساتھ قیام کرو گی۔“

”سیاں لوگوں کو علم نہیں ہے کہ تم کون ہو۔“

”صرف میرا ایک دوست جانتا ہے۔ جو مجھے یہاں لایا ہے۔ میں ملکہ کے چجاز اد بھائی کا مہمان ہوں لیکن وہ مجھے ماپوفہیگ کے نام سے جانتا ہے۔ ڈاں اپسار یا بھی بھی سمجھتا ہے۔“

”تو پھر واپس چلو۔ یہاں کیا کھا ہے تمہارے لئے۔“

”عمران اور لوئیسا کو بیہیں قتل کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ اور پھر اس جزیرے کی حالت بھی بدلتی ہے۔“

”کیا مطلب....؟“

”تم نے محسوس کیا ہو گا کہ یہ لوگ پادریوں کی سی زندگی بر کر رہے ہیں۔“

”ہاں ہاں بہت اچھے لوگ ہیں۔ میں تنہا بھی بے فکری سے رہی ہوں۔“

”مجھے ان کی اچھائی بالکل اچھی نہیں لگی۔ اس لیے انہیں نہیک کرنا ہی پڑے گا۔“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“

”اپنے کام سے کام رکھو۔“ فراغ غایا۔

”آم نہیں کچھ نہ بولی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عمران نے نہیک ہی کہا تھا فراغ خواہ نکوہ ان بے چاروں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔



عمران کو بادشاہ نکل کچنچے میں کوئی دشواری پڑی نہ آئی۔ کیونکہ وہ بالکل عام آدمیوں کی سی زندگی بر کر تا تھا۔ نہ کوئی حافظہ دستہ رکھتا تھا اور نہ ہی کسی بہت بڑے محل میں رہتا تھا۔ تین کروں کا ایک منحصر سامکان تھا۔ البتہ پائیں باغ کسی قدر سیخ تھا۔ جس میں بادشاہ نے ترکاریوں کی کاشت کر رکھی تھی۔

ایک گوشے میں ملکہ کا مرغی خانہ تھا۔ اس وقت بادشاہ کیاریوں میں پانی دے رہا تھا اور ملکہ

”میں بہت سختے دماغ کا آدمی ہوں دوست! لیکن تمہاری چکرداری نے والی باتیں مجھے غصہ بھی دلا سکتی ہیں۔“

”لیکا یہ غلط ہے کہ آپ بکانا کے ولی عہد ہر بند ایں۔“

بادشاہ کی آنکھیں دھنڈ لی پڑیں اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ عمران کہتا رہا۔ ” غالباً آپ کو موکاروں کے انقلاب کی اطلاع مل جگی ہو گی۔“

”ہاں...!“

”لیکن میں نے تو نہیں سن۔ مجھے اطلاع مل تھی کہ ڈان اسپاریکا کے علاوہ ایک شخص پاؤ فینگ نامی اس کا مہمان ہوا ہے۔“

”پاؤ فینگ، فرماں ہی ہے۔ اس نے مصنوعی ذراٹھی لگا کر کھی ہے۔ وہ فرانس کی سکرت ایجنسی ایڈی وے ساوائیں کے ہمراہ یہاں آیا تھا۔ ایڈی ڈان اسپاریکا کو گرفتار کرنے آئی تھی۔ لیکن یہاں پہنچ کر فرماں سے علیحدہ ہو گئی۔ فرماں آپ کے ایک پوکیس آفسر کرنی سوارت تو کہا تھا اگاہ اور اس نے اسے مار کوئی دوپن کے محل میں پہنچا دیا۔ اور اب کرنل سوارت کو گنگ چانگ کے قزاقوں کو جزیرے میں بوار ہاہے۔“

”تم تو مجھ سے زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو میرے بھائی۔“

”میں نے اس جگہ کا پتہ لگایا ہے جہاں انہوں نے اس سے کاذ خیرہ کیا ہے۔“

”کمال کے آدمی ہو! اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے! اگر کرنل سوارت تو بھی اس سازش میں شریک ہے تو پھر میں کسی پر بھی اعتناد نہیں کر سکتا۔“

”بہر حال وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس میں وقت لگے گا۔ اس دوران میں آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔“

”تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”مالیرے میں۔“

”کیا مجھے میزبانی کا موقع دے سکو گے۔“

”آپ کا سہمنا رہ کر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔ وہ لوگ کڑی گردنی کر رہے ہیں۔“

”میں قصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بالی سونار کے لوگ اس حد تک جائیں گے۔“

”عوام آپ کے دعا گو ہیں اور خواص کبھی یہ نہیں پسند کرتے کہ انہیں عوام کی سلطنت کے آیا جائے۔“

”میں مار کوئی دوپن کی بات کر رہا ہوں۔ ڈان اسپاریکا پہلے ہی سے اس کے لیے اسلام میا کر تارا ہے اور اب کنگ چانگ کا تائب ڈیلی فرماں بھی اس سے آملا ہے۔ دونوں اس کے مہمان ہیں۔“

”ڈیلی فرماں....!“ بادشاہ کی آنکھیں حکمیں جرأت سے پھیل گئیں۔

”ہاں...!“

”لیکن میں نے تو نہیں سن۔ مجھے اطلاع مل تھی کہ ڈان اسپاریکا کے علاوہ ایک شخص پاؤ فینگ نامی اس کا مہمان ہوا ہے۔“

”پاؤ فینگ، فرماں ہی ہے۔ اس نے مصنوعی ذراٹھی لگا کر کھی ہے۔ وہ فرانس کی سکرت ایجنسی ایڈی وے ساوائیں کے ہمراہ یہاں آیا تھا۔ ایڈی ڈان اسپاریکا کو گرفتار کرنے آئی تھی۔ لیکن یہاں پہنچ کر فرماں سے علیحدہ ہو گئی۔ فرماں آپ کے ایک پوکیس آفسر کرنی سوارت تو کہا تھا اگاہ اور اس نے اسے مار کوئی دوپن کے محل میں پہنچا دیا۔ اور اب کرنل سوارت کو گنگ چانگ کے قزاقوں کو جزیرے میں بوار ہاہے۔“

”تم تو مجھ سے زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو میرے بھائی۔“

”میں نے اس جگہ کا پتہ لگایا ہے جہاں انہوں نے اس سے کاذ خیرہ کیا ہے۔“

”کمال کے آدمی ہو! اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے! اگر کرنل سوارت تو بھی اس سازش میں شریک ہے تو پھر میں کسی پر بھی اعتناد نہیں کر سکتا۔“

”بہر حال وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس میں وقت لگے گا۔ اس دوران میں آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔“

”تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”مالیرے میں۔“

”کیا مجھے میزبانی کا موقع دے سکو گے۔“

”آپ کا سہمنا رہ کر میں کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔ وہ لوگ کڑی گردنی کر رہے ہیں۔“

”میں قصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بالی سونار کے لوگ اس حد تک جائیں گے۔“

”عوام آپ کے دعا گو ہیں اور خواص کبھی یہ نہیں پسند کرتے کہ انہیں عوام کی سلطنت کے آیا جائے۔“

”صرف وہی میرے ہیں جو میرے ہم مسلک ہیں۔ ٹالابوآ سے بھی اب میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔“

”خیر.... یہ آپ کا سچی معاملہ ہے! مجھے اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔“

”بکھر دار آدمی معلوم ہوتے ہوں۔“

”اب میں آپ کو ایک بڑی خبر سناؤں گا۔“

”وہ کیا ہے میرے دوست؟“ بادشاہ کا لمحہ بے حد پر سکون تھا۔

”آپ کی حکومت کا تختہ اللئے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔“

”اسے میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہاں کے لوگ مجھ سے اور ملکہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔“

”آپ کے عوام اس سازش میں شریک نہیں ہیں۔“

”تو پھر....؟“

پھر کسی قسم کی آہت پر چوک کر بادشاہ بولا تھا۔ ”ملکہ آرہی ہیں۔ اب تم اس معاملے سے متعلق کسی قسم کی گفتگونہ کرنا۔“

”بہتر بہتر جتاب....!“

ملکہ ایک چھوٹی سی نرائی دھکیلی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور عمران احترام اکھڑا ہو گیا۔ ”بیخو... بیخو... بھائی۔“ ملکہ نے مترجم آواز میں کہا۔ ”ہم شراب نہیں پیتے اس لیے صرف کافی ہی پیش کر سکیں گے۔“

”میں آپ دونوں کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اے بھائی! تم بھی ہماری ہی طرح عظمت آدم کے مظہر ہو۔ اپنی جگہ تم بھی کوئی اہم کام انجام دے رہے ہو گے۔“

عمران چپ چاپ بیٹھ گیا۔ وہ ان دونوں کے لئے کافی بنا تی اور عمران سے اس سے متعلق سوالات کرتی رہی جو معمولی نوعیت کے تھے۔ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اور کب تک بالی سونار میں قیام کرے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

جواب میں عمران خود کو ایک سیاح اور سیاسیت کا طالب علم ظاہر کر تارہ تھا۔ کافی کے اختتام پر اس نے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ بادشاہ نے یا سکن کے تازہ چھولوں کا ایک چھالسے تحفہ دیا تھا۔ باہر نکلا تو ایک سفید فام نوجوان عورت پھانٹ کے فریب اس کارستہ رو کے کھڑی تھی۔ ”اوہ.... موسیو! میں ایسا لازمی ہوں۔ پر لیں سے میرا تعلق ہے۔ میں بادشاہ اور ملکہ سے متعلق سیاحوں کے تاثرات معلوم کر کے لکھتی ہوں۔“

”میری بائیں ناگ میں شدید درد شروع ہو گیا ہے۔ کیا تم کیھے نہیں رہیں کہ لنگڑا کر چل رہا ہوں۔“ ”محضے افسوس ہے! لیکن اس کا تاثرات کے بیان سے کیا تعلق؟“

”محضے اپنے ہوٹل تک پہل جانا پڑے گا۔ اس لئے مجھے اس وقت بادشاہ اور ملکہ سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں۔“

”میں آپ کو اپنے اسکوٹر پر لے چلوں گی۔“

”اور اگر میں راستے میں پا گل ہو گیا تو؟“

”میں یہی پسند کروں گی کہ آپ میرے قریب بیٹھ کر پا گل ہو جائیں۔“ وہ اس کی آنکھوں

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے ان پر نظر کھی چاہئے تھی۔ تم بہت داش مند معلوم ہوتے ہو۔ مجھے کوئی معقول مشورہ دو۔“

”اگر آپ اجازت دیں تو سب سے پہلے میں اسلئے کاذب خیرہ بتاہ کرنے کی کوشش کروں۔“

”وہ کسی ایسی جگہ تو نہیں کہ اس کی تباہی سے کچھ بے کنایا ہوں کی جانیں بھی ضائع ہو جائیں۔“

”صرف اس کے محافظ کام آئیں گے۔“

”اور انہیں کسی طرح بھی بے کنایا نہیں سمجھا جا سکتا۔“

”ظاہر ہے۔“

”تو پھر تمہیں اجازت ہے۔ لیکن اس کے بعد کیا کرو گے۔“

”دیکھوں گا کہ ذخیرے کی تباہی کا ان پر کیا اثر پڑا ہے۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا مناسب ہو گا۔“

”تم موکارو میں ایک بہت بڑا کار نامہ انجام دے چکے ہو۔ اس لیے مجھے پر امید ہی ہوتا چاہئے۔“

”یہاں میری آدم کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ ذاں اسپاریکا کو ٹھانے لگا دوں۔ لیکن اب آپ

کا کام بھی کرتا ہی پڑے گا۔ کیونکہ آپ نے ایک مثالی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔“

”تم ذاں اسپاریکا کو مار ڈالنا چاہئے ہو۔“

”تھی ہاں۔ اسے زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ خطرناک حرربہ تباہ نہیں ہوا کیونکہ وہ اس

کے سینے میں دفن ہے۔ اگر ذاں اسپاریکا ایڈی دے ساواں کے ہاتھ لگ گیا تو یہ سمجھ لیجئے کہ ایک

بڑی طاقت اس خطرناک حرربے پر قابض ہو گئی۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“

”مجھے امید نہیں تھی کہ آپ اتنی آسانی سے میری باتوں پر یقین کر لیں گے۔“

”اگر تم دوپن کا نام نہ لیتے تو مجھے یقین نہ آتا۔ وہ مجھے سے نفرت کرتا ہے۔ اس لیے مجھے اس کی

طرف سے باخبر رہنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کی خبر نہیں تھی کہ وہ مسلح بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

”میں تمہارا شکر گزار ہوں بھائی۔ کیا مجھے تم وہ جگہ نہیں دکھا سکتے جہاں اسلئے کاذب خیرہ کیا گیا ہے۔“

”دکھا سکتا ہوں لیکن وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ گی

بھی مگر ایسی کی جاری ہے۔“

میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”اسکوڑ پر...!“ عمران احقة نہ میں بولا۔

”چلے چلنے...!“ وہ بے تکلفی سے اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔ وہ اسے ایک اسکوڑ

کے قریب لائی اور عمران آہستہ سے بولا۔ ”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کوئی سیاح نہیں ہوں۔“

”پھر کون ہیں آپ؟“ وہ اس کا بازو چھوڑ کر ایک قدم پیچے ہٹ گئی۔

”میں کا باشندہ ہوں۔“

”اوہ.... تب تو میں معاف چاہتی ہوں۔“ وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”خیر تو اب مجھے اپنے اسکوڑ پر بنا کر جہاں چاہو لے جا سکتی ہو۔ میں نے تمہیں بتادیا کہ میں سیاح نہیں ہوں۔“

”میں سمجھ گئی! شاید آپ وہ ہیں جس سے بادشاہ چینی زبان سیکھ رہا ہے۔“

”بہت کم فرانسیسی، چینی بول سکتے ہیں۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

”تب تو میں آپ کو اپنے گھر لے چلوں گی۔ مجھے ایسے ہم وطنوں سے دلچسپی ہے جو کسی دوسری زبان میں دستگاہ رکھتے ہوں۔“

”میں ضرور چلوں گا۔ او۔ ف۔۔۔ یہ درو۔“ عمران نے سکاری لی۔

وہ لڑکی کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور اسکوڑ تیز فقاری سے ایک جانب روائہ ہو گیا۔

عمران اس نئے وقوعے کو محض اتفاق نہیں سمجھ رہا تھا۔ لیکن بہر حال اسے کسی نہ کسی طرح اور کہیں سے کام کا آغاز تو کرنا ہی تھا۔ یہ لڑکی ان میں سے بھی ہو سکتی تھی۔ جو شاید اقامت گاہ کی گمراہی کر رہے تھے۔

اسکوڑ تیز فقاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتا رہا۔

اب وہ ساخی علاقتے میں داخل ہو رہے تھے۔ عمران خاموش تھا۔۔۔

لڑکی نے ایک چھوٹے سے ہٹ کے سامنے اسکوڑ روکا ہی تھا کہ اچانک دو آدمی آگے بڑھے اور عمران کے دامیں باسیں کھڑے ہو گئے۔ یہ باسی سونار کی پولیس کی وردی میں تھے۔

”گک... کیا مطلب؟“ لڑکی اسکوڑ سے اترتی ہوئی ہکلائی۔

”اس شخص کو کرٹ سومارتو نے طلب کیا ہے ملوام۔“ ان میں سے ایک نے بڑی شانگھی سے کہا۔

”کمال ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرا نام تک تو جانتے نہیں اور کر کر قتل سومارتو نے طلب کیا ہے۔“

”میا تمہیں ہمارے بیان پر شک ہے۔“

”اوہ.... بات بڑھانے سے کیا فائدہ۔“ لڑکی بول پڑی۔ ”یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں۔ غیر ملکی سیاح کبھی کبھی اچانک موسیو سومارتو کے دفتر میں طلب کر لیے جاتے ہیں۔“

”یہی بات ہے۔ مادام۔!“ سپاہی بولا۔

”تو ایسی جلدی کیا ہے۔ تم دونوں بھی ایک ایک کپ کافی کا پیڑہ میرے مہمان کے ساتھ، پھر میں بھی تمہارے ہمراہ کرٹ کے دفتر تک چلوں گی۔ وہ مجھے پہچانتے ہیں۔“

”ہمیں کوئی اعتراض نہیں مادام۔“

وہ چاروں ہٹ میں آئے اور لڑکی انہیں ایک کمرے میں بٹھا کر کچن میں داخل ہو گئی۔

”کچھ پتا ہے کہ مجھے کیوں طلب کیا گیا ہے؟“ عمران نے سپاہیوں سے سوال کیا۔

”ہم کچھ نہیں جانتے۔“ جواب ملا۔

”خیر.... خیر.... کچھ دیر بعد معلوم ہو ہی جائے گا۔“

سپاہی سر ہلا کر رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی کافی کی ٹڑے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور اسے ایک کارنر ٹبل پر رکھ کر ان کے لیے کافی اتنی بیٹھنے لگی۔

”کاغذ پنسل اٹھائیے اور اپنے تاثرات لکھنا شروع کر دیجئے۔“ اس نے عمران کو مخاطب کیا تھا۔ پھر سپاہیوں سے بولی۔ ”میں کاریوں کی نامہ نگار ہوں۔ بادشاہ کے بارے میں سیاحوں کے تاثرات اکٹھا کر کے مضمایں لکھتی ہوں۔“

سپاہیوں نے سروں کو جنبش دی لیکن کچھ بولے نہیں۔ پھر وہ کافی پیتے رہے تھے اور عمران کاغذ پر لکھتا رہا تھا۔ کافی کی پیالی بائیں جانب کری کے چوڑے ہتھے پر رکھی ہوئی تھی۔

دفعتا پیالی کے گرنے کی آواز سن کر چونکہ پڑا۔ لیکن اس کی پیالی جوں کی توں رکھی ہوئی تھی۔ اٹھو!“ لڑکی عمران کا شانہ ہلا کر بولی۔ تب اس نے دیکھا کہ سپاہیوں کی پیالیاں ہاتھوں سے

چھوٹی تھیں اور وہ کر سیوں کے ہاتھوں پر ڈھلکے ہوئے تھے۔

”تمہاری پیالی میں کچھ نہیں تھا۔ اور ہو مگر تم نے تو پی ہی نہیں۔“ لڑکی نے کہا۔

کرہ خاصاً سیع تھا اور لوئیسا میٹل بیس کے قریب کھڑی مسکرا رہی تھی۔ عمران لڑکی کو آنکھ مارتا ہوا بولا۔ ”تو یہ بیس تمہارے والدین۔ میں نہ کہتا تھا کہ برامان جائیں گے۔“

”تم جاؤ...!“ لوئیسا نے ہاتھ ہلا کر لڑکی کو مخاطب کیا۔

وہ چلی گئی۔ لیکن ٹالیسٹر ریو الور تھامے دروازے کے قریب کھڑا رہا۔

”دل چھوٹا نہ کرو۔“ لوئیسا چڑانے والے انداز میں بولی۔ ”میں تمہیں اس میک اب میں نہ

بیچاں سکتی اگر تم بادشاہ سے ملنے کی حماقت نہ کر بیٹھتے...!“

”اچھا...!“ عمران نے جھرت سے کہا۔

”اس سے کوئی بھی سغید فام ملنا پسند نہیں کرتا۔ خصوصیت سے فرانسیسی تو بری طرح تنفس ہیں۔ اور غالباً اپنی اسی حماقت کی بنا پر تم پولیس اسٹشن پر بھی طلب کئے گئے تھے۔“

”اوہ... تو کیا تم اس وقت ہست میں موجود تھیں؟“

”ہماری ملاقات وہیں ہوتی اگر، دو، نوں سپاہی نہ آئیکے۔ میں لڑکی کو بہایت دے کر عقیقی دروازے سے نکل آئی تھی۔“

”اب تو خیریت سے ہوتا؟“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

”فضل باتیں ختم کرو۔“ دفتاؤہ سخت لبجے میں بولی۔

”ختم سمجھو...!“ عمران نے اس پر سوایہ نظر ڈالی۔

”آم ہیں کہاں ہے؟“

”جس طرح تم فرگ کو چھوڑ جھاگی تھیں اسی طرح وہ بھی مجھے جمل دے گئی۔ دیکھو ناہاب، دونوں پھر آٹے ہیں۔“

”میں تم پر اعتناد نہیں کر سکتی۔“

”تو پھر اس تقریب کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔“

”بادشاہ کون ہے؟“

”اول درجے کا چند معلوم ہوتا ہے۔ مجھ میں خوبصورت آدمی کو بھائی کہہ رہا تھا۔“

”تم اس سے کیوں ملنے گئے تھے؟“

”لوئیسا سچ بتاؤ۔ کیا تم بھی اس کے خلاف سازش میں شریک ہو۔“

”اب پیئے لیتا ہوں۔“

”نہیں.... جلدی کرو....!“

”ایسی بھی کیا جلدی ہے۔“ عمران پیالی اٹھا تھا ہوا مسکرایا۔

لیکن اس نے پیالی اس کے ہاتھ سے چھین لی اور بازو پکڑ کر ٹھیک ہوئی ہست سے نکال لائی۔

ایک بار پھر اسکوڑ تیز فماری سے کسی جانب اڑا جا رہا تھا۔

”تم نے انہیں بتایا تھا کہ تم کلاریوں کی نامہ نگاہ ہو۔“ عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔

”پرواہ مت کرو۔“

”اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

”پرواہ مت کرو۔“

”بہت اچھا۔“ عمران نے سعادت مندانہ لبجے میں کہا۔

اسکوڑ ایک بھتی میں داخل ہوا اور ایک عمارت کے سامنے رک گیا۔

”اترو۔“ لڑکی اسکوڑ سے اترتی ہوئی بولی۔

”اب کہیں تمہارے والدین نہ برامان جائیں۔“ عمران مسمی صورت بنا کر بولا۔

”میں با اختیار ہوں۔“

”اچھا... اچھا... چلو۔ میری ناگ کا درد بڑھتا جا رہا ہے۔ مم... مگر وہ کاغذ تو وہیں چھوڑ

آیا ہوں۔ جس پر اپنے تاثرات لکھتا رہا تھا۔“

”دوسرا لکھ دینا۔“

”میں کوئی لکھنے کی مشین ہوں۔ موڈ چوپٹ ہو گیا۔ اب کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ پہا نہیں وہ کرنل

سومار تو کیا چاہتا ہے۔ آخر سے جرأت کیے ہوئی۔ میں بادشاہ سے ضرور شکایت کروں گا۔“

”ضرور...!“ عقب سے ایک مردانہ آواز آئی اور عمران چوک کر مڑا۔ لوئیسا کا نائب

ٹالیسٹر تاکھڑا تھا اور اس کے کوٹ کی جیب سے ریو الور کی نال جھانک رہی تھی۔ داہنا ہاتھ جیب

کے اندر تھا۔

”دروازہ سامنے ہے۔“ ٹالیسٹر سرد لبجے میں بولا۔

عمران نے شانوں کو جنبش دی اور لڑکی کو آنکھ مارتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”کیسی سازش؟“ لوئیسا کے لمحے میں حرمت تھی اور عمران کے اندازے کے مطابق وہ اداکاری نہیں ہو سکتی تھی۔

”مجھے تمہاری لا علیٰ پر حرمت ہے۔“ وہ اسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”عقریب یہاں بغاوت ہونے والی ہے۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ وہ خشک لمحے میں بولی۔

”اگر ایسا نہیں ہے تو کرٹل سو مرتو کے آدمی بادشاہ کے ملنے والوں پر کیوں نظر رکھتے ہیں؟“

”سکپیورٹی۔“

”بکواس ہے۔ مار کوئی دوپن اس کا تختہ المث دینے کی فکر میں ہے۔“

”مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں۔“ وہ جھنجلا کر بولی۔

”لیکن میں یہ ضرور جانتا چاہوں گا کہ تمہارے پہلے سوال کا کیا مطلب تھا۔ تم نے مجھے سے یہ

کیوں پوچھا تھا کہ بادشاہ کون ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہنری هشتم نہیں ہو سکتا۔“

”پچھے نہیں۔“

”تو پھر میں جاؤ؟“

”نہیں۔! جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتی، تم میری قید میں رہو گے۔“

”ہمارے ملک میں عورت کی قید عشق کھلاتی ہے۔“

”ٹالیس سے تہہ خانے میں لے جاؤ۔“ لوئیسا اس کی طرف توجہ دیئے بغیر بولی۔

”تم بھی چلو نیرے ساتھ۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لایا۔

”بکواس بند کرو۔“

”ہماری طرف عشق کا مطلب ایک اور ایک تین ہوتا ہے۔“

”چلو...!“ ٹالیس ریوالو کو جبکش دے کر غرایا۔ ”اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاو۔“

”تمہاری مرضی۔!“ عمران نے مغموم نظرؤں سے دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی اور ہاتھ

اوپر اٹھا دیئے۔ ٹالیس نے اسے کور کئے ہوئے ایک طرف ہٹ کر دروازے سے گذرنے کا راستہ

دیا تھا۔ لیکن عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

”چلو...!“ ٹالیس نے پھر آنکھیں نکالیں۔

”میں تو نہیں جاؤں گا۔ اتنے دنوں بعد لوئیسا کو دیکھا ہے۔ تھی بھر کر دیکھ لینے دو۔“

”مادام کیا میں اسے مار ڈالوں۔“ ٹالیس نے ناخنگوار لمحے میں پوچھا۔ لیکن لوئیسا کے پچھے کہنے سے قبل ہی عمران بولا۔ ”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم تو مجھ سے انتقام بھی لینا چاہو گے۔ یاد ہے میں نے کتنی پیاری کی تھی تمہاری۔“

”مادام اجازت ہو تو میں اپنی توہین کا بدله لے لوں۔“ ٹالیس غرایا۔ ”میں اس کے لیے جواب دہی کر لوں گا۔ پہلی کی کم از کم تین ہی ڈالوں توڑ دینے کی اجازت دیجئے۔“

”ٹھہرو۔ پہلے میں اس کی جامہ تلاشی لے لوں۔“ ”لوئیسا بولی۔“

ٹالیس نے ریوالو کارخ عمران کی طرف کھٹکتے ہوئے دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور لوئیسا آگے بڑھ کر عمران کے کوٹ اور بینٹ کی جیسیں تھپٹھانے لگی۔ لیکن وہ پوری طرح ہوشیار تھی۔ شاید اسے خدشہ تھا کہ کہیں عمران اسے اچاک گرفت میں لے کر اپنی بُھال نہ بنائے۔

”بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔“ عمران نے اس سے کہا۔ ”میں چیخ ٹالیس کے ہاتھوں پٹنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے دل صاف ہو جائیں۔“

”اس کی باتوں میں مت آتا۔“ لوئیسا ٹالیس سے بولی۔ ”لاؤ ریوالو مجھے دو۔ اگر اس نے تم پر ہاتھ اٹھایا تو اسے گولی مار دوں گی۔“

”منظور۔“ عمران شرات آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

پھر وہ ہاتھ اٹھائے دیوار سے جالا گھا اور لوئیسا نے ٹالیس سے ریوالو لے کر اسے کو دکرتے ہوئے کہا تھا۔ ”اب شروع ہو جاؤ۔“

”غور سے دیکھتی رہنا اگر میر ایک ہاتھ بھی اس پر پڑے تو بے در لغ فائز کر دینا۔“

لوئیسا اور ٹالیس پر بری طرح جلاہٹ طاری تھی۔ ٹالیس عمران پر ٹوٹ پڑا۔ بلکہ شاید اپنا داہنہ اٹھے ہی توڑ بیٹھا۔ کیونکہ عمران بڑی پھر تی سے باسیں جاپ بھا تھا۔ ٹالیس کا گھونسہ پوری قوت سے دیوار پر پڑا۔ اس کی کراہ میں بے چارگی اور بے سانگھی تھی۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے دروازہ پٹنا شروع کر دیا۔

”کون ہے؟“ لوئیسا غصیل آواز میں چیختی۔

”پولیس...!“ آواز آئی۔ ”دروازہ کھلو۔ ورنہ دروازہ تو زدیا جائے گا۔“

لویسا نے جلدی سے ریو اور ایک الماری میں چمپا دیا اور خود دروازہ کھونے کے لیے آگے بڑھی۔ عمران اور ٹالیسٹر جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔

دروازہ کھلا اور ایک ”بادر دی جم غیر“ کمرے میں در آیا۔ اس کمرے کے لئے دس پندرہ آدمی ”جم غیر“ ہی لگ رہے تھے۔ ان میں سے کئی نے ریو اور سنبھال رکھے تھے۔ عمران نے ان میں سے ایک کو پیچاں لیا۔ ہٹ میں کافی پی کر بے ہوش ہو جانے والوں میں سے تھا۔

”اس کا کیا مطلب ہے؟“ لویسا غصیلے لمحے میں بوی۔

”مطلوب کرنیں سومار تو کے دفتر میں معلوم ہو گا۔“ کسی نے کہا۔ ”فی الحال اپنی زبانیں بند رکھو۔“ وہ ان کے نزغے میں باہر نکل۔ وہ لڑکی بھی حرast میں تھی جو عمران کو اسکوڑ پر لائی تھی۔ ”اب خیریت اسی میں ہے کہ ہم اپنی زبانیں بند رکھیں۔“ عمران نے ٹالیسٹر کو مخاطب کر کے لڑو میں کہا۔

کرنیں سومار تو کے دفتر تک وہ ایک کھلے ٹرک پر لے جائے گئے تھے۔

سومار تو انہیں چند لمحے تھر آکو نظروں سے دیکھا رہا۔ پھر غرایا۔ ”تم میں سے کلاریوس کی نامہ نگار کون ہے؟“

”میں ہوں....!“ لڑکی کا لہجہ بھی کچھ اچھا نہیں تھا۔

”تو تم یہاں کی باشندہ ہو۔“

”صدیوں سے۔“

”تم نے میرے آدمیوں کو کافی میں خواب آور دوادی تھی۔“

”ہاں.... میں نے دی تھی۔“

”کیوں؟ کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ تم سے ایک بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے۔“

”اس سے بھی بڑا جرم تم سے سرزد ہوا ہے سومار تو۔“ بائیں جانب سے ایک گونجی آواز آئی اور سومار تو بوكھلا کر کھڑا ہو گیا۔ نووارد فوجی وردی میں تھا۔ مقامی باشندہ تھا اور سومار تو کو فترت آمیز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

”میں نہیں سمجھا۔“ سومار تو مردہ سی آواز میں بولا۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ نووارد

سومار تو سے بڑا عہدہ دار ہے۔

”تم نے ہر مجھنی کے مہمان کی توہین کی ہے۔“ اس نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”سم..... میں نہیں جانتا تھا۔“ سومار تو عمران کو گھوڑتا ہوا بولا۔ ”غیر ملکیوں پر نظر رکھنا

میرے فراکٹس میں شامل ہے۔“

”انہیں جانے دو....!“

”بب.... بہت بہتر جاتا۔“ سومار تو کمزور لمحے میں بولا۔ ”لیکن یہ کلاریوس کی روپرٹر...!“

”فی الحال ان سکھوں کو میرے دفتر میں بھجوادو۔“

”بہت بہتر جتاب۔“

عمران لویسا کو آنکھ مار کر مسکرا یا۔ وہ برآسمانہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ نووارد چلا گیا۔

سومار تو نے بیزاری سے کہا۔ ”انہیں جزل کے دفتر میں لے جاؤ۔“ پھر وہ عقیقی کمرے میں چلا گیا تھا اور قیدی ایک گاڑی میں بٹھائے گئے تھے۔

بجزل وہی شخص ثابت ہو۔ جس نے ان کے معاملے میں مداخلت کی تھی۔ اس نے صرف عمران کو اپنے سامنے طلب کیا تھا۔ لویسا اور اس کے ساتھی دوسرے کمرے میں روک لئے گئے تھے۔

”بیٹھ جائیے۔“ جزل نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ عمران اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھتا ہوا بولا۔ ”میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ آپ لوگ بھی غالباً نہیں ہیں۔“

”لیکن ہماری معلومات آپ کی معلومات سے کم ہیں۔“

”میں صرف اس وقت کی بات کر رہا ہوں کہ آپ نے صرف مجھے طلب کیا ہے۔“

”یہ اسی لئے ممکن ہو سکا کہ آپ نے ہر مجھنی کو سب کچھ تادیا تھا۔“

”اب مناسب یہی ہو گا کہ آپ ان تینوں کو اپنی حرast میں رکھیں۔ ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔“

”میں سمجھتا تھا کہ مجھے یہی کرتا پڑے گا۔ اس کی تصدیق بھی کی جا چکی ہے کہ ماپوینگ کے

روپ میں جو شخص دوپن کا مہمان ہے فراؤ ہی ہے۔“



فراؤ سومار تو پر برس پڑا اور وہ بیٹھا نی پر سلوٹیں ڈالے اس کی لعن طعن سے جا رہا تھا۔ ”پھر میں کیا کرتا؟“ وہ بالآخر بولا۔

"کم از کم لویس کو تردد کی سکتے تھے۔"
"بجزل کے آگے میں بے بس تھا۔"
"سوال تو یہ ہے کہ تمہارے بادشاہ کو ان لوگوں سے کیا پچھی ہو سکتی ہے۔"
"میں یہ بھی نہیں جانتا۔"
"تب پھر تم کیا جانتے ہو۔"

"موسیو فراغ میں بالی سونار سے نجک آگیا ہوں۔"
"کسی طرح لویس کو نکال لاؤ۔ میں تمہیں بیہاں سے نکال لے چلوں گا۔"
"لیکن میں بیہاں سے جانا بھی نہیں چاہتا۔"
"تب تم سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر مار کوئی دوپن اتنی دیر کیوں کر رہے ہیں؟"
"مسئلہ جدوجہد بھی کھل نہیں ہے۔"

"میرا تخیال ہے کہ بادشاہ کو سازش کا علم ہو گیا ہے ورنہ اس طرح مجھ پر نظر نہ رکھی جاتی۔"
"مجھے تم لوگوں کے اس معاملے سے اس قدر دلچسپی نہیں ہے کہ میں اس میں اپنا سر کھپانے بیٹھوں گا۔ تم لوگوں نے مجھ سے آدمی مانگے تھے وہ میں نے مہیا کر دیے۔"
"اچھی بات ہے تو مجھے مار کوئی دوپن سے بات کرنی چاہئے۔"
"بہر حال تم میرے لئے کچھ بھی نہ کر سکے۔"
"مجھے افسوس ہے موسیو فراغ۔"

"کیا اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے وہ جگہ بتا دو جہاں بجزل نے ان لوگوں کو منتقل کیا ہے۔"
"میں کوشش کروں گا۔"

"لویس افراغ کے وقار کا مسئلہ بن گئی ہے۔"
"مجھے احساس ہے موسیو فراغ۔"

"بس مجھے اس کی موجودہ قیام گاہ کا علم ہوتا چاہئے۔ پھر سب کچھ میں خود کر لوں گا۔"
"سوال تو کچھ کہنے والا تھا کہ ایک خادم نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔
"مار کوئی دوپن آپ سے مل سکیں گے یور آز...!"

سوہار تو اس کے ساتھ چلا گیا اور فراغ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اس دروازے کو گھورتا
رہا جس سے دہ دنوں گذرے تھے۔

تحوڑی دیر بعد وہی خادم پھر کمرے میں داخل ہوا۔
"آپ کومار کوئی نے یاد فرمایا ہے یور آز...!"

فراغ نے دل ہی دل میں مار کوئی کو ایک موٹی سی گالی دی اور انھوں کھڑا ہوا۔ جس کمرے میں
اے لایا گیا دہاں مار کوئی، ذاں اسپاریکا اور کرنل سوہار تو موجود تھے۔ فراغ کو دیکھتے ہی وہ خاموش ہو
گئے۔ فراغ نے محسوس کیا جیسے دہاں اسی سے متعلق گفتگو ہوتی رہی ہے۔ ان کے پھر دل پر کچھ اچھے
تاثرات بھی نہ دکھائی دیئے۔ فراغ ایک کرسی کھینچ کر ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ کمیں گذر گئے۔
لیکن ان کے ہونٹوں میں جبکش نہ ہوئی۔ فراغ صرف سوہار تو کو گھورے جا رہا تھا۔ دفعتاً سوہار تو
بھرا ہی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے موسیو سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا۔ میں نے آپ کو
جنما دیا تھا۔ آپ کا اس طرح تفریق گھوں میں پھر نامناسب نہیں۔ بالآخر آپ پہچانے گے۔"

"تو تم نے ان دنوں کو بتا دیا ہے کہ میں کون ہوں۔"

"ہاں گندے کتے۔ ذاں اسپاریکا دہاڑا۔ ساتھ ہی اس کاریو اور بھی نکل آیا تھا۔ اس نے
فراغ کی کھوبڑی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے علم ہوتا تو پہلے ہی تجھے جہنم میں دھکیل دیتا۔ ہماری
بر بادی کا تہاڑا مدار ڈیپی فراغ...! اگر تو ان غیر ملکی جاسوسوں کی مدد نہ کرتا تو ہم اس طرح
تاباہ سے ہوتے۔"

"ایک زبان کو لگام دے بد تیز آدمی۔" فراغ دہاڑ کر کھڑا ہو گیا اور سوہار تو ان دنوں کے درمیان
آتا ہوا بول۔ حالات کو اور زیادہ خراب کرنے سے کیا فائدہ..... یہ جھگڑے کا وقت نہیں ہے۔"
"اسپاریکا اپناریو اور ہولشر میں رکھ لو۔" مار کوئی مظہر بانہ انداز میں بولا۔ "تم میری چھپت
کے بیچھے ہو اور تمہارے انتقاں جذبے کا تعلق موکارو کی سرز میں سے ہے اسے پھر کسی وقت کے
لئے اٹھا کر کھو۔"

ڈاں اسپاریکا نے ریو اور ہولشر میں رکھ لیا۔ پھر وہ تینوں بیٹھ گئے۔ لیکن فراغ کھڑا رہا۔
"اب تم سوہار تو سے سوال کرو کہ اس نے میرے سلسلے میں تمہیں کیوں دھوکا دیا تھا۔"
فراغ نے دوپن کو منطبق کیا۔

”اس کی ضرورت نہیں موسیو فراؤ۔ بینھ جاؤ۔“
لیکن فراؤ کھڑا ہے۔ سوار تو بولا۔ ”میں نے تو یہ کہا ہے کہ آپ کی بے اختیالی کی وجہ
سے وہ لوگ ہوشیار ہو گئے ہیں اور اب تو یہ سوال بھی پیدا ہو گیا ہے کہ وہ لکھا جانے ہیں۔“
”وہ سب کچھ جانتے ہوں گے۔“ ڈاں اسپاریکا غصیلے لمحے میں بولا۔
مارکوئی کے چہرے پر فکر مندی کے آثار گھرے ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے سوار تو سے
کہا۔ ”ذخیرے کی خواہت کے انظمات سخت کر دیے جائیں۔“
”اس کے مہیا کئے ہوئے آدمی ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔“ ڈاں اسپاریکا نے فراؤ کی
طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا تو اپنی ناپاک زبان بند نہیں رکھے گا۔“ فراؤ دھاڑ۔
”میں کہتا ہوں بات نہ بڑھاؤ۔ موسیو فراؤ۔“ دوپن سانپ کی طرح پھٹک کارا۔
”اسے سمجھاؤ۔“
”اسپاریکا۔“

”مجھے اجازت دیجئے مائی لارڈ۔“ سوار تو تو احتما ہوا بولا۔ ”ذخیرے کی طرف سے تشویش ہو
گئی ہے۔“

”ہاں... ہاں.... تم جاؤ۔“ دوپن ہاتھ اٹھا کر بولا۔
سوار تو چلا گیا۔

”میں بھی جا رہا ہوں۔“ فراؤ غریباً۔
”کہاں موسیو فراؤ؟“ دوپن آہستہ سے بولا۔

”یہاں نہیں رہوں گا۔“
”فی الحال یہ ناممکن ہے موسیو فراؤ۔“
”مجھے یہاں سے جانا ہی پڑے گا مارکوئی دوپن! کرتل سوار تو نے مجھے بے حد ذلیل کرایا ہے۔
میں اسے اپنی تو ہیں سمجھتا ہوں کہ مجھے اپنی خصیت چھپائی پڑے۔ سوار تو نے خود ہی مجھے مشورہ دیا
تھا اور خود ہی میر اراز فاش کر کے چلا گیا۔“

”جو ہوا سو ہوا۔ بہر حال اب تم احتیاط برتو گے۔ موسیو فراؤ۔“

”سوال تو یہ ہے کہ تم اتنی دیر کیوں کر رہے ہو۔ تمہیں تو کل ہی کمیل شروع کر دیا چاہئے تھا۔“
”ابھی وقت نہیں آیا۔ تم یہاں کے حالات سے واقع نہیں ہو۔ حملہ تین دن بعد ہو گا۔“
”اگر اس دوران میں ذخیرہ جتابہ ہو گیا تو۔“ فراؤ طنزیہ لمحے میں بولا۔
”ناممکن! میری مگر انہی بہت عرصے سے ہو رہی ہے کوئی نئی بات نہیں۔ وہ تو تمہاری وجہ سے
بادشاہ کے آدمی کسی قدر تیزی دکھانے پر آمادہ ہو گئے۔“
”اس وہم میں نہ رہنا۔ میرا خیال ہے کہ ان چاروں میں کوئی خاص آدمی ضرور تھا۔“
”چاروں فرانسیسی تھے اور تمہیں معلوم ہوتا چاہئے کہ فرانس ہماری مدد کر رہا ہے۔ مجھے ان
دو بمباءں طیاروں کا انتظار ہے جو فضائے زمین سک دہشت پھیلائیں گے۔“
فراؤ بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح دوپن کو دیکھ رہا تھا جیسے کسی نفحے سے بچ کی ہاتیاں سن رہا ہو۔
”ویکھو دوست!“ وہ بالآخر بولا۔ ”ان چاروں میں ایک یقیناً فرانسیسی نہیں تھا۔ وہی جو بادشاہ سے ملا تھا۔
”نہیں اوہ بھی فرانسیسی ہی تھا۔“
”میں تو اسے اپنی سمجھتا تھا۔“ فراؤ مٹھکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ ”وہ اہل زبان کی
طرح اچھی بھی بول سکتا ہے۔ لیکن لوئیسا نے بتایا کہ وہ بھی کالا آدمی ہے۔ ایک ایشیائی۔ میں بھر
کھتا ہوں جو کچھ کرنا ہے فور اُ شروع کر دو۔ اس آدمی کی کھوپڑی میں شیطان کا مفتر ہے۔“
”تم کس کی بات کر رہے ہو؟“
”اس کی جس نے مجھے جیسے آدمی کو یہ قوف بنایا کام نکالا تھا۔ اور تم ڈاں اسپاریکا سن لو۔
لوئیسا تمہیں گرفتار کر کے لے جاتا چاہتی ہے اور وہ مارڈا ناچاہتا ہے۔
”مگر.... کیوں؟“
”اس لیے کہ تم اس زمین دوز رہبے کا پلان اور ڈالیا گرام اپنے قبضے میں رکھتے ہو....!“
”نن... نہیں!“ ڈاں اسپاریکا چھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں سر ایسکی کے آثار تھے۔
”اوہ.... خدایا۔“ دوپن نے کرہ کر اپنی کپٹیاں دبائیں اور پھر جلا کر بولا۔ ”میں نہیں جانتا
تھا کہ اپنی چھٹ کے نیچے میں نے اتنے جھگڑے پال رکھے ہیں۔“
”میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے دوپن!“ ڈاں اسپاریکا نے بھرائی ہو کی آواز میں کہا۔
”اتھے لوگ تمہاری تاک میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی ذخیرے سک بھی جا پہنچا ہو۔ اور پھر

اُسی صورت میں یہاں تم دونوں کی موجودگی میرے لیے پھانسی کا پھندا بھی بن سکتی ہے۔“
”اچھا تو پھر؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں۔“
”فوراً کارروائی شروع کر دو۔“ فراگ بولا۔ ”اتنی توہین ہو جانے کے باوجود بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ میرے آدمی تربیت یافتہ لڑاکے ہیں۔“

”فضلائی حملے کے بغیر ہم کامیاب نہ ہو سکیں گے۔“
”پالنے میں لیٹ کر انگوٹھا چوس میرے دست۔ کس گدھے نے تمہاری صحت کے لیے بغاوت تجویز کی تھی۔“

”بد تمیزی نہیں!“ دوپن مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”تم میری چھت کے نیچے ہو۔“
”یہ چھت صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھنے والی ہے۔ دوپن۔ درنہ اب بھی کچھ شروع کرنا دو۔ معمولی ہی بیانے پر سکی۔ وہ الجھ جائیں گے۔ درنہ تھوڑی دیر بعد تم خود دیکھ لو گے۔ سنگ چانگ کا نائب مستقبل کو سونگھنے میں اپنا تواب نہیں رکھتا۔“

”میرا خیال ہے کہ موسیو فراگ کا مشورہ درست ہے۔“ ڈان اسپاریکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مجھے وقت چاہئے افیسلہ کرنے کے لیے کچھ وقت چاہئے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں جواب دوں گا۔“

دوپن انٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔ اور وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔
”مم.... مجھے اس آدمی کے بارے میں کچھ اور بتاؤ جو مجھے مارڈا ناچاہتا ہے۔“
ڈان اسپاریکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”صورت سے اول درجے کا حق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ....!“ بات اس سے آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ ایک زوردار دھماکے سے درود یوار لرز کر رہ گئے۔ پھر پے در پے کئی دھماکے ہوئے۔ آوازیں دور کی تھیں لیکن زمین ملتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

فراگ بھس رہا تھا۔ ڈان اسپاریکا کے چہرے پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت دوپن کمرے میں داخل ہوا اس کی سانس پھول رہی تھی۔ جہاں سے بھی آیا تھا دوز تاہوا آیا تھا۔

”تم نے دیکھا؟“ فراگ آنکھیں نکال کر غریبا۔

”یہ.... یہ.... کیا ہو رہا تھا؟“

”آپ مسلسل بغاوت فرمائیں گے۔ ذرا سخت دیکھو۔“ فراگ اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”لیکن.... لیکن!“ ڈان اسپاریکا ہکایا۔

”اس سلطے کے ذخیرہ بنا کر دیے گئے۔“ فراگ چینا۔ ”میری بات نہیں سنی گئی تھی۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ پورے محل میں بھگدڑسی پڑ گئی تھی۔ امینی اور لی ہارا بھی کمرے میں پہنچ گئیں۔ فراگ لی ہارا کو دیکھ کر مسکرا یا۔

”اگر ذخیرہ جاہو ہو گئے تو اب میری باری ہے۔“ دوپن نے کہا اور معدے کے بل کھانے لگا۔

”تم بھی خود کو مردہ سمجھو!“ فراگ نے ڈان اسپاریکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔“ ڈان اسپاریکا حلق چھاڑ کر چینا۔

”بتنی جلدی ممکن ہو ہمیں محل چھوڑ دینا چاہئے۔“ دوپن نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”میرے ساتھ آؤ۔ ہم فرار ہو سکتے ہیں۔“

”تمہیں بچا سکتا ہوں۔“ فراگ نہایت اطمینان سے ڈان اسپاریکا کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

”لیکن ایک شرط کے ساتھ۔“

”ارے میں کہتا ہوں بھاگو۔“ دوپن پاگلوں کی طرح اچھتا ہوا بولا۔

”شکل دیکھو اس باغی کی۔“ فراگ نے دوپن کی طرف ہاتھ اٹھا کر قہقہہ لگایا۔

”جنہم میں جاؤ!“ دوپن نے کہا اور چھلانگ مار کر دروازے سے نکل گیا۔

امینی بھی اس کے پیچھے ہی جھپٹ چل گئی تھی۔

”تم اپنی شرط جلدی سے بتاؤ!“ ڈان اسپاریکا بوکھلانے ہوئے لبھ میں بولا۔ شاید وہ زانیکنیشن ہی تھا۔ لونے بھڑنے والا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔“

”لی ہارا کو میرے حوالے کر دو۔“ فراگ نے پر سکون لبھ میں کہا۔

”خاموش رہو کتے۔“ اسپاریکا حلق چھاڑ کر چینا۔
ٹھیک اسی وقت کرٹن سونار تو کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر دوست ناج رہی تھی۔

”مم.... مار کوئی کہاں ہیں؟“ اس نے ان کی طرف توجہ دیے بغیر سوال کیا۔

”بھاگ گیا۔“ فراگ نے قہقہہ لگایا۔

”فراگ اچھی طرح جانتا ہے کہ وقت آنے سے پہلے نہیں مرے گا۔“
 ”جس بھی پاگل ہے..... دیوانہ ہے۔“ اسپاریکا نے لی ہار اکی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”فراگ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ام بینی دوڑتی ہوئی آئی اور ہانپ کر کہنے لگی۔
 ”وہ نکل گیا.... لیکن میں راستہ جانتی ہوں۔ میں نے اسے فرار ہوتے دیکھا ہے۔ وہ ایک
 طویل سرگ ہے۔ نکل چلو جلدی سے۔“

اتنے میں باہر سے فارگ کی آوازیں بھی آئیں۔

”خیر.... خیر....“ فراگ اٹھتا ہوا بولا۔ ”چلو راستہ دکھاؤ۔ ام بینی تم آگے چلو۔ اس کے
 بعد لی ہار۔ پھر ڈاں اسپاریکا۔“

فراگ ان کے پچھے ریو اور تانے چل رہا تھا۔

ایک کرے کی ایک بڑی الماری سرگ میں داخل ہونے کا راستہ ثابت ہوئی۔ کچھ دور جل
 کر گہری تاریکی سے سابقہ پڑا تھا اور پھر یک بیک انہوں نے دوڑتے ہوئے قد مون کی آوازیں
 سنیں جو مخالف ست سے آرہی تھیں۔ ام بینی پلٹ پڑی۔

”ٹھہرو..... ٹھہرو.....!“ فراگ نے پر سکون انداز میں سرگوشی کی۔ ”دیوار سے لگ کر
 کھڑے ہو جاؤ.... دم سادھے رہو۔“

وہ دیوار سے لگ کر ایک لائن میں کھڑے ہو گئے۔ پھر ایسا لگا جیسے دوڑنے والوں میں سے
 کوئی گر کر کہا ہو۔ ”میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“ کسی نے کہا اور ان لوگوں نے
 مار کوئی دوپن کی آواز صاف پہچانی۔

”واپس چلو۔“ فراگ آہستہ سے بولا۔ ”بے آواز چلانا ہو گا۔ میں بجاو کی کوئی تدبیر کر لوں گا۔“
 درنے اندر ہیرے میں مارے جائیں گے۔“

وہ بڑی احتیاط سے پلٹ پڑے۔ دوپن کی آواز وہاب بھی سن رہے تھے جو مسلسل بولے جا رہا
 تھا لیکن فاصلہ زیادہ ہٹنے کی وجہ سے کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔
 سرگ سے نکل کر وہ پھر اسی بڑے کمرے میں آ پہنچے یہاں فارگوں کی آوازیں اب بھی گونج
 رہی تھیں۔ شام کے محل میں دوپن کے ملاز میں نے سورچہ سنجال لیا تھا۔ فراگ نے دسری جانب
 کا دروازہ بولٹ کر کے اپنے ساتھیوں کو سرگ والی الماری کے پاس کی اوٹ میں آ جانے کا اشارہ

”غصب ہو گیا۔ اسلئے کے ذخیرہ تباہ کر دیے گئے۔ جزل کے آدمی محل گھیر رہے ہیں بھاگو۔“
 ”جب محل کو گھیر رہے ہیں تو بھاگو کے کس طرف سے۔“ فراگ نے طنزیہ لمحے میں پوچھا۔
 ”یہاں سے سرگ بنگل تک گئی ہے۔ جس کا علم در کوئی کے علاوہ کسی کو بھی نہیں۔ تم کیا جانو؟“
 ”مار کوئی نے مجھے بتایا ہے۔ مگر مار کوئی ہیں کہاں؟“

”وہ تھا ہی سرگ کے ذریعہ فرار ہو گیا ہو گا۔“

”تب توبہت بر اہو میں نہیں جانتا کہ سرگ کا دہانہ کہاں ہے؟“

”سب کچھ اس جانور کی وجہ سے ہو۔“ ڈاں اسپاریکا فراگ کی طرف ہاتھ انھا کر چینا۔ ”دوپن
 ہمیں ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔“

”اوہ خدا کی پناہ۔“ کریں سو ماڑ تو دانت پیش کر بولا۔ ”میں تحقیق یہاں آیا۔“

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ فراگ اسے روکنے کے بہانے ڈاں اسپاریکا کے
 قریب سے گذر اور قبل اس کے ڈاں اسپاریکا کچھ سمجھ سکتا۔ فراگ نے اس کے ہولش سے
 ریو اور نکال کر سو ماڑ تو پر فائز کر دیا۔ گولی اس کے بائیں پہلو کو چھید گئی۔ وہ چاروں شانے چت گر
 کر ٹھہنڈا ہو گیا۔

”ک..... کیا..... ت..... تم پاگل ہو گئے ہو۔“ ڈاں اسپاریکا خوفزدہ لمحے میں ہکلایا۔

”بد عہدی کرنے والوں کو میں زندہ نہیں چھوڑتا۔“ فراگ نے سرد لمحے میں کہا اور پھر ایک
 کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”اب تم خود ہی لی ہار کو اٹھا کر میری گود میں بخادو ورنہ تمہیں بھی مار
 ڈاولں گا۔“

”اوہ... خدا یا میں کیا کروں۔“

”خدا کو نجی میں نہ لاؤ۔ میں تم سے کوئی بہت اچھا کام نہیں کر رہا۔ میں بھی نہ ہی آدمی
 ہوں۔ اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“

”تم نہ ہی آدمی ہو..... تم..... تم۔“

”تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے؟ کیا تم نے تمہیں دیکھا کہ لوگ کلیسیاں میں اپنی سلامتی کی
 دعائیں مانگ کر دوسروں پر بمباری کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔“

”اڑے بھاگو۔ یہ بکواس کا وقت نہیں ہے۔“ ڈاں اسپاریکا بے بسی سے بولا۔

کیا۔ خود پاٹ کے قریب ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور بیوی اور کارخ اس پوزیشن میں رکھا تھا کہ فوری طور پر فائر مگ کر سکے۔

قدموں کی چاپ بہت قریب آگئی تھی اور پھر اچانک مارکوئی سرگ کے دہانے سے اچل کر کمرے کے فرش پر آپڑا۔

فراگ نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ دوپن پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور حملہ آور ہوشیدار ہو جائیں لہذا اس نے خود ہی دوپن پر یہ کہتے ہوئی چھلانگ لگائی۔ ”غدار، نمک حرام۔ مجھ سے پی کر کہاں جائے گا۔ میں نے کرتل سومار تو کام بھی خاتمه کر دیا ہے۔“ دوپن کو ایک ہاتھ سے دبوچے ہوئے وہ تمیزی سے سرگ کے دہانے کی طرف پلٹا اور بیوی اور کارخ سامنے لکڑے ہوئے افراد کی جانب کرتا ہوا دہاڑا۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“ لیکن پھر خود بخود بیوی اور والہاتھ نیچے جکلتا چلا کیا۔ لوئیسا و سفید قام مردوں کے درمیان کھڑی اسے گھووے جا رہی تھی۔

”اچھا تو تم ہو۔ آؤ آؤ... تمہارا شکار بھی یہیں موجود ہے۔“

”تمہارا بہت شکر یہ موسیو فراگ۔“ لوئیسا چلکی۔ ”وہ کہاں ہے؟“

”یہ ادھر...!“

لوئیسا اور اس کے ساتھی سرگ کے دہانے سے کمرے کے وسط میں آگئے۔ ذان اسپاریکا بوکھلا کر کئی قدم آگے بڑھ آیا تھا۔ فراگ بھی دوپن کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی تمام تر توجہ لوئیسا کی طرف تھی۔ اس نے کہا۔ ”لوئیسا۔ میں نے کرتل سومار تو کو ختم کر دیا۔ وہی سماں کا سر غنہ تھا۔ یہ دوپن تو کاٹھ کا الوہے۔“

”ہاں... ہاں!“ دوپن جلدی سے بولا۔ ”میں بے قصور ہوں۔“

”لیکن تم یہاں کیوں مقیم ہو؟“ لوئیسا نے فراگ سے سوال کیا۔

”تمہارے شکار کی گمراہی کرتا ہوا تھا کہ کہیں یہ ہاتھ سے نکلنے جائے... میں تمہاری طرح بے وفا تو نہیں ہوں۔“

”ہائیں... مادام سے بد تمیزی۔“ لوئیسا کے ایک ساتھی نے جھلا کر کہا اور فراگ کے کال پر ایک زور دار تھپٹر سیڈ کر دیا۔ لیکن پھر کیا تھا فراگ نے اس پر فائر جھوٹک مبارا۔ اس نے دوسرے کو

طرف چھلانگ لگائی اور فراگ کاوار خالی گیا۔ دوسرے فائز کے ساتھ ہی اس نے ذان اسپاریکا کے عقب میں غوطہ لگایا تھا اور تمیری گولی ذان اسپاریکا کے سینے میں بیوست ہو گئی۔

”یہ کیا کر رہا ہے۔“ لوئیسا کا دوسرہ ساتھی جیج کر فراگ پر ٹوٹ پڑا۔ اس دوران میں دو فائز اور ہوئے لیکن دونوں خالی گئے اور بیوی اور بھی خالی ہو گیا۔

ذان اسپاریکا فرش پر پڑا م توڑ رہا تھا اور فراگ نے لوئیسا کے ساتھی کو دور اچھال کر اس کے ساتھی کو دبوچ لینے کی کوشش شروع کر دی تھی جس نے اس کے گال پر تھپٹر مارا تھا۔

”یہ عمران ہے فراگ... ہم دونوں کا مشترکہ دشمن!“ دفتار لوئیسا چیخنی۔ ”اسے زندہ نہ چھوڑنا... میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس نے تمہیں کیوں غصہ دلایا تھا... مکارا عظم...“

”اوہ تو یہ تم ہو۔“ فراگ دانت پیس کر عمران پر ٹوٹ پڑا۔

عمران جھکائی دے کر اس کی گرفت سے نکلتا ہوا بولتا۔ ”واقعی تم بڑی نظام ہو۔ میں نے تو اس لئے تھپٹر سید کیا تھا کہ اس نے تمہیں آنکھ ماری تھی۔“

”تو جھوٹا ہے۔“ فراگ دہاڑا۔ ”میں نے آنکھ نہیں ماری تھی۔“

”ماری تھی... مارنا تھا تو ہاتھ مارتے۔ عورتوں کی طرح آنکھ مارتے ہو۔ اور کہلاتے ہو ذیلی فراگ... شرم نہیں آتی۔“

عمران اچھل کو کر فراگ کو تھکائے دے رہا تھا۔

”ڈالیسٹر۔ کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے.... فراگ کی مدد کر۔“ لوئیسا بولی۔

ڈالیسٹر کا ہاتھ ہو لشتر پر گیا ہی تھا کہ ام بینی کے بلاوڑ کے گریبان سے اعتشار یہ دوپاٹ کا پسول نکل آیا۔

”خبردار... کوئی دخل اندازی نہ کرے۔“ ام بینی کے لجھے میں سفاکی تھی۔ ”بچہ لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لیں۔ اس میں چھ گولیاں ہیں اور میر انشانہ بھی برائیں ہے۔“

”اوہ... کہیا تو بھی۔“ فراگ دہاڑا۔

”ہاں... آج میں اس کا کس مل دیکھنا پاہتی ہوں۔ جواب تک صرف کمزوروں ہی پر مظالم اٹھاتا رہا ہے۔“

لوئیسا اور ڈالیسٹر نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ دوپن ایک گوشے میں دبکا ہوا بڑی طرح

”ام بینی نے اپنا پتوں فراغ پر خالی کر دیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اپنے ہاتھوں سے فراغ کو بارڈا لوں۔ جب اس نے دیکھا کہ میں جزل سے فراغ کی سفارش کر رہا ہوں... تو... اس نے...!“
”تو کیا ام بینی گرفتار کر لی گئی؟“

”فی الحال۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ رہا کر دی جائے گی۔ کیونکہ گرفتار ہونے سے قبل اس نے جزل کو یاد دہانی کرائی تھی کہ سنگ چاگ کو زندہ یا مردہ پیش کرنے والے کو ان اطراف کی ساری حکومتوں کی طرف سے بڑے بڑے انعامات کی پیش کش موجود ہے۔ اور فراغ کے علاوہ کوئی اور فرد لگنگ چاگ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جزل نے کہا اگر اس میں صداقت ہوئی تو اسے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ رہا کر دیا جائے گا۔
”مجھے افسوس ہے یور مجھی! جیسیں بولا۔“ میں تو سمجھا تھا کہ وہ آپ کی گردان میں جھولتی ہوئی سائکو میشن جا پہنچے گی۔“

”لیکن لوئیسا اس وقت آپ کے ساتھ کیوں تھی آپ نے توبادشاہ کو اس سے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔“ ظفر نے سوال کیا۔
”سنو! وہ بھی جانتی تھی کہ بادشاہ دراصل کون ہے۔ فرانس کی حکومت نے اسے ذھیل دے رکھی ہے۔ محض اس لیے کہ کسی بہت ہی خاص موقع پر اس کا صحیح مصرف اس کے کسی کام بھی آسکتا ہے۔ بہر حال لوئیسا نے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا۔ اسے میرے سر پر ہر وقت مسلط رہنے کی اجازت دے دے۔ یہ بہت بڑی دشواری آپزی تھی۔ اس کی موجودگی میں اصولاً میں ڈان اسپاریکا پر ہاتھ نہ اٹھا سکتا۔ کیونکہ مشن کے مطابق اسے زندہ ہی گرفتار کرنا تھا۔“

”لہذا آپ نے اسے فراغ کے ہاتھوں ختم کر دیا۔“ جیسیں سر ہلا کر بولا۔ ”اچھی تدبیر تھی۔ کاش میں بھی دہاں ہوتا اور فراغ کے گال پر آپ کے تھپٹ لگتے دیکھ سکتا۔ پاگل ہو گیا ہو گا.... میں تصور کر سکتا ہوں.... واد....!“

”لیکن لوئیسا تو اسی پر اڑی ہوئی ہے کہ ڈان اسپاریکا کے قاتل آپ خود ہیں!“ ظفر بولا۔
”چکا کام نہیں کرتا۔ یہ بات بالی سونار کی حکومت کے ریکارڈ پر آگئی ہے کہ وہ فراغ کے ہاتھوں مارا گیا اور فراغ کو اس کی داشتہ نے مارڈا۔ لیکن ابھی میری ایک الجھن رفع نہیں ہوئی۔“
”کیسی الجھن...؟“

کاپ رہا تھا اور لی ہارا ڈان اسپاریکا کے مرتبے ہوش ہو کر گرپی تھی۔
”لیوا قعی تم مرنا ہی چاہتے ہو۔“ دفتار عمران نے فراغ سے سوال کیا۔
”اڑے جا جا... توڑ مرڑ کر کھڑ دوں گا۔“

دونوں ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر کھڑے لڑاکے مرغوں کی طرح جملے کا پبلو ٹھا کر رہے تھے۔

”لیکن میں تمہیں نہیں مارنا چاہتا۔ تم نے میری بڑی مدد کی ہے۔“

”اس کی باتوں میں نہ آتا ہی ڈھمپ لوپو کا بھی ہے۔“ لوئیسا زہر میلے لجھ میں بولی۔

”ہاں۔ مجھے اب یقین آگیا ہے۔ اس میک آپ میں بھی اسے نہیں پہچان سکتا۔“ فراغ نے بھراں ہوئی آواز کہا۔

”اس کے باوجود بھی میں تمہیں نہیں مارنا چاہتا۔“ عمران بولا۔

دفتار فراغ اس پر پھر ٹوٹ پڑا۔ عمران جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا اور فراغ اپنے ہو نزور میں دیوار سے جا نکل رہا۔ ام بینی کا قہقہہ کرے میں گونجا تھا۔ پھر قبل اس کے کہ فراغ دوبار حملہ کرتا عمران نے اس کو کوئی اور ٹھوکروں پر رکھ لیا۔

ٹھیک اسی وقت بند دروازے پر ضریب پڑنے لگیں تھیں۔ شاید جزل کے آدمی مخز میں داخل ہو گئے تھے۔ ام بینی لوئیسا اور ڈالیسٹر کو کوئی کھینچ ہوئے دروازے کی طرف بڑھتی نی اور بولٹ گرا دیا۔ دروازہ ایک جھیٹکے کے ساتھ کھلا اور سپاہی اندر گھس آئے۔ اور پھر ان کے عقب سے جزل کا چہرہ ابھرنا۔ سپاہیوں نے فراغ اور دوپن کو جکڑا تھا۔

”موسیو علی عمران!“ جزل بھراں ہوئی آواز میں بولا۔ ”ہم آپ کے شکر گذار ہیں۔“

”موسیو فراغ نے دو سازشیوں کو مار ڈالا۔ ڈان اسپاریکا اور کرٹن سومار تو۔“ عمران نے فراغ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”انہوں نے میرے حق میں ان لوگوں کو دھوکے میں رکھا تھا۔“

”خیر... خیر... ہم دیکھیں گے کہ ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔“



”لیکن جزل اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔“ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

”کیوں؟“ ظفر الملک نے سوال کیا۔

”اُم بینی کہہ رہی تھی کہ تم خواہ دنیا کے کسی گوشے میں ہو۔ رہا ہو کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔“ وہ بے حد مغموم لبجے میں بولا۔

”کاش میں آپ کی جگہ ہوتا۔“ جنسن نے ٹھنڈی سانس لی۔

”مور چھل کی بجائے ڈنڈا ہوتے۔“ عمران جھلا کر بولا۔

”مگر سوال تو یہ ہے کہ موکادو سے کس طرح نکل سکیں گے۔ ماں تو بھائی کو کسی طرح چھوڑتا ہی نہیں۔ دونوں دن رات بیٹھے پیتے رہتے ہیں۔“ ظفر نے کہا۔

”اغوا۔!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”بھائی کا انخواپ نہ ہر بند اپھر غائب ہو جائے گا۔ یہ لوئیسا کی ذمہ داری ہے اور اسی کے اسی پر واپس چلیں گے۔ بے قدر ہو۔“

”تو ہزاری دیر تک خاموشی رہی پھر ظفر چونک کر بولا۔“ لیکن آپ کو دوپن کے محل والی سرگ کا علم کیوں نکر ہوا تھا۔“

”اس طرح کہ دوپن اسلحہ کے ذخائر کا معاینہ کرنے کے لئے سرگ کی کے ذریعے جنگل کی راہ لیتا تھا۔ ایک دن میں نے اس کا تعاقب کر کے سرگ کا پتہ الگ لیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ ہنگامے کے بعد وہ سرگ ہی کے راستے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہذا لوئیسا اور ڈالیس کے ساتھ اسی راستے کی نگرانی شروع کر دی تھی۔“

”نبہر حال۔“ ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ ”یہ سفر مجھے ہمیشہ ایک ڈراؤنے اور اوٹ پلائیک خواب کی طرح یاد رہے گا۔“

”لیپا یہ خواب ہے کہ ہمارے دونوں سائنسدان بازیاب ہو گے۔ وہ حریب تباہ کر دیا گیا جو ساری دنیا کو چیج اوث پلائیک خواب بنائے کر رکھ دیتا۔ پھر اگر ڈان اسپاریکا لوئیسا کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ حریب کیا دوبارہ جنم نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے اس کا سد باب بھی کر دیا ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔!“

﴿ ختم شد ﴾